DAMAGE BOOK

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224369

UNIVERSAL
LIBRARY

GIPP—390—29-4-72—10,000.

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٨٩١٤٣٠٥ النظر Accession No. 41793 ١٧٩٣

Author

Title النظر سنة ١٩١٦

This book should be returned on or before the date last marked below.

جامعیت جہان نمائے ہر صفحہ دیکھئے

الناظر

نمبر ۹ | یکم مارچ سنہ ۱۹۱۰ء | قیمت سالانہ للعہ

اے ۴۷۸ - ظفر الملک علوی

اطلاع - جن صاحبوں کو پرچہ پہنچنے کی اطلاع نہ ہو یا کم و زیادہ پہنچے وہ براہ کرم فوراً دفتر کو اطلاع دیں۔

فہرست مضامین

		صفحہ
بکرماجیت یا بکرماجیت یا بکرم اعظم (نمبر ۲)	منشی دیانت حسین صدیقی	۱
غزل	آغا کمال الدین شنجر طہرانی	۹
الکلام مولفہ مولانا شبلی پر تنقیدی نظر (نمبر ۱)	ایک طالب علم	۱۰
غزل	سید علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی	۳۲
فغان بسمل (نظم)	مسٹر عبدالحکیم بسمل	۳۳
مقدس گنگا	ڈاکٹر محمد عمر جذب	۳۴
گل و بلبل (نظم)	پنڈت محی الدین احمد قمر	۴۰
لیڈیز کانفرنس کی ضرورت	[illegible] العین الحسن رضوی	۴۱
غیبت و اعتراض	بیگم صفدر علی	۴۵
نظرے خوش گذرے	اڈیٹر	۴۸
ربع مجیب	پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے	۱۷/۲۴

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی ظفر الملک علوی

پروپرائٹر (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا ساپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہے۔ اسلئے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کے لئے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ مین اسٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق مو کمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز

حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

مثل مشہور ہے "ایک تو رآدمی ہزار نور کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت تیس ۳۰ برس سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمایش کی دیر ہے۔ جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ زنانہ۔ ولایتی یا ہندوستانی کسی طرز فیشن۔ یا وضع کی ہم نہایت کفایت اور خوبی کیساتھ تیار کرینگے آزمایش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ فرمایش کا فارم اور کپڑوں کے نمونے طلب فرمائیے

قطب الدین مینجنگ پروپرائیٹر

پھر پرشش جراحت دل کو چلا ہے عشق — سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونوگرافک کمپنی۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

پاتھی فون — گراموفون — راما گراف — اوڈین — بیکا چیمپیئن

کچھ درد ہے مطربوں کی لے مین — کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے مین

لوکل اور بیرونجات کے خریدارونکی آسانی کیلئے خوش گلو یونکے تین ہزار دو سو مختلف گانونمین سے بہتر سے بہتر ریکارڈونکا انتخاب لکھنؤ مین صرف ہمارے ہی مرکز ہے جہان ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ ملسکتے ہین ہر ساخت کی مشینون اور ریکارڈونکا سرٹیفکیٹ اور جانچ اسی مقام پر آپ دیکھ سکتا ہے بورڈنگ ہاؤس کے ذمہ دار گیراس خاص لائن کی ذمہ داری ہے نہایت تیزی سے مصروف ہین ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی خریداری سے پہلے ہماری دوکانکی نمایش گاہ مین تشریف لاکر ہمارے مخلصانہ مشکریہ کے ساتھ ریکارڈ جدید اسٹائل کی مشین لیٹسٹ رنگ برنگ کے خوشنما فلاور ہارن ملاحظہ فرمائیے۔ ہر ہفتہ ہمارا سامان مستقلہ ٹاکنگ مشین ہارمونیم پیانو۔ اسٹیل ٹرنگ گیس لیمپ لیمپ کیش بکس۔ جاپانی منی بیگ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر۔ وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہین

ملیجر دی فونوگرافک کمپنی

فرمایش کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

P. G.

الناظر

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD

نمبر ۹ یکم مارچ سنہ ۱۹۱۰ء

سلسلہ کے لئے "الناظر" بابت ۱۹۰۹ء نمبر ۹ ملاحظہ طلب ہے

بکرماجیتیہ یا بکرماجیت یا بکرم اعظم

نمبر ۲

اب ہم ان طولانی مباحث سے قطع نظر کرتے ہیں اور آٹھ بکرماجیت مین سے بکرماجیت اعظم اُسی کو قرار دیتے ہین۔ جو سب سے پہلے ہوگذرا ہے۔ بقیہ سات اُس کے بعد مختلف زمانون مین ہندوستان کے مختلف حصون پر حکمران ہوتے گئے! جن مین بکرم اعظم کے سے اوصاف حمیدہ ہون یا نہ ہون مگر فخر و مباحات کے لئے یا یمن و برکت کے خیال سے۔ خود اُنھون نے اِس نام و لقب کو اختیار کیا یا اُن کے خوشامدیون نے اُن کو ایسا مشہور کر دیا۔

معذرت - یہان پر یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بکرم اعظم کی کوئی مستقل سوانح عمری موجود نہ ہونے کی وجہ سے مجھکو اس مضمون کی ترتیب مین مختلف ماخذون کیطرف رجوع کرنا پڑا ہے مثلاً: ہندی فارسی اور انگریزی تاریخین۔ قصے کہانیان زبانی افسانے۔ سنی سنائی روایتین۔ ضرب المثلین وغیرہ -- اور اسطرح بہت سی سڑی گلی گھاس پھونس کو اکٹھا کر کے یہ مختصر سی جھونپڑی طیار کی گئی ہے پس اگر کسی قسم کی فروگذاشت

باکوئی زیادتی مبصرین کامل الفن کی نظر کیمیا اثر ہین بدلنا معلوم ہو تو خاکسار کی ہیچمدانی اور کم بضاعتی پر نظر فرماکر اُس عیب سے چشم پوشی فرماوین - العذر عند الکرام الناس مقبول۔

بکرم اعظم کا حسب نسب - بکرماجیت اعظم پرمر اخاندان سے تھا جس کو مختصراً اب پوار کہتے ہین اس نسل کے راجے ہندوستان کے بہت سے ملکون پر حکمرانی کرتے تھے - چنانچہ دکن مین نربدا کے پار تک ان کی سلطنتین پھیلی ہوئی تھین - پچھم مین سندھ دریا اُن کے ملکون کی سرحد تھا اور جو جو ملک اور صوبے اِن حدود کے اندر واقع تھے - اُن مین سے اکثر اِن راجاؤن کے زیر فرمان تھے -

پرمرا کی اصل وحقیقت - عیسوی صدی سے تقریباً دو یا تین سو برس پیشتر قریب قریب سارا ہندوستان اقوام تاتار سے بھر گیا تھا - اور راجپوتون کی نسلین صرف بگڑ ہی گئی تھین - بلکہ تقریباً نیست و نابود ہو گئی تھین - چونکہ یہ قومین بودھ مذہب رکھتی تھین - جو برہمنون کے قدیم مذہب کے سراسر خلاف تھا اسلئے اِن زبردست دشمنون سے لڑنے کے لئے برہمنون نے **بید** کی رسم کے مطابق چھتریون کے چار مورثان اعلیٰ کو آگ سے پیدا کیا - جن سے اس شجاع قوم کے چار نئے خاندان قائم ہوئے اور ان کی نسلین آناً فاناً تمامی ہندوستان مین پھیل گئین - ان چارون کی اولاد اگنی کل کہلائی اور ان کے نام یہ ہین **پرمرا چوہان** - **سنکنکی** - **پرہار** - چاردن اگنی کل والون مین پرمرا والے بڑے ذی اختیار ہوئے اسی خاندان مین بکرم اعظم تھا -

بکرم اعظم کا باپ - بکرم اعظم کے باپ کا نام گندھرپ سین تھا - وہ راجہ باہوبل کا وزیر تھا - جو اُجین سے دور ایک خوش فضا میدان اور جنگل مین ایک عالی شان محل بناکر اُسی مین

※ اس موقع پر بیدکی جو جو رسمین برتی گئین - اُن کی تفصیل باعث طوالت ہے اور درایۃ تاریخی حیثیت سے ساقط الاعتبار ہین - مارش مین صاحب نے اپنی ہسٹری آف انڈیا مین ان رسمون کو خوب مفصل لکھا ہے - مگر ہم نے فضول سمجھکر قلم انداز کر دیا -

بڑے عیش و عشرت کے ساتھ خوش گذرانی کرتا تھا اور اُسی کو راجدھانی مقرر کیا تھا۔

گندھرپ سین اور امباوتی۔ ایک مدت تک گندھرپ سین وزارت کے خطیر کام کو بڑی دانشمندی اور ہوشیاری سے انجام دیتا رہا لیکن اتفاقاً اس سے ایک ایسی حرکت سرزد ہوئی جس سے راجہ کو اُس کی نسبت بدگمانی پیدا ہوگئی۔ اور وہ بدگمانی اُس سادہ دل آقا کی کمال ناراضی کا باعث ہوئی اور نتیجہ اس رنجش کا یہ ہوا کہ معتوب گندھرپ سین کو اپنے وطن مالوفہ اوجین کو خیرباد کہنا پڑا۔

جلاوطن گندھرپ سین اپنے آبائی مسکن (اُجین) سے نکلتے ہی سیدھا امباوتی نگر چلا گیا۔ بخت بلند نے مساعدت کی اور وہاں پہونچکر تھوڑے ہی دنوں میں اُس نے اپنے زور بازو اور عقل تدبیر سے ایک مستقل حکومت قائم کرلی۔

امباوتی ہی میں اُس نے چار دان برن (برہمن۔ چھتری۔ بیش۔ شُدر) کی چار عورتوں سے شادیاں کیں اور چاروں سے چھ بیٹے پیدا ہوئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

برہمنی سے ایک لڑکا ہوا اُس کا نام برہمت تھا۔

چھتری سے تین بیٹے ہوئے جن کے نام یہ ہیں:۔ امر سنگھ[۱] بکرم[۲] اور بھرتھری[۳]

بیشانی سے جو لڑکا ہوا اُس کا نام چندر رکھا تھا۔ اور شدرنی کے بیٹے کا نام دھنونتر پڑا

غریب الوطن گندھرپ سین چند روز تک امباوتی میں حکومت کرنے کے بعد مع اہل و عیال اوجین کو واپس آگیا اور وہیں راج کرنے لگا۔ ذی اختیار و صاحب قدرت باہوبل نے باوجود پہلی مخاصمت کے اس وقت کچھ تعرض نہ کیا۔ اس کی کیا وجہ؟ یہ ایک ایسا سوال ہے۔ جس کا جواب شافی موجودہ تاریخی یادداشتیں نہیں دے سکتیں ناچار قیاس و گمان کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

قرینہ یہ ہے کہ باہوبل کو ضعیف العمری اور لاولدی کے باعث سلطنت کی طرف سے استغناء اور بے پروائی تھی۔ اور اسکی نیکدلی۔ بے نفسی۔ بے غرضی اور صلح

جوئی نے اس گذشتنی و گذاشتنی جاہ و ثروت کے لئے کسی قسم کا جھگڑا یا تکرار کرنا پسند نہ کیا۔

اُجین ۔ اُجین کا پرانا نام **اونتیا** تھا اور ابتدا سے سورج بنسیون کے قبضے مین چلا آتا تھا۔ لیکن بکرم اعظم سے تقریباً ڈھائی تین سو برس پیشتر۔ وہ مگدھ کے بودھ راجاؤن کا ایک ماتحت صوبہ بن گیا۔ چنانچہ پاٹلی پتر کے موریہ خاندان کا چشم و چراغ آشوک اعظم۔ پہلے اسی صوبے کا گورنر تھا۔ ہنگام قیام مین اُس نے ایک سیٹھ کی لڑکی سے شادی کرلی۔ جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی دو اولادین پیدا ہوئین۔ بیٹے کا نام مہیندر اور بیٹی کا نام سنگھ متا یا سُمترا تھا۔ دونون بھائی بہن تارک الدنیا ہوکر فقیر ہوگئے۔

موریہ خاندان کی تباہی کے بعد پاٹلی پتر کی راجگدی پر سُنگا اور کنوان (غالباً سُنگ اور کنو) دو گھرانے ۱۵۸ برس تک حکمران رہے۔ مگر رعب و داب۔ شان و شوکت رفعت و وسعت وغیرہ۔ جو جو باتین لازمۂ فرمانروائی ہین سب کی سب موریہ گھرانے کے ساتھ ہی رخصت ہوگئین اور اکثر دور و دراز صوبے دائرۂ انقیاد سے باہر نکل گئے۔ انھین آزادی طلب صوبون مین اُجین بھی تھا (غالباً یہ واقعہ بکرم سے کچھ کم و بیش سَو برس پہلے کا ہے)۔

مندرجۂ بالا دو گھرانون کے پیچھے اندھرا (اندھر) خاندان مگدھ پر مسلط ہوا اور ۴۵۶ سال تک بڑی شان و شوکت سے فرمانروائی کرتا رہا۔ یہ خاندان دکن مین ایک بڑی سلطنت پر پہلے سے قابض تھا۔ جو کرشنا اور تنگ بدرا کے دوآبہ مین واقع تھی۔ مگدھ پر قبضہ پانے سے وہ دو دو عظیم الشان سلطنتون کا مالک ہوگیا لیکن جب زوال آیا تو ۳۰ ہی برس مین دونون تتر بتر اور تہس نہس ہوگئین۔ اُس کے کل ماتحت صوبے خود مختار ہوگئے۔ بلکہ خاص دارالخلافہ کے علاقے بھی قبضے سے نکل گئے۔ لکھا ہے کہ اس ہر بونگ مین برہمن اور چھتری سے لیکر۔ دھانگڑ اور مہتر تک اور سپہ سالار اور صوبہ دار سے لیکر سوئیا اور خدمتگار تک ہر متنفس ملک کا ایک ایک حصہ دبا بیٹھا اور کوئی لمن الملکی بجانے لگا۔

اُجین نے تو پہلے ہی انقلاب مین بنداطاعت سے آزادی حاصل کرکے اپنے حال پر درست کر لئے تھے۔ اس مدت دراز مین اُس کو گذشتہ مافات کی تلافی کا خاطر خواہ موقع مل گیا۔ جس وقت یہان مگدھ کی راجگدی پر اندھرا خاندان برا جمان تھا وہان تخت اُجین پر بکرم اعظم کی اولاد جلوہ افروز تھی۔

اُجین کو آزادی تو مل گئی۔ مگر اسپر بھی مدتون تک اُس کو پائے تخت ہونے کا شرف حاصل نہ ہوا۔ چنانچہ جیساکہ اوپر کی سطرون مین لکھا گیا راجہ باہوبل اپنی شاہی بود و باش اور شاہی کاروبار کے لئے۔ اُجین سے دور۔ ایک نہایت ہی دلچسپ جگہ مین علیٰحدہ ایک عالی شان محل سرا رکھتا تھا جو عمدہ عمدہ سامان آرایش اور اعلیٰ اعلیٰ لوازمات زیبایش سے سجا ہوا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اعزاز اس شہر کو گندھرپ سین ہی نے بخشا۔

گندھرپ سین کی وفات اور امرسنگھ کی گدی نشینی الغرض گندھرپ سین امبادتی سے واپس آکر اُجین مین حکمرانی کرنے لگا مگر اجل نے زیادہ عرصہ تک اُسے کامرانی اور فائز المرامی کا لطف نہ اُٹھانے دیا اور تھوڑے ہی زمانہ کے بعد وہ راہی ملک بقا ہوا۔

اس کے بعد امرسنگھ (جو چھترپتی کے تین لڑکون مین سب سے بڑا تھا) باپ کا جانشین ہوا اور اپنے سوتیلے بھائی برہمنت کو (جو برہمنی کے بطن سے تھا) دیوان مقرر کیا۔ لیکن تھوڑے دنون کے بعد وہ بداطوار کسی بے اعتدالی کے پاداش مین اس معزز عہدہ سے برطرف کیا گیا۔ چونکہ اسکو بھی امرسنگھ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ تھا۔ بلکہ مان کی طرف سے نسباً اُسے ایک گونہ برتری حاصل تھی اس لئے اس بے توقیری کے ساتھ اُجین مین ٹھہرنا پسند نکیا اور وہان سے دھارانگر کو چلا گیا۔ جو اُجین کے ہمسر حد راج کی راجدھانی تھا۔

دھارانگر کے راجہ نے برہمنت کی بڑی عزت و توقیر کی اور اپنا خاص مصاحب بنالیا لیکن ؎ خوے بد در طبیعت کہ نشست ✦ نرود جز بوقت مرگ از دست ✦ بدرشت اور

بدخصلت برہمنت نے اس مسافر پروری اور مہمان نوازی کی قدر نہ کی بلکہ بڑی سفاکی اور بے رحمی سے اُس غریب نواز راجہ کو قتل کر ڈالا اور محسن کشی کا بدنما راج تلک جبین حال پر دے کر خود راجہ بن بیٹھا۔

ایسے بدکردار ون کی گذر کہان؟ آخر اپنے کرتوتون کی بدولت اس کو وہان سے بھی نکلنا پڑا اور اجین مین واپس آکر بصد ناکامی واصل جہنم ہوا۔

دھارانگر بھی اجین مین شامل ہوگیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مقتول راجہ کا کوئی جانشین نتھا اور اسی وجہ سے برہمنت کے بھاگ آنے پر دھارانگر کا تخت خالی پڑا ہوا تھا۔ امر سنگھ نے موقع وقت سے کام لیا اور اس راج کو بھی دخل کرکے اپنی قلمرو مین شامل کرلیا۔

امر سنگھ کا قتل اور بکرم کی گدی نشینی۔ گو امر سنگھ کو اپنے باپ کا بڑا بیٹا ہونے کے سبب سے تخت و تاج مل گیا تھا۔ مگر قیاساً یہ دریافت ہوتا ہے کہ عموماً جملہ اراکین دولت اور خصوصاً برہمن لوگ اُس سے دل مین ناراض تھے اور ہردلعزیز بکرم ہی کی گدی نشینی سبکو منظور تھی۔ رنجش کی وجہ کیا تھی؟ یہ ٹھیک ٹھیک نہین معلوم۔ مگر واقعات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ امر سنگھ آزاد خیال آدمی تھا۔ اور اکثر اوقات اُس سے ایسی ایسی حرکتین سرزد ہوا کرتی تھین۔ جو قدامت پرستون کی آنکھون مین بدنما نظر آتی تھین۔ بلکہ بعض دفعہ اُس کی بے اعتدالیون سے ان کو صدمۂ دلی ہوتا تھا * نتیجہ اس بے اعتدالی کا امر سنگھ کے حق مین اچھا نہ ہوا اور وہ لوگ اسکو بے تاج و نگین کرنے۔ بلکہ اس کی جان لینے کے درپے ہوگئے۔ اور اگرچہ اس

---

* جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ جب برہمن لوگ امر سنگھ کو بکرم کے قتل پر آمادہ کرکے جنگل مین لے گئے تو امر سنگھ نے اُس مٹی کے مہادیو پر پیشاب کر دیا جس کو بکرم نے ابھی پوجا تھا۔ یہ نازیبا حرکت اُس کے ہمراہیون کو سخت ناگوار گذری اور اُنھون نے اُس کو ڈانٹا بھی۔ لیکن اُس نے آئین بائین شائین جواب دے دیا۔ ۱۲

بدگمانی کا کوئی پکا ثبوت نہین ہے۔ لیکن قیاس یہ ہے کہ اس ناجائز منصوبے مین بکرم سے بھی مشورے لیے گئے اور اسکو اپنی گدی نشینی اور امر سنگھ کے قتل پر راضی کیا گیا۔

بکرم ان دنون عین شباب مین تھا۔ علاوہ ڈنڑ۔ مگدر۔ کشتی اور دیگر فنون سپاہگری کے (جو راجپوتون کی بہترین قومی خصوصیات مین داخل ہین) اس کو ریاضت اور تپسیا کا بھی بدرجۂ غایت شوق تھا۔ ہمیشہ صبح کو اٹھکر اکھاڑا کرتا۔ اشنان کرتا۔ پوجا پاٹ کرتا۔ اور پھر دھیان گیان مین مصروف رہتا یہی اُسکا روزمرہ تھا۔

ناسخ التواریخ مین لکھا ہے کہ بکرم ایام جوانی اور عالم شباب مین درویشانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا ہندوستان کے تمام تیرتھون کی زیارت کرتا پھرتا تھا اور ہر جگہ جوگیون۔ سناسیون اور تپسیون کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا اور اپنے مذہب کے مطابق مشکل مشکل ریاضتین اور بڑی بڑی تپسیا مین کھینچتا تھا۔

الغرض جب سب معاملہ ٹھیک ٹھاک ہوگیا تو برہمنون نے ایک روز دربار مین حاضر ہوکر راجہ سے چھیڑ چھاڑ شروع کی بڑے تصنع سے نہایت ہی پُر درد اور ہمدردی کے لہجے مین عرض کیا کہ پربھو ناتھ! بڑے شوک کی بات ہے کہ آپ کا ناش کرنے والا جنم لے چکا ہے اور ابھی جان رہنا اچت ہے جب راجہ نے اُن کی پیشین گوئی پر مطلق توجہ نہ کی۔ تو ہاتھ جوڑکر پھر کہا کہ ایک بات اور ہے جس کو کہتے ہوئے ہم لوگ ڈرتے ہین اگر جیوادان برملے تو عرض کرین۔ اجازت ملنے پر عرض کیا کہ شاستر کے بچار سے ایسا جان پڑتا ہے کہ بکرم امر سنگھ کو مارکر راج کریگا۔

پھر یہ حضرات برہمن امر سنگھ کو بکرم کے قتل پر آمادہ کرکے جنگل مین لے گئے اور وہان الٹی گنگا بہائی یعنی امر سنگھ ہی کو بکرم سے قتل کروادیا* اور جیسا کہ اُن کا دلی مقصد تھا۔ بکرم کو تخت نشین کراکر اُس کے زیر سایہ بڑی کامرانی کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے۔ اور بکرم

* جو صورت قتل کی لکھی ہے وہ محض ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے اس لیے اُس کی تفصیل قلمزد کردی گئی ۱۲

بھی تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہو کر ہمیشہ ان محسنون کا شکر گذار رہا بلکہ اپنی دلی شکر گذاری کو حمایت مذہب اور احیاء رسومات قدیم کے ذریعہ سے ہر موقع پر عملی طور سے ثابت کرتا رہا سب ارکین دولت اور ماتحتین اس خبر سے نہایت خوش ہوئے اطراف و جوانب سے مبارکبادین موصول ہونے لگین امر سنگھ کی جیٹھ رانی اُس کی لاش کے ساتھ ستی ہوئی فاعتبروا یا اولی الابصار

فتح دہلی و کشمیر - مہابھارتھ کی جنگ کے بعد تقریباً ساڑھے تین ہزار برس تک اندرپرست یا دہلی کے تخت پر مہاراجہ پرچھت کی ۲۷ پشتین حکمران رہین مگر اٹھائیسویں راجہ کھیم راج کو اس کے وزیر نے قتل کر کے راج گدی پر خود قبضہ کر لیا اس غاصب خاندان کی بربادی کے بعد دو اور خاندان یکے بعد دیگرے راج کرتے گئے اور تینون گھرانے کے کل ۳۸ راجے برسر حکومت رہے ۳۸ وان راجہ بکرم کا ہمعصر تھا اور اُسکا نام راج پال تھا۔ راج پال پر کماون کے راجہ سکھونت نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور اُس کو مار کر دہلی کی پرانی سلطنت پر قبضہ کر لیا۔

بکرم اعظم کو جب یہ خبر لگی تو ایک فوج جرار لے کر اُس پر دھاوا کر دیا اور ایک گھمسان لڑائی کے بعد اس پہاڑی لٹیرے پر فتح نمایان حاصل کی اور اس کو شکست فاش دیکر دلی سے نکال باہر کیا۔

اس مردانہ فتح و فیروزی کے بعد بکرم اعظم نے پانڈون کی قدیم اور آبائی سلطنت اندرپرست کو اپنی قلمرو مین شامل کر لیا۔

بکرم نے دلی کے سوا اور اور ملکون کو بھی زیر نگین کیا۔ یہان تک کہ اسکی فتوحات کشمیر تک پھیل گئین لیکن ان فتوحات کی تفصیل نہین ملی۔

بمن اور جاٹ اور دیگر تاتاری قومین تاتاری قومون کے تفصیلی حالات کی اس مختصر مین گنجایش نہین اگر فرصت ملی تو اس خصوص مین ایک علیحدہ مضمون نذر ناظرین کیا جاے گا۔ مختصر یہ کہ ہندوستان ہمیشہ سے ان غارتگرون کی جولانگاہ بنا رہا۔ مشرق شمال

شمال و مغرب اور مغرب کا کوئی خطہ ان حملہ آوروں کی تاخت و تاراج سے محفوظ نہ رہا۔ ان کی قدیمی خصلت و جبلت انھیں کشان کشان بکرم کی قلمرو میں بھی لے گئی۔ اور انھوں نے اپنے معمولی ہتھکھنڈے لوٹ اور تاراج کے وہاں بھی پھیلانے شروع کئے۔ لیکن بہادر بکرم کے مقابلہ میں خوب ہی منہ کی کھائی اور اس نے اُنپر خوب خوب فتحیں پائیں (باقی آیندہ)

دیانت حسین صدیقی

غزل

دلم از درد ہجر گشتہ دو نیم — چارہ کو جز رضا و جز تسلیم
ہست رخسار و قد و دندانت — ماہ و سرو و مہی و در یتیم
چون تو ہرگز نمی شود پیدا — مادر روزگار گشتہ عقیم
ہست در خط زوال نعمت حسن — خوب چہرا بہیم باش بہ بیم
چند روزے دگر بر آرد سر — ضمیرانت بزیر زلف چو جیم
مفشان زلف بر رخ سیمین — تا نگردد بہ رنگ مشکت سیم
زان شراب آر ساقیا کزوے — زندہ گردد بوجد عظم رمیم
صاف شفاف چون چکیدۂ جان — نغز و سرشار ہمچو طبع سلیم
خواہم امروز غوطہ در گردم — در شط می بسان ماہی بیم
این ہمان آذرین می است کزاد — گشت گلزار نار ابراہیم
این اثر اندرین شراب بود — کہ نہ در کوثر است و نے تسنیم
در دنوشان لا اُبالے را — در جزا نیست غیر اجر عظیم
سنجر اندر پیالہ مے بیند — انچہ در طور دیدہ بود کلیم

آغا کمال الدین سنجر طہرانی

الکلام
مولفہ مولانا شبلی پر
تنقیدی نظر
نمبر اوّل
تمہید

فلسفۂ تصنیف و تالیف کا یہ ایک قانون ہے کہ جو اہل قلم کسی ایک خاص فن مین شہرت و کمال حاصل کر لیتا ہے وہ علم کے دوسرے شعبون مین اپنے اُس درجہ اور مرتبہ کو قائم نہین رکھ سکتا **سعدی** جو اخلاقی نظم کا خدا مانا جاتا ہے جسوقت رزم کا رنگ اختیار کرتا ہے۔ تو ایک بھی حکایت صحیح طور سے نہین منظوم کر سکتا **فردوسی** (عظیم رزم کا تاجدار ہے مگر بزم کی سرحد مین قدم رکھتے ہی بے بس ہو جاتا ہے) **امام بخاری** جن کے مجموعۂ احادیث کے متعلق تقریباً تمام دنیاے اسلام ہم آہنگ ہے کہ بلحاظ صحت کے صرف قرآن اُس سے برتر ہے جب تاریخ کے لئے قلم اُٹھاتے ہین تو بلا تحقیق تمام رطب و یابس واقعات نقل کر دیتے ہین **ڈیوڈ ہیوم** جو انگلستان مین ایک اعلیٰ درجہ کا فلسفی ہوا ہے تاریخ مرتب کرتے وقت ملکی تعصبات کو اس کثرت سے دخل دیتا ہے کہ اسکو اعتبار و استناد کے رتبہ سے ساقط کرنا پڑا ہے۔

اس عقدہ کو حل کرنا اور اس عجیب کلیہ کے علل و اسباب کی تشریح اگرچہ فلسفیانہ حیثیت سے نہایت دلچسپ ہے لیکن چونکہ ہمارے موضوع سے یہ بحث خارج ہے اس لئے ہم اسکو یہان پر نظر انداز کرتے ہین۔

شمس العلما مولانا **شبلی نعمانی** جنکی ایک تالیف پر ہمکو اسوقت مفصل تنقید کرنا ہے

متذکرۂ بالا اصول کی ایک عمدہ مثال ہین - مولانا موصوف کو تاریخ سے فطری مناسبت و دلچسپی ہے اور اپنی طبیعت کا نہایت صحیح اندازہ کرکے اُنھون نے ابتداے زمانہ تصنیف سے اپنی تمام تصانیف (؟) کا موضوع تاریخ قرار دیا" (علم الکلام: صہ ۵) چنانچہ ابتک اُنکی جسقدر کتابین شایع ہوئی ہین اُن مین سے بعض تو مشاہیر اسلام کی سوانح عمریان ہین بعض علوم یا ادب کی تاریخین ہین اور بعض کسی شہرت پذیر واقعہ کی تاریخی غلطی ظاہر کرنے کی غرض سے تحریر کی گئی ہین - الغرض وہ سب تاریخ ہی کے متعلق ہین - اگرچہ اس مین شبہہ نہین کہ ان تاریخی تالیفات مین بعض مقامات پر نا کافی شہادت اور نادا قفیت کی مثالین پائی جاتی ہین (جس کا نمونہ شعر العجم اور رسائل شبلی مین متعدد مقامات پر ملتا ہے) لیکن سخت ناانصافی ہوگی اگر مولانا کی عرقریزی و جانکاہی کی داد نہ دیجاے - جس تحقیق و قابلیت کے ساتھ انھون نے اپنی زبان کے سرمایۂ تاریخ مین اضافہ کیا اور جن اَن تھک کوششون اور جانفشانیون کے ساتھ انھون نے اس خدمت کو انجام دیا ان کے لحاظ سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ وہ اپنے دائرۂ عمل مین ایک نہایت رفیع و اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہین اور صحیح طور پر یہ استحقاق رکھتے ہین کہ نکتہ رس مورخون کی صف اول مین اُن کو جگہ دیجاے)

(ایک علمی شہسوار کے جولانگاہ کے لئے میدان تاریخ بہت کافی وسعت رکھتا ہے لیکن مذہب کو مخالفون کے نرغہ مین محصور دیکھکر مولانا سے ضبط نہ ہوسکا اور انھون نے بادلِ ناخواستہ اپنے مقررہ حدود سے نکل کر علم کلام کی سرحد مین قدم رکھا اور عقل و مذہب کی مطابقت پر ایک کتاب مرتب کی - لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس چیز نے ان کی محققانہ وقعت کو سب سے زیادہ صدمہ پہونچایا اور جو اُن کے علمی کارنامون کے چہرہ پر ایک بدنما داغ ہے وہ اُن کی یہی تالیف "الکلام" ہے -

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ چند سال ہوے مولانا نے یہ دیکھکر کہ "دہریا[1] کے

[1] علم کلام صفحہ ۲ -

زمانہ مین اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج کچھ اُس سے بھی بڑھکر درپیش ہے مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہین اور ..... مذہبی خیالات مین عموماً بہو بچال آگیا ہے۔ نئے تعلیم یافتہ مرعوب ہوگئے ہین اور قدیم علما کبھی عزلت کے دریچہ سے سر نکال کر دیکھتے ہین تو مذہب کا افق غبار آلود نظر آتا ہے ایک نئے علم کلام کی ضرورت محسوس کی اور خواہش کی کہ عقل و مذہب مین مطابقت دی جاے لیکن یہان بہو بچکر اُن کو یہ بھی نظر آیا کہ موجودہ مصنفین اسلام نے "یورپ کے ہر قسم کے معتقدات وخیالات کو حق کا معیار قرار دیا ہے اور پھر قران و حدیث کو زبردستی کھینچ تان کر اُن سے ملایا ہے" اس لئے مولانا کو جدید علم کلام کا تمام دفتر (یعنی سرسید احمد خان وغیرہ کی تصانیف کا ذخیرہ) بے سود معلوم ہوا اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے خود اُنھون نے ارادہ کیا کہ علم کلام کے متعلق ایک جدید سلسلۂ تالیفات شایع کیا جاے۔

مولانا کی راے مین جدید علم کلام کی ترتیب کے وقت حسب ذیل شرایط کی پابندی ضروری ہے:-

(۱) عقائد کے متعلق قدما کے علم کلام مین ترمیم کی حاجت نہین "کسی شے کی صحت وقعیت زمانہ کے انقلاب سے نہین بدلتی" اس لئے "جدید علم کلام کے مرتب کرنے والے کا صرف یہ کام ہے کہ ان بزرگون نے جن خزانون کو سربہ مہر کر رکھا تھا انکو وقف عام کردے"

(۲) قانونی، اخلاقی مسائل کے متعلق نئے مباحث درج کرنا ہونگے کیونکہ قدیم علم کلام مین ان کا پتہ نہین۔

(۳) طرز بیان وادا ے مطالب مین تعقید و پیچیدگی نہ ہو "دلائل وبراہین ایسے صاف وسادہ پیرایہ مین بیان کئے جائین جو سریع الفہم ہونے کے ساتھ دل مین اُتر جائین۔

ان شرایط کی بنا پر یہ ضروری تھا کہ نئے علم کلام مین "بزرگون کے مقرر کردہ اصول کا سررشتہ کہین ہاتھ سے نہ جانے پاے" اور اس امر کی تحقیقات بھی لازمی تھی

کہ "ہر عہد مین ائمہ اسلام نے کیا اصول قرار دیئے تھے" چنانچہ مولانا نے اپنے قیام حیدرآباد کے زمانہ مین "علم الکلام" کے عنوان سے ایک کتاب شایع کی جس مین علم کلام کی ابتدا اور اُسکے عہد بہ عہد کی وسعت ترقی وتغیرات کی تاریخ درج ہے اسکے کچھ عرصہ کے بعد مولانا نے ایک دوسری تالیف "الکلام" کے عنوان سے شایع فرمائی جسکا مقصد اس کے سرورق پر ان الفاظ مین بیان کیا گیا ہے:-

"علم کلام جدید جس مین اسلام کے تمام عقائد کو فلسفہ حال کے مقابلہ مین نہایت بسط وخوبی کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے"

منقولہ بالا عبارت اپنا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے محتاج تشریح نہین۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مصنف کو حسب ذیل دو امور سے کامل واقفیت رکھنا چاہیئے۔

(۱) عقائد اسلام

(۲) فلسفۂ حال

جو مصنف کہ ان دونون سے کامل واقفیت کے بغیر ان مین مطابقت دینا چاہتا ہے اسکی کوشش کا نتیجہ سوائے ناکامی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے "علامۂ عصر" مین ہر دو شرائط پائے جاتے ہین؟ عقائد اسلام کے متعلق فیصلہ کرنے کا ہمکو کوئی حق نہین لیکن انکی مذہبی خدمات کو دیکھتے ہوئے اور اسکو بھی ملحوظ رکھکر کہ وہ شمس العلما کے لقب سے مخاطب کئے جاتے ہین اور اُن کے زیر اہتمام مسلمانان ہند کا بہترین مذہبی دار العلوم ہے ہم یہ تسلیم کئے لیتے ہین کہ وہ عقائد اسلام سے کافی واقفیت رکھتے ہین۔ لیکن ہم افسوس مگر کامل وثوق کے ساتھ کہتے ہین کہ دوسری ضروری شرط مولانا مین قطعاً نہین پائی جاتی ہمارے مولانا بھی اس اصول سے ناواقف نہین وہ خود اسکو ایک نہایت لطیف پیرایہ مین ایک دوسرے مقام پر بیان کرتے ہین:-[1]

[1] الندوہ جلد ۵ نمبر ۱۰ صفحہ ۲۔

"ہندوستان مین ایک بھی عالم ایسا نہین ملسکتا جو فلسفۂ حال سے واقف ہو..... ایاز قدرخود شناس ہم خود سمجھ سکتے ہین کہ ہم فلسفۂ حال کا کہان تک مقابلہ کرسکتے ہین۔ پہلے فارابی کیطرح فلسفۂ جدید سیکھو۔ پھر غزالی بنو۔ فارابی بننے سے پہلے غزالی بننا حماقت ہے"

یہی وہ اہم نکتہ ہے جسکو 'الکلام' کی تالیف کے وقت خود مولانا نظر انداز کرگئے ہین اور اسی ایک فروگذاشت کی وجہ سے وہ چند ظاہر فریب استدلالات اور محرف واقعات کا مجموعہ بن گئی ہے۔

(الکلام۔ تصنیف تو درکنار صحیح معنی مین تالیف بھی نہین کی جاسکتی بلکہ وہ درحقیقت مصر کے ایک اہل قلم فرید وجدی کے خیالات کا اردو زبان مین خلاصہ ہے۔ ہمارے مولانا چونکہ یوروپین زبانون سے ناآشنا ہین۔ اسلئے اُنھون نے یورپ کے متعلق اپنا تمام سرمایہ معلومات فرید وجدی کے خزانۂ خیالات سے قرض لیا لیکن افسوس یہ ہے کہ مولانا نے انتخاب مین غلطی کی فرید وجدی مذہبی جماعت مین خواہ کسی حیثیت سے علامہ تسلیم کیا جاتا ہو لیکن یورپ و مشرق کے درمیان سفیر ہونے کی حیثیت سے وہ نہایت ناقابل اعتماد و غیر معتبر ہے۔ اُسنے اپنی تصانیف مین جسقدر تدلیس و تحریف سے کام لیا ہے اسکی پردہ دری کے لئے ایک مستقل رسالہ کی ضرورت ہے بہرحال ہمارا موجودہ فرض صرف 'الکلام' کی تنقید ہے اس لئے فرید وجدی سے ہم قطع نظر کرتے ہین۔

الکلام مین متعدد مقامات پر جو یوروپین حکما کے اقوال درج ہین انکے متعلق خوش عقیدہ اردو دان پبلک سمجھتی ہے کہ یہ اقوال براہ راست اصلی تصانیف سے اور صحیح معنی مین اقتباس کئے گئے ہونگے لیکن اس طلسم کو توڑنے کے لئے ہم ذیل مین ایک مثال درج کرتے ہین:۔

'الکلام' مین دو مقامات پر ہربرٹ اسپنسر کا مندرجہ ذیل مقولہ نقل کیا گیا ہے[۱]:۔

---

[۱] الکلام صفحہ ۳۸ و صفحہ ۵۰۔

"ان تمام اسرار سے جن کی یہ کیفیت ہے کہ جسقدر ہم زیادہ غور کرتے ہین اسی قدر وہ اور غامض ہوتے جاتے ہین اسقدر قطعی ثابت ہوتا ہے کہ انسان کے اوپر ایک ازلی وابدی قوت موجود ہے جس سے تمام اشیا صادر ہوتی ہین"

اور دونون مواقع پر اس سے یہ استشہاد کیا گیا ہے کہ بڑے بڑے حکیمون اور فلسفیون نے انتہاے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت مین یہ استدلال پیش کیا ہے۔ جیساکہ خود مولانا کو مسلّم ہے اُنھون نے براہ راست یہ قول اسپنسر کی کسی تصنیف سے نقل نہین کیا بلکہ یہ ماخوذ ہے فرید وجدی کی کتاب "حدیقۂ فکریہ" سے لیکن تعجب یہ ہے کہ خود فرید وجدی نے بھی اسپنسر کی اصلی تصنیف کا مطالعہ نہین کیا بلکہ اُس نے ایک مصری عالم کی کتاب ثمرۃ الحیوٰۃ سے نقل کیا۔[۵۱] جو ترجمہ ہے سرجان لیبک کی کتاب "یوز آف لائف" کا اور اسپنسر کی کسی خاص تصنیف کا حوالہ لیبک صاحب کی کتاب مین بھی نہین ہے!! لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت ناک اس کا موقع استشہاد ہے۔ فرید وجدی اور مولانا شبلی اس کے یہ معنی لیتے ہین کہ ہربرٹ اسپنسر خدا کا قایل تھا۔ اور اسکے ثبوت مین اس نے یون استدلال کیا تھا لیکن سرجان لیبک کی اصل کتاب جسکے یہ دونون خوشہ چین ہین ہمارے سامنے موجود ہے وہ اسکو خدا کے ثبوت مین نہین پیش کرتا بلکہ یہ ظاہر کرنے کو کہ ہماری عقل رازہاے الٰہی کا انکشاف نہین کرسکتی اور اکثر امور مین ہمکو اپنی ناواقفیت و جہالت پر قانع ہونا پڑتا ہے۔[۵۲]

اسی قسم کی غلط بیانیون کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ ہمارے مولانا ایک مقام پر توحید و خدا پرستی کو حاسۂ فطری قرار دیتے ہوے "مشہور محقق میکسمولر" کا ایک قول نقل کرتے ہین۔[۵۳] یہ قول ماخوذ ہے حدیقۂ فکریہ صفحہ ۱۴ سے فرید وجدی اس کی سند مین لکھتا ہے کہ یہ منقول ہے امریکا کے مشہور و معروف پروفیسر میکسمولر کی کتاب "اصل الدین وارتقادہ"[۵۴]

---

۵۱ الحدیقۃ الفکریہ صفحہ ۵۴۔

۵۲ دیکھو لیبک صاحب کی "ثمرۂ حیات" صفحہ ۱۴۴ و ۱۴۵ مطبوعہ ۱۹۱۰ء

۵۳ الکلام صفحہ ۳۵ ۵۴ حدیقۂ فکریہ صفحہ ۱۴۔

مگر ہم بادب مصر و ہندوستان کے دونون علامہ بزرگون سے دریافت کرتے ہین کہ میکس مولر امریکہ کی کس یونیورسٹی مین پروفیسر تھا؟ اور کس زمانہ مین؟ اور اُسکی مذکورۂ بالا کتاب کہان شایع ہوئی ہے؟ - ہان اگر میکسمولر سے اُس شخص کی جانب اشارہ ہو جو علم الالسنہ کا بہت بڑا ماہر تھا - اور جس کے زیر اہتمام مشرق کی مذہبی کتابون کے ترجمہ کا سلسلہ شایع ہوا ہے تو یہ امر کسی سے مخفی نہین کہ وہ جرمنی کا باشندہ تھا اور امریکا مین نہین بلکہ انگلستان مین اکسفورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر تھا اُسکی سوانح عمری جو اُسکی بیوی نے دو ضخیم جلدون مین مرتب کی ہے ہمارے پیش نظر ہے اور اُسکے آخر مین اُسکی تمام تصانیف کی فہرست شامل ہے لیکن جس کتاب کا حوالہ فرید وجدی دیتا ہے اسکا کہیں ذکر نہین -!

اسطرح کی متعدد مثالین الکلام - مین پائی جاتی ہین با اینہمہ ہم مولانا کی نیک نیتی پر شبہہ نہین کرتے ہین ہمارے خیال مین اس کا باعث محض انکی مغربی زبانون سے ناواقفیت ہے اس بنا پر اور مولانا کی معقول پسندی پر نظر کرکے ہمکو قوی امید ہے کہ وہ اپنی غلطیون سے مطلع ہوکر پبلک کے سامنے ان کے اعتراف کرنے مین تامل نہ کرین گے آیندہ صفحات مین الکلام کے بعض مختلف فیہ اہم مسائل پر ہم تفصیل کے ساتھ تنقیدی نظر ڈالینگے -

مذہب اور عقل

تمہید کے بعد آغاز کتاب مین مولانا نے ایک باب علوم جدیدہ اور مذہب کے عنوان سے قائم کیا ہے جس مین اس خیال کی کہ علوم جدید کا مقابلہ مذہب نہین کرسکتا تردید کرتے ہوے فرماتے ہین -

"یونان مین فلسفہ ایک مجموعہ کا نام تھا جس مین طبیعیات فلکیات - عنصریات - الہیات - مابعد الطبیعیات سب کچھ شامل تھا لیکن یورپ نے نہایت صحیح اصول پر اسکے دو حصہ کر دیئے جو مسائل کہ تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر قطعی و یقینی ثابت ہوگئے تھے انکا نام سائنس رکھا اور جو مسائل کہ تجربہ و مشاہدہ کی دسترس سے باہر تھے انکا نام فلسفہ رکھا ... (صفحہ ۹)

"اب دیکھنا چاہیئے کہ سائنس کو مذہب سے کیا تعلق ہے ؟ سائنس جن چیزون کا ابطال یا اثبات کرتا ہے مذہب کو اُن سے مطلق سروکار نہین - عناصر کس قدر ہین ؟ پانی کن چیزون سے مرکب ہے ؟ ہوا کا کیا وزن ہے ؟ نور کی کیا رفتار ہے ؟ زمین کے کسقدر طبقات ہین ؟ یہ اور اسی قسم کے مسائل سائنس کے مسائل ہین - مذہب کو ان سے کچھ سروکار نہین -

مذہب جن چیزون سے بحث کرتا ہے وہ یہ ہین - خدا موجود ہے یا نہین ؟ مرنے کے بعد اور کسی قسم کی زندگی ہے یا نہین ؟ خیر و شر کی کوئی ابدی کوئی چیز ہے یا نہین ؟ ثواب و عقاب ہے یا نہین ؟ ان مین سے کون چیز ہے جسکو سائنس ہاتھ لگا سکتا ہے ؟ سائنس کے اساتذہ نے جب کہا ہے تو یہ کہا ہے کہ ہم کو ان چیزون کا علم نہین ؟ یا یہ کہ یہ چیزین تجربہ و مشاہدہ کے احاطہ سے باہر ہین یا یہ کہ ہم ان باتون کا یقین نہین کرتے کیونکہ ہم صرف ان باتون کا یقین کرتے ہین جو تجربہ و مشاہدہ سے ثابت ہوسکتی ہین - کوتاہ نظر عدم علم سے علم عدم سمجھ جاتے ہین سائنس والے کہتے ہین کہ ہمکو یہ چیزین معلوم نہین کوتاہ بین اسکے یہ معنی لیتے ہین کہ ہمکو ان چیزون کا نہ ہونا معلوم ہے" (صفحہ)

اقتباس بالا کے حصہ اول مین سائنس و فلسفہ کی جو تعریف کی گئی ہے وہ اگرچہ کسی قدر ترمیم کی محتاج ہے لیکن سردست ہم اسکو تسلیم کرکے مذہب اور سائنس کے تعلقات پر غور کرتے ہین - بلا شبہ اگر ہمارے مولانا اسکی ذمہ داری کرلین کہ مذہب کو سائنس سے کچھ سروکار نہین تو ہم اُنکو اطمینان دلاتے ہین کہ سائنس کو بھی بلا وجہ مذہب سے مخالفت کی ضرورت نہین لیکن واقعات بتاتے ہین کہ ابتدا سے اسوقت تک متعدد مواقع پر مذہب نے سائنس اور علمی ترقیون کی مخالفت کی ہے ڈاکٹر ڈریپر کی لاجواب کتاب سائنس و مذہب کی معرکہ آرائیون کی تاریخ پر یا اسکے مثل کوئی اور علمی تاریخ پڑھو تو معلوم ہوگا کہ مذہب نے لیک ایک قدم پر سائنس کی مزاحمت کی ہے اور ہر عہد مین پیشوایان مذہب نے علمی ترقیون کو کفر و الحاد کے تازیانون سے روکنا چاہا ہے اگرچہ اس کوشش مین وہ ناکام رہے اس سے بھی بڑھکر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ مذہب اپنی فطرت سے مجبور ہے کہ

سائنس کی مخالفت کرے۔ مذہب اپنے حلقۂ حکومت کو کسی ایک خاص علم و فن تک محدود نہین رکھتا بلکہ اپنی عملداری کو عالمگیر کرنا چاہتا ہے اسکا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کے علوم و فنون کے تمام مراحل صرف اسی کے وسیلے سے طے ہو سکتے ہین۔ کھانے پینے بات چیت کرنے سونے جاگنے ناچنے گانے مین خفیف سی خفیف چیزون کے متعلق مذہب کی قیود و پابندیان قائم ہین خدا کا وجود خالق و مخلوق کے حقوق آفرینش عالم راز حیات، ارض و سماکی خلقت مخلوقات کے باہمی تعلقات، اصول معاشرت، مسائل تمدن بلکی نظامات مباحث اخلاق ان مین کون سا عقدہ ہے جسکے حل کرنے کا مذہب نے دعویٰ نہین کیا؟ ان مین سے کون مسئلہ ہے جسکے متعلق مذہب نے فیصلہ صادر نہین کیا؟ مذہب علانیہ کہہ رہا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین مذہب صاف الفاظ مین دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے دنیا کے ہر شعبہ قانون اخلاق علم و فن کے متعلق وحی والہام کے ذریعہ سے بہترین فیصلہ کر دیا ہے۔ لیکن اسکے اس صریح دعوے پر پردہ ڈالکر ہم سے کہا جاتا ہے کہ مذہب کو صرف معاد سے تعلق ہے اس تناقض پر غور کرو کہ ایک جانب تو مذہب کو صرف عقائد معاد تک محدود رکھا جاتا ہے اور پھر اسی کتاب مین چند صفحات آگے چلکر معاملات و اخلاق وغیرہ کے عنوان قائم کرکے مذہب کو "تمدن و ترقی کا مؤید" کہا جاتا ہے ہم علامہ شبلی سے دریافت کرتے ہین کہ اگر مذہب صرف ان ہی سوالات کا جواب دیتا ہے جنکو آپ نے بیان فرمایا ہے اور اس نے صاف صاف کہدیا ہے کہ "تم لوگ دنیا کی باتین خود خوب جانتے ہو"[۱] اور فی الواقع ان حضرت نے دنیاوی معاشرت اور تمدن کو مذہب کے دائرہ سے بالکل الگ رکھا ہے[۲]۔ تو کیا وجہ ہے کہ خود آپ آگے چلکر تحریر فرماتے ہین کہ "ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ (یعنی مذہب اسلام) تمدن کا ترقی دینے والا ہے اور اس حد تک پہونچانے والا ہے جو تمدن کا انتہائی درجہ ہے[۳]۔ کیا یہ بدیہی تناقض نہین؟

---

[۱] الکلام صفحہ ۱۲ [۲] ایضاً صفحہ ۲۲۰ [۳] ایضاً صفحہ ۲۲۴

نتائج سے قطع نظر کرکے مذہب۔ سائنس اور فلسفہ کے طرز استدلال مین جو اختلاف ہی وہ بھی قابل غور ہے۔ سائنس ہم سے کسی مسئلہ کے تسلیم کرنے کے لئے اس بنیاد پر کہتا ہے کہ گذشتہ تسلون کے تمام تجربات اسکی تصدیق کرتے آئے ہین اور خود ہمارا ذاتی مشاہدہ بھی اسکی تائید کرتا ہے اور استقرار تام کی بنا پر وہ یقینی ہو چکا ہے۔ مثلاً مادہ کے ابدی و غیر فانی ہونے پر سائنس کہتا ہے کہ ہم کسی عملی طریقہ سے ایک ذرہ کو بھی فنا نہین کر سکتے اس لئے ہمکو اسکے غیر فانی ہونے پر اپنے مشاہدہ کی شہادت پر یقین کرنا چاہیئے۔ فلسفہ ہم سے کسی مسئلہ کو تسلیم کرنے کے لئے اس لئے کہتا ہے کہ اُسکا ماننا ہماری عقل و قیاس کے مطابق ہے اور اُسکے مخالف خیال کو ہماری عقل تسلیم نہین کرتی۔ مثلاً مادہ کے متعلق ایک فلسفی ہم سے یون استدلال کریگا کہ اپنے ذہن مین کسی مادی چیز کا تصور کرو اور کوشش کرو کہ اسکے اجزا کے معدوم محض ہونے کا تصور تمہارے دماغ مین پیدا ہو سکے۔ ہم سو سو طرح سے تصور کرینگے! ہم یہ تصور کر سکتے ہین کہ اس مادی چیز کو کوئی شخص ہٹا لیگیا یا یہ کہ اسکے نہایت باریک باریک ٹکڑے کر دیئے گئے یا یہ کہ اُس مین آگ لگا دی گئی اور وہ جل کر خاکستر ہو گئی الغرض جسقدر تصورات اسکے متعلق ہمارے ذہن مین آسکتے ہین اُنکا ماحصل یہ ہے کہ وہ ایک حالت سے دوسری حالت مین یا ایک صورت سے دوسری مین تبدیل ہو گئی لیکن اسکے اجزا کا فنا یا معدوم ہو جانا یہ ایک ایسا تصور ہے جس سے ہمارا ذہن عاجز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس چیز کا تصور ہی ہمارے ذہن مین نہین آسکتا اُسکو عملی طریقہ سے ثابت کرنے مین کہان تک کامیابی ہو سکتی ہی؟ اب ان کے مقابلہ مین مذہب کے طرز استدلال کو دیکھو۔ مذہب ہم سے کسی عقیدہ کو تسلیم کرنے کے لئے کہتا ہے تو کس بنیاد پر؟ کیا اس بنا پر کہ اس کی تصدیق تجربہ سے ہوتی ہے؟ کیا اس لئے کہ مشاہدہ اسکی تائید کرتا ہے؟ کیا اس لئے کہ وہ مقتضائے عقل و قرین قیاس ہے؟ نہین بلکہ محض اسلئے کہ مسیح محمدؐ یا سری کرشن کا بیان ہے کہ وہ عقیدہ خود خالق کائنات کا تعلیم کیا ہوا ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہین کہ اسلام نے اس معاملہ مین نسبتاً آزادی سے کام لیا ہے اور

قرآن مین جابجا اس قسم کی آیات پائی جاتی ہین جنکا یہ مفہوم ہے کہ انسان کو غور و فکر عقل و فہم سے کام لینا چاہیئے لیکن یہ سب احکام اسی وقت تک ہین جب تک کہ عقل و مذہب مین اتحاد رہتا ہے اور جہان ان مین اختلاف پیدا ہوا عقل کو پس پشت ڈال دینے مین کبھی تامل نہین کیا گیا۔ جن لوگون کو کسی مسئلہ پر یقین کرنے کے کافی وجوہ نہین ملتے اور جو لوگ معقول دلائل کی موجودگی مین کسی چیز پر یقین نہین کرتے انکی شان مین اسلام یہ کہتا ہے :-

بل کذّبوا بما لم یحیطوا العلم وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً

کیا اس آیت سے بڑھکر اور کسی طریقہ سے یہ مفہوم ادا کیا جا سکتا ہے کہ اپنی عقل و علم کو کسی مسئلہ کی صحت و عدم صحت کا معیار قرار نہ دو؟

اسی عقل کشی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج بھی مذہبی جماعت بجائے اسکے کہ عقل کو معیار قرار دیکر مذہب کو اُسکے مطابق جانچے مذہب کو اصل معیار قرار دیکر عقلی نتائج کو زبردستی کھینچ تان کر اُس سے مطابقت دینا چاہتی ہے۔ ایک معقول پسند شخص کے نزدیک وہ مذہبی اعتقاد غلط ہے جو عقل کے مخالف ہے! لیکن مذہبی جماعت کے نزدیک وہ عقل ناقص ہے جو کسی مذہبی عقیدہ کے مخالف ہو۔ چنانچہ خود پروفیسر شبلی اسی بات پر سرسید سے ناراض ہین۔ کہ اُس بیچارے نے معقولات سے قرآن کی تشریح کرنا چاہی تھی حالانکہ ہمارے علماء کے نزدیک منقول کی بنا پر معقول کی تاویل کرنا چاہیئے۔

ہم کو اُن مصنفین پر حیرت ہوتی ہے جو اپنی تحریرون مین فلسفۂ مذہب کا مرکب اضافی استعمال کرتے ہین یا کسی مذہب کو فلسفیانہ قرار دیتے ہین۔ اس قسم کے جملے نہ صرف غلط ہین بلکہ بے معنی ہین فلسفہ کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص بجائے خود اپنے قوائے عقلی کی بنا پر رازہائے عالم کی تفتیش کرے لیکن فلسفۂ اسلام سے یہ مراد ہے کہ رازہائے عالم کی وہ حقیقت جو حضرت محمدؐ نے بتائی ہے اور وہ بھی اپنے قوائے عقلی و دماغی کی بنا پر نہین بلکہ وحی و الہام کی مدد سے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وحی و الہام کی کیا حاجت تھی؟ صرف اس لئے کہ ہمارے قوائے عقلی ناکافی ہین

یا دوسرے الفاظ مین بعض مسائل ایسے ہین جنکی تحقیقات کا معیار عقل کے سوا کوئی اور ماوق الفطرت قوت ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہان سے فلسفہ اور مذہب کے حدود بالکل علیحدہ ہوجاتے ہین۔

مذہب کی تعریف کرتے ہوے حامیان مذہب کو حسب ذیل دو صورتون مین سے ایک لازمی طور پر قبول کرنا پڑیگی:-

(۱) یا یہ کہ مذہب صرف روحانیات اور معاد سے تعلق رکھتا ہے۔

(۲) یا یہ کہ مذہب نے دنیا کے ہر معاملہ و مسئلہ مین راے زنی کی ہے۔

اول الذکر صورت مین یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر خدا کو صرف امور معاد سے کیا تخصیص تھی؟ قواے جسمانی و دماغی اسکی توجہ سے کیون محروم رہے؟ مقتضاے انصاف تو یہ تھا کہ وہ اپنی مخلوقات کی تمام ضروریات کے متعلق (خواہ وہ بادی النظر مین کتنی ہی حقیر معلوم ہون) ہدایت کرتا۔ خالق عالم کے نزدیک تمام مخلوقات مساوی حیثیت رکھتی ہین۔ اگر شق دوم اختیار کی جائے تو تمام عقلی و علمی ترقیون کا سدباب ہوا جاتا ہے جب خدا نے خود ہی کسی مسئلہ کا فیصلہ کردیا تو اُس سے بہتر کون شخص راے دے سکتا ہے؟ اس بنا پر قانون، اخلاق، فلسفہ، سائنس غرض کسی علم پر غور و توجہ بیکار رہے۔

مولانا کے اس غلط دعوے کے کہ "مذہب کو سائنس سے مطلق سروکار نہین"

جواب مین ہم محض چند مسائل ذیل مین درج کرتے ہین جو مذہب[1] و سائنس مین بالاتفاق ہین۔ اس قسم کے بیسون مسائل اور مل سکتے ہین۔

(۱) مذہب کہتا ہے کہ تمام موجودات کو ایک قادر مطلق نے چھ روز (یا بہ قول بعض حامیان مذہب کے چھ قرنون) مین پیدا کردیا۔	سائنس کا یہ دعوی ہے کہ کروڑون سالون مین تمام موجودات رفتہ رفتہ ترقی کے مدارج طے کرتی ہوئی اس حالت کو پہونچی ہے۔

[1] ان مثالون مین مذہب سے صرف اسلام اور عیسائیت مراد ہے ۱۲

(۲) مذہب کہتا ہے کہ چند ہزار سال ہوئے ایک پیمبر کی دعا سے ایک نہایت ہی عظیم الشان سیلاب آیا تھا جو اگر تمام روئے زمین پر نہیں تو کم از کم اسکے ایک بہت بڑے حصہ پر ضرور محیط تھا اور جس میں باستثنا چند افراد کے کل مخلوقات فنا ہوگئی تھی ۔

سائنس اسکے جواب میں صرف یہ نہیں کہتا کہ اس واقعہ کی کوئی معتبر شہادت نہیں ملتی بلکہ یہ کہ اس طوفان کے عدم وقوع پر علم طبقات الارض (جیالوجی) کی شہادت موجود ہے ۔

(۳) مذہب رات ہونے کا سبب یہ بتاتا ہے کہ آفتاب گرم پانی کے ایک چشمہ میں ڈوب جاتا ہے (تغرب فی عین حمئۃ)

جغرافیہ کا ابتدائی مسئلہ جس سے اسکول کا بچہ بچہ واقف ہے : یہ ہے کہ رات اور دن ہونے کا باعث زمین کی گردش ہے ۔

(۴) مذہب ہم کو یقین دلاتا ہے کہ زمانۂ ماضی میں خدا نے کسی شخص کی دعا یا خود اپنی مرضی سے قوانین فطرت کو توڑ دیا ہے ۔ رسیاں سانپ بن گئی ہیں ۔ لاٹھی اژدہا ہوگئی ہے ۔ چاند شق ہوگیا ہے مردہ دوبارہ زندہ ہوگیا ہے ۔ اور طرح طرح کے خرق عادات سرزد ہوا کئے ہیں

سائنس کا فتوی ہے کہ خرق عادات و معجزات کا وقوع غیر ممکن ہے اور قوانین فطرت کے خلاف ہونا محال ہے ۔

(معجزات کی بحث تفصیل کے ساتھ آگے آتی ہے)

(۵) مذہب کا دعوی ہے کہ مرد کے مقابلہ میں عورت کا درجہ نہایت پست ہے اور اسی بنا پر عورتوں کے پامالی حقوق میں کبھی تامل نہیں کیا گیا ۔ اسلام نے جو اس معاملہ میں نسبتاً انصاف پسند ہے عورت کا درجہ مرد سے نصف

سائنس نے مرد و عورت کے قوائے دماغی و جسمانی کا مقابلہ کرکے فیصلہ کردیا ہے کہ اگرچہ بعض حیثیتوں سے مرد کو عورت پر اور بعض حیثیتوں سے عورت کو مرد پر فضیلت ہے؟ لیکن بہ حیثیت مجموعی دونوں کا درجہ مساوی ہے اور ایک کو بہ حیثیت انسان دوسرے

رکھا ہے[۵۱] (وراثت اور شہادت کے معاملات
مین) اسپر بھی تسکین نہ ہوئی تو علانیہ طور سے
یہ مکرر کہا گیا کہ مرد کو عورت پر فضیلت ہے۔

پر ترجیح نہین۔

(۶) مذہب کا بیان ہے کہ تقریبًا دو ہزار
سال ہوے ایک شخص (یعنی مسیح) دنیا کے
مصائب سے تنگ اگر آسمان پر اُڑ گیا۔

سائنس کہتا ہے کہ بہ وجہ کشش ارض اور ہوا کی
عدم موجودگی کے کسی شخص کا دوسرے اجرام
فلکی تک اُڑ جانا ناممکن ہے (اور آسمان کا
دوسرے سے وجود ہی نہین)

(۷) مذہب کہتا ہے کہ خدا جسوقت چاہے
کسی چیز کو پیدا کر سکتا ہے یعنی عدم محض سے
وجود مین لا سکتا ہے اور جسوقت چاہے
کسی چیز کو فنا کر سکتا ہے یعنی وجود سے
عدم مین لا سکتا ہے

سائنس کہتا ہے کہ مادہ ازلی اور ابدی ہے
نہ اسکو فنا ہے اور نہ وہ کسی چیز سے پیدا ہوا ہے

(۸) مذہب کہتا ہے کہ انسان کی پیدائش
مٹی سے ہوئی ہے

کمسٹری کی تحقیقات کے بموجب خاک کا خمیر
انسانی ہونا تو درکنار کوئی عنصر ہونا اور مثل
آکسیجن ہائیڈروجن کاربن وغیرہ کے کوئی مستقل
وجود رکھنا نہین ثابت ہوتا۔

(۹) مذہب کی تعلیم ہے کہ ایک وقت آئیگا
جبکہ آسمان پھٹ جائیگا[۵۲] اور ستارے
جھڑ پڑینگے (گویا آسمان ایک چھت ہے

علم ہیئت (اسٹرانومی) نے ثابت کر دیا ہے
کہ آسمان کوئی مادی چیز نہین جس مین خرق و
التیام ہو سکے اور نہ ستارے کہین جڑے

---

۵۱ زمانۂ حال کے ایک مشہور و مقتدر مسلمان عالم یعنی شمس العلماء مولانا نذیر احمد ال ڈی نے قرآن کی ایک
آیت سے یہان تک استدلال کیا ہے کہ مرد کی قوت حافظہ عورت کے حافظہ سے پوری دوگنی ہوتی ہے۔ ۱۲
۵۲ قرآن مین متعدد آیات ایسی ملتی ہین جن مین آسمان کو مادی چیزون سے تشبیہ دی گئی ہے۔

جس مین ستارے بطور قمقمہ کے آویزان ہین | ہوے ہین جو گر پڑین گے۔

اسی ضمن مین ایک دوسری غلطی مولانا سے سائنس دان جماعت کے منصب وفرایض کے سمجھنے مین واقع ہوئی ہے۔ ہمارے علامہ فرماتے ہین کہ سائنس کے اساتذہ عدم علم کا اعتراف کر لیتے ہین اس لیے اُس سے علم عدم کے معنی لینا غلط ہین۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اساتذہ سائنس محض عدم علم کا اعتراف نہین کرتے بلکہ عدم ثبوت وعدم یقین کے مدعی ہین وہ کہتے ہین کہ خدا کے ثبوت مین جسقدر دلائل مذہب پیش کرتا ہی وہ سب غیر تشفی بخش ہین اور اُن سے ایک سائنٹسٹ کا اطمینان نہین ہو سکتا۔ خدا کے متعلق ایک مذہبی شخص کہتا ہے کہ ہم اسکے وجود پر دلائل قائم کرتے ہین اور اسکا ہونا ثابت کرتے ہین۔ ایک دہریہ کہتا ہے کہ ہم اسکے عدم وجود پر دلائل قائم کرتے ہین اور اُسکا نہ ہونا ثابت کرتے ہین۔ لیکن ایک ماہر سائنس کا مسلک ان دونون سے جداگانہ ہی وہ کہتا ہے کہ ہم لوگ اسوقت تک کسی عقیدہ کو تسلیم نہین کرتے جب تک کہ اُسکے ثبوت مین کافی شہادت نہ موجود ہو اور وہ تجربات کی بنا پر ثابت نہ ہو۔ اب وجود باری کا مسئلہ جو پیش کیا جاتا ہے اسکے عدم وجود پر چونکہ تجربہ کی شہادت کافی طور سے موجود نہین اس لئے ہم اس سے قطعاً انکار بھی نہین کر سکتے باایں ہمہ اسکے تائید مین جو دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ سب غیر معقول ہین اس لئے ہمارا ذہن اسکے وجود کے متعلق ایک عدم یقین کی حالت مین ہے۔

بلاشبہ لفظ ایگناسٹک کے لفظی معنی صرف نہ جاننے والے اور علم نہ رکھنے والے کے ہین لیکن سائنس کے اساتذہ نے اسکو جب کبھی اپنے لئے استعمال کیا ہے تو اسکے مفہوم مین "عدم یقین" کو بھی داخل کیا ہے۔ چنانچہ ذیل مین ہم اُس شخص کی شہادت نقل کرتے ہین جس نے پہلے پہل اس لفظ کو سائنٹفک جماعت کے لئے اختراع کیا اور جو انگلستان کے ماہرین سائنس کا مسلم الثبوت پیشوا تھا

پروفیسر ہکسلی[1] ایک مضمون مین جو مشہور انگریزی رسالہ "اُنیسویں صدی" مین "ایگناسٹی سی ازم اور عیسائیت" کے عنوان سے شایع ہوا تھا حسب ذیل تحریر کرتا ہے:-

مین یہ بھی کہتا ہون کہ ایگناسٹی سی ازم کو کسی منفی مذہب کا لقب نہین دیا جا سکتا اور دراصل وہ کسی قسم کا مذہب نہین کہا جا سکتا ہے بجز اسکے کہ وہ صرف ایسے اصول کی صحت کا یقین دلاتا ہے، جسکا تعلق جس قدر عقل سے ہے اسی قدر اخلاق سے بھی ہے۔

یہ اصول مختلف طرز سے بیان کیا جا سکتا ہے لیکن اُن کا خلاصہ ان الفاظ مین ہو سکتا ہے:- انسان کے لئے یہ کہنا کہ وہ کسی دعوی کی واقعیت کا یقین رکھتا ہے تا وقتیکہ اسکے ثبوت مین اسکو کافی طور سے منطقی شہادت نہ ملے محض غلط ہے۔

ایگناسٹی سی ازم کا یہی دعوی ہے اور اُسکے لئے صرف یہی ضروری ہے ایگناسٹک جماعت جس اعتقاد سے انکار کرتی ہے اور جسکو وہ اخلاقی حیثیت سے جرم سمجھتی ہے یہ ہے کہ "آدمی کو اُن چیزون کا بھی یقین کرنا چاہیے جسکے ثبوت مین اسکو قابل اطمینان دلائل نہ ملین- اور یہ کہ اُنکو ایسے دعاوی کے نہ قبول کرنے پر ملامت کیجاے"

..... جہان تک میری ذات کو تعلق ہے مین یہ بھی کہتا ہون کہ ایگناسٹی سی ازم اگرچہ نہ مذہب ہے اور نہ ہو سکتا ہے تاہم اس (متذکرہ بالا) عام اصول پر عملدرآمد کا نتیجہ یا تو اُن چیزون کا انکار ہوتا ہے جنکے متعلق ہمارے ہم عصر مذہبی علم رکھنے والی جماعت یقین کامل کا اظہار کرتی ہے، اور یا اُن کے متعلق کوئی رائے نہین قائم کی جاتی ہے" (دیکھو مجموعہ مضامین جلد پنجم)

غور کرو کہ ہکسلی نے ہر موقع پر بجاے علم کے یقین کا لفظ استعمال کیا ہے اور آخر مین اس راز سے بالکل پردہ اُٹھا دیا ہے۔

جیمس کل جو علم النفس والقوی (سایکالوجی) کا مشہور عالم ہوا ہے اگرچہ اس اکا قایل

[1] ٹامس ہنری ہکسلی سال ولادت ۱۸۲۵ء وفات ۱۸۹۵ء قانون فلسفہ اور علم الطلاح مین متعدد دیونیورسٹیون سے ڈاکٹر کی ڈگری پائی تھی انگلستان کی رائل سوسائٹی کا ایک عرصہ تک صدر انجمن تھا- یورپ مین شاید ہی کوئی ایسا علمی مجلس ہو جسکا ممبر وہ نہ ہو- انگلستان مین اس سے بڑھکر کوئی علم الحیات (بیالوجی) کا ماہر نہین پیدا ہوا۔

تھا کہ حقایق اشیا کے متعلق انسان کو مطلق علم نہین ہوسکتا تاہم مذہب کے بارے مین سکوت یا تذبذب کی حالت مین نہ تھا بلکہ جیسا کہ اُسکا نامی گرامی فرزند اسٹوارٹ مل لکھتا ہے[1]۔

"وہ یقین کرتا غیر ممکن سمجھتا تھا کہ دنیا جو اسقدر برائیون سے لبریز ہے کسی ایک خالق کا جو غیر محدود طاقت اور کامل نیکی کا جامع ہو کام ہوسکتی ہے اسکی عقل ان دلائل کو حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی جنکی وجہ سے لوگ اس صریحی تناقض کو دیکھنے سے اندھے ہوگئے ہین ..... وہ مذہب کو محض ایک عقلی غلطی ہونے کی وجہ سے نفرت کی نظر سے نہین دیکھتا تھا بلکہ اسکو اخلاقی حیثیت سے بھی مضر سمجھتا تھا"

خود جان مل بھی اپنی سوانح عمری مین لکھتا ہے کہ میرا نشوونما مذہب کی جانب سے ایک عدم یقین کی حالت مین ہوا لیکن اپنی وفات سے چند روز پہلے اُس نے جو مضامین مذہب کے متعلق تحریر کئے۔ جانتے ہو کہ اُن مین کیا تھا؟ کیا یہ تھا کہ مین مذہب کے متعلق۔ شکوک کی حالت مین ہون؟ نہین بلکہ اُس نے اُن تمام دلائل کی جو مذہب کی حمایت مین پیش کئے جاتے ہین تردید کی تھی اور ثابت کیا تھا کہ یہ تمام دلائل مغالطہ پر مبنی ہین (یہ مضامین کتاب کی شکل مین شایع ہوگئے ہین اور انکو دیکھکر ہر شخص خود اطمینان کرسکتا ہے)

مذکورۂ بالا بیانات سے صاف انکار مذہب ظاہر ہوتا ہے لیکن ہمارا دعویٰ ہو کہ اگر اُن لوگون کے خیالات کی تحلیل کیجاے جو واقعی اپنی زبان سے صرف عدم علم کا اعتراف کرتے ہین تو اُنکو بھی چار و ناچار انکار ہی کے دامن مین پناہ لینا پڑیگی مگر اس نتیجہ تک پہونچنے کے قبل مقدمات ذیل کو ذہن نشین کرلو۔

(۱) انسان کسی واقعہ کے متعلق بالکل خالی الذہن نہین رہ سکتا۔ اسکو جب کسی واقعہ کی اطلاع ملتی ہے تو اسکے اقرار یا انکار پر وہ ضرور کوئی راے قائم کرتا ہے۔ اگر وہ علم محسوسات پر مبنی ہوتا ہے اور ہمارے گذشتہ تجربات کے مطابق ہوتا ہے تو ہم اسکی صحت پر

[1] جان اسٹوارٹ مل کی آٹوبایاگرافی" صفحہ ۲۳ جان اسٹوارٹ مل مشہور فلسفہ اور پالیٹکس مین نہایت بلند پایہ مصنف ہوا ہے دنیا کے فلسفیون مین صرف یہی شخص تھا جسکی راے کا ظاہر برٹ اسپنسر بھی کرتا تھا۔

بلا تامل یقین کر لیتے ہین - لیکن جسقدر کمی کے ساتھ اس مین یہ شرائط پائے جاتے ہین اسی نسبت سے وہ مرتبہ یقین سے گرا ہوا ہوتا ہے -

(۲) جب کسی واقعہ کے انکار و اقرار دونون پہلوؤن مین سے کسی جانب شہادت نہین ملتی تو ہمارے یقین کا رجحان اسکی عدم صحت کی جانب ہوتا ہے[۱] اور علی الخصوص جبکہ وہ واقعہ ہمارے تجربات و بدیہیات سے بعید ہو - اس اصول کی مثال خود ہمارے علامہ نے بھی ایک دلچسپ پیرایہ مین دی ہے جسکو ہم بجنسہ یہان پر درج کرتے ہین - مولانا فرماتے ہین[۲] کہ ہم روزمرہ کے تجربہ مین اسی اصول کے پابند ہین - فرض کرو ایک شئے ہے جس کے نہ وجود کی شہادت ہے نہ عدم کی تو ہمارا علم اسکی نسبت کس قسم کا ہوتا ہے ؟ ہم یہ نہین کہتے کہ ہم اس شے کے متعلق کچھ نہین جانتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ جہان تک ہمکو معلوم ہے یہ شئے موجود نہین - مثلاً یہ ممکن ہے کہ دنیا کے کسی حصہ مین ایسے آدمی ہون جنکے دو سر ہون ممکن ہے کہ ..... ایسے دریا ہون جن مین مچھلیون کے بجاے آدمی رہتے ہون مگر ہم ان چیزون کی نفی کا یقین رکھتے ہین کیون اسلئے کہ ان کے وجود کی کوئی شہادت موجود نہین -

ان دونون مقدمات کے تسلیم کرنے کے بعد یہ لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ مذہب کے بارہ مین عدم علم کا اعتراف کرتے ہین ان کے یقین کا رجحان بھی اسی جانب ہوتا ہے کہ مذہب کی صحت ثابت نہین -

اب جبکہ یورپ کے اساتذۂ فن کے بیانات سے ثابت ہو چکا کہ وہ لوگ مذہب کے منکر ہین اور جبکہ یہ بھی مسلم ہو چکا کہ جو لوگ عدم علم کے معترف ہین انکا طبعی رجحان بھی

---

[۱] انگریزی منطق کا امام ڈاکٹر جین مندرجہ ذیل کلیہ کو اصول یقین قرار دیتا ہے "کسی امر کے وقوع کے دعوے کو جبکی تائید یا تردید مین کسی قسم کی شہادت موجود نہین ہے غلط قرار دینا چاہیئے (پروفیسر موصوف کی منطق استقرا جلد ۲ صفحہ ۱۵۲) [۲] الکلام صفحہ ۴۲ -

دراصل افکار کی جانب ہے تو ایک مرتبہ پھر علامہ کے اس قول پر نظر ڈالو کہ ماہرین فن کی رائے مذہب کے مخالف نہین بلکہ یہ بعض کم درجہ کے مادئین ہین جنکی 'لمع کاریون نے ہمارے ملک کے نوجوانون کی آنکھون کو خیرہ کر رکھا ہے" !!! جس قوم کے علامہ مصنفین ہکسلی[۵۱] ٹل[۵۲] بوشنر[۵۳] دیرشو[۵۴] کو کم درجہ کے مادئین قرار دین اور کیس فیلڈ[۵۵] ین کی رائے کو ماہرین فن کا قائمقام تسلیم کرین۔ اسکی دماغی حالت کی اصلاح کون کرسکتا ہے ؟

غالب سوختہ جان را چہ بگفتار آری

بو دیارے کہ نداند نظیری زقتیل

مذہب و سائنس کے ان ہی اختلافات کو پیش نظر رکھکر اور پھر ان دونون کی گذشتہ تاریخ پر لحاظ رکھکر یہ امید کرنا بجا نہین کہ مذہب اب چند روز کا مہمان ہے اور جسطرح آفتاب علم کے سامنے توہمات کی تاریکی دور ہوتی جاتی ہے اسیطرح جیون جیون سائنس کی تعلیم عام ہوتی جائیگی اسی نسبت سے مذہب کا اثر بھی زائل ہوتا جائیگا۔ انگلستان کا ایک مصنف جیمس کا زمانہ لکھتا ہے کہ مذہب عیسوی کی بنیاد اسقدر متزلزل ہوگئی ہے کہ اسکے قیام کی کوئی معقول امید نہین معلوم[۵۶] ہوتی۔ لیکن ہمارے خیال مین یہ ریمارک آج دنیا کے تمام مذاہب پر صادق آتا ہے۔

لیکن تحریر بالا کی بنا پر اگیناسٹی سی ازم اور دہریت کو مرادف ہرگز نہ قرار دینا چاہیئے حاشا یہ ہمارا منشا نہین۔ اگیناسٹک کے نزدیک ایک دہریہ بھی حقیقت سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ ایک سخت پابند مذہب اسکے میزان خیال مین مذہب و دہریت دونون مساوی وزن رکھتے ہین۔ جس طرح سے حامیان مذہب بغیر کافی شہادت کے یہ فرض کرلیتے ہین کہ وجود عالم کی ایک علت فاعلی ہے جو اسکی خالق ہے قادر مطلق ہے عالم الغیب ہے اور جو ہر شے کی

---

۵۱ جرمنی کا نہایت مشہور عالم زیالوجی کا ماہر۔ ۵۲ جرمنی کا نہایت مستند محقق

۵۳ بیسوین صدی مین علم الادویہ (بیتھالوجی) کا سب سے بڑا عالم اور علم الانسان (انتھراپالوجی) کا ماہر ۵۴ فرانس کا ایک ہیئت دان

۵۵ خدمت انسان صفحہ ۱۱۱ ۵۶ مطبوعہ ڈانس اینڈ کو

مسبّب ہے مگر خود بلا سبب ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح دہریہ بھی کسی معقول استدلال کے بغیر یہ یقین کر لیتا ہے کہ یہ عالم بلا کسی علت کے خود بخود قائم ہے! لیکن ایگناسٹک کی رائے میں یہ دونوں عقائد سطحی احتمالات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے اور وہ دونوں کی نسبت عدم یقین کا اظہار کرتا ہے۔

درحقیقت مذہب کی بنیاد اسوقت سے پڑتی ہے جبکہ انسان اپنے گردوپیش کے واقعات وحادثات کو تجسس وتفحص کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے وہ غور کرتا ہے کہ دنیا میں ہر لحظہ جو تغیرات ہوا کرتے ہیں ان کے علل واسباب کا سلسلہ آخر کہیں ختم ہوتا ہے؟ اگر ہوتا ہے تو کہاں اور کیونکر؟ اس کے دل میں یہ خود بخود سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان عالم کی ابتدائی حالت کیا تھی؟ اسی قسم کے سوالات کے جواب پر مذہب کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی انسان کو یہ بھی نظر آتا ہے کہ دنیا میں ہر تغیر کسی دوسرے تغیر کا محتاج ہوتا ہے اور ہر نیا واقعہ کسی نہ کسی واقعہ سابقہ سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ علت ومعلول کا باہمی رشتہ تمام نظام عالم میں پایا جاتا ہے اپنے اسی روزمرہ کے مشاہدہ وتجربہ کو اپنی آیندہ تحقیقات کا سنگ بنیاد قرار دیکر وہ اپنی عقلی عمارت کھڑی کرنا چاہتا ہے اور اسی اصول اولین کی بنا پر وہ وجود عالم کے متعلق کسی تھیوری کے قایم کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن یہاں پہونچکر جو رائے وہ قائم کرتا ہے وہ اسکے سابقہ تجربات ومشاہدات کے مخالف ومنافی ہوتی ہے اور ان کے درمیان مطابقت دینے کے لئے اُسکی تمام کوشش بے سود ثابت ہوتی ہے! بلکہ اس راز کے انکشاف میں جسقدر زیادہ موشگافی کی جاتی ہے اسی نسبت سے یہ عقدہ اور زیادہ پیچیدہ ہوتا جاتا ہے اور مذہبی جماعات طفلانہ احتمالات کو بنائے یقین قرار دیتی ہیں۔

چون نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

وجود عالم کے متعلق جو رائیں قائم کی جاتی ہیں ان میں سے دو خاص کر

قابل الذکر ہین:-

(۱) ایک یہ کہ عالم ابتداءً معدوم محض تھا اور اسکی خلقت ایک ہستی مطلق کی قوت ارادی کی وجہ سے ہوئی ہے جسکی قوت علم وعقل لاانتہا ہے جسکو کبھی فنا نہین اور جو اپنے وجود کے لئے کسی دوسری علت کی محتاج نہین اہل مذاہب عموماً اسی شق کو اختیار کرتے ہین

(۲) دوسرے یہ کہ یہ عالم کسی کا مخلوق نہین۔ بلکہ کسی علت کا معلول نہین اور بذات خود ہمیشہ سے قایم ہے۔ اس رائے کو صحیح تسلیم کرنے والے دہریہ کے لقب سے مشہور ہین۔

اول الذکر احتمال کی تائید مین جو ظاہر فریب دلایل پیش کئے جاتے ہین انکی مفصل تنقید آیندہ نمبرون مین آئیگی لیکن سردست ہم صرف اتنا بتانا چاہتے ہین کہ مادہ عالم کا عدم محض سے وجود مین آنا ہمارے تجربات ومشاہدات کے منافی ہے[۵۲]۔ لیکن اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مادہ عالم کی خلقت کے قبل کیا خلا بھی یہ تھا؟ اگر تھا تو اسکا وجود کیونکر ہوا؟ اور اگر اسکا جواب نفی مین دیا جائے تو کیا عدم خلا کا تصور کسی انسانی دماغ مین آسکتا ہے؟ ان سوالات سے قطع نظر کرکے سب سے اہم یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس "ہستی مطلق" کی علت کیا ہے؟ اگر اسکے وجود کو علت ومعلول کے سلسلے

---

[۵۱] ان دو شقون کے علاوہ اور بھی بعض احتمالات وجود عالم کے متعلق فرض کئے جاتے ہین۔ مثلاً صوفیون کا مسئلہ ہمہ اوست وحدت وجود وغیرہ لیکن چونکہ اسوقت ہمارا روے سخن صوفیون کی جانب نہین ہے اسلئے ہم اُن کے عقائد سے قطع نظر کرتے ہین۔

[۵۲] ہمارے ایک لایق عربی دان دوست اس اعتراض سے بچنے کے لئے یہ کہا کرتے ہین کہ الفاظ قرآن سے مادہ کا حدوث نہین ثابت ہوتا بلکہ قرآن اس مفہوم کا بھی متحمل ہے کہ مادہ عالم ہمیشہ سے موجود تھا خدا نے صرف ترکیب دیکر یہ صورت پیدا کردی۔ خود علامہ شبلی بھی قدامت مادہ کے قایل ہین اور بعض مسلمان حکماے سلف بھی (جس مین غالباً ابن رشد بھی شامل ہے) اُن کے ہم زبان ہین۔ لیکن اس تاویل پر ہمارا اعتراض بدستور قایم رہتا ہے آخر مادہ عالم کی ترکیب دینے والے اور اسکی صورت قایم کرنے والے کا وجود کیونکر ہوا؟ اور اسکی کیا علت ہے؟

مستثنیٰ سمجھا جائے تو یہ بھی بدیہیات کے خلاف ہے۔

اگر شق دوم تسلیم کیجائے تو بھی ایسی ہی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے اسکے ماننے سے یہ ماننا لازم آتا ہے کہ دنیا کی ابتدا کسی زمانہ مین نہین ہوئی بلکہ ایک غیر محدود زمانہ سے قائم ہے لیکن ہم دریافت کرتے ہین کہ کیا ہمارے دماغ مین کسی غیر محدود زمانۂ ماضی کا تصور پیدا ہوسکتا ہے؟ لیکن اگر بہ فرض محال ہم تسلیم کرلین کہ ہمارے دماغ مین سلسلہ لاانتہا کا تصور سما سکتا ہے تو بھی ایسا عقیدہ ہمارے پچھلے تجربات کے منافی ہے ہمارا مشاہدہ تو یہ کہتا ہے کہ ہر تغیر معلول ہے کسی تغیر سابقہ کا؟ مگر دہریہ کہتا ہے کہ اسوقت تک تغیرات عالم مجموعی حیثیت سے کسی علت کے ساتھ وابستہ نہین!! اس سے قطع نظر کرکے یہ دیکھو کہ کیا اس جواب سے ہماری کچھ بھی تسکین ہوتی ہے؟ کیا اس سے راز عالم کی گتھی کے سلجھنے مین مدد ملتی ہے؟ ہمارا سوال یہ تھا کہ عالم کا وجود کیونکر ہوا؟ اسکے جواب مین کہا جاتا ہے کہ یہ آج سے نہین بلکہ ہمیشہ سے قائم ہے۔ غور کرو کہ کیا اس جواب مین معقولیت کا کوئی بھی حصہ شامل ہے!!

ان ہی وجوہ کی بنا پر ایک سائنس دان ایگناسٹک مذہب اور دہریت دونون کو پایۂ معقولیت سے گرا ہوا اور غیر تشفی بخش قرار دیتا ہے وہ اگرچہ مذہب کا صاف صاف منکر ہے لیکن اسکے ساتھ ہی دہریت سے بھی متنفر ہے وہ بجائے کسی فرضی و غیر معقول احتمال کے تسلیم کرنے کے اپنے عقلی عجز و نارسائی کا اعتراف بدرجہا بہتر جانتا ہے وہ علانیہ کہتا ہے کہ ہمارے قواے عقلی اسقدر قوی نہین کہ اس مادی عالم سے خارج کسی ہستی کی حقیقت دریافت کرسکین ہربرٹ اسپنسر کی راے کے مطابق ممکن ہے کہ کسی غیر مادی ہستی کا وجود ہو لیکن ہمارے سامنے اسکی تائید مین جسقدر دلائل پیش کئے جاتے ہین وہ سب غیر معقول ہین اس لئے ایک جانب تو ہم ان تمام پیش کردہ رایون کی صحت سے انکار کرتے ہین اور دوسری جانب اس مافوق العقل ہستی کے متعلق اپنی جانب سے کسی قسم کی راے

قائم کرنے سے ساکت رہتے ہین۔

عرفی شیرازی نے مذہب والون کی نسبت کسقدر سچ کہا ہے۔

آنان کہ وصف حسن تو تقریر می کنند
خواب ندیدہ را ہمہ تعبیر می کنند

"مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز"

بقلم ایک طالب علم

غزل

کچھ تجھکو یہ خیال بھی ہے مشق ناز مین
پامال کون ہوگیا اس تنگ تاز مین

کچھ کھل گئے ہین بند قبا خواب ناز مین
نقد وصال ہے گرہ نسیم باز مین

بچتی نظر ہے شرم کی اونچی ہے قہر کی
بچتا نہین شکار نشیب و فراز مین

دل لیکے بھول جانے کی عادت ہی آپکو
اب کے گرہ لگائیے زلف دراز مین

بے پردہ ہوگیا ہے تجلی سے حسن یار
ہے طاقت نگاہ کسی دیدہ باز مین

تیری زبان سے آگ لگی شمع انجمن
میری زبان کو دخل نہین میرے راز مین

پردہ مین زمزمہ زن ہے تو دھوکا ہی ہوگیا
ہے جسم مین یہ روح کہ آہنگ ساز مین

کہتی تھی آج شمع سحر مجھکو دیکھکر
جیتے ہو کس طرح سے غم جان گداز مین

اُس بحر پر خطر سین ہون مین جسکی موج سے
ڈر کر ہوا سوار تلاطم جہاز مین

وہ صید پر شکستہ ہون پالی ہو پرورش
مین نے ہوائے بال و پر شاہباز مین

خالی نہین فریب سے عیش اس جہانکا
ساغر شراب کا ہو کف شیشہ باز مین

پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بُری طرح
اولجھا کے رشتہ ہائے امید دراز مین

علی حیدر طباطبائی لکھنوی

فغان بسمل

نہ قابو مین ہے دل میرا نہ بس مین ہے زبان میری
معاف اے ضبط اب معذور ہے تاب بیان میری

بجاے داغ خون دامن مین ہین آتش کدے پرکالے
ہوئی ہے آتش افشان آج چشم خونفشان میری

وفور اشک مین آہونے چشم باد بانی ہے
عجب منجدھار مین ہے کشتی عمر روان میری

میری تقدیر مین وارفتگی تھی اور بربادی
ہوئی اک مشت خاک آخر غبار کاروان میری

تمناؤن کا دل مین اور دل کا خون ہے آنکھون مین
بیان کرن سرخیونسے ہو رہی ہے داستان میری

مجھے ہر ہر قدم پر دوری منزل کا رونا ہے
ہم آہنگ جرس ہے شورش طرز فغان میری

بتا کوئی سبیل اے خضر مرگ ناگہانی کی
رہین سخت جانی ہے حیات جاودان میری

جگاتا ہے مجھے خواب عدم سے بخت خفتہ کو
صداے صور محشر ہو الٰہی ہر فغان میری

مٹون خود یا مٹا دون حسرت و حرمان کی ہستی کو
کہ ایسی زندگی اک داغ ہے انسان کی ہستی کو

رہی جس قوم مین تاب عمل روح روان ہوکر
دکھایا اس نے سکان زمین کو آسمان ہوکر

یہ وہ طاقت ہے جس سے بادشاہ مصر کہلایا
وہی یوسف جو آیا تھا غلام کاروان ہوکر

پشیمانی ہے ہمکو آہ اس بے دست و پائی سے
کہ غفلت نے دبایا ہے ہمین خواب گران ہوکر

نہ گرد راہ بنکر ساتھ ہو پہنچے جانیوالون کے
رہے منزل مین پیچھے نقش پاے کارواں ہوکر

گئے آگے نکل وہ ہم سفر جو ہم سے پیچھے تھے
تن آسانی پڑی پاؤن مین اپنی بیڑیان ہوکر

متاع خانہ لوٹا سامنے قزاق دوران نے
خموشی نے نہ کچھ کہنے دیا مہر دہان ہوکر

حریفون نے کیا زیر نگین ملک سمندن کو
مٹے ہم صفحۂ ہستی سے بے نام و نشان ہوکر

کیے حاصل ہم آہنگون نے تمغے نیکنامی کے
کیا اک نام پیدا ہم نے رسوائے جہان ہوکر

سیہ خانے جو تھے سب بنگئے ہین نور کے بقعے
ہماری شمع کا رنگ اڑ گیا آخر دہوان ہوکر

کوئی چارہ نہین اب سوز غمہاے نہانی کا
فقط یہ ہی کہ لین ہم آنسوؤن سے کام پانی کا

الٰہی دیکھتے ہین شان ہم تیری خدائی کی
بگڑون کے واسطے بھی ہی کوئی صورت بھلائی کی

دعا کی تو رسائی ہی تری درگاہ تک آخر
نہین کچھ غم جو بخت نارسا نے نارسائی کی

خدایا بس ترے در پر ہی اب فرق نیاز اپنا
بتون کے آستانون پر بہت دن جبہہ سائی کی

لگا دے پار خود اپنے کرم سے قوم کا بیڑا
خداوندا دکھا دے شان اپنی ناخدائی کی

ابرہ ہین یا بھلے ہین امت خیر الوری ہین ہم
سفارش ہی یہی نسبت جناب مصطفائی کی

خلیلؑ و آدمؑ و ایوبؑ کے مطلب بر آئے تھے
اب اس مشکل کو بھی امید ہی مشکلکشائی کی

ترقی پر ہو میدان عمل کی دوڑ مین حاصل
جگہ لے پھر قباے خسروی دلق گدائی کی

جھلک ہو قرن اولی کی ہویدا قرن اخری مین
کہ ہے مشہور نسبت ابتدائی انتہائی کی

فقط بسملؔ نہین اک شوکت اسلام کا طالب
یہی ہی آرزو ہر ایک مذہب کے فدائی کی

نہ حسرت آفرین کی ہی نہ تحسین کی تمنا ہے
دعا کے ختم پر اے قوم آمین کی تمنا ہے

عبد الحکیم بسملؔ

مقدس گنگا

اے ہندوستان کی سب سے مقدس اور پاک ندی۔ اے دلفریب داستان ادا سے بہنے والی ندی۔ اے صبح بنارس کا سمان دکھانے والی ندی تو کچھ اپنے حالات تو بتا سیاح اپنے سفر کے حالات بتاتے ہین مگر تو جو دائمی سیاح ہے کیون زبان بے زبانی اختیار کئے ہوئے ہی۔

تیری داستان دلچسپ ہے۔ تیرے حالات بامزہ ہین تیرے جمال جہان آرا کی زیارت پاک ہندو دھرم کے ماننے والے لوگون کو ایک آن کی آن مین گناہون سے پاک

کرتی ہے - اور جنت الفردوس مین جسکو وہ لوگ اپنی زبان مین "سورگ" کہتے ہین پہونچاتی ہے -

تیری سطح پر آفتاب جہان تاب کی کرنین کسی کی پرافشان پیشانی کی یاد دلاتی ہین - تیری لہرون پر کسی کی زلف کا دھوکا ہوتا ہے - اور تیری چمک پر کسی کے رخسار تابان کا نقشہ سامنے آجاتا ہے - تو کبھی ہماری پالن ہارنی ہے تو کبھی تو نے ہمکو بحر فنا مین ڈبو دیا ہے اور شاید یہی وجہ ہو کہ تجھکو لوگون نے ذات الواط بنا دیا مگر ہم تو اسپر بھی تیری خوبیون کے قائل ہین

اے مقدس اور اے پاک ندی ہمکو وہ زمانہ یاد ہے جبکہ سگر راجہ نے جسکے ساٹھ ہزار لڑکے تھے یگ کیا تھا اور اندر اسکا گھوڑا پاتال مین لیگیا اور اُسکی تلاش مین ساٹھون ہزار لڑکے زمین کھودنے لگے تھے - اور اُس سے ایک گڈھا پیدا ہو گیا تھا - جسکو اب ساگر یا سمندر کہتے ہین اور جسمین جو لڑائی ہوئی تھی اور جسمین ساٹھون ہزار مارے گئے تھے جنکی مکتی کی فکر بھاگرتھ کو پیدا ہوئی تھی اور اسی وجہ سے وہ تجھکو اے مقدس ندی ہمالیہ سے لایا تھا اور یہی وجہ ہے کہ اُس قرب و جوار مین تیرا نام بھاگی رتی بھی ہے - تو سوگ (فردوس برین) سے آئی ہے اسلئے تجھکو دیوتا ندی بھی کہتے ہین اور وہان سے آکر تو شیو جی کی جٹا سے نکلی ہے اور وہان سے ہمالیہ کا چکر کاٹکر تو اس ملک مین نمودار ہوئی ہے - اے ہندوستان کی ساری ندیون سے مقدس ندی اگر تو آج خشک ہو جائے تو قیامت نمودار ہو جائیگی - اصلی قیامت چاہے آئے یا نہ آئے یا کل کا وعدہ کرے مگر زندہ قیامت ضرور آجائیگی - جن زمینون کی رکشا اور پرورش تو کرتی ہے اور جنکے دل تو نے ہاتھ مین لے رکھے ہین وہ مرجائینگی اور اُسیوقت واذا البحار سجرت کا نمونہ ہو جائے گا -

ہردوار مین ہرکی پیڑھی اور کشا گھاٹ علی گڈھ کے پاس راج گھاٹ فرخ آباد کے پاس سوون گھاٹ اور بنارس مین منی کرنکا گھاٹ تیرے تقدس کی آج تک

یادگارین ہین -

اے مقدس اور پاک ندی ہندوستان کا مشہور شاعر جگناتھ کبھی تیرے لئے اپنی کتاب گنگا ہری مین کہتا ہے کہ " اے گنگا مہارانی جبکہ رانیان اپنے بدن مین چندن اور بستوری لگاکر تجھ مین کہتی ہین تو جن برتون کی کسوری اُن کے بدن مین لگی ہوتی ہے وہ بھی تیرے پاک جل کی بدولت چترسیج روپ دہارن کرکے سیدھے سورگ مین چلی جاتی ہین اللہ اللہ کیا تیری شان رحمت ہے -

نظر لطف سے دیکھے گی جنھین تو یکبار
مستحق خلد کے ہو جائینگے سارے سقری

اے مقدس ندی تیرے کنار عاطفت مین مرنا جنت کے داخلہ کا پروانہ ہے اور اسی لئے جو ہندو چوتھے آشرم مین آجاتے ہین وہ وہین عبادت کرتے کرتے رہ جاتے ہین -

تیرے آغوش عاطفت مین ہڈیان آجنگ ڈالی جاتی ہین جسمین سب سے زیادہ دانت اور گھٹنے کی ہڈیان ہوتی ہین جنکو اصطلاح عام مین پھول کہتے ہین - اور انھین پھولون کی دیکھا دیکھی تیرے ماننے والون کے ہمنشینون نے بیچ مچ کے پھول ایجاد کرلئے ہین - جو شخص تیرا پانی رامے شرم مین چڑھاتا ہے وہ شیو لوک مین بلا روک ٹوک داخل ہوجاتا ہے اور یہی راجون کے راجہ مہاراجہ شری رامچندر جی کی نصیحت ہے - ہندؤن مین جسقدر پاک رسوم ادا کی جاتی ہین اسمین تیرا پاک پانی استعمال کرنا ضروری ہے تیرے ہی پانی سے کریا کرم ہوتا ہے اور تیرے ہی نام اور تیرے پانی سے حلف اٹھایا جاتا ہے سچ تو یہ ہے کہ ہندؤن کے لئے تیرا پانی آب زمزم کے برابر ہے چاہے ڈاکٹر دوا دون کو مرکری لوشن کے برابر نہ خیال کرین -

اے مقدس اور پاک ندی تیرے اسقدر احسانات ہین کہ اُنکا بیان کرنا مشکل ہے مگر اسپر بھی تیرے ملک کے رہنے والے اور تجھسے ثواب اُخروی حاصل کرنے والے تجھ سے بے خبر - مسلمان تو شاید ہی جانتے ہونگے کہ تو کیا ہے مگر سچ یہ ہے کہ ہندو بھی بے خبر ہین

تو اسقدر مقدس ہے کہ جہان تو نہین تو تیرے عاشقون اور شیدائیون نے تیرے نام پر اور دریاؤن کے نام رکھ لئے ہین اور انکو تیرا ظل یا بروز خیال کرتے ہین۔

اے مقدس اور پاک ندی آج تیرے حالات یہ خادم پبلک مین پیش کرتا ہے اگرچہ مین تیرے عقیدت مندون مین نہین ہون مگر خدا کا حکم ہے کہ لاتسبوالذین یدعون من دون اللہ عدواً بغیر علم اسلئے تیرا ادب کرتا ہون اور ادب سے ذکر۔ کاش اور مذہب والے اسکی تقلید کرین تو مذہبی فسادات اُٹھ جائین۔

یہ مبارک اور مقدس ندی جسپر صوبہ جات متحدہ کے لوگ جسقدر ناز کرین کم ہے ہمالیہ پہاڑ سے نکلی ہے اور سب سے پہلے ریاست گڑھوال کو اپنا مرہون منت بنایا اور پندرہ سو میل کا سفر طے کرکے خلیج بنگالہ نامی ساگر سے ہم آغوش ہوگئی ہے۔ مقدس مقام گنگوتری کے پاس ایک برف سے ڈھکا ہوا کوہ ہے وہان سے نکلی ہے جو ساگر کے سطح سے دس ہزار تین سو فٹ بلند ہے شروع مین جھاری جو شمال مغرب سے آتی ہے اور الک نندا دونون دیو پریاگ پر ملتی ہین اسکے بعد یہ گنگا کے مقدس اور پیارے نام سے یاد کیجاتی ہے اور یہ مقام نہایت مقدس مانا جاتا ہے اور اسیطرح گنگوتری بھی۔ سکھی مقام پر یہ ہمالیہ سے نکل آتی ہے اور جنوب اور مغرب کی طرف اسکا رُخ ہوجاتا ہے اور ہردوار مین نمودار ہو جاتی ہے۔ دیرہ دون سہارنپور۔ مظفر نگر۔ بلند شہر۔ فرخ آباد کانپور مین ہوتی ہوئی یہ آگے روانہ ہوتی ہے۔ یہان تک نہ تو اسکا زیادہ جوش وخروش ہے اور نہ اسمین پانی کی کثرت ہے۔ صرف گرمیون مین جبکہ برف گھلتی ہے یا برسات ہوتی ہے تو اسکا بھی پانی بڑھتا ہے۔ الہ آباد مین اس سے اسکی بہن جمنا ہم آغوش ہوجاتی ہے پھر یہ دونون اپنا سفر شروع کرتی اور مشرق کی طرف اپنا رُخ کرتی ہین اور پھر جنوب اور مشرق کی طرف رُخ ہوجاتا ہے اور اس سفر مین گھاگرا (جو اجودھیا جی سے متبرک مقام مین شامل اودھ کا لطف دکھاتا ہے) اور گومتی معانقہ کرتی ہین۔

الہ آباد مین جس متبرک مقام پر یہ دونون مقدس ندیان ہم آغوش ہوتی ہین وہ بہت مقدس ہے اور اسکو پراگ کہتے ہین جہان لاکھون زائرین ہر سال جمع ہوتے ہین - پھر بنارس مین ہوکر یہ بہار کے لوگون کو اپنے جمال جہان آرا کی زیارت کراتی ہے جہان سون ندی اس سے آکر ملتی ہے پھر پٹنہ کے لوگون کو اپنا دیدار دکھاتی ہے اور یہان نیپال والی گنڈک اسکے قدم لیتی ہے اور راج محل تک پہونچ جانے پر اسکا رخ جنوب کی طرف ہو جاتا ہے اور غور کی تباہ حالت پر غور کرنے لگتی ہے - یہان سے سمندر صرف دوسو چالیس میل رہ جاتا ہے بیس میل اور چلتی اور پھر اسکے چشمہ فیض جاری ہوجاتے ہین اور یہی اوس ڈلٹا کی ابتدا ہے جو خلیج بنگالہ کے دہانے پر ہے جو خط مستقیم دوسو میل ہے اور چکردار راستہ کے لحاظ سے تین سو میل -

اس مقدس ندی کا خاص دہارا اس مقام سے پدما یا پدا کہلاتا ہے اور جنوبی مشرقی سمت کو رُخ کرتا ہوا بہا کرتا ہے اور بینا ہوتا ہوا گولنڈو پہونچ جاتا ہے اور یہین پر جمونا آکر اس سے بغل گیر ہوتا ہے جو خود برہم پترا کا خاص دہارا ہے اور ان ہر دو کا مجموعہ خلیج بنگالہ سے مل جاتا ہے -

جس مقام پر ڈلٹا بنتا ہے اُسکے اوپر کے زاویہ پر مرشد آباد ندیا جے سور اور ۲۴ پرگنے کے اضلاع ہین - اور بیس میل پر ایک جنگل ہے جسکو سندر بن کہتے ہین - اور اسمین سے ہوکر بہت باریک باریک دہارے گذرتے ہین - اسکو سندر بن اسلئے کہتے ہین کہ اسمین سندری کے درخت اُگے ہوے ہین ہگلی بھی دراصل یہی مقدس ندی ہے اور تجارت کے لئے بہت مفید اور وہان سے نوے میل تک چلی گئی ہے -

اس مقدس ندی کے "کیچمنٹ بے سن" کا رقبہ چالاکھ بیس ہزار چارسو اسی میل مربع ہے -

جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس مقدس ندی کی لمبائی پندرہ سو چالیس میل ہے۔ راج محل پر پانی کی رفتار تیرہ لاکھ پچاس ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے مگر بہ زمانہ طغیانی دہانہ پر چوڑائی بیس میل ہے۔ خشک موسم مین اسکا پاٹ سوا میل سے سوا دو میل تک ہے اور گہرائی خشک موسم مین دس گز تک ہے۔

پانی کی رفتار بہ زمانہ طغیانی اٹھارہ لاکھ مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے معمولی حالت مین دو لاکھ سات ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ ہے۔

اسمین طغیانی جب آتی ہے تو زیادہ سے زیادہ چالیس یوم تک رہا کرتی ہے الہ آباد سے بنارس تک یہ ندی دو انچ فی میل نشیب مین ہو گئی ہے اور بنارس سے کلکتہ تک چار یا پانچ انچ فی میل ہے اور کلکتہ سے سمندر تک ایک یا دو انچ فی میل

جب کبھی اس مقدس ندی کو لوگون پر غصہ آیا ہے تو اسنے عذاب کا تیغ بھی پکڑ لیا ہے اور لوگ اگر آل فرعون کے مثیل ہو گئے ہین تو یہ ندی دریائے نیل کا پرتو بن گئی ہے اور "فاغرقنا آل فرعون وانتم ینظرون" کی حالت پیدا ہو گئی ہے اور اسی وجہ سے جنوبی بنگال مین کوئی عمارت اسکے قرب وجوار مین نہین بنائی جاتی۔

اسکے ساتھ ہی گنگوتری کے حالات بیان کرنا بے موقع نہ ہونگے یہ بھی ریاست گڑھوال مین ہے اور گنگا سی مقدس ندی پر واقع ہے اور اس مقام پر گنگا محض پندرہ بیس گز چوڑی ہے اور تین فٹ گہری۔ یہان آٹھ یا دس فیٹ اونچا ایک مندر ہے اسمین دو مورتین ہین۔ ایک گنگا کی ایک بھاگرتی کی۔

یہان پر دریا کو تین حصون پر تقسیم کیا ہے۔ ایک برہما کے نام پر مندر ہے۔ دوسرا وشنو کے نام پر اور تیسرا شیو جی کے نام پر۔ یہ مندر دس ہزار تین سو اونیس فیٹ سطح سمندر سے بلند ہے اور طول البلد ۷۸ درجہ ۵۹ دقیقہ ہے اور عرض البلد ۳۰ درجہ ۵۹ دقیقہ ہے۔

محمد عمر جذب

گل و بلبل

آرایش چمن ہے حسن و جمال میرا
محبوبیت کی جان ہے عجز و لال میرا

سو زیور و ن کا زیور اک میری سادگی ہے
بے خط و خال ہونا ہے خط و خال میرا

خاکی گھر ہون لیکن کیفیتین نیو چیو
جام جہان نما ہے جام سفال میرا

مجھسے ہین آشکارا حسن ازل کے جلوے
دفتر ہے معرفت کا مضمون حال میرا

لکھتے ہین مجھکو شاعر کیون گوش بے سماعت
باد صبا سے پوچھو کچھ وجد و حال میرا

شمشاد پا بگل ہین اور پیچ و خم مین سنبل
پھیلا ہوا ہے ہر سو گلشن مین جال میرا

فصل بہار گویا میرا ہی ایک تبسم
موسم ہی جو خزان کا ہے اک ملال میرا

نرگس کی آنکھ مجھپر ہر دم لگی ہوئی ہی
بینا وہی ہے جو ہے محو جمال میرا

سوسن کی دس زبانین مصروف ہین ثنا مین
ورد طیور گلشن ہے ذکر و حال میرا

در محفل بہاران شمع جگر گدازم
اے چون گلم بخوانی آگہ نہ ز رازم

گل نے کہا یہان تک جب اپنی داستان کو
بلبل نے بھی اٹھایا پھر سر پہ بوستان کو

بولی کسے سناؤن مین کون ہون کہان ہون
پیدا کرون کہان سے ہمراز و ہمزبان کو

کیونکر بتاؤن کیا کیا صدمے پہونچ رہے ہین
گلچین سے گلستان کو بجلی سے آشیان کو

غش دل گلاب پر ہی لالہ سے خون جگر ہی
آشوب کسقدر ہے اک جان ناتوان کو

مجھکو پڑی ہوئی ہے پھولونکی گلستان کی
میری پڑی ہوئی ہے صیاد و باغبان کو

گھر کرلیا ہے دل مین جسدن سے عشق گل نے
ہے کام لخت دل سے بس چشم خونفشان کو

گلہائے اشک خون سے آخر سراغ نکلا
دلمین چھپا رکھا تھا جس شاخ ارغوان کو

اک برق آسمان کی اک قہر باغبان کا
کس کس سے مین بچاؤن خاشاک آشیان کو

از عافیت در ینجا گاہے نشان ندیدم
بر پیچ شاخسارے کنج امان ندیدم

ملک محی الدین احمد قمر

لیڈیز کانفرنس کی ضرورت

سید امین الحسن رضوی نے جو تحریک اپنے مضمون میں پیش کی ہے ہم اسکو ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ الناظر کے صفحات نہایت مسرت کے ساتھ موافق و مخالف ہر پہلو پر غور کرکے لکھنے والوں کے واسطے وقف ہیں ہم امید کرتے ہیں کہ بزرگان قوم جنکو تعلیم نسوان کے اہم مسئلہ سے دلچسپی ہے۔ اپنی قیمتی رایوں کا اس خاص تجویز پر اظہار فرمائیں گے۔

ترقی تعلیم نسوان کے بہی خواہوں کو یہ محسوس کرکے بہت مسرت ہوتی ہے کہ تقریباً اکثر نامور حصص ہندوستان کی عورتیں تعلیمی معاملات میں غور و فکر کی عادی ہو چلی ہیں۔ مضامین کے ذریعہ سے تبادلۂ خیالات میں مشاقی پیدا ہو رہی ہے عورتوں کے مخصوص پرچے ملک کی اس اہم ضرورت کو بتدریج پورا کرتے جاتے ہیں۔ عورتوں میں یہ مفید امنگ کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ پیدا ہوئی ہے اور رہنمایان قوم نے تھوڑا ہی زمانہ گذرا کہ شد و مد سے قوم کی ابتری اور کاواک نشو و نما کو محسوس کرکے اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ تربیت اور تبادلۂ خیالات کے مفید ذریعے عورتوں کے لئے ضروری اور اشد ضروری ظاہر کئے ہیں۔ مدبران مصالح قومی کو مردوں میں اعلیٰ تعلیم اور جامع تربیت کے نشو و نما میں کچھ ایسی ناگزیر دقت پیش آئی کہ عورتوں کو گمنامی سے نکالنے "اور حجاب اکبر" کے بیش بہا جواہر کی طرف تحریص دینے کیلئے توجہ کرنا پڑی جہاں تک میں سمجھتا ہوں تدابیر اصلاح قومی میں مایوسی اور سب جتن پورے کرنے کی تھکن اسکا باعث ہوئی خادمان قوم نے ہر قسم کی تدبیریں (بدون شمول خواتین ہند) مردوں میں ترقی تعلیم درستی اخلاق و معاشرت کے واسطے کیں لیکن نتیجہ کار پر معلوم ہوا کہ جبتک قدرت کے شگفتہ پھول اپنی نیرنگیان زیب نگاہ نہ کرینگے یہ چمن سجتا نظر نہیں آتا۔ افسوس یہ جو انجام میں خیال کیا گیا آغاز میں سوچ کر عمل پیرا

ہونیکی چیز تھی۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ ہر شخص کی عمر کا اصلاح پذیر حصہ بلکہ بعض بعض مقامات پر اُس سے بھی زیادہ زمانہ عورتون ہی کے زیر پرورش ونگرانی بسر کرنا پڑتا ہے لڑکا اور پھر ہندوستانی لڑکا فطرتی طور پر مدت مدید تک ماں بہن خالہ پھوپھی چچی ہی سے بسی ہوئی دنیا کو دنیا سمجھتا ہے اور اس محدود حلقہ کے اخلاق و آداب تعلیم حسن معاشرت سے اُس کے دماغی قوی نشو ونما پاتے رہتے ہین۔ ظاہر ہے کہ اگر اسی اہم دنیا کی افتاد تعلیمی بنیاد پر ہے تو لڑکا بھی اسی رنگ مین رنگ جائیگا اور اگر ایسا نہین ہے تو لڑکے کو بھی "بوا بتا دے" کے سبق کا حافظ سمجھو۔ ہان تو میری غرض یہ ہے کہ مدبران قوم نے بہت دیر مین پورے طور پر عورتون کی تعلیم کے مسئلہ کو طے کیا اور ہندوستانی پبلک خصوصاً مسلمانون کی جامع ترقی کے لئے آخری علاج بھی تجویز کیا اس درنگ کاری کی تلافی ممکن ہے مگر نہ اس رفتار کے ساتھ جو اس سرد مزاج والی صنف انسانی نے اس وقت اختیار کی ہے ذرا غور کرو کہ ہر سال ہندوستان مین کتنی لڑکیان اور لڑکے وجود پذیر ہوتے ہین اور اس نسبت سے انکی نشو ونما اور عورتون کے سالانہ معیار اصلاح اخلاق و ترقی تعلیم کو قیاس کرو پورے غور کے بعد تم مایوس ہو جاؤگے اور یہ یقین کرنے لگوگے کہ بس وقت نکلگیا اب اگر عورتین تعلیم بھی پائین تو سو برس تک تو ملک مین وہ برکات اور روشنیان نہین نظر آسکتی ہین جو ایک تعلیم یافتہ ملک مین نظر آنا چاہیئے مگر مایوسی ترقی کی دشمن اور کام کی بیرن ہے اسلئے کچھ نہ کچھ جو امکان مین رہ گیا ہے ضرور ہونا چاہیئے اسکی تدبیر یہ ہے کہ ہندوستان کی عورتون کی رفتار تعلیم تیز کر دیجائے اور یہ ممکن نہین جبتک کہ تعلیم یافتہ عورتین خیر تعلیمیافتہ عورتون سے نہ ملین اور اُن کے ذہن مین فوائد تعلیم ذہن نشین نہ کردین اور ایک دوسرے کے تبادلۂ خیالات سے سادے دماغ نہ متاثر ہون محض ہر مہینہ مین دو چار پرچون مین چند عورتون کے مضامین کا شایع ہو جانا میرے نزدیک عورتون کی ترقی کا حامی نہین ہو سکتا اور تحریص دریس اس قوم مین نہین پیدا ہو سکتی

جو ضروری و سہل الحصول ہے بشرطیکہ عورتون ہی کی طرف سے ہو۔ ایک ہندوستانی بیوی جسطرح اپنے ہمجنس کو دیکھکر رشک کرتی ہے اور اس جیسی بننے کی کوشش کرتی ہے مشکل سے دوسرے جنس کی کسی قول و فعل سے متاثر ہوگی اسلئے کہ جنس مقابل مردون کے متعلق تو سیدھی سادی سوزنی طبیعتین پہ طے کر چکی ہین کہ "اللہ رکھے تم مردوں کو ہم عورتون کی برابری کیا کر سکتے ہین" الغرض اسی اصول پر اس ابتدائی زمانہ مین جبکہ مردون کے لئے بھی اس قسم کے مشکلات درپیش تھے آنریبل سید احمد خان مرحوم نے ایجوکیشنل کانفرنس کا نسخہ تجویز کیا اسمین شک نہین کہ یہ نسخہ شیر مادر ہو کے رہا۔ اگر خدا جھوٹ نہ بلوائے تو ملک مین تعلیم کے شوقین اور زبان آوری مین مشاق فی صدی نوے تو اس نسخہ کے سریع الاثر ہونے کا نتیجہ ہین قوم کی بھلائیون کے سوچنے کی قوت جو کچھ ادھری قوم کی برائیان جو محسوس ہونے لگین یہ محض کانفرنس کا صدقہ ہے ورنہ تہذیب الاخلاق اور دیگر پرچے آخر مسلمانون کے مضامین سے اور بڑے بڑے ٹھلے کے مضامین سے لبریز ہوتے تھے مگر جبتک کہ دو بدو کی نوبت نہ آئی کچھ اصلاح نہ ہو سکی اس طور پر ضرورت اسکی ہے کہ عورتون کے لئے بھی وہی نسخہ تجویز کیا جاے اور ایک "آل انڈیا زنانہ ایجوکیشنل و سوشل کانفرنس" قایم کی جائے انشاء اللہ ملک مین اسوقت بہت سی قابل اور لایق خواتین موجود ہین ثروت کے لحاظ سے بھی ایسی ایسی ہین جو لندن کی ڈچز کہی جا سکتی ہین یہ لوگ سکریٹری پریسیڈنٹ پیٹرن ممبر ہو کر ہر سال نئے نئے شہرون آباد بستیون مین کانفرنس کے اجلاس کرین اور ان عورتون کو جو ابتک تعلیم و اصلاح رسوم کی ترکیب لفظی سے بھی واقف نہین آدمی بنائین اُن مین جائز رشک و تعلیمی تحریص پیدا کرین۔ عورتین جب اپنی بہنون کو آطرح مضمون آفرین اصلاح رسوم کی دلدادہ و عامل دیکھینگی میرا عقیدہ ہے کہ بغیر مزید کوشش کے ادنین وہ روح پیدا ہو جائیگی جو ہر تعلیمیافتہ ملک کے جاندار فرد انسانی مین

ہوتی ہے ابھی تک تو اچھی سمجھدار عورتین بھی اس شبہہ مین ہین کہ بعض پرچون مین جو مضامین عورتون کے نظر آتے ہین وہ فی الحقیقت اُنھین کے قلم و دماغ کا نتیجہ ہین یا اعزا و اقربا (ذکور) مین سے کوئی اُنکے نام سے چھپوا دیتا ہے۔ خود مجھسے اور اس قسم کی تہمت عورتون سے جھک جھک ہو چکی ہے مگر اونکو یقین ہی نہین آتا یہ اسلئے کہ مدت جہالت دنا تراشیدگی عورتون کے لئے طبیعت ثانی ہو گئی ہے اور وہ بھولگئی ہین کہ ہم بھی لایق ہو سکتے ہین۔ ہم مین بھی وہی قابلیت ہے جو مردون کو عطا ہوئی ہے ایک ذرا توجہ کی دیر ہے اس کانفرنس سے عورتون کے اس قسم کے شبہات بھی رفع ہونگے جسکا نتیجہ شوق تحصیل علم تو بدیہی ہے تبادلۂ خیالات اور میل جول سے جو ضمنی سیکڑون فائدے ہونگے وہ طرفہ بران۔ پھر عورتون کا میل جول۔ بقول مسٹر گلیڈاسٹن "دس عورتون کا متفقہ مجمع سیکڑون مردون کی متحدہ جماعت سے زیادہ قوی ہوتا ہے" مین یہ نہین کہتا کہ یہ کانفرنس آج ہی اس اعلیٰ پیمانہ پر نظر آئے جیسی مردون کی کانفرنس ہے اسلئے کہ یہ ممکن ہی نہین اُس کانفرنس کی ابتدا بھی کچھ ایسی شاندار نہین تھی۔ شروع شروع مین خدا بخشے سرسید اپنے حواریون اور دو چار تابعین سمیت تقریرین کردیتے تھے مگر رفتہ رفتہ ترقی ہوئی۔ یہ بھی یونہی شروع ہوگی اور بڑھے گی ابھی مینے ایک تجویز کی صورت پیش کی ہے اگر ملک کی خواتین نے اسکو بنظر استحسان دیکھا تو مین آیندہ کسی مضمون مین اس کانفرنس کے چند اور امور لواہی بھی لکھونگا امید ہے کہ تعلیمیافتہ خواتین ہند ضرور ہر پہلو پر غور فرمائینگی۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کرین گی۔

امین الحسن رضوی

عرض مطلب نرمی گفتار انشا میکند — حرف ناموزون مارا کرد موزون احتیاج
حسن و عشقے نیست جز اقبال داد باظہور — لیلی این بزم استغناست و مجنون احتیاج

مرزا عبدالقادر بیدل

غیبت و اعتراض

افسوس کی بات ہو کہ غیبت اور اعتراض کا مرض ہم عورتون مین وبائی مرض کی طرح پھیلا ہے۔ مرد مین یہ عیب شاذ و نادر ہوتا ہے۔ مگر عورتین زیادہ تر اس مین مبتلا ہین۔ جاہل ہی نہین پڑھی قوم نہین۔ خاصی لکھی پڑھی شریف بیبیان اس سے بچنے کی کوشش نہین کرتین۔ مینے بارہا خیال کیا ہے کہ جہان چار بہنین ایکجگہ ہوئی ہین اسی قسم کے تذکرے چھڑ جاتے ہین۔ کسیکے لباس پر ہنسی ہوتی ہے۔ کسی کے زیور پر۔ کسی کی صورت پر مذاق ہوتا ہے کسی کی طرز گفتگو پر۔ کسی کی سادہ لوحی پر قہقہے لگائے جاتے ہین۔ تو کسی کی سنجیدگی اور متانت پر۔ اگر دو کسی کی تعریف کرتی ہین تو چار اوسی مین بے شمار عیب نکالتی ہین۔ ایک کہہ رہی ہین "تو بہ فلان بی بی تو بالکل دقیانوسی خیال پر اُنے فیشن کی آدمی ہین انکے یہان کوئی زمانے کے رنگ پر نظر کرنا ہی نہین جانتا" دوسری بولین "اُنھ وہ تو ہمیشہ پرانی لکیر پیٹتی ہین" ایک بہن کسی دوسری بہن کی بابتہ فرماتی ہین "ارے بھلا اُنکا کیا کہنا۔ وہ تو ہندوستانی معلوم ہی نہین ہوتین انہون نے تو سارا طریقہ انگریزون کا لیلیا ہے۔ وہی ہر چیز مین صفائی۔ وہی کھانیکا طریقہ۔ ویسی ہی وقت کی پابندی۔ بچون کی پرورش بھی انگریزی طرز پر ہوتی ہے۔ بڑی آزاد خیال آدمی ہین۔ ہم غریب ہندوستانیون سے وہ کیون بات چیت کرنے لگین" اور جن بیچاری بہنون پر یہہ تبرے ہو رہے ہین۔ اُنکے فرشتون کو بھی خبر نہین۔ کہ کیسنے اُنکو کیا کہا شرم! شرم!! کیا یہی صورتین ہماری ترقی کی ہین؟ اور کیا انھین باتون پر "ہم مسلمان خاتونین" کہی جانیکی مستحق ہین؟ نہ غیبت کرنے والی بہنین خدا سے ڈرتی ہین۔ اور نہ اعتراض کرنے والیان اپنی بہنون کی دلشکنی کا خیال کرتی ہین۔ بلکہ فخریہ بیان کرتی ہین کہ ہمنے تو چار آدمیونکے

سامنے اُنکے منہ پر بھٹ سے کہدیا۔ بُرا لگے یا بھلا۔ کچھ ہمکو انکا یا کسیکا ڈر تو پڑا نہین ہے۔ کوئی ان سے پوچھے کہ آپ نے کون بڑا عمدہ کام کیا۔ ہان ایک بہن کا دل دُکھاکر دل آزاری کی سند یافتہ البتہ ہوگئین۔ اگر وہ بھی (جسپر اعتراض کیا گیا ہے) صاف گو اور تیز مزاج ہین تو ترکی بترکی جواب دیکر اُنھون نے آپکو شرمندہ کیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ بجاے راہ و رسم بڑھنے کے آپسمین رنجش ہوگئی۔ اور اگر وہ "جواب جاہلان باشد خموشی" سمجھ کر ٹال گئین۔ تو آپ سمجھین کہ ہمنے انکو لاجواب کردیا۔ بہرصورت۔ ایک کے دلمین دوسرے کی وقعت نرہی۔ اور جب وقعت نرہی تو محبت کہان۔ اسکی جگہہ تو نفرت اور حقارت نے لیلی۔ کیونکہ ہم جسکی وقعت نہین کرتے۔ اس سے محبت بھی نہین کرسکتے۔ ہم آپسمین ایکدوسرے سے محبت و ہمدردی کرنے کے واسطے پیدا کئے گئے ہین۔

ہماری تعلیم اور ہمارے میل جول کا یہی حاصل ہونا چاہئے۔ ہماری ترقی کا باعث ہمارا اتفاق ہی ہوسکتا ہے اور یہ ہمارے مذہب کا ایک ضروری جزو بھی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ تلوار کا زخم بھر جاتا ہے۔ مگر زبان کا زخم کبھی نہین بھرتا۔ ہمیشہ ہرا ہی رہتا ہے۔ دل آزاری بہت ہی بدتر چیز ہے۔ میری رائے مین یہ ایک ایسا گناہ ہے جسکو نہ خدا معاف کرتا ہے نہ بندے۔

مے خور و صعف بسوز و آتش اندر کعبہ زن
ساکن بتخانہ باش و مردم آزاری مکن

غیبت اور اعتراض بھی دل دکھانے والی باتین ہین اور گناہ بے لذت۔ میرے نزدیک تو یہ طریقہ نہایت مناسب ہے کہ اگر ہمکو کسی بہن کی کوئی بات ناپسند ہے اور ہماری رائے مین قابل اعتراض ہے (اگر ہمارے اور اُن کے زیادہ رسم ہے) تو ہمکو لازم ہے کہ اُنسے دریافت کرین۔ کہ کیون وہ ایسی بات پسند کرتی ہین جسکو

لوگ بُرا کہتے ہین - اگر وہ اِسکے لئے معقول وجوہات رکھتی ہین - تو ہمکو اسپر اعتراض کا کیا موقع ہے - اور اگر وہ غلطی پر ہین - تو ہمارا فرض ہے کہ ازراہ ہمدردی اونکو اسکے عیوب دکھائین اور سمجھائین - وہ مانین یا نہ مانین - یہ اُنکا فعل ہے - اور اگر ہمارے اُن کے اتنی بے تکلفی نہین ہے - صرف صاحب سلامت ہے - تب تو اور بھی ہمکو اعتراض کرنیا بیٹھ پیچھے بُرا کہنے کا حق نہین ہے - خاموشی بہتر ہے - اور یہ سمجھ لینا کافی کہ انکی کچھ اسی مین مصلحت ہوگی -

اپنی اپنی پسند - اپنی اپنی مصلحت وطبیعت - ہم کوئی خدائی فوجدار نہین ہین کہ زمانے بھر کا انتظام کرین پہلے ہمکو اپنی حالت دیکھنا چاہیئے کہ ہماری کتنی باتین دوسرون کی نظرون مین قابل اعتراض ہوسکتی ہین - ہمکو آپس مین اسلئے میل ملاپ بڑہانا چاہیئے کہ تبادلۂ خیالات کا موقع ملے - ہمدردی اور محبت اور اتفاق بڑہے اچھے بُرے کی تمیز ہو - نہ اسلئے کہ نفرت وحقارت - ملال وجھگڑا پیدا ہو -

خدا ہم سب بہنون کو توفیق دے کہ غیبت اعتراض اور تمام بُری باتون سے جنکو خدا بھی بُرا سمجھتا ہے اور بندے بھی بچنے کی کوشش کرین - اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچون اور بھائی بہنون کے لئے ہم ایک اچھی مثال ہون تاکہ وہ بھی ان عیوب سے پاک رہین -

بیگم صفدر علی

به پوش چشم خود از عیب تا شوی بے عیب — که عیب پوش کسان عیب پوش خود باشند (صائب)

رسوا شود کسے کہ سخن چین بود غنی — ہر جا کہ خانہ ایست زبانش برہنہ ای است

عیب مردان فاش کردن بدترین عیبہاست — عیب گر اول کند بے پردہ عیب خویش را (علی)

سیاہ رو شود آنکس کہ عیب بین گردد — چو خامہ بر سخن ہیچکس مدار انگیشت (سید غلام علی آزاد)

آئینۂ خود باش صفائی بہ ازین نیست — عیب ہمہ کس پوش قبائے بہ ازین نیست (قاآنی)

ندارد نکتہ گیری حاصلے غیر از پشیمانی — سر انگشتے کہ بر حرفے نہی خواہی گزید آخر (جعفر زٹلی)

شوکت

نظر خوش گذرے

یہ دیکھکر مسرت ہوتی ہے کہ اکثر معاونین نے اپنے اپنے رسالون کو وقت پر شایع کرنے کی جد وجہد شروع کردی ہے۔ اخبار ہو یا رسالہ وقت پر نہ پہونچے تو ناظرین۔ ایسے ناظرین جو رسالون اور اخبارون کے پڑھنے مین لطف پاتے ہین۔ پریشان ہوتے ہین۔ وقت کی پابندی کا خیال ہمارے ملک مین محض اس بنا پر نہین کیا جاتا کہ یہان وقت کی قیمت بہت کم ہے۔ مگر اخبارات ورسائل جو اہل ملک کے دماغی معلم ہین۔ انکو تو وقت کی ناقدری کرکے بری مثال نہ قائم کرنا چاہیئے۔ سنہ ۹ء کو ختم ہوے دو مہینے ہوگئے ہین اور بعض رسالون نے ابھی تک سال گذشتہ کے پرچے شایع نہین کئے ہمنے الناظر کی مختصر زندگی مین کئی بار سخت مخالف اسباب جمع ہوجانیکے باوجود اس خاص اصول کو کبھی نظر انداز نہین ہونے دیا۔ چنانچہ اس بار عین زمانۂ اشاعت کے قریب ناچیز اڈیٹر کی علالت سے اشاعت مین تاخیر ہوجانیکا سخت اندیشہ تھا مگر الحمدللہ کہ ہماری قوت ارادی جسمانی بدنظمی پر قادر آئی اور ہمین اپنے ناظرین سے نادم ہونا نہ پڑا تاہم اتنا ضرور ہوا کہ اس عنوان کے تحت مین جس اہتمام سے ہم حاضرین کی خدمت کرتے تھے اوسمین ایک گونہ خلل واقع ہوگیا یعنی صرف ایسے ہی رسالون پر ہمین نظر ڈالنے کا موقع ملا جو خواتین کی دماغی تعلیم سے اہم کام کو سرانجام دے رہے ہین انمین بھی علیگڈھ کا معزز ہمعصر ہماری نظر سے نہین گذرا اس لئے کہ جنوری نمبر اُس کا ابھی تک ہمارے دفتر مین موصول نہین ہوا غالباً معزز شایع نہین ہوا ہے ہم اس کوتاہی کے لئے معزز ناظرین سے عذرخواہ ہین اور آیندہ نمبر مین کوشش کرینگے کہ اسکی تلافی ہوجائے۔

عصمت

اس رسالہ کے دسمبر نمبر سے ایک سبق آموز اور دلچسپ مضمون (وحوم ب

کے قلم سے نکلا ہے) کا ایک حصہ نقل کرنا خالی از لطف نہ ہوگا - یہ تذکرہ ہے مسز الزبتھ فرائے ایک انگلستان کی خاتون کا جسنے رفاہ عام کے کاموں مین اپنی فیاضی اور ہمدردی بنی نوع انسان کا ثبوت دینے کے علاوہ لنڈن کے مشہور محبس " نیو گیٹ جیل " کی اصلاح و درستی مین نمایان حصہ لیکر انگلستان کے تمام باشندون کو اپنے اعلیٰ اخلاق کا رہین منت بنالیا اور تمام طبقۂ اناث کی رہبری کیلئے مشعل ہدایت روشن کردی -

" ۱۸۱۳ء مین پہلی مرتبہ مسز الزبتھ فرائے نے اولڈ بیلی کے " نیو گیٹ جیل " کو دیکھا - جو باتین یہان کے بارے مین سنی تھین - اُس سے بھی بدتر حالت مین پایا - چار کمرون مین قریبًا تین سو مستورات مع اپنے بچون کے کھچا کھچ بھری ہوئی تھین - کپڑا اُن کے پاس کافی نہ تھا بلکہ چیتھڑے پہنے ہوے تھین - اُنکی اخلاقی حالت اس درجہ خراب تھی کہ جو کوئی اُدھر آنکلتا تھا اس سے شراب کے لئے خیرات مانگتی تھین - بلکہ جو کچھ ہاتھ لگتا جبرًا چھین لیتی تھین - چنانچہ داروغہ جیل نے مسز الزبتھ فرائے سے درخواست کی کہ مہربانی فرماکر اپنی جیب گھڑی دفتر ہی مین چھوڑ جایئے - کیونکہ اندیشہ ہے کہ میری موجودگی مین بھی آپکی گھڑی جاتی رہے " اس نیک خاتون نے بہت دیر تک یہان کی حالت کا ملاحظہ کیا اور جب واپس چلی گئین تو سر ٹامس فاول بکسٹن سے کہا کہ

" وہان کے چشم دید مشاہدات کا تذکرہ مختصر الفاظ مین کرنا بالکل ناممکن ہے اور جو کچھ مین بیان کرتی ہون اسکو محض ایک دھندلی تصویر سمجھئے بند اور گھٹی ہوئی کوٹھریون کی غلاظت - مستورات کی آپسمین تند مزاجیان اور شرارتین ناقابل بیان ہین "

رہنا سہنا - کھانا پکانا - نہانا دھونا - الغرض سب کچھ ایک ہی کمرہ مین ہوتا تھا ایک پمپ بھی وہان لگا ہوا تھا مگر پانی قیمتًا ملتا تھا -

شروع مین جب مسز الزبتھ فرائے نے قید خانے کی یہ دردناک حالت دیکھی تو اسوقت ناممکن تھا کہ اسکی اصلاح کی طرف متوجہ ہون لیکن اسکی متواتر تین سال کی کوششون اور محنتون کے بعد کچھ کچھ آثار امید

نظر آنے لگے۔

وہ پھر جیلخانہ کی اُن گندی اور غلیظ کوٹھریون مین گئی۔ بلکہ اس دفعہ اپنی ہی درخواست پر چند گھنٹون کے لئے قیدی مستورات کے ساتھ بند رہی۔ داروغہ جیل نے لاکھ سمجھایا کہ آپ اُن کے ساتھ تنہا نہ رہین کیونکہ ممکن ہے کہ وہ آپ پر حملہ کرکے آپ کو گزند پہونچائین" مگر اُس نے ایک نہ مانی۔ اُس کی خوش خلقی۔ حلیم الطوارعی اور سرگرمی نے اُن مجرم مستورات کے دلون پر جن مین سے بعض وحشی جانورون کی مانند تھین بہت اثر کیا۔ انھین یقین ہو گیا کہ الزبتھ فرائے جو کچھ کہتی اور کرتی ہے اس مین سراسر ہماری ہی فائدہ ہی۔ چنانچہ وہ سب غور اور توجہ کے ساتھ اُس کا کلام سنتی رہین۔

مسز الزبتھ فرائے نے قیدیون کی خراب حالت کو درست کرنے اور اُن کو مدد پہونچانے کی غرض سے ایک "انجمن نسوان" بھی قائم کی اور حکام و افسران جیل سے قیدخانہ مین کام کرنے کی اجازت حاصل کرکے کام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس انجمن کے مقاصد یہ تھے کہ جیل خانہ مین دینی و دنیوی تعلیم دیجائے۔ قیدیون مین اچھی عادات و اطوار پیدا کئے جائین اور جو قیدی رہا ہون کوشش کرکے اُنکو کہین نہ کہین ملازم رکھا دیا جائے جس وقت یہ مفید کام شروع کیا گیا تھا۔ تو بہت سے بڑے بڑے آدمیون نے اس کی مخالفت کی اور روکنا چاہا۔ اُن کی نگاہ مین مسز الزبتھ فرائے کسی "سڑی" سے کم نہ تھی اُن لوگون کے خیال مین یہ بات جمی ہوئی تھی کہ جس جگہ مجرم رکھے جائین۔ اُسے آرام دہ جگہ بنانا گویا مجرمون کی تعداد کو بڑھانا ہے۔ لیکن الزبتھ فرائے اور اُن کی مددگار ان مخالفتون سے پسپا ہونیوالی نہ تھین۔ انھین یقین تھا کہ اگر پیار اور محبت سے کام لیا جائے تو خراب سے خراب مستورات بھی اچھی عادات اختیار کرسکتی ہین۔

جب لگاتار کوششون کا سلسلہ جاری رہا تو مسز الزبتھ فرائے کو بہتری کی صورت نظر آنے لگی اور اس سے وہ بیحد محظوظ ہوئی۔ قیدیون مین جو تبدیلی واقع ہوئی تھی اس کا ذکر مسٹر بکسٹن اس طرح کرتے ہین کہ :-

"اُن مین (قیدیون مین) اب دنگہ و فساد۔ بدمعاشیون اور بری عادتون کے بجائے

نیک عادات واطوار اور اخلاق نظر آتے ہیں۔ پہلے کی طرح اب شرابیوں کا جتھا نہیں دیکھا جاتا۔ اور مذاب فحش اور واہیات گیت گائے جاتے ہیں۔ اسی جیلخانہ کی نسبت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ دنیا کا دوزخ ہے۔ مگر اب یہی ایک اچھا خاندان اور صنعتی کارخانہ بنگیا ہے"

حکام اور افسران جیل قیدیوں کی اس تبدیلی شدہ حالت کو دیکھکر سخت متعجب ہوئے۔ مسز الزبتھ فراے کی اب حوصلہ افزائیاں ہونے لگیں سب لوگ اسکی عزت وتعظیم کرنے لگے حتیٰ کہ اُسے دعوت دیگئی کہ وہ "ہاوس آف کامنز" کے اجلاس کے دوبرد قواعد جیل کے بارے مین اپنی راے کا اظہار کرے ملکہ شارلٹ ڈیوک آف کناٹ اور شاہی خاندان کے دیگر ممبران نے اس کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا۔

مسز الزبتھ فراے کی کوششین صرف انگلستان ہی مین محدود نہین رہین۔ بلکہ اس نے انگلینڈ اسکاٹلینڈ کے قید خانون اور پاگل خانون کو دیکھنے کے علاوہ فرانس اور جرمنی کے قید خانون کا بھی ملاحظہ کیا اور انکی بہتری و بہبودی مین حتی الامکان کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا۔ شاہ وٹمارک اور انکی ملکہ اس کے کامون سے بہت خوش ہوے اور یہان تک اس کی عزت افزائی کی کہ اُسے اپنے ساتھ کھانے مین شریک کیا مسز الزبتھ فراے کو چونکہ اب اعلیٰ اور خاندانی مستورات سے امداد ملنے لگی تھی اس لئے کام نے بہت عمدہ صورت اختیار کرلی تھی۔ اور صرف قیدیون کے ساتھ برتاو ہی مین نہین بلکہ قید خانہ کی عمارت انتظام اور جلا وطنی کے بارے مین بھی بہت کچھ مفید تبدیلیان ہوگئی تھین۔ ان حالات سے مسز الزبتھ فراے کو بہت خوشی ہوئی۔"

شریف بی بی

سید محمد فاروق کے جمع کئے ہوے بعض عمدہ اقوال "بیوی" کے متعلق شریف بی بی کے جنوری نمبر مین شایع ہوے ہین۔ جو بجنسہ درج ذیل ہوتے ہین:-

"حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے اچھے لوگ وہی ہین جو اپنی بی بیون سے اچھا برتاو کرتے ہین۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایمان کے بعد نیکبخت عورت سے زیادہ

کوئی نعمت نہین ہے۔

مارٹن لوتھر کا قول ہے کہ اگرچہ مین کیسی ہی مفلسی کی حالت مین ہون لیکن اگر کوئی مجھکو دنیا کا تمام خزانہ بھی دیدے تو مین اپنی بیوی سے مبادلہ نہ کرون۔ دنیا مین سب سے زیادہ خوش نصیب وہی ہے جسکی بیوی عصمت مآب ہو۔ اور جسکے ساتھ وہ عیش سے زندگی بسر کرے۔

فریڈی کہتا ہے کہ جیسا آرام مجھے اپنی بیوی سے ملا ہے۔ حقیقت مین کسی سے نہین ملسکتا۔

ملٹن کہتا ہے کہ دنیا مین شریف بیوی مرد کیواسطے نعمت غیر مترقبہ ہے۔

سائمن آرٹلیس نے کہا ہے کہ اگر کسی مرد کے پاس نیک عورت ہو تو اُس کو اس سے بہتر کوئی چیز دنیا مین نہین ملسکتی۔

ٹینس کا قول ہے کہ مین اپنی بی بی کی ذکاوت اور فراست پر نازان ہون اور فخر کرتا ہون اور مین اپنے کو تمام دنیا سے زیادہ خوش نصیب خیال کرتا ہون۔

تھیوڈور پارکر نصیحت کرتا ہے کہ اشد ضروری باتون کے علاوہ کسی کام مین بیوی کی مرضی کے خلاف نہین کرنا چاہیئے۔ بیوی کی خاطر تواضع کو فرض سمجھنا چاہیئے۔ اُسے لعنت ملامت نہ کرنا چاہیئے۔ بیوی کیطرف غصہ سے نہین دیکھنا چاہیئے اسپر حکومت نہ کرنا چاہیئے اور نامناسب احکام سے اسکو تھکانا نہ چاہیئے۔ بیوی کے ساتھ محبت بڑھانا چاہیئے اور اُسکی کمزوریون اور خطاؤن کو معاف کرنا چاہیئے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔

زن نیک و فرمان برد پارسا
کند مرد درویش را بادشا

الحجاب

نومبر کے الحجاب مین تعلیم نسوان پر دو مضمون ہین - مولوی ابوالحسن صاحب الہ آبادی تحریر فرماتے ہین :-

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان خواتین کے لئے دار العلوم کھولنا کس حد تک سود مند ہے اور شیخ عبداللہ صاحب بی اے ایل ایل بی اور اُن کے ہم خیال اخبار کا مجوزہ نصاب کہان تک مفید ہوگا - اور علامہ شبلی تجویز نصاب مین عورتون کو مردون کے نصاب کے ساتھ کہان تک تحقیق کیا جا سکتے ہین -

تعلیم انگریزی حقیقت مین خراب نہین ہے زبانی علم ہونے کی حیثیت مین دوسری سے ہر طرح مساوی ہے مگر طریق تعلیم خراب ہونے کے سبب سے عورتون کو انگریزی تعلیم دنیا اور دین کی فطرت کو بدلنا ہے اس لئے کہ جب وہ ایسے قوم کے علوم پڑھینگے جن کی تہذیب جنکا تمدن اور طریق معاشرت اسلام کے خلاف ہے تو تعلیم ضرور اثر کرے گی اور وہ بھی اسلامی تہذیب سے اسیقدر دور ہو جائینگی جتنے تعلیم یافتہ بچے دور جا پڑے ہین -

عورتون نے اگر ایف اے بی اے پاس کرلیا تو آیندہ کس بہبودی کی امید ہے وہ وکالت نہین کرسکتین وہ کسی عدالت کی کرسی نہین پا سکتین - عورتون کی ڈاکٹری انجینیری کی بھی آفرینش نہین ہوئی - وہ خانہ داری کی اہم ذمہ داریون کی جواب دہ ہین -

بچون کی تربیت اخلاق اور حفظان صحت کا اور اخیال بغیر تعلیم مذہبی کے کامیابی حاصل نہین کرسکتا میرے دعوے کی تائید سیرۃ الاسلام مصنفہ علامہ گورکھپوری کی ہر ہر سطر پڑھو اور غور کرو اور دیکھو کن کن خوبیون کو اسلام مین ثابت کرتا ہے اور اسلامی تعلیم ضروری بلکہ اہم خیال کرتا ہے مسلمان اور اقوام سے صرف خوبی پردہ مین ممتاز ہین - اور بقول ڈاکٹر گستاولی بان مصنف تمدن عرب "پردہ کا عمدہ انتظام جیسا مسلمانون مین ہے وہ کسی قوم کو میسر نہین" خواتین مدرسہ مین تعلیم پاکر واقعی پردہ کو محفوظ نہین رکھ سکتین وہ ضرور پردہ شکنی کی درپے ہونگی - اور

عورتوں کا پردہ توڑنا ہرگز فرین مصلحت نہیں ہے اسلام کا تمدن اسکا مؤید ہے کہ عورتیں پردہ کریں۔ عورت کی فطرت میں یہ مادہ ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ مردوں سے محجوب ہوں۔ ان کو حجاب سے نکالنا اُن کی فطرت کو بدلڈالنا ہے۔

عورتوں کی تعلیم اُنکے گھر اُن کے محلہ کی مہذب خواتین کے زیر اثر ہونا چاہیئے اور تعلیم وہی ہو جسے اسلام نے جائز رکھا ہو۔ اور جس سے اسلام پر حرف نہ آسکے۔

مسلمان بچے آٹھ سال کی عمر میں اسکول وغیرہ میں داخل ہوتے ہیں۔ اور ان مقامات میں یا تو انگریزی تعلیم ہوتی ہے یا اردو کی مغربی تہذیب کا دور چلتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ لاکھوں کی تعداد میں ایسے مسلمان موجود ہیں جو قرآن شریف سے سراسر ناواقف ہیں اور صلوٰۃ وصیام سے نابلد۔ اگر عورتیں مذہبی تعلیم سے محروم رہیں تو وہ بچوں کو ابتدا ہی میں مذہبی تعلیم سے روشناس اور دنیا لات ملت کی جانب سے پختہ کردیں گی۔ اور اس وسیلے سے اسلام قوی اور زندہ رہے گا۔

پس بوجہ مذکورہ بالا عورتوں کے لئے مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے جسمیں اُن کی فطرتی امور کے متعلق مسائل موجود ہیں اور بچوں کو تربیت کے ساتھ وہ مذہبی مسائل سے ناواقف نہ رہ سکیں گے۔ مذہبی علوم حکمت عملی سے بالکل الگ ہیں اور خاصتہً عورتوں کے لئے اسی فلسفہ کی ضرورت ہے جسمیں تدبیر منزل تہذیب اخلاق سیاست مدن سے بحث کی جاتی ہے۔ اور سیاست مدن کو چھوڑ کر بقیہ دونوں موضوع عورتوں مردوں کی اصلاح و مفاد پر مشترک ہیں۔ اس سے میری غرض یہ نہیں ہے کہ عورتیں مسائل مذہبی کے ماورا اور علوم سے محروم رکھی جائیں اگر اہل خاندان انکی تعلیم کا وہی انتظام کرسکتے ہیں جو متقدمین کے زیر عمل تھا۔ تو ان کو فلسفہ کی بھی تعلیم دو مثبت۔ ریاضی۔ بلاغت۔ ادب۔ عروض۔ کیمسٹری۔ سائنس غرض سب پڑھاؤ۔ یہ بھی بتا دینا خلاف مصلحت نہ ہوگا کہ فی نفسہ کسی علم کی تعلیم میں نقص نہیں ہے لیکن موجودہ طریق تعلیم اور وسائل تعلیم مضر اور خراب ہیں۔

زمیندار

ہندوستان بھر مین اپنی وضع کا ایک ہی اخبار جو مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے (علیگ) کی اڈیٹری مین کرم آباد پنجاب سے ہفتہ وار شایع ہوتا ہی۔ طبقہ زمینداران کے اغراض وحقوق کی حمایت اس کے اجرا کا خاص مقصد ہے اور اس غرض کی تکمیل کیلئے ہر موضوع متعلقہ پر گورنمنٹ عالیہ کا ادب واحترام مدنظر رکھکر متانت اور اعتدال سے بحث کی جاتی ہے اس کے علاوہ ہندوستان کی عام قومی وملکی ضروریات کے لئے بھی اس کے کالم کھلے ہوے ہین اور اس لحاظ سے یہ اخبار صوبہ پنجاب ہی کا نہین بلکہ کل ہندوستان کا اخبار ہے۔ اردو لٹریچر کی ترقی اس اخبار کے خاص مقاصد مین داخل ہے اور اعلی درجہ کے مضامین نظم ونثر اس مین ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے بہم پہونچائے جاتے ہین قیمت سالانہ شرح اعلی سے، شرح متوسط ہے ۱۲ (غلام قادر خان منیجر زمیندار کرم آباد پنجاب)

علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

یہ ہفتہ وار اخبار محمڈن کالج کا آرگن ہے علی گڈھ کالج اور محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور آل انڈیا مسلم لیگ کی صحیح ترین اور تازہ خبرین معلوم کرنے کا واحد ذریعہ علی گڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ہی ہے چونکہ مذکورہ بالا تینون انسٹیٹیوشنوں پر مسلمانان ہند کی ہستی کا مدار ہے لہذا اُنکے متعلق اصلی حالات سے واقف رہنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کالج وغیرہ کی خبروں کے علاوہ اسمین دیگر مفید علم اور دلچسپ مضامین بھی ہوتے ہین کاغذ وچھپائی نہایت اعلی ہے قیمت سالانہ صرف ۱۲ روپیہ ہے

درخواست کا پتہ۔ منیجر صاحب علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ علی گڈھ

شعر العجم حصہ اول ودوم

مصنفہ

شبلی نعمانی

ایک نہایت ضخیم کتاب ہے جو کئی جلدون مین تمام ہوئی ہے ان دو حصون مین حکیم سنائی۔ خواجہ نظام گنجوی عمر خیام شیخ سعدی حضرت امیر خسرو خواجہ حافظ وغیرہ بزرگون کی نہایت مفصل حالات اور انکی تصنیفات پر مبسوط اور تنقید ہے۔ حصہ اول قیمت عہ، حصہ دوم قیمت عہ،

درخواستین شبلی نعمانی دفتر ندوہ کے پتہ سے آئین۔

بدہضمی کھٹی ڈکاریں اور پیٹ کا درد	قبض کی شکایت	تازہ مسہل	نیچر کی مدد
ضعف فوراً دفعہ ہو	ضعف	جناب شیخ محمد حسین صاحب مقام ہرپال ضلع گورداسپور تحریر فرماتے ہیں کہ میں عرصہ بیس سال سے قبض کی شکایت کرتا تھا۔ ہر ایک مسہل استعمال کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دوست کی معرفت ایک شیشی مسہل ملائمہ منگا کر استعمال کی۔ ایک ہی دفعہ میں قبض دور ہو گئی۔ اور بعد میں بھی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔	نیچر کی مدد
گردہ یا مثانہ کی کمزوری کا ہونا	استسقاء کی شکایت	جناب شیخ محمد حسین صاحب زمیندار مقام ہرپال ضلع گورداسپور تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ سے استسقاء کی شکایت کرتا تھا۔ ہر ایک مسہل استعمال کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دوست کی معرفت ایک شیشی مسہل ملائمہ منگا کر استعمال کی۔ ایک ہی دفعہ میں قبض دور ہو گئی۔ اور بعد میں بھی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔	نیچر کی مدد
بواسیر	ہیضہ	اسہال و پیچش	نیچر کی مدد
طاعون	زیادتی رطوبات	درد و ورم	ہضم نہ ہونا کھانے کا

کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ کیا آپ کو کوئی بیماری ہے؟ کیا آپ کو کوئی بیماری ہے؟

کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ کیا آپ کو کوئی بیماری ہے؟ کیا آپ کو کوئی بیماری ہے؟

کیا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ کیا آپ کو کوئی بیماری ہے؟ کیا آپ کو کوئی بیماری ہے؟

پیشاب کا جاری ہونا اور دیدہ و مثانہ کی کمزوری	درد گردہ و مثانہ	ضعف باہ	تازہ مسہل
فساد خون و دماغ	سوزاک	ضعف و سستی	جناب سید عبدالحسن صاحب ریٹائرڈ کلرک ریلوے سے ۲۰ مارچ ۱۹۰۹ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ میں ایک عرصہ سے ضعف باہ کی شکایت کرتا تھا۔ ہر ایک مسہل استعمال کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دوست کی معرفت ایک شیشی مسہل ملائمہ منگا کر استعمال کی۔ ایک ہی دفعہ میں قبض دور ہو گئی۔ اور بعد میں بھی کبھی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔
پیشاب کی تکلیف کھجلی سوزش و درد کا دور	مستورات کے امراض کی خصوصی	عام کمزوری بدہضمی	نیچر کی مدد

پھر تھوڑی دیر کے بعد ارتفاع لیتا رہے جب تک بڑھتا جاوے اور جب کم ہونے لگے تو اسکے پیشتر جو ارتفاع لیا تھا وہی غایۃ الارتفاع ہے۔ پھر مشرق کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اگر سایہ بائیں جانب پڑے تو آفتاب نصف النہار میں سمت الراس سے جنوب کی طرف ہے اور اگر داہنی طرف پڑے تو آفتاب نصف النہار میں سمت الراس سے شمال کی طرف ہے۔

اگر عرض البلد اور میل آفتاب دونوں ایک جہت میں ہوں یعنے دونوں شمالی ہوں یا دونوں جنوبی۔ تو میل درجہ آفتاب کو عرض بلد پر زیادہ کرو اور یہ مجموع ۹۰ درجہ یا اس سے کم ہو تو وہی غایت ارتفاع ہے اور اگر ۹۰ درجہ سے زیادہ ہو جاوے تو ۱۸۰ سے گھٹا دو باقی غایۃ الارتفاع ہے۔ اور اگر ایک جہت میں نہ ہوں تو میل درجہ آفتاب کو تمام عرض بلد سے گھٹا دو باقی غایت ارتفاع ہے۔

بعبارت دیگر

تمام عرض بلد۔ بعد کوکب جانب قطب خفی } = غایۃ الارتفاع
تمام عرض بلد۔ بعد کوکب جانب قطب ظاہر }

اور اگر مجموع ۹۰ سے زاید ہو تو جس کا تکملہ غایت ارتفاع ہے۔
تکملہ کسی قوس یا زاویہ کا اس کا تفاوت ہے نصف دور سے۔

دائرۂ میل وہ دائرہ جو معدل النہار کے کسی نقطہ اور قطبین میں گذرتا ہے ایسے بیشمار دائرہ فرض کئے جا سکتے ہیں کیونکہ معدل النہار کے کسی نقطہ میں ایسا دائرہ گذر سکتا ہے اس دائرہ پر کسی سیارہ کا بعد معدل النہار سے ناپا جاتا ہے۔ معدل النہار کا بعد منطقۃ البروج سے زیادہ سے زیادہ ۲۳ درجہ ۲۷ قہ ہے چونکہ آفتاب منطقۃ البروج سے کبھی نہیں ہٹتا اسلئے غایت بعد آفتاب ۲۳ ۲۷ قہ سے زائد نہیں ہو سکتا اسکو میل کلی کہتے ہیں۔

دائرۂ عرض جو دائرہ منطقۃ البروج کے قطبین اور منطقۃ البروج کے کسی نقطہ اور معدل النہار

کے نقطہ محاذی پر گذرتا ہو۔ دائرہ عرض کی قوس جو منطقہ اور معدل النہار کا مابین ہو اُسکو میل ثانی کہتے ہین۔

میل اول معلوم کرنے کیلئے۔ اگر غایت ارتفاع بذریعہ ربع مجیب کے یا اور کسی طریقہ سے معلوم ہو اور تمام عرض بلد بھی معلوم ہو تو دونون کا تفاوت میل ہے اگر غایت ارتفاع سمت الراس سے جنوب کی طرف ہو اور اگر سمت الراس سے شمال کی طرف ہو تو تمام عرض بلد اور غایت ارتفاع کے مجموع کو ۱۸۰ درجہ سے گھٹا دین باقی میل اول ہے اور اگر ربع مجیب سے میل کو معلوم کرنا چاہو تو قوس ارتفاع کو بعینہ منطقۃ البروج فرض کرو اور اول قوس کو راس الحمل کہو اور ۳۰ درجہ تک برج حمل پھر ثور پھر جوزا۔ جوزا آخر قوس پر ختم ہوا اُسی نقطہ کو راس السرطان اعتبار کرکے اول قوس کی طرف چلو۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ سنبلہ کا تیسرا ان درجہ اول قوس پہنچے پھر اس نقطہ کو راس المیزان سمجھو اور آخر قوس تک میزان عقرب۔ قوس۔ آخر قوس ارتفاع پر برج قوس کا تیسواں درجہ ہوا پھر اوسی کو راس الجدی مان کے اول قوس کی طرف چلو۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔ حوت کا تیسواں درجہ اول قوس پر تمام ہوتا ہے۔

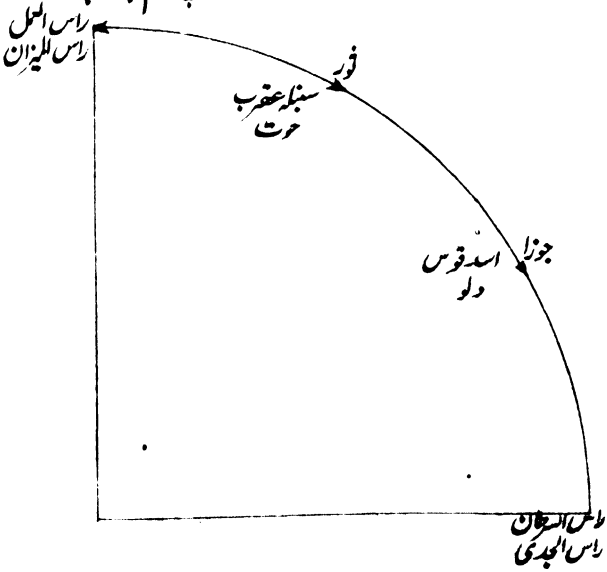

حمل۔ ثور۔ جوزا کے درجے اول قوس کی جانب سے شروع اور آخر قوس کیجانب تمام ہوتے ہین سرطان۔ اسد۔ سنبلہ کے درجے آخر قوس کی جانب سے آغاز اور اول قوس کیجانب سے ختم ہوتے ہین۔

میزان۔ عقرب۔ قوس۔ مثل۔ حمل۔ ثور۔ جوزا کے اول قوس سے آخر قوس کی طرف۔

جدی۔ دلو۔ حوت مثل سرطان۔ اسد۔ سنبلہ کے آخر قوس سے اول قوس کی طرف۔

ربع مجیب مین دائرہ میل شمس قطب سے ۹۰ اجزاے قطر کی دور تک کھینچا ہوا ہے۔ جب درجہ منطقۃ البروج کا میل معلوم کرنا ہو تو خیط کو اُس درجہ پر رکھو اور مری کو دائرہ المیل اور خیط کے تقاطع پر پھر مری سے قوس کی طرف چلو جیب التمام کے موازی جو درجہ اول قوس سے ملے وہی میل ہے۔ مثلاً۔

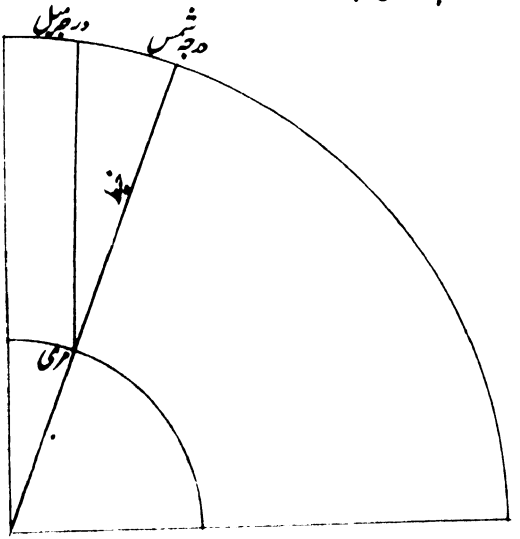

اور اگر دائرۂ میل نہ کھنچا ہوا ہو تو مری کو ۹۰ اجزاے قطری پر عقد کر کے خیط کو درجہ شمس پر رکھو اور مری سے قوس کی طرف جیب التمام کے موازی چلے آؤ۔ اول قوس سے

میل ہے۔ بعینہ اسی طرح آخر قوس سے بھی میل کو معلوم کرسکتے ہین۔

بطریق حساب - درجہ شمس کو نقطہ اعتدال ا قرب سے لیکے قوس کو منقح کرین اور اُسکی جیب معلوم کرین اس جیب کو دو چند کرکے اس کو پانچ پر تقسیم کرین حاصل عمل اول کی جیب سے اسکی قوس دریافت کرلین۔ خواہ ربع سے خواہ جدول الجیوب سے۔

عمل ثانی - میل اول درجہ مفروض معلوم کرین اور وہان سے مبسوط مین در آئین اور ۵ درجہ اول جیب التمام سے لیکے منکوس مین چلین اور تقاطع جدول پر خیط کو رکھین جس درجہ پر کہ خیط واقع ہو اول قوس سے وہی میل ثانی ہے۔

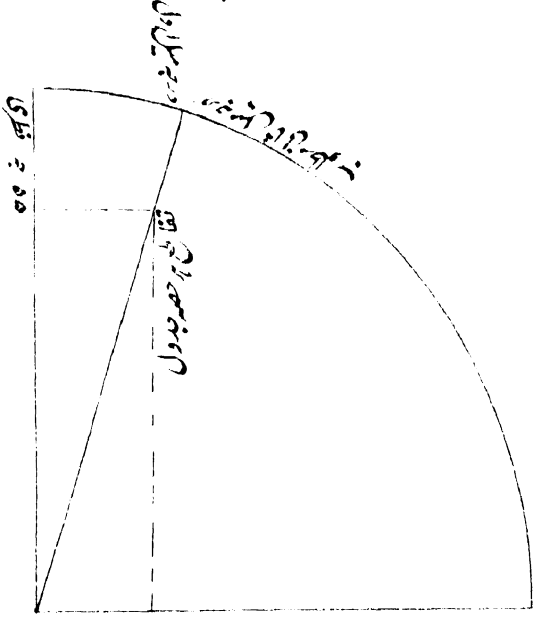

بطریق حساب ظل میل کلی : ظل میل مطلوب = جیب اعظم : جیب جزو مفروض جیب جزو مفروض کو ۱۰ مین ضرب دیکے ۲۳ پر تقسیم کرین خارج قسمت ظل میل ثانی مطلوب ہے۔

درجہ شمس - اگر غایت ارتفاع سے میل شمس معلوم ہوگیا ہو اور چاہتے ہو کہ درجہ شمس

معلوم کرو۔ خیط کو مقدار میل کلی پر رکھ کے (اول قوس سے) اور ارتفاع معلوم کو اول قوس سے لین اور مبسوط مین چلین اور تقاطع پر مری رکھین پھر خیط کو اٹھا کے سمتی پر رکھین اور وہی سے مبسوط مین ہو کے قوس پر آئین اول قوس سے درجہ شمس ہے۔

بس اگر میل شمس شمالی متزاید ہو تو شمس ربع سمتی مین ہے اور اگر شمالی متناقص ہو تو ربع صیفی مین۔ اور اگر جنوبی متزاید ہو تو شمس ربع خریفی مین ہے۔ اور اگر جنوبی متناقص تو ربع شتوی مین۔

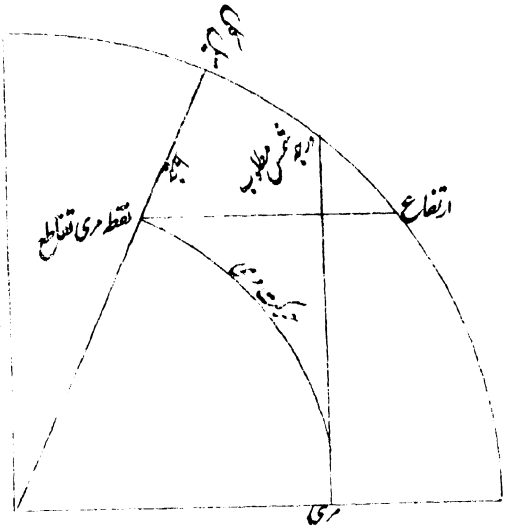

دوسرا طریقہ۔ میل کو اول ربع سے لین اور مبسوط مین در آئین جہان کہین جدول مبسوط قوس میل سے تقاطع کرے خیط کو وہان رکھین جس درجہ پر کہ خیط واقع ہو اول ربع سے شمار کرین درجہ شمس معلوم ہو جائیگا۔

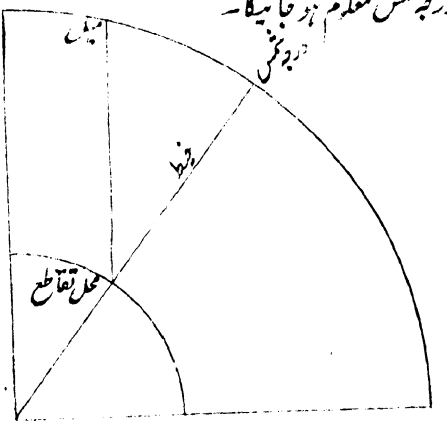

یہ طریقہ نہایت سہل اور واضح ہے۔

عرض البلد - یعنی دوری شہر کی خط استوا سے اور وہ بعینہ بعد معدل النہار کا ہے اُس شہر کے سمت الراس سے یا ارتفاع قطب کا ہے افق سے۔ عرض بلد معلوم کرنے کے لئے غایت ارتفاع کو رصد سے معلوم کریں اگر آفتاب عدیم المیل ہو یعنی اعتدالین میں سے کسی میں ہو تو اُس کا غایت ارتفاع تمام عرض البلد ہے ورنہ بعد کوکب یا میل شمس میں غایت ارتفاع کو جمع کریں اگر آفتاب یا کوکب جنوبی ہو یا بعد کوکب کو غایت ارتفاع سے تفریق کریں اگر آفتاب یا کوکب شمالی ہو صورت اول میں مجموع اور صورت دوم میں تفاضل تمام عرض البلد ہے۔

مساوات - غایت ارتفاع + بعد کوکب جانب قطب خفی = تمام عرض البلد

غایت ارتفاع - بعد کوکب جانب قطب ظاہر = تمام عرض البلد

صورت اول میں اگر مجموع ۹۰ سے زائد ہو تو ۹۰ کو اسمیں سے گھٹا دیں باقی عرض البلد ہے۔

معلوم رہے کہ غایت ارتفاع کی جہتہ کو سمت الراس سے شمار کرتے ہیں۔ جب غایت ارتفاع ۹۰ درجہ ہو تو میل آفتاب بغیر عرض البلد ہے۔

جس شہر میں سایہ آفتاب کا سمت الراس سے شمال کی طرف جائے اس شہر کا عرض البلد میل کلی سے کم ہے۔ ایسے شہر کو ذات ظلین کہتے ہیں (دو سایون والا شہر) کیونکہ جب غایت ارتفاع شمالی ہو تو سایہ بائیں طرف ہوگا اور جب جنوبی ہو تو داہنی طرف ایسے شہر میں آفتاب دو مرتبہ سمت الراس پر گذرتا ہے۔ بخلاف ایسے شہر کے جس کا عرض البلد میل کلی سے زیادہ ہو۔ ایسے شہر کو ذات ظل واحد کہتے ہیں کیونکہ سایہ آفتاب کا ہمیشہ بائیں طرف رہتا ہے۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا اُن شہروں کے بارے میں ہے جو خط استوا کے شمال میں واقع ہوں اور جو بلاد خط استوا کے جنوب میں ہیں

اُنکا حکم اسکے برعکس ہے۔

عرض البلد کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی کوکب ابدی الظہور کا غایت ادبار ارتفاع اور غایت انخفاض معلوم کرکے دونون کا اوسط لین وہی عرض البلد ہے۔

کوکب ابدی الظہور اُن ستارون کو کہتے ہین جو کسی افق مفروض مین کبھی غروب نہین ہوتے یعنی وہ ستارے جنکا بعد قطب ظاہر کے عرض البلد سے کمتر ہو۔ اور بمقابلہ اُنکے کوکب ابدی الخفا یعنے وہ کوکب جنکا بعد قطب خفی کی جانب عرض البلد سے زائد ہو۔

مدارات شمس وکواکب تمام نقاط آسمانی معدل النہار کے ساتھ حرکت کرتے ہوے نظر آتے ہین۔ روزانہ حرکت کا سبب حرکت ارض ہو یا حرکت سماء حسابی امور مین کوئی فرق نہین آتا۔ چونکہ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان ہی حرکت کرتا ہے۔ اسے حرکت مرئی کے اعتبار سے تمام بول چال مین خواہ کسی زبان مین کیون نہ ہو یہی کہا جاتا ہے کہ آفتاب ماہتاب یا ستارہ طالع ہوا افق سے اونچا ہوا سر پر پہونچ گیا پھر نیچا ہونے لگا ڈوب گیا غروب ہوگیا۔ غرضکہ عام بول چال مین آسمان ہی کی حرکت اعتبار کی گئی ہے آسمان کے کسی نقطہ کے دورہ کرنے سے ایک دائرہ معدل النہار کے موازی پیدا ہوتا ہے۔ اس دائرہ کو اُس نقطہ کا (یا اگر اُس نقطہ پر کوئی ستارہ ہو تو اُس کا) مدار کہتے ہین ربع مین کبھی مدارات بنا دیا کرتے ہین لیکن جب ربع مین مدار نہ ہو تو مری کی حرکت سے جو دائرہ پیدا ہوتا ہے وہ مدار ہوتا ہے۔ یعنی اس نقطہ کا مدار جسپر کہ مری عقد کی گئی ہے۔

ربع مجیب کا مرکز بجاے قطب (ہمارے ملکون مین بجاے قطب شمالی) کے ہے اسلئے ربع ارتفاع سے جو قوس لیجائین اُسکا جیب التمام مدار اس نقطہ کا ہے جو قوس ارتفاع پر لیا گیا ہے مثلاً اول قوس سے ۲۰ درجہ کے بعد کا مدار کا نصف قطر ۵۶ درجہ ۲۳ قہ تقریباً۔

اور جو نقطہ یا ستارہ معدل النہار پر ہو اُسکا مدار ربع کے نصف قطر کے برابر ہے۔

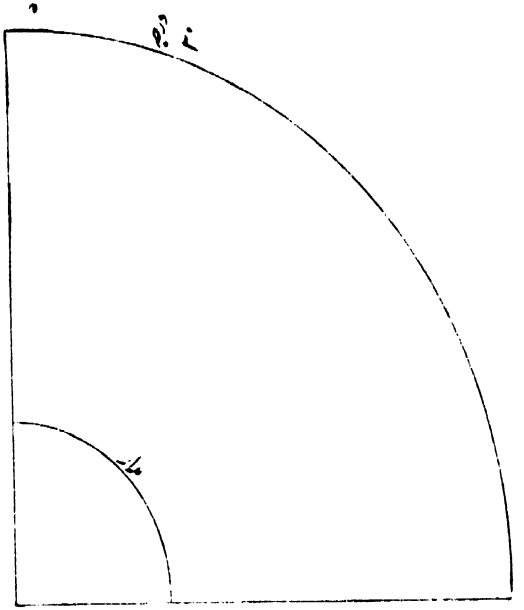

کسی زاویہ یا قوس کا جیب یا ظل یا سہم وغیرہ بقاعدہ تناسب معلوم کرسکتے ہیں یعنی جو نسبت اقاعیل قوس اعظم کو اقاعیل قوس اصغر سے ہو وہی نسبت نصف قطر اعظم کو نصف قطر اصغر سے ہے۔ مثلاً جب ۲۵ درجہ قوس اعظم : جیب ۲۵ درجہ قوس اصغر :: ۶۰ : ۵۶ درجہ ۲۳ قہ۔

سہم قوس اصغر سے سہم قوس اعظم اسی قاعدہ سے معلوم ہو سکتا ہے لیکن چونکہ دائر وغیرہ معلوم کرنے کے لئے اکثر سہم کے دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ربع مجیب سے اُسکے معلوم کرنے کا قاعدہ لکھا جاتا ہے۔

شاو ولیس کمپنی مالکان کانہائے کوئلہ بنگال

ہمارا پتھر کا کوئلہ نہایت اعلیٰ قسم کا ہے تمام ریلوے کمپنیان خرید کرتی ہین۔

اسٹیم کول کارخانون اور ریلوے کیواسطے۔

کوک سخت (ڈھلائی کے کام کے واسطے)

کوک نرم (گھر مین جلانے اور کھانا پکانیکیواسطے)

کوئلہ کا چورہ (اینٹ اور چونے کے بھٹہ کے واسطے)

ہر قسم کا کوئلہ نہایت کفایت سے ملسکتا ہے نرخ طلب کیجئے اور نرخ طلب فرمائیے۔

موٹر کار کیلئے پٹرول (تیل) اس کارخانہ سے بڑھکر سستا اور بکفایت آپکو کہین نہین ملے گا۔

فرمایش بتہ ذیل سے آنی چاہیئے۔

ایجنٹ شاو ولیس کمپنی نمبر ۱۱۳ سول لائنز آگرہ

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین

باٹلیوالا کی بخار کی دوائی یا گرلیان استعمال کیجئے قیمت عہ پیشہ کیلئے باٹلیوالا کا کارل بہترین دوا ہے قیمت عہ

باٹلیوالا کا خضاب جسمین نئے اضافے ہوئے ہین۔

بھورے بالون کو اپنی قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت ۴ھ

باٹلیوالا کی مقوی گرلیان اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتا ہے قیمت عہ

باٹلیوالا کا سفوف دندان دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے۔ ایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ۴ھ

باٹلیوالا کا کیڑونکا مرہم ایک دن مین اچھا کر دیتا ہے قیمت ۴ھ

یہ ادویہ ہر جگہ ملتی ہین اور مشہر سے بھی ملسکتی ہین۔

ڈاکٹر ایچ ایل باٹلیوالا وارلی ایٹ لا بیرسٹری دادار بھی۔

تاریخ تمدن

بکل کی ہسٹری آف سویلزیشن کے ایک حصہ کا ترجمہ۔ حسب فرمایش انجمن ترقی اردو۔ مرحوم منشی محمد احمد علی۔ بی اے۔ ایل ایل بی کی اعلیٰ قابلیت کا نمونہ۔

اعلیٰ قسم کے کاغذ پر اور مجلد نسخہ کی قیمت عہ

ادسط درجہ " " " ۴ھ

" غیر مجلد " عہ

محصول ڈاک خریدار

شاہ محمد خان کمیشن ایجنٹ امین آباد لکھنؤ

یا

دفتر رسالہ الناظر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

رجسٹری شدہ

ڈاکٹر لالور

نشان تجارت

فاسفو ڈائن کا

دماغی کمزوری فالج لکوا بی۔ ڈراؤنے خواب دیکھنا۔ قویٰ کا قبل از وقت انحطاط اور نظام جسمانی کی وہ تمام پیدائشی اور عوارض جو قوت نامریہ کے کم ہو جانے سے لاحق ہوں۔ ان امراض کے بے ضرر اور قلیل اعتماد علاج ہیں

اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم رکھی ہے۔

اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہے عصبی اور دماغی قوتوں میں زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے اعضا میں عادت کے بالکل خلاف قوت اور شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے اضمحلال جاتا رہتا ہے چہرہ پر تازگی اور سرخی آجاتی ہے نبض قوی ہو جاتا ہے ہیضہ آنے لگتی ہے اور قوت بخش

خبردار

ہوتی ہے چہرہ بھر جاتا ہے لب سرخ آنکھیں روشن اور جلد

"فاسفو ڈائن" کا نام فاسفورس کے مطابق محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اسلئے اسکی نقل بنانے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعضائے اس مرکب سے یا کسی بھی حیثیت سے فروخت کرنیوالوں سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی۔ ہر قسم تعفن پذیر کیسا عظیم اثر کرتی ہے۔ عصبی کمزوری تمام کی فخریہ ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء میں اعلیٰ سند ملی تھی دنیا کے تمام حصوں کے

اور اسی ذیل کی دوسری بیماریوں میں فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تخلیق حیرت انگیز سرعت سے دور ہو جاتے ہیں۔

بافندوں اور فن طبابت کے اعلیٰ ماہروں کی ہزاروں مستند شہادتوں سے یہ عالمگیر فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا میں فاسفو ڈائن کی دوا سے مرکب ایسی فاسفورس کی تعدیلی نہیں ہوئی۔

ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) پے، (کلان) پے، فروخت کرتے ہیں۔

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفو ڈائن لیبوریٹری" دافع ہیمپ اسٹیڈ۔ لنڈن انگلستان

مین بنایا جاتا ہے۔

مفید عام پریس واقع ارادت نگر متصل ڈالی گنج لکھنؤ مین باہتمام محمد علی طبع ہوا

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

النظر

نمبر ۱۰ | یکم اپریل سنہ ۱۹۱۰ء | قیمت سالانہ للہ

فہرست مضامین

صفحہ

الکلام مولفہ مولانا شبلی پر تنقیدی نظر (نمبر ۲)	"مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز"	۱
لسان العاقل و رار قلبہ و قلب الاحمق و را لسانہ (نظم)	مرزا محمد بہادر یاور	۲۵
مرآۃ الاذہان سکالہ (۳)	پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے	۲۶
اندھی دنیا (نظم)	منشی افتخار علی جگر	۳۱
زبان اردو کی بیکسی اور بے وارثی (۲)	منشی احسان علی فصیح	۳۳
غزلیات	سید انتظام علی۔ علی منشی دیانت حسین صدیق۔ فہمی بنت نذر الباقر	۴۱
آل انڈیا محمڈن لیڈیز کانفرس		۴۳
لیڈیز کانفرس	ا۔ ع شاغر لکھنوی	۴۶
عورتوں میں تعلیم (نظم)	منشی احمد علی شوق۔ قدوائی	۵۲
تندرستی	ناظرہ	۵۲
نظرے خوش گذرے	ایڈیٹر	۵۷
ربع مجیب	پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے	۲۵/۳۲

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی ظفر الملک علوی

پروپرائٹر (مالک) جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر۔ فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

فی پرچہ

اطلاع۔ جن صاحب کو پرچہ مہینہ کی ابتدا دن یا بیچ مہینہ سے درکار ہو پندرہ دن پیشتر اطلاع دیا کریں۔ ظفر الملک علوی

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہیے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی میں شامل ہوتی رہتی ہے۔ اسلیئے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کے لیے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ میں سٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد میں درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق سود کمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز

حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

مثل مشہور ہے "ایک نور آدمی ہزار نور کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراس اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت ۱۹۰۶ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے مرد فرمایش کی دیر ہے جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ۔ زنانہ۔ ولایتی یا ہندوستانی کسی طرز فیشن۔ یا وضع کی ہم نہایت کفایت اور خوبی کے ساتھ تیار کر دینگے آزمایش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ پیایش کا فارم اور کپڑوں کے نمونے طلب فرمائیے۔

قطب الدین بینک پروپرائیٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق — سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونوا گرافونو کمپنی لمیٹڈ۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

ہاتھی فون گرامو فون ساگران اوڈین بیکا چیمبر آپرا

کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے میں

لوکل اور بیرونجات کے خریداروں کی آسانی کیلئے خوش گلو یونکے تین ہزار دو سو مختلف گانوں میں سے بہترین ریکارڈوں کا منتخب کیا لکھنؤ میں صرف ایک ہی مرکز ہے جہاں ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ مل سکتے ہیں ہر ساخت کی مشینوں اور ریکارڈوں کا موازنہ اور جانچ اسی مقام پر آزادانہ ہو سکتا ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی ترقی میں نہایت تیزی سے مصروف ہیں اور ہر سال کچھ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی خریدنے سے پہلے ہماری دوکان کی نمائش گاہ میں تشریف لاکر ہمارے مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید اشائل کی مشین اور رنگ برنگ کے خوشنما اظہار سامان لاحظہ فرمائیے ضروری سامان متعلقہ ٹاکنگ مشین یا فونوگرام بیاجا نو۔ سٹیل ٹرنگ گیس لائٹ لمپ کوش کیس جاپانی منی بیگ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہیں۔

مینیجر دی فونوا گرافونو کمپنی

فرمایش کیونت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جائے۔

مفید عام پریس لکھنؤ سے ہر طرح کی چھپائی اردو فارسی اور دوسری زبانوں کی جلد اور خوبصورت ہوتی ہے علاوہ کتابوں کے ہر قسم کا چھپائی کا کام بہت کم اجرت پر کیا جاتا ہے

یہ سب دوائین فقیرون کے مجربات ہین

بلا خلق اللہ کو نفع پہونچانا مقصود ہے

دواخانہ مجربات جڑی بوٹی کی

اس دواخانہ کا مقصود دوا فروشی نہین

اوویہ اپنے سریع الاثر اور کثیر المنفعت ہونیکی وجہ سے ہر حصہ ملک مین مشہور ہین

عرق ممیرہ - امراض چشم کے واسطے اکسیر الخاصیت - دافع نزول ماء - جاذب رطوبات جالی - مقوی بصر - ہر طرح کی شکایات متعلقہ بصارت کا قطعی علاج اور ہر عمر کے آدمی کو یکسان مفید ہے - حالت صحت مین بھی اسکا استعمال بیحد فائدہ دیتا ہے - قیمت فی تولہ عدد

سفوف سامری - مقوی معدہ واعصاب و دماغ و مولد خون صالح ہے - مثانہ اور گردہ کی بیماریون مین مفید ثابت ہوا ہے - اور سرفہ کہنہ ضیق النفس اور اختلاج قلب کا دافع (خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک) قیمت فی تولہ للعہ

حبوب بخار - تپ فصلی کے واسطے اکسیر کا کام کرتی ہین - بخار کی حالت مین بھی استعمال ہوسکتی ہین (خوراک ایک گولی) فی ڈبیہ جسمین ۱۲ گولیان ہوتی ہین ۴ر۳۰ گولیان

حبوب تپ کہنہ وسرفہ کہنہ - یہ ایک نہایت بیمثل چیز ہے - مگر اسکے استعمال کیوقت سخت پرہیز کی ضرورت ہے کیسی ہی مزمن تپ ہو گیارہ دنمین اکسیر کا کام کرتی ہے اور ایک عجیب قوت پیدا کردیتی ہے (خوراک ایک گولی) گیارہ گولیان ایک ڈبیہ مین فی ڈبیہ عدد

حبوب نادرہ - بواسیر کو مفید - دافع قبض - مصفی خون - اخلاط فاسد کی دافع چند روز کے استعمال سے بہت فائدہ ہوسکتا ہے - ہیم صاحب کی گولیان اور اس قسم کی سب ادویات کو مات کرتی ہے (ایک گولی سے پانچ گولی تک خوراک ہے) فی ڈبیہ ۳۲ گولیون کی قیمت عدد

روغن حیات - نادر الوجود چیز ہے - دافع قبض - مفرح - مفتح - مقوی معدہ

مقوی گردہ ومثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح - مقوی جگر دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضاے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے - ۳ قطرہ سے ۳ ماشہ تک انتہاے مقدار ہے - قیمت فی تولہ صر

روغن بواسیر - بواسیر خونی وبادی دونون کے حق مین اکسیر ہے پھولے ہوے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائین گے اور مرض دفع ہوجائیگا - قیمت فی تولہ عہ

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہیئے - کان کے تمام امراض - دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے قیمت ایک تولہ عہ دو تولہ عہ تین تولہ عگ پانچ تولہ ہے

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کرکے تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط وکتابت کے ذریعہ سے اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائین گے مرض اُنکا چاہے کیسا ہی سخت اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ارٹکٹ آنے پر روانہ کی جاسکتی ہین -

ترکیب استعمال وپرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصول ڈاک وی پی ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر - جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس و مالک کارخانہ آئس فلاور آینڈ آئل ملز - لکھنؤ -

جملہ فرمائشات - منیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین -

النظر

نمبر ۱۰ یکم اپریل سنہ ۱۹۱۰ء

الکلام

مولفۂ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر دوم

فطرت انسانی اور حاسۂ مذہب

حامیان و مخالفین مذہب کے درمیان ایک مابہ النزاع مسئلہ مذہب کا فطری ہونا ہے۔ اول الذکر گروہ کا خیال ہے کہ مذہب انسان کی فطرت و خمیر میں داخل ہے اور کوئی شخص یا فرقہ قطعاً لا مذہب نہیں ہو سکتا۔ منکرین مذہب کا دعویٰ ہے کہ حاسۂ مذہب فطری نہیں۔ بلکہ محض بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر ہے۔ علامہ شبلی جو اول الذکر جماعت کے مسلمہ وکیل ہیں اس معرکہ میں کیونکر اپنے فریق کا ساتھ چھوڑ سکتے تھے؟ فرید وجدی کی

تقلید مین انھون نے بھی "انسان اور ایمان" کے تعلقات پر بحث کی ہے اور الکلام مین ایک مستقل باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ "مذہب انسان کی فطرت مین داخل ہے" (صفحات ۱۰ - ۱۲ کتاب مذکور) لیکن حقیقت یہ ہے کہ انکی تصنیف کا یہ حصہ جسقدر خلاف واقعہ اور مغالطہ آمیز ہے - اسکی نظیر خود الکلام کے دوسرے مقامات مین بھی نہین ملتی - ذیل مین ہم مولانا کے خیالات کو اُن ہی کے الفاظ مین درج کرتے ہین :-

مذہب کے فطری ہونے کی پہلی دلیل ..... "بیرونی دشمنون اور مخالفون سے زیادہ سخت اور زیادہ خطرناک گروہ دشمنون کا ایک اور ہے جو خود انسان کے اندر موجود ہے اور جس سے اسکو ہمیشہ سخت مورچہ اسائیان رہتی ہین (مثلاً) طمع ..... کینہ پروری .... جاہ طلبی ..... خواہش نفس ان دشمنون سے بچانے کیلئے ایک حد تک عقل کام دیتی ہے " وہ بتاتی ہے کہ اگر تم کسی کی آبرو کا قصد کروگے تو وہ بھی کریگا - تم کسی کو برباد کرنا چاہوگے وہ بھی چاہیگا - تم دوسرون کی عزت نہ کروگے - وہ بھی نہ کرینگے لیکن اول تو ایسی پیش ہین عقل خاص خاص تعلیم یافتہ اشخاص مین ہو سکتی ہے اسکے علاوہ بہت سے ایسے مواقع پیش آتے ہین جہان اس قسم کے انتقام کا مطلق اندیشہ نہین ہوتا - حکومت کا خوف جاسوس کا ڈر بدنامی کا احتمال انتقام کا خطرہ ان مین سے ایک چیز بھی نہین ہوتی - ان موقعون پر عقل اُن پر زور مخالفون کا مقابلہ نہین کر سکتی بلکہ ایک دوسری قوت ہے جو سینہ سپر ہوتی ہے اور انسان کو ان دشمنون کے حملہ سے بچاتی ہے - اس قوت کا نام وجدان کانشنس یا حاسۂ اخلاقی ہے اور یہی چیز مذہب کی بنیاد ہے - یہ قوت انسان کی اصل فطرت مین داخل ہے عالم و جاہل رذیل و شریف شاہ و گدا افریقہ کا وحشی اور یورپ کا تعلیم یافتہ سب اسمین برابر کے حصہ دار ہین " (صفحہ ۱۰ - ۱۱)

دوسری دلیل - دنیا مین اور انسانی کے خاص خاص مختصات یعنی زبان ملک قوم صورت رنگ کو حذف کرتے جاؤ تو جو چیزین قدر مشترک رہ جائینگی - ان مین ایک مذہب بھی ہوگا

اور یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ مذہب فطری چیز ہے۔ جن چیزون کو ہم انسان کی فطرت خیال کرتے ہین۔ مثلاً اولاد کی محبت ..... ان کے فطری ہونے کی یہی وجہ قرار دیتے ہین کہ تمام دنیا کے آدمیون مین مشترک پائی جاتی ہین۔ اس بنا پر جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ دنیا مین ہر قوم ہر نسل ہر طبقہ کوئی نہ کوئی مذہب ضرور رکھتا ہے تو صاف ثابت ہوتا ہے کہ مذہب فطری چیز ہے اس سے بڑھکر یہ کہ مذہب کے جو مقدم اصول ہین وہ تمام مذاہب مین یکسان پائے جاتے ہین۔ خدا کا وجود اسکی پرستش کا خیال حیات بعد الموت جزا سزا۔ رحم دلی ہمدردی عفت کا اچھا سمجھنا۔ جھوٹ دغا زنا چوری کو برا جاننا دنیا کے تمام مذہبون کا اصل اصول ہے ..... جو باتین شرط زندگی و مدار حیات ہین تمام افراد انسانی مین یکسان عطا کی گئی ہین (مثلاً کھانا پینا چلنا پھرنا سونا جاگنا) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مذہب کا اسقدر حصہ جو دنیا کی تمام قومون مین مشترک ہے لازمہ انسانی تھا اور اس وجہ سے قدرت نے تمام قومون کو یکسان عطا کیا۔ ارسطو دہنتھم بہت سے دلائل کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ سچائی دیانت دری عفت علم اچھی چیزین ہین لیکن افریقہ کا ایک وحشی بغیر تعلیم و بغیر کسی دلیل کے خود بخود ان چیزون کو اچھا سمجھتا ہے" (صفحہ ۲۰)

پھر آگے چلکر اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب دعوی کیا ہے کہ خدائے واحد کا اعتراف انسان کی فطرت مین داخل ہے اور اسکی تائید مین یون استدلال کیا ہے۔

"علم الانسان کے ماہرون نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ انسان جب بالکل فطری حالت مین تھا یعنی علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی کا بالکل وجود نہین ہوا تھا اُسوقت اُسنے سب سے پہلے اصنام کی پرستش کی تھی یا خدا کی؟ مابعد کے سوا تمام محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی۔ مشہور محقق میکس مولر اپنی کتاب مین لکھتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے خدا کے آگے اُسوقت سر جھکایا تھا جب وہ خدا کا نام بھی نہ رکھ سکتے تھے" (مجھمانی خدا دت) اس حالت کے بعد اسطرح پیدا

ہوئے کہ فطرت اصلی مثالی صورت کے پردہ مین چھپ گئی - یہی وجہ ہے کہ جس زمانہ سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے دنیا کے ہر حصہ مین خدا کا وجود تھا" (صفحہ ۳۵ - الکلام)

اقتباسات بالا کی بنا پر یہان حسب ذیل سوالات تنقیح طلب پیدا ہوتے ہین:-

کیا واقعی انسان مین کوئی حاسۂ اخلاقی پایا جاتا ہی جو فطری ہے ؟

کیا یہ صحیح ہے کہ دنیا کی تمام اقوام بلا استثنا مذہب کی پیرو ہین ؟

کیا درحقیقت علم الانسان نے فیصلہ کر دیا ہے کہ نوع انسان نے ابتدائی حالت مین بجاے بتون کے خدا کی پرستش کی تھی ؟

پہلی بحث - انسان کے ضمیر مین ایک حاسۂ اخلاقی یا کانشنس کے فطری ہونے کا دعوی صرف ہمارے علامہ ہی نے نہین کیا ہے بلکہ یورپ کے فلسفیون کا ایک گروہ بھی جو انچوئیشنلسٹ اسکول (Intuitionalists) کا متبع کہلاتا ہے (اور جسمین ڈیکارٹ - لیبنز - سپنوزا - کلارک وغیرہ شامل ہین) اُنکا ہمزبان ہے لیکن ناظرین کو ان پر عظمت نامون سے مرعوب نہ ہوجانا چاہیئے - بلکہ غور کرنا چاہیئے کہ کیا ان کے پیش کردہ دلائل کافی وزن رکھتے ہین اس جماعت کے اراکین کانشنس کے فطری ہونے پر حسب ذیل استدلالات قائم کرتے ہین -

(الف) حواس خمسۂ ظاہری جو فطری ہین عقل و فکر کی وساطت کے بغیر اپنے فرائض انجام دیتے ہین مثلاً ہماری آنکھون کے سامنے جو چیز آتی ہے ہم بلا تامل اسکا رنگ بتا دیتے ہین - ہم اپنے ہاتھون سے جس شے کو چھوتے ہین - اسکی سردی گرمی یا سختی و نرمی کو بلا توقف محسوس کر لیتے ہین - ہم اپنی زبان پر جس چیز کو رکھتے ہین بغیر وقفہ کے اسکے ذائقہ کا فیصلہ کر لیتے ہین بالکل اسی طرح سے جب کسی فعل کا ہمارے سامنے ذکر کیا جاتا ہے تو ہم فوراً بغیر توقف و تامل کے اسکے اچھے یا بُرے ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہین - فیاضی ایمان داری ایثار نفس کے واقعات سنتے ہی ہماری زبان سے

تحسین کے الفاظ نکل جاتے ہین اور چوری بے ایمانی قتل کے حالات سننے کے ساتھ ہی ہمارے دل مین ناپسندیدگی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہین۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مثل حواس ظاہری کے ایک حاسۂ باطنی بھی فطری ہے جو عقل کے توسط کے بغیر افعال کے ممدوح و مذموم ہونے کا فیصلہ کرتا ہے۔

(ب) جو حاسات کہ تمام نوع انسان مین مشترک ہین وہ فطری کہے جاتے ہین اور حاسۂ اخلاقی بھی تمام عالم مین یکسان طور سے پایا جاتا ہے اسلئے وہ بھی فطری ہے۔

(ج) ایسے مواقع پر جہان کہ بدنامی و انتقام کا مطلق اندیشہ نہین ہوتا اور جبکہ ارتکاب جرائم سے باز رہنے کی صلاح عقل بھی نہین دیتی اسوقت ایک خاص باطنی قوت راہ راست کی ہدایت کرتی ہے اور چونکہ یہ قوت خارجی قوتون سے مختلف ہوتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فطری ہے۔

ان ہی استدلالات کی بنا پر مذہبی جماعت انسان اور مذہب کو لازم و ملزوم قرار دیتی ہے چنانچہ بعض ارباقلم نے اصول منطق کو پس پشت ڈال کر انسان و حیوان کے درمیان صرف مذہب کو مابہ الامتیاز (جسکو اصطلاح مین فصل کہتے ہین) تسلیم کیا ہے اور انسان کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک مذہبی حیوان ہے۔ لیکن ان دلائل کو مشاہدہ کے معیار پر جانچو اور دیکھو کہ میزان واقعیت مین ان کا کیا وزن ہے۔

(الف) پہلی دلیل پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ کسی امر کے متعلق فی الفور فیصلہ کر دینا محض فطری قوت پر منحصر نہین بلکہ بعینہ یہی نتیجہ مشق و تجربہ سے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک کہنہ مشق و تجربہ کار قانون دان مقدمہ کی روئداد سننے کی ساتھ ہی اسکے متعلق قطعی رائے قائم کر لیتا ہے ایک آزمودہ کار جنگ آزما فوج کی ترتیب وصف بندی وغیرہ پر نظر ڈالتے ہی نتیجہ جنگ کے نسبت پیشینگوئی کر دیتا ہے۔ علم ریاضی و ہندسہ کا ماہر جامٹری کی شکل پر نگاہ ڈالنے کے ساتھ ہی اسکے ثبوت کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کر دیتا ہے لیکن کیا ان سب باتون کا

یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ مقنن سپہ سالار اور مہندس کی یہ قوتین مشق و تجربہ کا نتیجہ نہین بلکہ فطری ہین؟ بالکل یہی حال ہمارے حاسۂ اخلاقی کا ہے۔ ہم جب کسی اخلاقی جرم کا ذکر سنتے ہی اسکو مذموم کہہ اُٹھتے ہین تو اسکی وجہ صرف یہی ہوتی ہے کہ ایام طفولیت سے اُسکی بُرائی ہمارے ذہن نشین ہوگئی ہے اور یہی متواتر عادت ہے جواب طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے۔

ہمارے دعویٰ کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ ہم صرف ان ہی افعال کی نسبت کافی الفور اور بلا توقف فیصلہ کرسکتے ہین جو روزمرہ پیش آیا کرتے ہین اور جنکے متعلق ہماری گردوپیش کی سوسائٹی رائے قائم کرچکی ہے۔ مثلاً چوری زناکاری قتل وغیرہ لیکن اگر کسی ایسے واقعہ کا ذکر کیا جاے جس سے ہمارے کان ناآشنا ہون یا جو کسی قدر پیچیدہ ہو اور جس مین مدح و ذم کے مدارج تقریباً مساوی ہون تو ہم ایسے افعال کی نسبت کوئی فیصلہ ایک لحظہ مین نہین کرسکتے بلکہ ایک مدت درکار ہوتی ہے اور عقل سے مشورہ لیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاقی فیصلہ کی کوئی قوت فطری نہین ہوتی ہے بلکہ یہ نتیجہ ہے ابتدائی تعلیم و تربیت اور روزانہ مشق کا۔

اس خیال کی تائید ایک دوسرے طریقہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک بچہ اپنی پیدایش کے ساتھ ہی ایک بالکل تنہائی کے مقام پر لاکر رکھا گیا اور اسکا نشوونما ایسے مقام پر ہوا جہان نہ اسکو دنیا کے حالات کا تجربہ ہوسکتا تھا۔ اور نہ اُس پر کسی قسم کا سوسائٹی کا اثر پڑسکتا تھا۔ اسکے جوان ہونے پر کوئی شخص اوس سے نکاح اور زناکاری کے واقعات بیان کرتا ہے۔ لیکن وہ خاموش ہے۔ وہ دونون افعال مین سے کسی کے مذموم ہونے کے متعلق اپنی رائے ہرگز فوراً نہین قائم کرسکتا۔ حالانکہ اگر حاسہ اخلاقی فطری ہے تو اسکو فوراً فیصلہ کردینا چاہیئے تھا۔

(ب) اس استدلال کا کبریٰ بھی اگرچہ محتاج ترمیم ہے لیکن صغریٰ تو اسقدر غلط اور خلاف واقعہ ہے کہ خود حامیان کانشنس کو بھی اب بادلِ ناخواستہ اس دعویٰ سے دست بردار

ہونا پڑا ہے - ایک گروہ کا کانشنس ذبح حیوانات کے نام سے لرز جاتا ہے لیکن دوسرا گروہ اپنے سچے اعتقاد کے مطابق ان کی قربانی کو اپنی نجات کا وسیلہ سمجھتا ہے - ایک جماعت کے نزدیک ایک عورت کے سوا دوسری عورت سے نکاح کرنا تمام اصول اخلاق کے منافی ہے ! لیکن دوسرے فرقہ کی راے مین تعدد ازدواج کا مسئلہ دنیا دی مصالح کی بنا پر مناسب وضروری ہے ایک تیسرا طبقہ ایسا بھی موجود ہے جسکے قانون اخلاق مین سرے سے نکاح کی دفعہ ہی غائب ہے وہ ہر مرد کو اجازت دیتا ہے کہ جسقدر عورتون سے چاہے لذت شہوانی حاصل کرے اکثر قومون کے نزدیک چوری اور قتل بدترین جرایم ہین لیکن ایسی جماعتون کی مثالین بھی موجود ہین جنکا کانشنس اُنکو ان جرائم پر بالکل ملامت نہین کرتا - خود ہمارے ہندوستان مین ایک صدی کا عرصہ ہوا ٹھگون کی جماعت موجود تھی جو اپنے عقیدہ کے مطابق مسافرون کو دغا وفریب سے ہلاک کرڈالنا فرض مذہبی سمجھتی تھی - اس طرح کی سیکڑون مثالین پیش کیجا سکتی ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختلف قومین ایک دوسرے سے بالکل مختلف بلکہ مخالف ومتضاد اصول پر عمل کرتی ہین اور اپنے اصول کو کانشنس کے موافق خیال کرتی ہین - اس اختلاف سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حاسۂ اخلاقی فطری نہین بلکہ اسلا نشو نما گرد وپیش کے خارجی اسباب کے اثر سے ہوتا ہے -

(ج) اس استدلال کی صحت کا دارومدار اس دعوی پر ہے کہ ارتکاب جرائم کے وقت عالمگیر طور پر ایک باطنی قوت مانع ہوتی ہے - لیکن درحقیقت جس تعمیم کے ساتھ یہ دعوی پیش کیا گیا ہے - اسکی تائید واقعات سے نہین ہوتی - مشاہدہ سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جن لوگون کو ابتدا سے اخلاقی تعلیم دی جاتی ہے اور سوسائٹی جنکو بچپن ہی سے نیکی وبدی کا فرق بتاتی ہے - ان لوگون مین ایک حاسۂ اخلاقی پایا جاتا ہے لیکن جن لوگون کا نشو ونما بغیر اخلاقی تربیت کے اور رندی کی حالت مین ہوتا ہے وہ تمام

عمر علانیہ بدکاریون مین مبتلا رہتے اور کوئی اندرونی تحریک ان کو منع نہین کرتی۔ ایسے بیسیون جرائم پیشہ قبایل موجود ہین جنھون نے بداعمالیون کو اپنا ذریعۂ معاش قرار دے لیا ہے مگر ان کا کانشنس ان کو کبھی سرزنش نہین کرتا اور وہ لوگ کبھی جرایم کو قابل ترک نہین خیال کرتے۔ لارڈ مکالے ہائی لینڈرز (اسکاٹ لینڈ) کے ایک قدیم لوٹیرے سردار کے حالات کے ضمن مین لکھتا ہے:۔

وہ اپنے طاقتور اعزا سے مراسم اتحاد قایم رکھتا تھا اور وہ لوگ بھی اسکے ڈاکو ہونے کی وجہ سے اسکے ساتھ محبت مین کمی نہین کرتے تھے کیونکہ وہ کبھی ان لوگون کو نہین لوٹتا تھا۔ اور یہ خیال کہ ڈاکہ زنی بہ حیثیت ڈاکہ زن کے ایک ذلیل و شرمناک حرکت کبھی جاسکتی ہے کبھی ان لوگون کے دماغ مین آیا ہی نہ تھا۔

تلاش سے ایسی جماعتون کی بہ کثرت مثالین مل سکتی ہین جنھون نے اپنی تمام زندگی کو جرم و عصیان کی نذر کر دیا ہے حالانکہ اگر حاسۂ اخلاق فطری ہے تو اُن کو ہر لحظہ اس سے مقاومت کرنا ہوتی۔ انگلستان کا مشہور فلسفی جان لاک اگرچہ مذہب کا پابند ہے۔ مگر اس بدیہی تناقض سے حیران ہو کر لکھتا ہے کہ میری سمجھ مین نہین آتا کہ کوئی شخص کیونکر عمداً اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی کی جرأت کر سکتا ہے۔ اگر وہ قوانین فطری اور اُسکے دل پر منقش تسلیم کیے جاین[1]۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان اگرچہ بالطبع آزاد و حریت پسند ہے لیکن سالہاسال کے رسم و رواج نے اسکو تقلید کا اس درجہ عادی بنا دیا ہے کہ قانون توارث کی رو سے موجودہ نسل مین وہ بمنزلہ طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہے اور اب یہ حالت ہے کہ جب وہ اپنے گرد و پیش کی سوسائٹی کے اثر اور دباؤ سے باہر ہو کر کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ایک قسم کا ہراس

[1] دیکھو لاک کا رسالہ فہم انسانی کے متعلق حصہ اول باب ۳۔
(Locke's "Essay on Human Understanding")

معلوم ہوتا ہے اسی اصول کی بنا پر وہ جب کسی ایسے فعل کے ارتکاب کا قصد کرتا ہے جو اُسکی سوسائیٹی مین مذموم و ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہو اور جسکو اُسکے گرد و پیش کی جماعت اخلاقی حیثیت سے قبیح خیال کرتی ہے تو اسکی طبیعت مین ابتداءً ایک طرح کی جھجک محسوس ہوتی ہے اسی جھجک اور ہراس کو مولانا شبلی حاسۂ طبعی قرار دیتے ہین۔ لیکن دراصل یہ حاسۂ اخلاقی سوسائیٹی کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے کیونکہ جن لوگون کا نشو و نما اخلاقی طبیعت کے دائرہ سے باہر ہوتا ہی یا جنکی سوسائیٹی مین کوئی اخلاقی قانون متعارف نہین ہوتا وہ لوگ کسی فعل کے ارتکاب کے وقت نہین ہچکچاتے۔

فطری جذبات کے مفہوم کو ہمارے مولانا نے اسقدر وسعت دی ہے کہ انکے خیال مین کسی حاسہ کو فطری ہونے کے لئے صرف یہ شرط کافی ہے کہ وہ تمام نوع انسان مین مشترک ہو اور اسی بنیاد پر وہ حاسۂ مذہب کے ساتھ اولاد کی محبت کو بھی فطری قرار دیتے ہین[1]۔ لیکن یہ بہت ممکن ہے کہ کوئی غیر فطری حاسہ بھی تمام عالم مین مشترک ہو ہمارے خیال مین کسی حاسہ کے فطری ہونے کے لئے حسب ذیل شرائط لازمی ہین۔

(۱) وہ تحریک غیر ارادی ہو۔

(۲) وہ تحریک تمام نوع انسان مین یکسان طور سے مشترک ہو۔

(۳) اگر اس تحریک پر عمل نہ کیا جاے تو صریح نقصان محسوس ہو۔

مثال کے لئے ہم حاسۂ اشتہا کو لیتے ہین۔ بلاشبہ یہ تحریک ہر سہ شرائط بالا کے معیار پر پوری اُترتی ہے اور ہم اس حاسہ کو صحیح معنے مین فطری تسلیم کر سکتے ہین علیٰہذا پیاس اور نیند کے حاسات بھی طبعی اور فطری کہے جاسکتے ہین۔ لیکن اس صنف مین حاسۂ مذہب کسی طرح نہین داخل ہو سکتا۔ حاسۂ اخلاقی مین آخر الذکر دونون شرائط قطعاً نہین پائے جاتے اسلئے وہ فطری نہین کہا جاسکتا۔ اولاد کی محبت کو فطری

[1] الکلام صفحہ ۲۰

حاسۂ قرار دینا اگرچہ اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ یہ جذبہ تمام نوع انسان مین بالکل مشترک نہین[۱] - لیکن اس سے قطع نظر کرکے یہ نقص موجود ہے کہ منجملہ شرائط مالا بُدّ مین تیسری ضروری شرط نہین پائی جاتی -

دوسرا مسئلہ - مذہب کا عالمگیر ہونا - مذہب کا لفظ اگرچہ نہایت مبہم اور کثیر المعنی ہے لیکن ہم مولانا کے نہایت مشکور ہین کہ اُنھون نے خود اس لفظ کی تشریح کردی - جسکے تسلیم کرنے مین ہمکو بھی کوئی عذر نہین - مولانا کی راے مین مذہب کے اصل اصول یہ ہین :-

خدا کا وجود اسکی پرستش کا خیال - حیات بعد الموت - جزا - سزا -
رحمدلی ہمدردی عفت کا اچھا سمجھنا - جھوٹ - دغا - زنا - چوری کو بُرا جاننا -

لیکن کیا واقعی تمام دنیا ان کل عقائد کی پابند ہے ؟ نہین ہم اس سوال کا معیار اور گھٹاکر صرف اتنا دریافت کرتے ہین کہ کیا تمام دنیا ان مین سے کسی عقیدہ کی پابند ہے؟ گذشتہ اقوام کی تاریخ اور حال کے سیاحون کے مشاہدات متفق اللفظ ہوکر اس سوال کا جواب نفی مین دیتے ہین - ایسی متعدد قومون کی مثالین موجود ہین جو مذکورہ بالا عقائد مین سے ایک کی بھی پابند نہین - پہلے ہم وجود خدا کے مسئلہ کو لیتے ہین جو سب عقائد سے زیادہ مہتم بالشان ہے مسٹر لینگ[۲] کوئنس لینڈ (واقع آسٹریلیا) کے باشندون کے متعلق جب قبل

[۱] ممکن ہے کہ ہمارا یہ دعوی بعض لوگون کو انوکھا معلوم ہو لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعض قومین ایسی ہین جو محبت والفت تو ایک طرف اپنی اولاد کو عداوت کی نظرون سے دیکھتی ہین جان لاک اپنی اسی کتاب مین جسکا حوالہ ہم پیشتر دے چکے ہین لکھتا ہے کہ :-

"منگر یلیا Mangerellia کے باشندے جو عیسائی مذہب کے پیرو ہین یہ ایک عام دستور ہے کہ اپنے بچون کو بلا تامل زندہ دفن کر دیتے ہین اور بعض مقامات ایسے بھی ہین جہان کے باشندے اپنی اولاد کو کھا جاتے ہین" (صفحہ ۶۴)

[۲] لینگ صاحب کا سفرنامہ کوئنس لینڈ صفحہ ۴۰۳ (Lang's Queensland)

تحریر کرتے ہین ۔

"وہ لوگ دنیا کے خالق وحاکم اپنے افعال کے نگران اور آیندہ زندگی مین اجر دینے والے کی نسبت کوئی خیال نہین رکھتے ۔ وہ کسی معبود کی خواہ وہ ادنیٰ ہی درجہ کا کیون نہ ہو پرستش نہین کرتے ۔ ان لوگون کے یہان نہ کوئی بت ہے نہ عبادتگاہ ہے اور نہ کسی قسم کی قربانی ہوتی ہے ۔ الغرض وہ لوگ کسی قسم کا مذہب نہین رکھتے اور نہ اُن مین کسی مذہبی اعتقاد کا وجود ہے جو اُن مین اور درندون مین مابہ الامتیاز ہوسکے ۔ وہ لوگ بغیر خدا کے زندگی بسر کرتے ہین"

غور کرو کہ اس مصنف کو مذہب اسقدر عزیز ہے کہ وہ اسکو انسان وحیوان کے درمیان مابہ الامتیاز قرار دیتا ہے تاہم حق گوئی سے مجبور ہوکر اسکو ایک جماعت کے قطعاً لامذہب ہونے پر شہادت دینا پڑتی ہے ۔ اسی مصنف نے آگے چلکر مسٹر شمٹ Schmidt کا قول بھی اپنی تائید مین نقل کیا ہے جو خلیج مورٹن مین سات سال تک بحیثیت ایک مشنری کے قیام پزیر رہ چکے تھے اور وہان کی زبان اور باشندون کی طرز معاشرت سے بہ خوبی واقفیت رکھتے تھے ۔

سرجان لیبک (لارڈ ایوبری) ایم ڈی ۔ ال ۔ ال ڈی ۔ ان ۔ آر ۔ ایس جو نہایت وسیع النظر مولف اور طبقات الارض و آثار قدیمہ کے متعلق یورپ و امریکہ کی متعدد سوسائٹیون کا ممبر ہے اپنی کتاب "پری ہسٹارک ٹائمس (Prehistoric Times) مین اکثر وحشی قبائل کے متعلق متعدد سیاحون کے چشمدید بیانات نقل کرتا ہے جنکا حاصل یہ ہے کہ ان مین کسی طرح کے مذہبی اعتقادات کا وجود نہین ۔ ذیل مین ہم اُن مین سے چندکے نام درج کرنے پر اکتفا کرتے ہین :-

اسکیموز کے متعلق (یعنی نواح قطب شمالی کے باشندون کے متعلق) فرانکلن کی راس کی شہادت ۔

کناڈا کے بعض قبائل کے متعلق مسٹر ہیرن (Hearne) کی شہادت ۔

کالیفورنیا کے متعلق لاپیروز (La Perouse) اور بیگرٹ (Baegert) کی شہادت۔

برازیل کے اکثر فرقون کے متعلق والس ہیٹس اسپکس مارٹیس کی شہادت۔

پاراگے کے متعلق ڈوب رزافر (Dobrizhoffer) کی شہادت۔

پالینیشیا کے بعض جرگون کے متعلق ولیمز (Williams) کی شہادت۔

جزائر ڈاموڈ (واقع آسٹریلیا) کے متعلق جوکس (Jukes) کی شہادت۔

افریقہ شمالی کی بعض قومون کے متعلق برٹن (Burton) اور گرانٹ (Grant) کی شہادت۔

جزائر انڈمان کے متعلق مواٹ (Mouatt) اور پورٹ مین (Portman) کی شہادت۔

جزائر پلیو کے باشندون کے متعلق ولسن (Wilson) کی شہادت۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد شہادات ہین جنکو ہم طوالت کے خیال سے قلم انداز کرتے ہین اسی مصنف نے ایک دوسری کتاب "تمدن کا آغاز اور انسان کی ابتدائی حالت" کے عنوان سے تالیف کی ہے جو تحقیق و جامعیت کے لحاظ سے لاجواب ہے۔ اس کتاب مین مذہب کے عالمگیر ہونے پر اُس نے اور چند معتبر شہادتون کا اضافہ کیا ہے اور خود مذہب کی نسبت اپنی رائے حسب ذیل الفاظ مین ظاہر کرتا ہے۔

یہ خیال کہ مذہب عام و عالمگیر ہے اکثر جلیل القدر حضرات نے ظاہر کیا ہے بالفعل یہ دعویٰ متعدد معتبر شاہدون کے بیانات کے مبنی ہے۔ جہازران تاجر فلسفی۔ دمن کٹھولک پادری پروٹسٹنٹ مشنری خواہ زمانہ قدیم کے ہون یا دور جدید کے کرہ ارض کے ہر گوشہ سے اس بیان پر متفق اللفظ ہین کہ انسان کی ایسی نسلین موجود ہین جو قطعاً لامذہب ہین۔ اس بیان کی تقویت اس امر سے اور بھی ہوتی ہے کہ بعض حالتون مین اس واقعہ نے خود اسکو بھی

حیرت مین ڈال دیا ہے جو اسکو بیان کرتا ہے اور اسکے سابقہ تصورات کے بالکل مخالف پڑا ہے۔[۱]

اسی مصنف کے حوالہ سے ہم پادری ہیگرٹ صاحب کا بیان کالیفورنیا کے اصلی باشندون کی نسبت درج کرتے ہین۔ پادری موصوف تحریر کرتے ہین کہ ہمارا مذہب قبول کرنے سے قبل ان لوگون کی گورنمنٹ اور مذہب کی حالت کا ذکر ضروری ہے لیکن دراصل ان لوگون مین دونون چیزون کا وجود نہ تھا۔ مجسٹریٹ پولیس قانون کچھ نہ تھا بجز عبادتگاہون پر سجدہ اور مذہبی رسوم کے یہ لوگ بالکل ناآشنا تھے۔ یہ لوگ نہ تو خدا۔۔۔ برحق کا اعتقاد رکھتے تھے اور نہ جھوٹے دیوتاؤن کی پرستش کرتے تھے مین نے ان لوگون کے درمیان رہ کر یہ دریافت کرنے کی کامل تحقیقات کی کہ آیا یہ لوگ خداحیات بعد الموت اور اپنی روحون کی نسبت کسی قسم کا تصور رکھتے ہین۔ لیکن مجھکو کبھی ان لوگون مین اس قسم کے خیالات کا ذرہ بھر بھی وجود نہین معلوم ہوا۔ ان کی زبان مین خدا اور روح کا مفہوم ظاہر کرنے کے لئے کوئی الفاظ ہی نہین[۲]"

تھوڑی دیر کے لئے فرض کرلو کہ ان تمام سیاحون نے دغابازی اور دروغ گوئی پر کمر باندھلی ہے لیکن اسکا کیا جواب ہوسکتا ہے کہ وہ مذہب جسکے متبعین کی تعداد تقریباً آبادی عالم کی نصف ہے۔ یعنی بدھ مذہب۔ اپنے مذہبی دستورالعمل مین خدا کا ذکر ہی نہین کرتا؟ باایں ہمہ اسکی اخلاقی تعلیم کسی دوسرے مذہب سے کم درجہ پر نہین۔ مغرب کا وہ پابند مذہب مصنف جسکو ہمارے علامہ "مشہور محقق" کے لقب سے یاد کرتے ہین۔ یعنی میکس ملر لکھتا ہے کہ "دین عیسوی سے پہلے جو اعلیٰ اخلاقی تعلیم انسان کو دی گئی تھی اسکے دینے والے وہ لوگ تھے جنکی نظرون مین خدا کا وجود

[۱] Lubbock "On the origin of civilization and Primitive Condition of man" صفحہ ۲۱۲

[۲] صفحہ ۲۱۵

ایسا ہی بے بنیاد تھا جیسا کہ سایہ کا وجود۔ یہ وہ لوگ تھے جو معابد بناتے ہی نہ تھے۔ یہان تک کہ اس نامعلوم خدا کا بھی معبد نہ بناتے تھے"

مذکورہ بالا شہادتون سے مذہبی عقاید (خدا کا وجود اسکی پرستش حیات بعد الموت وغیرہ) کا عالمگیر نہ ہونا بہ خوبی ثابت ہو چکا ہے۔ اب مذہب کے اخلاقی پہلو پر نظر ڈالو اور تحقیقات کرو کہ کیا واقعی تمام دنیا۔ ہمدردی رحمدلی عفت کو مستحسن اور جھوٹ زنا چوری کو قابل نفرت خیال کرتی ہے؟ اس کا مجمل جواب نفی مین ہم پیشتر بھی دے چکے ہین اور بتا چکے ہین کہ بعض جرائم پیشہ قومون مین ڈاکہ زنی بالکل معیوب نہین سمجھی جاتی۔ ذیل مین اسی جواب پر چند اور شہادات کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ افریقہ کے بعض قبائل کے متعلق مسٹر برٹن تحریر فرماتے ہین[1]

"مشرقی افریقہ مین کانشنس کا وجود ہی نہین پایا جاتا ہے اور توبہ کا لفظ صرف موقع جرائم کے ہاتھ سے نکل جانے پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ڈاکہ زنی اعزاز کی علامت سمجھی جاتی ہے اور قاتل (جسقدر سفاکانہ جرم ہو اسی قدر بہتر ہے) ہیرو خیال کیا جاتا ہے"

سر جان لبک شمالی امریکہ کے ایک قبیلہ سیوکس (Sioux) کے متعلق مسٹر گال برتھ (Galbraith) کے حوالہ سے لکھتے ہین[2]

"وہ لوگ بد کاریون کو نیکی سمجھتے ہین چوری آتش زنی۔ زنا بالجبر قتل یہ چیزین ان کے یہان فخر و امتیاز کی علامت تصور کی جاتی ہین۔ وہان کے باشندون کو بچپن ہی سے یہ سکھایا جاتا ہے کہ انسان کے لئے اعلیٰ ترین خوبی قتل کرنا ہے۔ وہ لوگ اپنی ناچ رنگ

[1] (Burtons First Footsteps in East Africa) "ابتدائی نقش پا افریقہ مشرقی" مین صفحہ ۱۷۶۔

[2] "آغاز تمدن" صفحہ ۲۹۰ (Origin of Civilization)

کی محفلون اور ضیافتون مین اپنی چوری لوٹ مار اور قتل کی داستانون کو فخریہ نظم مین سناتے ہین - وہان کے نوجوانون کا اعلیٰ ترین مقصد بلکہ منتہا مقصد یہی ہوتا ہے کہ نوع انسان کے کسی فرد کے قتل مین ہاتھ رنگے - خواہ وہ عورت ہو یا مرد یا بچہ"۔

اسی کتاب مین آگے چلکر یہ مصنف آسٹریلیا کے باشندون کے متعلق گورنر آیرے (Eyre) کے حوالہ سے تحریر کرتا ہے کہ ان لوگون مین عدل و انصاف کا اخلاقی احساس بالکل نہین ہوتا - یہ لوگ کسی فعل کے حق بہ جانب ہونے کا معیار صرف اس سوال کو قرار دیتے ہین کہ آیا ہم لوگ جسمانی حیثیت سے یا بہ اعتبار کثرت تعداد کے اس قابل ہین کہ اُن لوگون کے انتقام سے جنکو ہم نقصان پہونچانا چاہتے ہین محفوظ رہ سکتے ہین ؟[1]

قتل و غارت ڈاکہ زنی چوری بدعہدی سے قطع نظر کرکے عفت و عصمت کے حاسات بھی عالمگیر نہین کہے جاسکتے - تاریخ شہادت دے رہی ہے کہ بعض قدیم اقوام مین بدچلنی کسی قسم کا جرم نہین سمجھی جاتی تھی - خود یونان قدیم کی یہ حالت تھی کہ ایک جانب تو حکمت و فلسفہ کا آفتاب آسمان کمال پر پوری چمک دمک کے ساتھ ضیا گستر تھا اور دوسری جانب اسی روشنی مین وہ اندھیر تھا کہ بڑا سا بڑا حکیم اُن حیا سوز جرایم کا مرتکب ہوتا تھا جنکے ذکر سے بھی ہم زبان قلم کو آلودہ کرنا نہین پسند کرتے - آج بھی مختلف اقطاع عالم مین ایسی قومین ہین جن مین عفت و پاکدامنی کا مطلق خیال نہین - چنانچہ پالینیشیا مین بے حیائی انتہائی درجہ پر ہے - وہان کے سیاحون کا بیان ہے کہ جس قسم کے فحش الفاظ کو زبان پر لاتے ہوے ہمارے یہان کے مرد بھی جھجھتے ہین اس سے بدرجہا زیادہ شرمناک گفتگو وہان کی عورتین بے محابا غیر مردون سے کرتی ہین - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ وہان کے مرد اپنی بیویون کو بطور تحفہ کے مہمانون کے سامنے پیش

[1] آغاز تمدن صفحہ ۳۹۷

کرتے ہین چنانچہ متعدد یورپین سیاحون مثلاً کپتان بیچی اور پورٹر وغیرہ کو اسکا تجربہ ہوا ہے۔
ٹاسمانیا کے باشندون کا نمبر اور بھی بڑھا ہوا ہے۔ وہ لوگ اس امر کو بہت بڑا اعزاز خیال کرتے ہین کہ کوئی یورپین انکی عورتون کے ساتھ زنا کرے۔ آسٹریلیا کے بعض قبائل کچھ نقدی معاوضہ پر اپنی بیویون کو اپنے دوستون کے یہان بھیجدیتے ہین مجمع الجزائر نوکاہیوا (Nukahewa) کے باشندون کے متعلق ڈاکٹر رابلٹ (Roblet) کا بیان ہے کہ وہان کے لوگ فرانسیسی ملاحون کے پاس اپنی عورتون کو اکثر بہ خوشی بھیجدیا کرتے تھے جن مین بعض لڑکیون کی عمر آٹھ آٹھ سال کی ہوتی تھی لیکن وہان کی بداخلاقی کا تم اس سے اندازہ کرسکتے ہو کہ وہ بھی باکرہ نہین ہوتی تھین!!! جزائر انڈمن مین عام رواج ہے کہ شادی کے قبل عورت اپنے تین مردون کے لئے وقف عام رکھتی ہے۔ لطف یہ کہ ان تمام مثالون مین سوسائٹی کے رسم ورواج کے بموجب عورتین اپنے تئین کسی جرم کا مرتکب نہین سمجھتی[1]۔

مختلف اقوام کی لامذہبی اور بداخلاقی کی ایسی ہی حالتون کو پیش نظر رکھکر پانشور جولی۔ پروفیسر آف سائنس۔ ٹولوس (فرانس) نے یہ نہایت صحیح نتیجہ اخذ کیا ہے[2] کہ

"صرف یہی نہین کہ یہ قبائل خدا اور حیات بعد الموت کا کوئی عقیدہ نہین رکھتے۔ بلکہ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ ان مین کوئی اخلاقی خیال نہین ہوتا"

لیکن اسکے مقابلہ مین ہمارے مولانا کے فتوے پر غور کرو کہ اخلاقی جماعت مین ایک وحشی سا وحشی بھی ارسطو اور بنتھم کے دوش بدوش کھڑا ہوسکتا ہے!!! (الکلام ضخم)

[1] یہ تمام مثالین ماخوذ ہین پیرس کے انتھراپالوجیکل سوسائٹی کے سکریٹری اور اسکول آف انتھراپالوجی کے پروفیسر مانسیور لیٹورنیا کی لاجواب تالیف (Letourneau's "Evolution of marriage") "ارتقاء نکاح" سے دیکھو صفحات ۵۶ لغایت ۶۴۔

[2] پروفیسر موصوف کی کتاب "مین بیفور ملٹ" صفحہ ۲۲۹-۲۳۰ (Holy man before Melalo)

تیسرا سوال - کیا علم الانسان کے ماہرین نے فیصلہ کر دیا ہے کہ انسان نے پہلے پہل خدائے واحد کی پرستش کی تھی؟ علامہ شبلی اس مسئلہ پر کسی بحث کو غیر ضروری سمجھکر اسکا مختصر جواب اثبات مین دیتے ہین اور اپنے سرسری جواب کو پبلک کی نظرون مین مستند و وقیع بنانے کے لئے تحریر فرماتے ہین کہ

"مادئین کے سوا تمام محققین نے فیصلہ کیا ہے کہ
انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی"۔[۱]

اس جملہ سے جو مفہوم میری سمجھ مین آیا وہ یہ ہے کہ جمہور محققین علم الانسان کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ انسان ابتدا ہی سے موحد ہے اور صرف ایک خاص جماعت یعنی مادہ پرستون کو اس سے اختلاف ہے مگر ان کی راے قابل وقعت نہین۔

ہم حیرت و استعجاب کے ساتھ اس عجیب و غریب فیصلہ کو بار بار پڑھتے ہین اور سمجھ مین نہین آتا کہ مولانا کے اس دعوے کی کیا معقول تاویل ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر عبارت بالا کا وہ مفہوم صحیح ہے جو ہماری سمجھ مین آیا ہے تو ہمکو چار ناچار کہنا پڑتا ہے کہ مولانا نے اس موقع پر ایسے مغالطہ سے کام لیا ہے جسکی توقع ہرگز اُن سے نہین کی جاتی تھی۔ ممکن ہے جو لوگ یورپ کی زبانون سے ناآشنا ہون اُن پر اس دعوی کا اثر پڑ جائے لیکن جو شخص کہ خود محققین علم الانسان کی تصانیف کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس پر اس صریح غلط بیانی کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟

دراصل اس مقام پر سب سے زیادہ مغالطہ خیز لفظ مادئین کا ہے اگر اس لفظ سے مراد اُن لوگون سے ہے جو کسی قسم کی غیر مادی ہستی کے قطعاً منکر ہین اور جنکے خیال مین عالم کی علت محض مادہ ہی سے ہے تو مولانا کا دعوی اس لحاظ سے غلط ہے کہ ان مادہ پرستون کے علاوہ محققین کی ایک اور بڑی تعداد ہے جس نے انسان کے

---

[۱] الکلام صفحہ ۳۵

ابتداءً خدا پرست ہونے کی نفی کی ہے اور جس مین ڈارون ہکسلی اسپنسر اینڈ ریولینگ گرانٹ ایلن ایڈورڈ کلاڈ وغیرہ شامل ہین - لیکن ان لوگون کو مادہ پرست کا لقب دینا سخت بیدردی کے ساتھ انصاف کا خون کرنا ہے - کاش آج اسپنسر اور ہکسلی زندہ ہوتے تو اپنی آنکھون سے یہ حیرت انگیز تماشہ دیکھتے کہ جس عقیدہ کی صاف صاف مخالفت وہ اپنی تصانیف مین کر گئے ہین اسی کے تسلیم کرنے کا الزام آج اُنپر لگایا جاتا ہے[1] ہان اگر مادئین کے مفہوم مین وہ تمام لوگ داخل کر لئے جائین جو روح پرست (اسپریچولسٹ) نہین ہین تو بلا شبہ مولانا کا دعویٰ درست ہے - لیکن اس صورت مین اُنکو محض چند افراد تک محدود رکھنا سخت غلطی ہے - کیونکہ علم الانسان کے جسقدر محققین ہوے ہین وہ باستثناے چند سب اسی جماعت مین داخل ہین ہمارے خیال مین اگر مولانا اپنے دعوی کو یون بیان فرماتے کہ باستثناء چند افراد کے جو روحانیت کے معتقد ہین عموماً محققین نے انسان کے ابتداءً خدا پرست ہونے کی نفی کی ہے - تو زیادہ قرین صحت ہوتا[2]

[1] پروفیسر ہکسلی اپنے ایک مضمون مین جو ۱۸۷۰ء مین اُسنے بمقام ایڈنبرا پڑھا تھا صاف صاف کہتا ہے کہ اگرچہ سائینٹفک خیالات کے اظہار کے لئے ہمکو مادی مصطلحات و اشارات سے کام لینا چاہیئے - لیکن مادیت کے غلط اصول ہماری زندگی کی قوتون کو نقصان پہونچانے والے ہین اور مادیت ایک سخت اصول ہے (دیکھو زندگی کی طبعی بنیاد مشمولہ مجموعہ مضامین جلد اول) اس سے بھی زیادہ واضح الفاظ مین وہ اپنے دوست جوزف ہوکر کو ایک خط مین تحریر کرتا ہے کہ میرے فلسفہ کا اصول اولین یہ ہے کہ مادہ پرستی اور روح پرستی دونون ایک ہی انتہا کے انتہائی حدود ہین (دیکھو لائف اینڈ لیٹرز آف ہکسلی" جلد اول صفحہ ۲۴۳) بالکل یہی خیال اسپنسر کا بھی تھا وہ کہتا ہے کہ میٹریلیسٹ اور اسپریچولسٹ کا اختلاف محض نزاع لفظی ہے اور ہر دو فریق یکسان طور پر خارج از عقل ہین (دیکھو فرسٹ پرنسپلز" صفحہ ۵۵۰ طبع پنجم)

[2] - زیادہ تعجب یہ ہے کہ خود فرید وجدی کی تصانیف مین جو مثل دیگر مقالات کے اس کوچہ مین بھی ہمارے مولانا کے لئے شمع راہ ہین یہ بیان بالکل اسی حیثیت سے نہین پایا جاتا جیسا کہ الکلام مین ہے - فرید وجدی کے خاص

حقیقت یہ ہے کہ علم المعاشرت (سوشیالوجی) اور علم الانسان (انتھراپالوجی) کے تقریباً تمام ماہرین کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ عقل کے ساتھ مذہب کا کبھی نشو ونما ہوا ہی اور انسان نے اپنے قوائے دماغی کے ارتقا کے ساتھ مذہبی اعتقادات مین بھی تدریجی ترقی کی ہے جسکا منشا دوسرے الفاظ مین یہ ہے کہ خدائے واحد کا اعتقاد جو نسبتاً زیادہ شریفانہ اور زیادہ معقول ہے دفعتہً نہین پیدا ہوا بلکہ عقل انسانی بہت سے ادنیٰ درجہ کے مذہبی عقایدکے دورون کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی ہے - مولانا اپنی تائید مین مکس مولر کا قول نقل کرتے ہین اور اس شہادت کو زیادہ وزندار بنانے کیلئے اسکو "مشہور محقق" کے لقب سے یاد کرتے ہین لیکن اول تو یہی امر بحث طلب ہے کہ یہ کون مصنف ہے اور اسکی کس کتاب سے یہ اقتباس منقول ہے[۱] دوسرے یہ کہ اگر یہ وہی مصنف ہے جو یورپ مگر اس سے بہت زیادہ ایشیا کی مذہبی جماعت مین مقبولیت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے تو بلاشبہ وہ علم الالسنہ (فیلالوجی) کا ماہر تھا - مگر کیا علم الانسان مین اسکی راے کچھ بھی وقعت رکھتی ہے؟

ڈارون لکھتا ہے کہ اس امر کی کوئی شہادت نہین پائی جاتی کہ انسانین

بقیہ حاشیہ گزشتہ - الفاظ یہ ہین:- اختلف العلماء العالمحقون فی اصول الادیان فی اوّل معبود عَبَدَہُ الانسان فی اوّل نشأتہ فذھب الماديون منھم الی ان اوّل عبد الاصنام..... ومال الروحیون من الفلاسفة الی ان الانسان عبد الخلق الاقدس (حدیقہ ندکریہ صفحہ ۱۳) اگرچہ اس کے بعد اُس نے یہ بھی لکھدیا ہے اما النظریة الاولی وھی نظریة الماديین فقد سقطت الآن الی الحضیض وتبین فسادھا (حدیقہ صفحہ ۱۴) فرید وجدی کے مسلسل اقتراعات اور غلط بیانیون کو پیش نظر رکھکر اسکے قلم سے اس اخیر جملہ کا نکلنا کچھ بھی عجیب نہین لیکن تعجب یہ ہے کہ مولانا شبلی فرید وجدی کے پہلے جملہ سے کیون قطع نظر کر گئے؟ اگر وہ اسکا محض ترجمہ ہی کر دیتے تو الزام سے بری الذمہ ہو جاتے -

[۱] دیکھو اسی مضمون کا پہلا نمبر الناظر ماہ مارچ مین -

ابتداءً ایک قادر مطلق خدا کے وجود کا اعتقاد موجود تھا بلکہ اسکے برعکس اس امر کی بہت قوی شہادت موجود ہے (جو تجسس پسند سیاحون کے بیانات سے نہین بلکہ ان لوگون سے ماخوذ ہے جو عرصۂ دراز تک وحشی قبائل کے ساتھ قیام گزین رہے ہین) کہ ایسی متعدد قومین گذری ہین اور اب بھی موجود ہین۔ جنکی زبان مین اس خیال کے اظہار کے لئے کوئی لفظ ہی نہین ہے[۵۱]۔

ایک اور فاضل مصنف جسکی تصنیف کے استناد کے لئے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ انٹرنیشنل سائنٹفک سیریز کے زیر اہتمام شایع ہوئی ہے سو صفحات سے زیادہ اس مسئلہ پر بحث کرکے آخر کار اسی نتیجہ پر پہونچتا ہے اور خاتمہ پر اپنی رائے یون ظاہر کرتا ہے[۵۲]۔

"اس مسئلہ کی صداقت و واقعیت پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان لوگون کی راے کسقدر غلط ہے جو اپنے مذہبی تعصبات یا اپنی خانہ ساز منطق و تاریخ کی بنا پر یہ دعویٰ کرتے ہین کہ نوع انسان یا کم از کم ترقی یافتہ نسلون کا ابتدائی حاسہ خدا پرستی تھا یہ قطعاً غیر ممکن ہے۔ کیونکہ ایسا خیال منافی ہے عقل انسانی کے اصلی نشوونما کے اسکی ابتدائی فطرت و تدریجی ترقی کے اور فطرت انسانی کے ابزی اتحاد کے"

پیرس کے انتھراپالوجیکل سوسائیٹی کے ایک مقتدر ممبر پروفیسر بروکا (Broca) نے نصف صدی سے زائد عرصہ ہوا ایک مبسوط آرٹکل کے ذریعہ سے اپنا یہ خیال مذکورہ بالا سوسائیٹی کے سامنے ظاہر کیا کہ انسان مین مذہب و خدا کے وجود کا خیال فطری و طبعی ہونا تو ایک طرف عام و عالمگیر بھی نہین بلکہ محض بچپن کی تربیت کا اثر ہے۔

---

۵۱ "ڈیسنٹ آف مین" صفحہ ۶۳ مطبوعہ ۱۹۰۱ء (Darwin's Descent of man)

۵۲ "متھ اینڈ سائنس" مصنفہ ٹیٹو ویگنولی صفحہ ۱۰۲ و ۱۰۵

(Myth and Science by Tito Vignoli)

پروفیسر موصوف کی اس مدلل راے کو سوسائیٹی مین بہت وقعت دی گئی اور اس کے ممبرون کی ایک کثیر جماعت نے (جن مین سے ہر ایک بجائے خود ایتھرا پالوجی کا ماہر ہے) اس راے سے اتفاق ظاہر کیا۔ انسان کا ابتدائی مذہب سمجھنے کیلئے ہمکو انسان کے ابتدائی طرز معاشرت پر غور کرنا چاہیئے اور اس بے انتہا اختلاف کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جو موجودہ سوسائیٹی اور ابتدائی سوسائیٹی کے خیالات و تجربات مین ہے - آج ہمکو کارخانۂ عالم قوانین وضوابط کا پابند نظر آتا ہے - لیکن قدیم وحشیون کے نزدیک نہ کوئی قانون وفطرت ہے اور نہ علت ومعلول کا سلسلہ کوئی چیز ہے نہ اسکی سوسائیٹی ایسی بڑی ہوتی ہے اور نہ اسکے قواے مشاہدہ کافی نشوونما پائے ہوتے ہین - ہملوگون کے نزدیک ہر ذی حیات کے لئے موت لازمی ہے مگر ہمارے دماغ مین یہ خیال کیونکر پیدا ہوا؟ اسلئے کہ ہم برابر لوگون کو اپنی طبعی موت سے وفات پاتے ہوے مشاہدہ کرتے ہین ہم گنجان آبادیون مین رہتے ہین جہان روزانہ طبعی اسباب سے اموات واقع ہوا کرتی ہین - اس کے علاوہ ہمارے پاس تاریخ کا ذخیرہ موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے پیشتر بیشمار نسلین آباد رہ چکی ہین اور انکا ایک ایک فرد اپنے وقت پر فوت ہوا ہے - لیکن ایک غیر متمدن وحشی قبیلہ کا خیال کرو جو آج سے بیشمار سال پہلے اسی سرزمین پر آباد تھے - اسوقت وہ لوگ آپسمین مل جل کر ایک مقام پر نہین رہتے تھے بلکہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیان بناکر متفرق طور پر بود وباش رکھتے تھے - اسکے علاوہ اس زمانہ مین کسی قسم کی باضابطہ گورنمنٹ بھی نہ تھی جسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اکثر جانین کشت وخون کی نذر ہو جاتی تھین بعض لوگون کو جنگل کے درندے ہلاک کر ڈالتے تھے اور بعض موتین اور اتفاقات ناگہانی کے باعث ہوتی تھین - ان اسباب کی بنا پر انسان کے لئے موت کے لازمی ہونے کا تصور وحشی قبائل مین پیدا ہی نہین ہوتا - وہ لوگ جب کسی کی موتکی خبر سنتے ہین تو اُنکے دل مین حسب ذیل (یا اسی طرح کے اور) سوالات پیدا ہوتے ہین :- کیا وہ کسی

معرکۂ جنگ مین قتل ہوا؟ کیا کسی دشمن نے اُسکو پوشیدہ طور سے مار ڈالا؟ کیا کسی جنگلی درندہ نے اُسکو ہلاک کر دیا؟ کیا وہ جنگل یا ریگستان مین بھوک پیاس سے مرگیا؟ لیکن اگر اس قسم کے اسباب مین سے اُسکو کوئی سبب نہین ملتا تو وہ لوگ اسکی ہلاکت کو قبیلہ مخالف کی سادری کا نتیجہ سمجھتے ہین۔

اسکے علاوہ اُس زمانہ مین موت کا متیقن ہونا بھی نہایت دشوار تھا۔ خود آج موجودہ زمانہ مین جبکہ گلی گلی مین طبیب و ڈاکٹر موجود ہین۔ اکثر ایسی مثالین پیش آجاتی ہین جہان کہ کسی شخص کی موت کے متعلق قطعی طور سے راے نہین دیجا سکتی۔ اس سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اُس زمانہ مین جبکہ نہ کوئی طبی مسئلہ منضبط ہو چکا تھا نہ کوئی طبیب موجود تھا اور مرگ اتفاقیہ کے اسباب اس کثرت سے موجود تھے کسی شخص کو قطعی طور سے مردہ قرار دینے مین کیسی دشواری پیش آتی ہوگی۔ سکتہ۔ غشی وغیرہ ایسی متعدد حالتین ہین۔ جن مین آدمی بالکل مردہ معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات ہوشیار سے ہوشیار ڈاکٹر بھی دھوکا کھا جاتے ہین۔ ایسی حالتون مین ایک وحشی شخص کیا کرتا ہوگا؟

اس موقع پر وہ اپنے تجربات سے مدد لیتا ہے۔ اُسکو نظر آتا ہے کہ خود اپنی زندگی مین بھی اُسکو اسی سے ملتی جلتی حالتون کا بیشمار مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ جسطرح مردہ کا جسم بے حس و حرکت ہوتا ہے اسی طرح سوتے وقت خود اسکا جسم بھی بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ باایں ہمہ وہ خواب مین چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ جسم ظاہری کے علاوہ کوئی اور باطنی قوت ہے جس سے تمام افعال سرزد ہوتے ہین اور جسکو وہ روح سے تعبیر کرتا ہے۔ اسکے نزدیک غشی سکتہ اور سونے کی حالتون مین روح کی مفارقت جسم سے محض عارضی ہوتی ہے اور جس وقت مین وہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہوجاتی ہے وہ موت ہے۔ وہ روح کو جسم سے ایک بالاتر قوت سمجھتا ہے اسلئے اُس سے ڈرتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ مردون کی روحین جسم سے نکلکر کسی مقام پر

زندہ رہتی ہین کیونکہ وہ خواب مین اکثر انکی صورتین دیکھتا ہے - وہ یہ بھی خواب مین دیکھتا ہو کہ مُردے آتے ہین اور اسکو کسی بات کا حکم دیجاتے ہین - پس وہ بیدار ہوکر انکی تعمیل اپنا فرض جانتا ہو - وہ اُنکے خوش کرنے کی مختلف تدبیرین کرتا ہے - انکے نام پر قربانی کرتا ہو بھینٹ چڑہاتا ہے - منت مانتا ہو یا دوسرے الفاظ مین انکی پرستش کرنے لگتا ہے - رفتہ رفتہ اس عام ارواح پرستی مین بھی وہ مختلف مدارج قرار دیتا ہے - سردار قبیلہ کی روح اسکو تمام روحون سے ممتاز نظر آتی ہے اور تمام روحون کو وہ اس روح کے ماتحت قرار دیتا ہے - اس طرح سے انسان کا پہلا معبود روح ہے - تھوڑے عرصہ کے بعد وہ اپنے معبود کو ہر وقت اپنے پیش نظر رکھنے اور اظہار تعظیم و عقیدت کے لحاظ سے اسکی مجسم تصویرین بناکر رکھتا ہے اور بت پرستی کا دور شروع ہوتا ہے - رفتہ رفتہ ارتقار عقلی کے ساتھ ارتقار مذہبی بھی ہوتا جاتا ہے اور وہ تیسرے دور مین یہ سمجھنے لگتا ہے کہ تمام معبودون سے بالاتر ایک اور ہستی ہے جسکی قوت و قدرت سے یہ نظام عالم قائم ہے اور یہان سے خدا پرستی کا دور شروع ہوتا ہے[۵۱] -

ایک مقام پر مولانا شبلی نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جس زمانہ سے دنیا کی تاریخ معلوم ہے دنیا کے ہر حصہ مین خدا کا اعتقاد موجود تھا لیکن مولانا جبتک کہ اپنی تائید مین کسی خاص کتاب کا حوالہ نہ دین - ہم اس دعوے کو قبول نہین کرسکتے - ہم نے جہان تک قدیم اقوام کی تاریخ کا مطالعہ کیا - ہمکو اس امر کا کوئی ثبوت نہ مل سکا کہ خدا پرستی کا خیال بت پرستی کے خیال سے مقدم ہے[۵۲] - س ا ق م

مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز

[۵۱] ارتقار مذہب کا مضمون و حقیقت نہایت وسیع ہے - ہم نے اس موقع پر جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت مختصر خلاصہ ہے - ہربرٹ اسپنسر ایڈورڈ ٹیلر اور گرانٹ ایلن کی تصانیف کا اسکے متعلق ایک مفصل و مبسوط مضمون آیندہ شائع ہوگا - [۵۲] بلکہ برعکس اسکے ہماری نظر سے جسقدر تاریخین گذرین ان سب مین قدیم اقوام کی

بقیہ حاشیہ گذشتہ ۔ بت پرستی کے حالات بروج ہین یہ مسلم ہی کہ انگریزی زبانین اسوقت مسٹر گرڈسے زیادہ کسی نے یونانی تاریخ کی تحقیق نہین کی لیکن ہمارے سامنے گرڈ صاحب کی تاریخ یونان کی مفہم جلدین موجود ہین اور اسکی پہلی جلد مین وہ صفحہ اول سے لیکر صفحہ ۶۳ تک قدیم یونان کے دیوتاؤن اور معبودون کے نام و حالات درج کرتے ہین ۔ قدیم مصریون کے مذہب کے متعلق حال کے دو محققین لکھتے ہین کہ وہ لوگ (یعنی قدیم مصری) بکری بھیڑ گائے مینڈھ بلی کتا وغیرہ متعدد حیوانات کی پرستش کرتے تھے ایک اور مقام پر یہی مصنفین لکھتے ہین کہ اگر پرستش کرنے والون کے سامنے سیکڑون نہین تو بیسیون معبود ضرور تھے (دیکھو مصر قدیم مصنفہ مشرز النسن وگلمین صفحہ ۲۰ و ۳۱) فونیشیا قدیم کے باشندے شمس پرست تھے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۱۰ صفحہ ۸۰۲) اور قدیم بابل مین ارواح پرستی (یعنی یہ عقیدہ کہ ہر چیز ایک روح رکھتی ہے اور اسکی قوت ماوق الانسان ہے) کا عام چرچا تھا ۔ (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ صفحہ ۱۹۲)

ایک افسوسناک غلطی

تنقید "الکلام"

کے ضمن مین

"الکلام" کی تنقید پر جو مضمون ماہ گذشتہ مین ہمارے قلم سے اسی رسالہ مین شایع ہوا ہے اسمین ایک مقام کی عبارت کا یہ مفہوم ہی کہ فرید وجدی نے توحید کے حاشیہ نظری ہونے پر میکسمولر کی کتاب اصل الادیان وارتقادہ کی سند پیش کی ہے حالانکہ اس نام کی اسکی کوئی تصنیف نہین[1] ۔

لیکن یہ صریحی غلطی ہے ۔ واقعی میکس مولر کی کتاب "آریمن اینڈ گرو تھ آف ریلیجن" موجود ہے اور متعدد بار شایع ہو چکی ہے ۔ یہ کتاب مجموعہ ہے اُن لکچرون کا جو ۱۸۷۳ء مین میکسمولر نے ببرٹاکرون کے سلسلہ مین دیئے تھے ۔ ہمکو اس غلطی پر دلی افسوس ہے اور ہم نہایت ندامت کے ساتھ خود علامہ شبلی اور اُن کے واسطہ سے فرید وجدی سے معافی مانگتے ہین ۔

[1] الناظر ۱۰ مارچ صفحہ ۱۵ و ۱۶

لسان العاقل وراء قلبہ وقلب الاحمق وراء لسانہ

یہی چاہیئے بشر کو جو زبان اپنی کھولے
کہ وہ سوچ لے سمجھ لے تو پھر اُسکے بعد بولے

جو سمجھ خدا نے دی ہے تو زبان کر اُسکے تابع
وہی عقلمند ہے بس کہ سمجھ سے کام جولے

ہے زبان گو دہن مین اسے دلسے ہی تعلق
رہے یہ جو دل کے تابع تو یہ موتیونکو رولے

وہ ہے جاہل اور نادان جو زبان پہ آگہدے
کہ ہے کور اُس سے بہتر کہ چلے نہ بے ٹٹولے

نہ کہے زبانسے اُف بھی جو نہ سود مند دیکھے
رہے سوز غم مین جلتا جو ہون قلب مین پھپولے

کرے غیر گر شماتت یہ ہے دوسری مصیبت
یہ ہے کون عقلمندی کہ خود اپنا راز کھولے

جسے ہو نہ درد اصلا تو پھر اُس سے کچھ کہے کیون
نہ کرے زبانسے شکوہ جو بھر آے دل تو رولے

ہے زبان کی عقل رہبر تو زبان ہلا سمجھ کر
کہ جو راستہ نہ جانے تو کسیکے ساتھ ہولے

جو کلام دلنشین ہو تو نہ کر تو اسکو اخفا
ملے مجھکو تخم مشمر تو خوشی سے اُسکو بولے

تری عقل ہے کسوٹی تری عقل ہی ترازو
تجھے چاہیئے کہ کس لے تجھے چاہیئے کہ تولے

جو سخن کہ مثل گوہر ترے لب تک آے یاور
اُسے رشتۂ بیان مین تجھے چاہیئے پرولے

جو سخن ہو مثل گوہر تو ہر ایک ہوگا خواہان
یہ جواہر ایسے ہونگے کہ زمانہ ہوگا حیران

یہ وہ گوہر ثمین ہین کہ نہین نظیر جنکی
یہ وہ لعل بے بہا ہین کہ ہین حاصل بدخشان

جو کلام پر اثر ہو وہ ہے غیرت جواہر
کہ مقابلہ مین اُسکے نہین اُن کا کوئی پرسان

وہ ہین چند سنگ ریزے تو جگر کے ہین یہ ٹکڑے
نہین اُنمین ایسی خوبی جو ہے لطف اِنمین پنہان

وہ ہین کوہ کے جگر مین تو ہے قلب اِنکا مسکن
وہ زمین کے نیچے پنہان تو یہ آسمان پہ رخشان

دُر و لعل کی یہ قیمت کہ فقط ہین ہیر زینت
یہ کلام مین ہے قدرت کہ بنے فقیر سلطان

جو کلام دلستان ہی وہ بہار بے خزان ہی
یہ صفت کہان گلو مین کہ وہ ہین خزانے رسان

ہے فنا کا رنگ اُنمین ہو بقا کا حسن انمین — وہ ہین معرض تلف مین یہ ہزار سال یکسان
وہ ہین چند روز فانی یہ بہار جاودانی ؛ — نہ سموم کا ہے صدمہ نہ ہے آفتِ زمستان
ہے سپید کوئی غم مین کوئی زرد ہے الم مین — کوئی سرخ طیش مین ہو کوئی خوف سے ہے لرزان
ہے ثبات اس سے ظاہر وہ زوال کا ہے مورد — یہ بہار گلشن جہان وہ ہے آبِ رنگ بستان
یہ زمانہ سلف کا ہے اک آئینہ جو دیکھو — ہوے منکشف اسی سے وہ جو رہے تھے پنہان

کوئی اسکا ہو مخالف یہ کہینگے ہم تو یاور
ہے کلام مین ہر اک شے جو کھلی ہو چشم عرفان

مدیر الناظر دہلی ۲۴ اگست ۱۹۱۰ء

مرآۃ الاذہان

ذہنی ترقی کے لئے بے کتابی بحث

مکالمہ (۳)

لفظ

اوستاد۔ لفظ کے مفردات کیا ہین ؟

سعید۔ حروف۔

اوستاد۔ حروف کیا ہین ؟

سعید۔ ا ب ت ث وغیرہ۔

اوستاد۔ کوئی لفظ زبان سے کہو اور اُسکے اجزا کو بناؤ جسکو ہجے کرنا کہتے ہین۔

سعید۔ مثلاً رشید ر زبر ر ش ی زیر شی د موقوف رشید

اوستاد۔ ر ش ی د تو حرف ہین۔ زبر زیر موقوف کیا ہے۔

سعید۔ ان کو حرکتین کہتے ہین۔

اوستاد۔ اور رشید کی ی پر کون سی حرکت ہے۔

سعید۔ ساکن ہے۔

اوستاد۔ کیا بغیر حرکت اور سکون کے لفظ نہین بن سکتا تو تم انکو اجزا کیون نہین کہتے۔

سعید۔ تو یہ بھی اجزا ہین۔

اوستاد۔ سکون کسے کہتے ہین۔

سعید۔ جس حرف پر آواز گر پڑتی ہے اسکو ساکن کہتے ہین۔

اوستاد۔ پھر گر کے اٹھتی بھی ہے۔ اور جب اٹھتی ہے تو کیا ہوتا ہے۔

سعید۔ پھر حرکت (پھر کچھ سوچ کے) نہین وقف یا حرکت۔ مثلاً رشید مین ی ساکن ہے اسکے بعد دال موقوف۔

اوستاد۔ شاید تم حرکت اور سکون کے معنے نہین سمجھے۔ حرکت چال کو کہتے ہین اور سکون ٹھہراؤ کو۔ جب ایک مرتبہ کوئی چیز چلتے چلتے ٹھہر جائے تو اب یا تو وہ اسی طرح ٹھہری رہیگی یعنی ساکن رہیگی یا اسکی یہ حالت بدلے گی تو پھر چلنے لگے گی۔ ایسی حالت نہین ہوسکتی کہ نہ چلتی ہو نہ ٹھہری ہو۔ رشید مین ی پر آواز گر پڑی تو اب ہوسکتا تھا کہ لفظ وہین ختم ہو جاتا۔ لیکن وہان ٹھہرتے ہی پھر چل پڑا اور چل کے پھر رک گیا لہذا وقف درحقیقت حرکت ہے اگرچہ زیر زبر پیش تین جانی ہوئی حرکتون سے کوئی نہ ہو۔

استاد۔ اچھا ایک سب سے چھوٹے لفظ کی مثال دو۔

سعید۔ کہ

اوستاد۔ اسکے ہجے کرو۔

سعید۔ کاف زبر کہ۔

اوستاد۔ تو چھوٹے سے چھوٹا حرف ایک حرف اور ایک چھوٹی حرکت سے بنتا ہے۔

سعید۔ یہ چھوٹی یا بڑی حرکت کیا۔

اوستاد۔ زبر زیر پیش چھوٹی حرکتین اور انکو بڑہانے سے بڑی حرکتین پیدا ہوتی ہین۔ مثلاً زبر کو بڑہاکے کہنے کی پیش کو بڑہاکے کو کو۔

سعید۔ مگر یہ تو حرف ہوگئے الف۔ یے۔ واؤ۔

اوستاد۔ اہا۔ یہی تو سمجھنے کی بات ہے یہ حرف بھی ہین اور حرکتین بھی ہین۔

سعید۔ ہم تو انھین حرف ہی کہین گے۔

اوستاد۔ تو پھر زبر زیر پیش کو بھی حرف کہو۔ حرف وہی ہین جنسے ملکے لفظ بنتا ہے۔ تو بغیران کے لفظ نہین بن سکتے۔ پس حرف دو طرح کے ہوے ایک وہ جنکے بغیر آواز پیدا نہین ہوسکتی انکو حروف مصوتہ (صوت۔ آواز) اور دوسرون کو حروف مصمتہ (صم گونگا پن) کہتے ہین۔

سعید۔ انکو گونگا کیون کہتے ہین۔؟

اوستاد۔ اسلئے کہ اپنی ذات سے گونگے ہین کیونکہ خود کوئی آواز نہین پیدا کرسکتے۔ جب تک کہ حرکت مقصورہ یا ممدودہ کے ساتھ نہ ملین۔

(زبر زیر پیش حرکات مقصورہ ہین اَ اِ اُ حرکات ممدودہ ہین)

اگر نہین مانتے تو اُن حرفون سے کسیکو بغیر حرکت کے بول کے سناؤ۔

سعید۔ نہین ممکن۔ یہ تو سب ہوے اور سکون کیا ہوا۔

اوستاد۔ حرکت کے نہ ہونے کو سکون کہتے ہین۔ اور چونکہ آواز اسی وقت پیدا ہوگی۔ جب ہم آلہ صوت (بدن کا وہ حصہ جس سے آواز پیدا ہوتی ہو زبان تالو گلا دانت ہونٹ) کو حرکت دین۔ اسلئے ابتدا بسکون محال ہو۔ اچھا تو چھوٹے سے چھوٹا لفظ ایک حرفی ہے مع حرکت مقصورہ۔ اور اُس سے بڑا ؟

سعید۔ دو حرفی جیسے گل یا کا۔

اوستاد۔ گل اور کاین کیا فرق ہے؟

سعید۔ گل دو حرف مصمت اور ایک حرکت اور ایک سکون سے بنا ہے اور کاف مصمت حرکت اور حرف ساکن سے بنا ہے۔

اوستاد۔ ان دونون کے بولنے مین برابر وقت حرف ہوتا ہی اور اس سے بڑا شاید تم نہ بتا سکو۔ ہمہ۔

سعید۔ یہ سہ حرفی لفظ ہے۔

اوستاد۔ دو حرفی آخر مین جو ہ ہے اُسکی آواز بولنے مین نہین نکلتی یعنی ہائے مختفی۔ تحریراً سہ حرفی اور تلفظاً دو حرفی۔ اور دو چھوٹی حرکتین ہ زبر م زبر۔ اس سے بڑا؟

سعید۔ اور اس سے بڑا لفظ سہ حرفی۔ جیسے باغ۔ چمن۔

اوستاد۔ تم نے خوب مثالین دین پہلے مین حرف ساکن درمیان مین ہے اور دوسرے مین حرف ساکن آخر مین ہے۔ اچھا تو ان مین سے ہر ایک کو لفظ کہین گے یعنی معنی دار لفظ۔ اتنے بڑے لفظون کی مثال دو لیکن ٹھہر و چمن کو تم کے دفعہ کرکے بول سکتے ہو

سعید۔ چ۔ مَن

اوستاد۔ کیونکہ حرف متحرک کے بعد اک ذرا ٹھہر سکتے ہین لیکن جس متحرک کے بعد ساکن ہو وہان نہین ٹھہر سکتے۔ وہ ٹکڑا لفظ کا جو بیک بار منہ سے نکلے مقطع کہلاتا ہی۔

سعید۔ جی ہان جسکو انگریزی مین سیلبل کہتے ہین۔

اُستاد۔ ہان وہی۔ اچھا لفظون کے مُنہ سے بولنے کو کیا کہتے ہین۔

سعید۔ تلفظ۔

اوستاد۔ اور لکھنے کو کیا کہتے ہین۔ مثلاً کوئی لڑکا خوبصورت حرف لکھتا ہی تو کیا کہین گے۔

سعید۔ خط اچھا ہے۔ خوش خط ہے۔ کتابت اور تحریر بھی کہتے ہین۔
اوستاد۔ اچھا تو جو لفظین تلفظ یا کتابت مین یکسان ہوتی ہین۔ اُنکو مجانس کہتے ہین اور اس صفت کو تجنیس کہتے ہین۔
سعید۔ اگر لفظ ایک ہی ہو اور معنی مختلف ہون تو بھی تجنیس کہین گے؟
اوستاد۔ کہہ سکتے ہین۔ کیونکہ وہ گویا دو لفظین ہین۔ اسی لفظ کو مشترک کہتے ہین۔ اگر لفظ مشترک کے دونون معنی معلوم ہون تو جب ایک معنی یاد آئین گے تو دوسرے بھی یاد آجائینگے کیونکہ ہر معنی کے ساتھ ایک ہی طرح کا لزوم ہے۔ ہان ایک معنی مشہور ہون تو پہلے وہی ذہن مین آئین گے۔ یاد رکھو۔
ذہن مین پہلے آنے کو تبادر کہتے ہین مثلاً۔ سمندر دریاے شور اور وہ کیڑا۔ جو آگ مین رہتا تھا۔ تو پہلے معنی مشہور ہین اسلئے وہی ذہن مین آئین گے۔ مگر دوسرے معنی بھی اُسکے بعد یاد آسکتے ہین۔ یا خطا قصور کو کہتے ہین اور ایک شہر کا نام بھی ہے۔ پہلے قصور کے معنی ذہن مین آئین گے پھر شہر۔
کبھی دو لفظین ملا کے ایک لفظ کے مثل ہوجاتی ہین۔ مثلاً پرم (پرمیرا) پرم (اوڑدون مین) یا دو لفظون مین ایسی مشابہت ہو کہ حرف دونون کے ایک ہی ہون مگر حرکات مین فرق ہو۔ عِلْم۔ عَلَم۔ سِحْر۔ سَحَر۔ قُمْری۔ قَمَری۔ گَرد۔ گَرْد۔ یا ایک حرف ایک لفظ مین زائد ہو جیسے حال محال۔ مال جمال۔ برق بیرق۔ سرد سرما۔ یا دو حرف زائد ہون۔ مار بیار۔ کار پیکار۔ زار بازار۔ نار گلنار۔ یا اس سے بھی زیادہ خوار خونخوار یا حرف ایک حرف مختلف ہو۔ بار باد۔ شراب شرار۔ کلس کلف۔ برف ظرف۔ چلن۔ چمن۔ یا قریب المخرج حرف ہون چلن جلن۔ اچھا تو ان سب صورتون مین کیون ایک سے دوسرا یاد آئیگا۔
سعید۔ کیونکہ آوازین ایک سی ہین۔ قاعدہ تماثل۔ یعنے مثل مثل کو یاد دلا دیتا ہے۔

اوستاد - اور جب کتابت مین مشابہت ہو اگرچہ تلفظ یکسان نہ ہو۔ مثلاً
بوسہ توشہ نوشہ - مشکین مسکین - تاخت باخت کاخ کاج موج موچ
خواب جواب جوان خوان بوم یوم نوم ...
سعید - اس صورت مین شکل شکل کو یاد دلاتی ہے وہی قاعدہ تماثل -

مرزا محمد ہادی بی - اے -

اندھی دنیا

قابل افسوس ہو اس محفل کوران کا حال
چھین لے نور بصر ہر آنکھ سے گر کردگار

جتنے ہین انسان اور حیوان جب سو کر اُٹھین — نور آنکھون مین نہ ہو ظلمت ہو ہر سو آشکار
پہلے تو اک شور برپا ہو زمین سے تا فلک — شور بھی وہ شور جس سے دل ہون شیر و نر فگار
چیخ اُٹھین کور بچے اپنی ماں کی گود مین — اور ہو ماؤن کو اپنے اندھے پن کا انتشار
پیار ہی پیاری شکل بچون کی نظر آئے جب — ہاتھ سے انکو ٹٹولین رو مین چیخین مار مار
آرزومندان حسرت کیش شیدائے ادا — رات کو جو شاہدان ناز سے ہون ہمکنار
گیسوئے مشکین کی نکہت نے سلایا ہو جنھین — عارض گلگون کے نظارے کی لوٹی ہو بہار
کور ہو کر جب وہ مست بادۂ عشرت اُٹھین — ڈالکر باہین گلے مین یاس سے ہون اشکبار

گھر مین جب کہرام کہنہ ہو کے نابینا اُٹھے
اور کھوئے اپنے دروازے کو ہو کر بیقرار

اندھے ہو سایہ ہزار دن گھیر لین اگر اُسے — اور کہین رو رو کے اس سے المدد اے غمگسار
وہ کہے مین بھی تمہاری طرح اندھا ہو گیا — خاک اب مجھکو سوجھائی دیگی کچھ تدبیر کار
خیر چلتا ہون دوا خانے کو تم سب بھی چلو — آزمودہ ہین دوائین آنکھ کی وان بے شمار

فوج کو ران راستے مین ٹھوکرین کھاتی ہوئی — تا دوا خانہ پہونچ جاے بدر دو انتشار
پہلے تو الماریون کا کھولنا دشوار ہو — پھر نہ کھلنے پر اُنھین توڑین وہ ہو کر بیقرار
اب دوا ئین آنکھ کی پہچاننا ممکن نہ ہو — ہر دوا کو آنکھ کی سمجھے دوا وہ ہوشیار
ہر دوا کو لیکے وہ ڈالے ہر اک کی آنکھ مین — ہر دوا نقصان پہونچاے نہ ہو کچھ سود کار
الغرض ہو جاے جب عاجز تو وہ سر پیٹ کر — یون کہے اندھی ہوئی دنیا بحکم کردگار

گھر سے گھبرا کر نکل آئین جوان و طفل و پیر
عورتین و امن سنبھالے ساتھ ہون با حال زار

گھر سے جو نکلے پلٹ کر پھر نہ وہ گھر جا سکے — راستے ہو جائین سبھی ویران و کھواب و حریر
بیچ ہو جائین سبھی دیبا و کمخواب و حریر — بیچ ہو جائین سبھی الماس و لعل آبدار
نام یاقوت و زمرد کا کوئی ہرگز نہ لے — اشک کے قطرے ستے ہو بیقدر و رسوا ہو
اہل زینت بوجھ سمجھین زیور و نکو پھینکدین — ہاتھ مین کنگن گلے مین موتیون کا ہو نہ ہار
کون دیکھے عارض گلگون کی رنگینی کا لطف — کون دیکھے سنبل زلف پریشان کی بہار
شعلۂ حسن بتان کی گرمیان جاتی رہین — جلوۂ برق تبسم سے نہ ہو دل بے قرار
ہو کے اندھے جنگلون سے نکلین شیر و خرس و گرگ — بحر سے نکلین مگرمچھ یال کچھوے سو سمار
کوہ سے اتر ین عقاب و باز شاہین و تدرو — باغ مین ہو جائین اندھے طوطی و کبک و ہزار
ایک ہی صحرا مین نور چشم کہو مین گرگ و میش — ایک ہی وادی مین اندھے ہون بہم طاؤس و مار

ٹوٹ جائے حد حسن امتیاز و انتظام
ایک ہی حالت مین ہون سب دلق پوش و تاجدار

لوگ جسجا جمع ہون آواز جب ان کی سنین — آکے ملجا مین بہم اسپ و سگ و فیل و حمار
خوردنی اشیا بڑی سرعت سے ہو جائین تمام — اور بوتے جوتنے کا بند ہو سب کار و بار
پھر تو جسکے ہاتھ لگ جاے مٹھائی کی دکان — ہو سکے کسطرح اُسکی شادمانی کا شمار

وہ یہ سمجھے بادشاہی اُسکو گویا مل گئی — خوب حلوہ پیٹ بھر کر کھائے مکھن روزگار
پاکے خوشبو سیکڑوں مکھی کے پہونچ جائیں دہان — پھر نہ اُس دوکان پر ہو خوان یغما کا شمار
صاف کر دیتی ہے ٹڈی جسطرح برگ شجر — حال اس دوکان کا ہو جائے وہی انجام کار
الغرض کھانے کی شئے کوئی نہ ہو جب دستیاب — جانور جو پانوں کے نیچے پڑیں کر لیں شکار
بھوک سے مجبور ہو کر کھائیں کچھ دن گوشت خام — جب نہ ہو وہ بھی میسر ہو چلیں مردار خوار
آدمی کا گوشت آخر آدمی کھانے لگے — باپ بیٹے کو تو بھائی کو کرے بھائی شکار
بھوک کی جب آگ بھڑکے مامتا کو بھول جائیں — مائیں عاجز ہو کے کھائیں اپنے طفل شیرخوار
آخرش نشو و نمائے بارگہ ہستی ختم ہو — جو بچیں کھانے سے انسان خشک ہو کر ہوں وہ مردار
مادر گیتی کے سب بچے عدم کو چل بسیں — کوئی بھی رہ جائے اس گھر میں نہ ذی جاندار

گوش دلیں غیب سے ہر دم یہ آتی ہے صدا
سب فنا ہو جائیں گے باقی رہیگا کردگار

نشۂ غفلت سے ہے ہر آنکھ اندھی ہو رہی — نشۂ غفلت کا ہے ہر کاسۂ سر میں خمار
بے حیائی آنکھ میں ہے مرد ہوں یا عورتیں — آنکھ والے ہیں مگر اندھوں میں ہے ان کا شمار
شرم سے خالی ہیں گو آنکھیں بڑی ہیں بیل کی — آنکھ کی زینت حیا ہے قدرتی دلکش سنگار

شرم کے سر سے کو آنکھوں میں جگہ دے اے جگر
مصحفی دلکی ہے تفسیر آنکھ اس سے ہوشیار

محمد افتخار علی جگر

زبان اُردو کی سلیسی اور بے واریتی

نمبر ۲

متقدمین نے (آپ ایسے شخص) اور (فلان ایسے شخص) کی جگہ پر کہیں (آپ جیسے شخص) یا (فلان جیسے شخص) نہیں لکھا ہے (ایسے) کا لفظ مقام صفت

مین بولتے تھے اور جیسے کا لفظ مقام مثال مین اب ایسے کا لفظ ایسے محل مین لکھا جاتا ہے جو محل صفت ہوتا ہے نہ محل مثال اسمیں وجہ سے لفظ ایسے کا مخفف لفظ سا ہوا۔ اور کہا جاتا ہے کہ اُسکا سا آدمی یا آپ سا آدمی۔ یہ سا کا لفظ بجاے ایسے لفظ کے بولا جاتا ہے نہ کہ بجاے جیسے کے۔ اب اگر کسی محاورہ یا لفظ مین بمقتضاے ذہانت لوگ جدت کرتے ہین۔ تو مناسبت معنے اور لفظ مختار لہ اور اُسکے محل سے کچھ واسطہ نہین رکھتے ہین جیسے نئے خیالات والے۔ اور پُرانے خیالات والے کی جگہ پر نئی روشنی والے۔ اور پُرانی روشنی والے اسمین لفظ مختار اور مختار لہ مین کوئی مناسبت سمجھ مین نہین آتی کیونکہ روشنی کا لفظ کسی طرح سے خیالات کے معنی مین خواہ وضع خواہ دستور خواہ طرز عمل جو معنی مقصود ہون اُس سے مناسبت نہین رکھتا۔ یہ محاورہ اگر بمقابلہ مشعلچیون اور مکان داران حال کے اختراع کیا جاتا تو مضائقہ نتھا اب لفظ وغیرہ کے ساتھ ایک وغیرہ اور بڑھا دیا گیا جو پہلے وغیرہ کے معنی باطل کر دیتا ہے۔ کسی صاحب نے اُمنگ کی جگہ پر لفظ اُپج کا اپنی زبان دانی کے دعوے پر اختراع کیا ہے جسکا پتہ کسی زبان مین نہین ملتا۔ کاشتکار دہقانی البتہ بولتے ہین۔ مین نے ایک اخبار کے سرنامہ پر جسکا نام اصطلاح مین اہل اخبار نے سُرخی رکھا ہے یہ لفظ اُپج کا دیکھا۔ لکھا تھا (نئی اُپج) پہلے تو یہ سمجھا کہ الف اور پے کو زبر ہے جسکو کسی عربی دان نے براہ تمسخر پاجی کا صیغہ افعل التفضیل بنایا ہے۔ جسکے معنی بڑا پاجی ہوے۔ مگر جب اُسکے ساتھ لفظ نئی کا شریک دیکھا تو بوجہ یاے تانیث تامل ہوا اور قیاساً معنی اُپج کے امنگ لگائے لیکن جہان تک خیال تحقیق دوڑایا اساتذہ متقدمین کے کلام مین اس لفظ کا پتہ نہین چلا اور مہمل معلوم ہوا اس زمانہ کے غیر محققین نے عورت کو بجاے جناب کے جناب لکھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ اسمین ایک بڑا پہلو ذم کا نکلتا ہے۔ جناب ایک اسم جامد ہے اسمین تاے تانیث یا ہاے تانیث نہین لگائی جا سکتی۔ اسمین تا یا ہا لگانے سے

یہ لفظ مصدر ہو جاویگا اور مصدر ہو جانے پر اسکے معنی جنابت کے ہو جاوینگے۔
اور یہ لفظ اہل فقہ کی اصطلاح مین غسل کا مضاف الیہ بنا کر غسل جنابت یعنی غسل ختم
ایام زنان کو کہتے ہین ایسے الفاظ مین تذکیر و تانیث نہین ہوتی۔ ورنہ حضور بیگم صاحبہ
کی جگہ پر حضورہ لکھا جاتا (دیکھو لغت برہان قاطع) اسی طرح لفظ بی بی کو اس زمانہ
کے لوگ بیوی بولنا صحیح اور فصیح سمجھتے ہین۔ غرضکہ اب فصیح سمجھکر غلط الفاظ کا استعمال غیر
محقق لوگون مین بہت بڑھتا جاتا ہے۔ اور محاورات مین بھی اپنا محاورہ عمدہ و صحیح چھوڑ کر
بہ تتبع انگریزی اپنے محاورات روزمرہ اُردو کو خراب کرتے اور بھلاتے جاتے ہین۔
مثلاً بیان کرتا ہون کہ جیسے بعض لوگ بولتے یا لکھتے ہین (کہ کیا آپ اپنا گھوڑا مجھکو
دے سکتے ہین) اگر انصاف کیجئے تو یہ محاورہ ہمارے قدیم محاورہ سے فصیح اور بہتر اور
مودب اور مہذب نہین کیونکہ ہم کہینگے کہ اگر کوئی سبب مانع نہ ہو تو آپ اپنا گھوڑا مجھکو
عنایت کیجئے علاوہ اسکے یہ فقرہ کہ کیا آپ اپنا گھوڑا مجھکو دے سکتے ہین۔ گھوڑے کا
مانگنا نہین ہو سکتا بلکہ یہ بات پوچھنا ایک شے کو جانکر اُس سے لاعلم بننا ہے۔ کیونکہ یہ تو
ظاہر ہے کہ جب وہ گھوڑے کا مالک ہے گھوڑا دے سکتا ہے پھر پوچھنا کہ آپ کیا
اپنا گھوڑا مجھکو دے سکتے ہین ایک تجاہل عارفانہ ہے غرض کہ کچھ اپنا روزمرہ اور محاورات
بگاڑکے اور کچھ انگریزی الفاظ و محاورات ملاکے زبان اردو کو تباہ کیا اور کر رہے ہین
اب تو یہ حالت ہے کہ نثر کا کیا ذکر نظم اُردو مین بھی انگریزی الفاظ و محاورات شریک
کئے جاتے ہین ایک دن مین پیسہ اخبار لاہور دیکھ رہا تھا اُسکے ایک صفحہ پر لکھا دیکھا
کہ تعزیت منظوم چونکہ طبیعت کو ایک مذاق شعر و سخن ہے اٹھاکر دیکھنا گا سب نظم تو سمجھ گیا
مگر دو شعر کے الفاظ پوری طور پر نہ سمجھ سکا نہ پڑھ سکا مجبور ہو کر کاغذ پٹک کے بیٹھ رہا۔ تھوڑی
دیر کے بعد ایک انگریزی خوان دوست آئے تو اُن سے اُن دونون شعرون کا پوچھ
لیا۔ وہ دونو شعر یہ ہین ؎

وہ تھے اہل اسلام کے خاص لیڈر ادب اُن کا کرتی تھی ہر قوم یکسر
وہ تھے اولڈ فیشن مین مقبول یکسر رہے نیو فیشن مین جون شیر و شکر

اب یہان اگر لیڈر کی جگھ پر رہبر اور اولڈ فیشن کی جگھ پر اگلے لوگون مین اور نیو فیشن کے مقام پر نئی وضع والون مین ہوتا تو کیا مصرعہ موزون نہ ہوتا مگر کیجئے کہ وہ اپنے زبان قدیم اردو کے الفاظ و محاورات ہی بھولے بیٹھے ہین لکھتے کیا - پھر ایسے روزمرہ اور الفاظ اور محاورات کو لوگ اردو زبان کیون کہتے ہین - زبان مخلوط کیون نہین کہتے - زبان اردو صحیح وہی ہے جو عربی - فارسی - ہندی - انھین تین زبانون سے مرکب ہو اور ترکیب دیگئی ہو - زبان دانان متقدمین دہلوی یا لکھنوی کی زبان ہو ان دونون شہرون کے متقدمین کی زبان ہمارے لئے ذریعہ استناد ہو سکتی ہے انکی تقلید مین ہمکو اختیار ہے چاہے جہان کی زبان اختیار کرین یہ منحصر ہر شخص کے ارادہ اور پسند اور خیال پر ہے - ہمارے نزدیک ان دونون مین ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا اور اسکے لئے مباحثہ کرنا محض جہالت ہے دونون مقامون کی زبان کاملین اور اور اساتذہ مستند کی اختراع کی ہوئی ہے - اور انھین الفاظ اور محاورات عربی فارسی ہندی سے مرکب ہے چوتھی زبان کو دخل نہین اور یہ دونون زبانین ہندوستان مین ایسی شایع ہوئین کہ جنکی بدولت دہقانی بھی اس ملک کے اپنی زبان مین عربی و فارسی کے الفاظ ہندی کے ساتھ ابتک استعمال کرتے ہین - ہین مثلاً اُس کی روزمرہ بول چال اور محاورات مین سیکڑون الفاظ عربی اور فارسی کی نشاندہی کر سکتا ہون اور اُن کے لب و لہجہ مین بول کر بتا سکتا ہون -

القصہ اردو زبان کی ایسی خرابیان خاص و عام مین بہت کچھ بڑھتی جاتی ہین اور کسی کے روکے رک نہین سکتین - اب زبان اردو کا فاتحہ پڑھ دینا چاہیئے اور زبان حال کو زبان مخلوط اپنے روزمرہ مین بولنا مناسب ہے - بان بس کسی کو

زبان اُردو کو زبان آبائی و ملکی جان کر اسکے زوال اور ناقدردانی کا درد و قلق ہو اُسکو
مناسب ہے کہ بجز زبان فارسی و عربی و ہندی و غیرہ تحریر اردو اپنے کام و زبان پر
حتی المقدور کسی اور زبان کا لفظ آیندہ سے نہ آنے دے - البتہ اُس لفظ کے بولنے
کا مضائقہ نہین جسکا ہم معنی لفظ زبان اُردو مین نہ ہو - مثل اسم و علم کے اور اگر ایسا
لفظ تحریر مین لانا پڑے تو کنایتًا یا صراحتًا جس طرح سے ممکن ہو بعبارت قابل فہم
اردو دانان اسکی شرح کر دیا کرین - مین اسبارہ مین اس سے زیادہ خرابیان لکھ سکتا ہون
مگر میری یہ تحریر ایک ذخیم کتاب ہوئی جاتی ہے - البتہ اپنے اس سلسلۂ بیان مین
بلا لحاظ طوالت اسکو بھی عرض کر دینا مناسب جانتا ہون جو تفرقہ شعرائے قدیم و جدید شعرائے
حال مین ہوتا جاتا ہے - شعرائے حال نے اپنی زبان اور محاورات اور ترکیب شعر مین محض
اپنی ذہانت اور جودت اور فکر عالی سے کام لینا شروع کیا ہے - اختراع محاورات و ترکیب
شعر مین کسی مسائل علمی متعلقہ نظم و کلام سے بحث نہین رکھی ہے - صحت و اختراع کے
لئے کوئی دلیل یا حجت مسائل علمی سے پیدا اور تلاش کرنا چھوڑ دیا اور اُنکے اس اختراع
اور جدت کے حسن و قبح کی تمیز کرنے والے بھی کمیاب ہو گئے ہین - اب جو صاحب
کو زبان اُردوے معلیٰ کا استاد مسلم اور صحیح بننا منظور ہو وہ سمجھ لین کہ ہمکو اپنی فکر اور
جودت اور ذہانت سے فقط مضمون آفرینی کا کام لینا چاہیئے - اختراع اور اصلاح اور
ترکیب بندش اور محاورات مین اپنی طرف سے جدت نہ کرنا چاہیئے - کیون کہ ہمکو ان مین
وہ مادہ علمی نہین جو اس کام مین صرف کیا جاتا تھا - اور نہ وہ لوگ ہین جو ایسی قابلیت
کے شناسا یا قاعدہ دان تھے - اور محاورات زبان اُردو کو اور قواعد نظم کو محدود
انھین متقدمین شعرا کی زبان تک سمجھین بلکہ زبان حال شعرار دہلی و لکھنؤ سے بھی
استناد اپنے قول کا نہ کرین وہ مادۂ آراستگی زبان و محاورات اردو اُن کے پاس بھی
نہین رہا اور بجز جودت و ذہانت سے کام لینے کے قواعد و اصول علمی سے اختراع کلام

کی تلاش اُنکو بھی نہین رہی اور نہ اُن کے کلام کے ناظرین و سامعین عام طور پر اس لیاقت کے رہے جو حسن و قبح شعر کا حسب مسائل علوم فصاحت و بلاغت مثل متقدمین ادراک کر سکین زبان حال مین ایسے سامعین و ناظرین لایق فیصدی دس بھی ملنا غیر ممکن ہین - مین وہ تفاوت جو شعراء قدیم اور حال کے کلام مین ہوتا جاتا ہے - اس مضمون مین مثالاً بذریعہ اشعار عرض کرتا مگر اسکو کوئی صاحب بحر کلام معترضانہ و حریفانہ نہ خیر خواہانہ تصور نہ کرتے - اور آمادہ بحث و مباحثہ ہو جاتے میرا مدعا محض اُنکا متوجہ کرنا جانب صحت محاورات و ترکیب شعر بدستور اساتذۂ قدیم ہے تاکہ زبان و کلام اردو پیرایستۂ اساتذۂ گذشتہ اپنے محاورات اور ترکیب وغیرہ مین ان لوگون کو اپنا میزان سمجھے اور وہ لوگ اپنے حسن کلامی مین اساتذہ مستند گذشتہ کا جواب ہو جائین اور مین اُنکی ترقی ہنر اور قابلیت کا تہ دل سے خواہان ہون اور جو کچھ لکھ گیا اور اب لکھون گا بر سبب کعبہ بطور پند و موعظت لکھونگا نہ کہ باعث جرح و قدح جسکا مجھ مین مادہ و صلاحیت نہین - مین نے بقدر اپنے علم و ادراک کے جہانتک تجربہ کیا - تو شعراء حال بعض استعارات و تشبیہات و محاورات وغیرہ مین ایسی جدت کر جاتے ہین کہ وہ جدت محض بتائید ذہن و جودت معلوم ہوتی ہے - نہ کہ بقواعد علمی و بہ استناد - اور اپنے کلام مین ابہام اور محذوفات اور محاورات طبع غیر مستند و غیر دلیل کو اکثر دخل دے رکھا ہے - استعارات مین تو طریق اقسام استعارہ پر کم نظر کرتے ہین اور نہین دیکھتے ہین کہ یہ استعارہ ہمارا بالتصریح ہے یا بالکنایہ اصلیہ ہے یا تبعیہ مطلقہ ہے یا مجردہ یا مرشحہ میرے نزدیک وقت استعارہ مستعار منہ مستعار لہ مین تاویلاً یا ضمناً یا صراحتاً کوئی نسبت ہو تو اُسپر حسب قواعد علمی ضرور خیال کر لینا چاہیئے بے سمجھے بوجھے ہر قسم سے استعارہ نہ کر لینا چاہیئے جیسے کوئی کہے سحر قلزم یا چمن رعد یا شام برق تو اُسکو مناسب ہے کہ پہلے

اپنے استعارہ کی وہ نسبت سمجھ لے اور تشبیہات مین بھی قواعد و طریق تشبیہ کے تحقیق پر اُونکی ذہانت اُنکو متوجہ نہین ہونے دیتی - اداے مضمون شعر اُونکا بیشتر بہ ابہام و کنایہ ہوتا ہے اور فہم اسکا ذہن قیاس سامع پر چھوڑ دیا جاتا ہے - حالانکہ مضمون شعر کو ایسے الفاظ واضح سے ادا کرنا چاہیئے کہ شعر اپنے عرض مطلب مین محتاج ذہن و قیاس سامع کا نہ رہے علی الخصوص غزلیات مین - ایک دن میرے ایک دوست نے ایک شعر کسی اوستاد کا پڑھا - جسکے نام و تخلص سے وہ خود بھی ناواقف تھے اور اسکی داد مجھسے چاہی - مین نے اچھا ہے کہکر سکوت کیا اور میرے سکوت سے وہ مصر ہوے کہ اُسکے حسن و قبح سے اُنکو خبر کرون اور مجبور کیا وہ شعر یہ ہے ؎

پاؤن پھیلائے ہین دامان کی طرح ہاتھ کھینچا ہے گریبان کی طرح

اونکے حسب تقاضا و اصرار مین نے کہا اول تو اس شعر مین ابہام ایسا ہے کہ بجز قیاس سامع کے مضمون شعر نہین بتایا جا سکتا کہ متکلم اپنا حال کہہ رہا ہے یا کسی غیر کا دوسرے مشبہ اور مشبہ بہ مین جو وجہ شبہ رکھی ہے وہ قابل غور و تامل ہے کیونکہ دامان کا پھیلانا اور گریبان کا کھینچنا ان دونون کا یہ فعل اختیاری و ارادی نہین اور اپنے وجود مین محتاج غیر ہے یہ تشبیہ بغیر اسکے کہ دامن سائل کی طرح کہا جاے اور گریبان اہل جنون کی طرح کیا جاے - میرے خیال مین تشبیہ صادق اور پوری نہین ہو سکتی - بلکہ اس اپنی ترکیب پر بھی مجھکو تسلی نہین اس قسم کے ابہامات فی زمانہ اشعار اساتذہ حال مین زیادہ پاے جاتے ہین گو متقدمین کے کلام مین بھی شاذ و نادر ابہام ملیگا مگر وہ ابہام کسیقدر توضیح مضمون کے ساتھ ہوگا نہ ایسا کہ قیاس سامع کو بجز اپنی جانب دوسری طرف جانے ہی نہ دے بعض الفاظ و محاورات کی یہ حالت ہے کہ اکثر الفاظ و محاورات وہ مستعمل ہوتے ہین کہ متقدمین کے کلام مین جنکا ملنا دقت سے خالی نہین - مین مثلاً ایک ہی دو محاورون کو لکھتا ہون جیسے - آے دن - یا پہلی کا

پھڑکتا - یا تمہاری جان سے دور آگئے یہ محاورات مستورات مین مستعمل تھے رجال مین نہ تھے - داغ نے اپنے ایک شعر مین جان سے دور باندھا تھا - اسیر اکثر زبان قدیم معترض ہوتے تھے شعراء متقدمین کے نزدیک جیسی شاعری مشکل تھی ویسی ہی اب متاخرین کے نزدیک آسان ہوگئی - اس زمانہ مین بڑے بڑے کامل و قابل لوگ علانیہ ٹوک دیئے جاتے تھے - جناب دبیر الدولہ منشی مظفر علی اسیر مرحوم نے ایک شعر اپنا مشاعرہ مین پڑھا ؎

اعضا جو بدن کے ٹوٹتے ہین گویا کہ طپنچے چھوٹتے ہین ؛

پوچھا گیا کہ آپ کا یہ شوخ مذاق مین ہے آثار و اسباب و علامات عشق مین تو یہ صفت داخل نہین - موعظت و دیگر واقعات دنیاوی سے اسکو کوئی تعلق نہین - آیا اس شعر کا موضوع لہ کون اور کیا سمجھا جائے یہ شعر تو اطبا کے سامنے پڑھنے کے قابل ہے شعرا کے سنانے کی کوئی حاجت نہین - اور انجام کو بجز سکوت کچھ چارہ نہین ہوا - خواجہ وزیر مرحوم نے اپنے شعر مین جو پورا مجھکو یاد نہین یہ مصرعہ پڑھا ع

چھپ رہون گا گل قالین مین ابھی بو ہوکر

لوگون نے اُنسے کہا کہ بوکا کام منتشر ہونا ہے چھپنا نہین ہے وہ ساکت ہوگئے -

پس شاعران حال کو چاہیئے کہ اپنے کلام کو جدت بے اصول سے اور ابہام اور محذوفات اور استعارات اور تشبیہات بے دلیل سے اور اُن الفاظ سے کہ جو بغیر اضافت اپنا مافی الضمیر ادا نہ کرسکین اور محاورات غیر مانوس السماعت سے بچائے رکھین اور کلام سے اُن متقدمین کے جنھون نے بعد سودا و مصحفی وغیرہ آراستگی زبان اردو مین کوشش بلیغ کی ہے مثل ذوق و غالب و مومن و آتش و ناسخ و اسیر و وزیر و صبا و رند و خلیل وغیرہ اپنے کلام کے استناد کے متلاشی رہین کیونکہ زبان اردو سے سلیس کو انھین لوگون کے عہد تک محدود سمجھنا چاہیئے اور اوائے

مضامین مین توضیح کو برابر ملحوظ رکھین - جو الفاظ اپنے مفہوم مین محتاج اضافت ہون اونکو تمام نہ چھوڑین جیسے لفظ بزم عزا کو بغیر اضافت لکھدیتے ہین - یہ نہین خیال رکھتے کہ متقدمین نے لفظ بزم عزا کو جو بغیر اضافت ہوتی تھی اپنے روزمرہ مین خاص کر لیا تھا بزم محرم کے لئے - پھر ہم بغیر اضافت اپنے متعلق یا غیر کے متعلق اسکا استعمال کیون جائز رکھین - ہم تو اُنکے مقلد ہین خود مجتہد نہین میرے نزدیک فی زمانا جن صاحب کو آرزوے حصول لیاقت اوستادی ہو وہ اس استغنا اور بے توجہی کے ساتھ اپنی فکر رسا کو ضایع نکرین بیشک شاعران حال کی طباعی و فکر و ذہانت اپنے کمال مین متقدمین شعرا سے کہین بڑھی ہے اور قابل تحسین ہے - مگر افسوس کی بات ہے کہ وہ تحقیق اور اصول آراستگی زبان و توضیح ادا ے مضامین مین پابند قواعد و مسائل علوم بیشتر نہین تنہا علم عروض کو اپنا ہادی سمجھتے ہین اور اپنے امکانی فعل کو غیر ممکن کر رکھا ہے ورنہ یہ لوگ متقدمین شعرا پر کہین زیادہ افضلیت حاصل کر سکتے ہین - انکو تنہا اپنی جودت اور ذہانت سے کام جدت کا نہ لینا چاہیئے - کسی قدر پابندی قواعد و مسایل علوم متعلقہ فن ہنا بھی ضرور ہے - اور محاورات غیر مستند و غیر مروجہ سے احتیاط رکھین اور شعراے متقدمین کے کلام سے استناد کو باعث اپنی صحت لیاقت و کمال اوستادگی کا جانین -

والسلام بالاکرام - احسان علی - فصیح

غزلیات

کاکل است این یا بنفشہ یا شب یلداست این — یا سہی سرو چمن یا قامت بالاست این ؟
کاکل است این یا بنفشہ یا مداد ماست این — یا سواد روے دشمن یا شب یلداست این
پارۂ از سنگ خارہ یا دل سنگین یار — یا دل پردرد و دردم یا خم صہباست این
برگ سوسن یا زبان یار یا نوک سنان — یا نہال گلفشان یا ماہی دریاست این

دستۂ گل باشکم یا وصل یا قوت جنان — لوح سیم خام یا آئینۂ دلہاست این
شاخ مرجان ست یا شاخ نہال طور سین — ساعد دلدار یا بنو بادۂ جانہاست این
بائے مطلوب دلم یا تائے قوت جان من — یای معکوس مے خوش یا مگو لہاست این
جلوۂ رخسارۂ پر نور تو یا لمعات برق — بیقراری دلم یا چشمک اعداست این
چہرہ ات یا آئینہ یا آفتاب روز عید — ساغر صہبائے جنت یا گل رعناست این
چاہ بابل یا دو چشمت یا دو مہر مہرہا — یا بیاض ساحری یا آہوئے صحراست این
موج بحر آرزو یا زلف تو یا مشک چین — یا دو سلک نافۂ یا زنجیر پائے ماست این
خط آزادی عشاق است یا دام فریب — سبزۂ نوخیز یا طوطی شکر خاست این

ناف او یا چاہ نخشب یا چہ کنعان علی
چشمۂ خورشید یا گرداب دریاہاست این

(کلیات نظم انتظام علی)

(مرسلہ سید ضمیر حسن دہلوی)

عجب بے درد کے پالے پڑے اول — ہزار افسوس صد حسرت ہزار اول
خبر ہی کچھ نہیں کیا اس گذری — تری زلفوں نہیں جب سے جا پھنسا دل
تری ترچھی نظر نے تیر مارا — تری نیچی نگہ نے لے لیا دل
کہاں تو پھر کہاں یہ صحبت گل — خوشی کے چہچہے کرلے عنادل
ہے نالہ بے اثر پہلو میں میرے — اور آہ نارسا اور بیوفا دل
ہو مستور نظر اس کا ہی دل — الٰہی دے مجھے یا دوسرا دل
جلا اب اٹھ لے جا ہاتھوں کو مل کر — ترے کوچہ میں اب تو لگ گیا دل
قیامت میں شفیع المذنبین ہو — مرا شامل فہیمہ کرتا ہے معاملہ دل
بلا سے روٹھ دشمن ہو گئے سب — بھلا کیا کم ہے گیا مجھ سے مرا دل

نتیجہ عمری آہوں کا ہے فہمی
لئے پھرتے ہیں وہ دختر زہ دل

(دیوان حسین صدیقی فہمی)

کہاں طاقت مجھے حد ستم کی — توانائی کہاں شکر خدا کی
وفا کا ذکر کیا ہم تو اسے — نہیں امید اب جور و جفا کی
ٹکاؤ تم سے کی عرض ہے — مریض عشق کی کیا ہے دوا کی
قیامت ہو گئی مجھ کو شب ہجر — کسے تشویش اب روز جزا کی
پھر پلٹ تیغ کر دہنہ پلٹ جائے — شکایت کیا ہو بخت نارسا کی
جنازہ دیکھکر میرا کہا حیف — رہی دل ہی میں یہ حسرت بھلا کی
بتوں سے ہار میرا دل پھرا پھر — خدا سے جیتے اکثر التجا کی
نگاہ ناز ہی نے مار ڈالا — نہ حسرت علی مشتاق ادا کی
نسیم صبح گلشن گر چلے کی — ہمارا ہی چمن کچھ تھا نہ فہمی
کہ کی اس نے جفا ہم سے وفا کی

(دیوان حسین صدیقی فہمی)

آل انڈیا محمڈن لیڈیز کانفرنس

زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ بساز

رفتار زمانہ کبھی یکسان نہین رہتی اسکی روانی بہتے ہوے پانی سے تیز اور ہمیشہ رخ بدلتی رہنے والی ہے۔ زمانے کی یہ حالت ہے کہ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ۔ یہ سمجھنا کہ ہمیشہ ایک ہی سی گذر بیگی سخت نادانی ہے۔ اسکے تبدل و تغیر کے لئے کوئی وقت مقرر نہین اور نہ کوئی انتہا۔ کہ اس درجہ پر پہونچکر اُس حالت مین ٹھیر جائیگا اس کے زبردست ہاتھ کسی چیز کو یکسان حالت مین نہین رہنے دیتے۔ خوش قسمت ہین وہ لوگ جو اسکے ساتھ ساتھ چلتے ہین اور جو ہماری طرح لکیر کے فقیر بنے رہتے ہین وہ کبھی ترقی نہین کرسکتے۔ کیونکہ

ممکن نہین کہ اب ہے جو صورت یہی رہے
ویسا کبھی رہا ہے نہ ایسا کبھی رہے

تبدیلی زمانہ کا اثر کسی ایک چیز پر نہین پڑتا۔ بلکہ کل اسباب عالم اس سے متاثر اور تغیر پذیر ہوتے رہتے ہین۔ جس کا بدیہی نتیجہ یہ ہے کہ زمانہ شناس اقوام میدان ترقی مین سب سے آگے ہین۔ اور چونکہ ہماری قوم قدامت پرست ہے زینہ ترقی سے کوسون دور ہی اور اسی خواب غفلت مین مدتون سرشار رہتی۔ مگر اُس زبردست قوت یعنی زمانہ کی ہوا کے اثر سے اس مدہوش قوم مین بھی بیداری کے آثار پیدا ہوگئے۔ جس سے امید پڑتی ہے کہ شاید یہ مردہ قوم کبھی زندہ ہوجاے۔

خدا غریق رحمت کرے رہنمار قوم سرسید مرحوم نے سب سے پہلے ضروریات زمانہ کو محسوس کیا۔ اور قومی کالج کھولا۔ اور نہ صرف کالج ہی کھولا بلکہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قایم کی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج مسلمانان ہندوستان مین جسقدر تعلیم یافتہ اور زمانہ شناس حضرات نظر آتے ہین جنکو ضروریات زمانہ کا احساس ہے۔ اور اُنھین کی مہربانی اور بہبودی سے

تعلیم نسوان کی ضرورت مان لی گئی ہے۔ جس کا انتظام بھی ہوگیا ہے۔ اور کیا جارہا ہے۔ بفضل خدا اسوقت بھی ہزارون مسلمان مستورات ہند حرف شناس ہین اور سیکڑون تعلیم یافتہ بلکہ اعلیٰ تعلیمیافتہ ہین جو تعلیم نسوان کا احساس رکھتی ہین۔ اور اپنے فرقہ کی بیداری کی کوششون مین مصروف ہین۔ یہ وقت ہے کہ اگر انھین شرعی قیود کے اندر انکی بہتری و بہبودی (جو نہ صرف اُنکی بلکہ تمام قوم کی بہتری ہی) کے وسائل سوچنے اور اُن پر عمل کرنے کی اجازت دی جائے۔ تو یہی کونے کی بیٹھنے والیان (جنکو عضو معطل سمجھ لیا گیا ہے) بہت کچھ کر دکھائین۔

جابجا زنانہ اسکول بھی کھل گئے ہین۔ اور زنانہ پرچے بھی جاری ہین۔ لیکن جسکی سب سے زیادہ ضرورت ہے اُس کا ابھی خیال بھی نہین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ تبادلۂ خیالات سے انسان جسقدر لیاقت حاصل کرسکتا ہے اُسقدر تعلیم سے بھی نہین۔ کیونکہ زمانہ کی ترقی کا یہی ایک گُر ہے۔

جب سے محمڈن کانفرنس قائم ہوئی۔ تب ہی سے مسلمانان ہندوستان کی آنکھین کھلین اور اُنھون نے اسباب ترقی کو سوچا اور سمجھا۔ لیکن افسوس اسوقت تک مسلمان مستورات کے میل جول کا کوئی ذریعہ نہین۔ آج سے پانچ سال قبل خاکسار نے قومی اخبارات مین لیڈران قوم سے اس اشد ضرورت کے پورا کرنے کی استدعا کی تھی۔ جسکی بہت کچھ مخالفت ہوئی بہت سی بے دیکے بعد کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ گو ہمارے زمانہ شناس ہمدرد نسوان شیخ محمد عبداللہ صاحب سکریٹری تعلیم نسوان سیکشن ہماری خواہش پوری کرنے کو دل سے تیار تھے۔ اور ہین۔ لیکن مخالفین تعلیم نسوان نے ہماری چلتی ہوئی گاڑی مین روڑے اٹکا دیئے کہ ہماری دلکی دل ہی مین رہی۔

الناظر کے مارچ نمبر مین خیر خواہ نسوان جناب سید امین الحسن صاحب نے اس اشد ضرورت کو محسوس کرکے اپنے خیال کا اظہار کیا ہے اُن کا مضمون دیکھکر مجھے

جسقدر خوشی ہوئی ہے اسکا اظہار نہین کرسکتی - آپ نے اس ضروری امر کو دوبارہ معرض بحث مین لاڈالا ہے - خدا اس کا نتیجہ نیک کرے - مگر ہمین اپنی بدقسمتی سے یہ امید نہین کہ اسدفعہ بھی اسکا نتیجہ خاطر خواہ نکلے - گو کچھ بھی مشکل نہین کیونکہ محمڈن کانفرنس کے ساتھ زنانہ صنعت وحرفت کی نمایش ہر سال ہوتی ہے - اور جس شہر مین نمایش متعلقہ کانفرنس ہوتی ہے اس شہر کی پردہ دار بیگمات عموماً شریک نمایش ہوتی ہین - ہان دوسرے مقامات سے نہین آسکتین کیونکہ اس کا کچھ انتظام نہین - کیا یہ بات سخت قابل افسوس نہین کہ جنکی دستکاری کی نمایش ہو - وہ خود دیکھ بھی نہ سکین میرے خیال مین جس غرض سے زنانہ صنعت کی نمایش کی جاتی ہے وہ مطلب ہی مفقود ہوجاتا ہے - زنانہ دستکاری مردون نے دیکھی تعریف کردی سارٹیفکٹ اور تمغے دیدیے - اس سے کیا فائدہ ہوا ؟ اتنا بھی معلوم نہ ہوسکا کہ کس کس بہن نے اپنی اعلیٰ ہنرمندی کا انعام پایا اور جس چیز پر انعام ملا وہ کیسے بنائی گئی تھی - اور یہ خبر بھی کہ فلان بہن کو تمغہ ملا" چند ہی بہنون کو معلوم ہوتی ہے - جو رسالہ "خاتون" کی خریدار ہین یا "ٹائمز آف انڈیا" پڑھنے کے قابل ہین - دوسرون کو یہ بھی نہین چاہیئے کہ اس موقع پر پردہ دار بیگمات خود موجود ہون اور دیکھین کہ ملک کے کس حصے سے کس کس لیڈی کی بنائی ہوئی کیا کیا چیزین آئین - جن کے لئے انعام تجویز ہوئے تاکہ اُن کی ہنرمندی مین ترقی ہو - بس وہی ہمارا زنانہ کانفرنس ہوجاے - سال کے سال بزرگان قوم کے زیرسایہ پردہ دار بیگمات نمایش دیکھنے کی غرض سے جمع ہوا کرین - اور وہین اپنی ترقی کے وسائل ملکر سوچا کرین - اور پھر عمل کرین -

خدا کے فضل سے اسوقت بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ وعالی رتبہ کارکن بہت سی بیگمات ایسی موجود ہین جو اپنی کانفرنس کی سکریٹری اور پریسیڈنٹ کے فرایض کو بطریق احسن انجام دے سکین - یہ تو ناممکن ہے کہ شروع ہی مین تمام مسلمان بیگمات ہند

کانفرنس مین شریک ہوجائین ہر ایک کام کی ابتدا نہایت چھوٹے پیمانے پر ہوتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اگر مخالفین تعلیم نسوان کے اعتراضات کی پروا نہ کرکے زنانہ کانفرنس کی بنیاد ڈالدی جائے اور شیخ محمد عبداللہ صاحب سینہ سپر ہوکر نمایش کے وقت زنانہ کانفرنس کا انتظام کردین تو مین بلا تامل کہہ سکتی ہون کہ اس کمزور فرقے کے ناتوان ہاتھ اپنی کانفرنس کا کام نہایت آسانی سے انجام دے سکینگے ہم شیخ صاحب کے تعلیم نسوان فنڈ سے کانفرنس کے اخراجات کے لئے ایک پیسہ لینا نہین چاہتے۔ صرف کانفرنس کا انعقاد ہونا چاہیئے۔ پھر کانفرنس فنڈ کھولکر روپیہ جمع کردینا ہمارا ذمہ۔

مین امید کرتی ہون کہ میری معزز و بیدار مغز بہن زہرا خانم صاحبہ (بمبئی) ضرور اس باب مین اپنے خیالات کا اظہار کرینگی۔ خدا کرے ہمارے سچے ہمدرد سید امین الحسن صاحب کے سے چار پانچ اصحاب اور بھی انھین خیالات کے ہوجائین تو کچھ امید ہو۔

بنت نذر الباقر۔ کوہاٹ

لیڈیز کانفرنس

لوگ سچ کہتے ہین کہ خلقت بھیڑ یا دہسان ہوتی ہے۔ جس راستہ پر کسی نامی گرامی آدمی کو چلتے دیکھا اور لوگ بھی۔ سکی دیکھا دیکھی وہی راستہ چلنے لگے۔ پھر لاکھ سمجھاؤ بجھاؤ نہ کبھی سنینگے اور نہ کسی کا کہنا مانینگے۔ اور سچ یہ ہے کہ سمجھتے ہین اپنے اپ کو بڑا آزاد۔ بھلا کوئی اُن سے پوچھے تو کہ آزادی کے معنی کیا ہین۔ کیا آزادی کا یہی مطلب ہے کہ ہم ایک طرف تو پرانی رسمون اور پرانی طرز زندگی کو چھوڑتے جائین اور دوسری طرف نئی قسم کی رسمون اور نئی طرح کی زندگی کی سخت جکڑ بند مین پھنستے جائین۔ نئی روشنی والے اپنے بزرگون کے متعلق ہمیشہ کہا کرتے ہین کہ یہ لوگ تو محض وضعداری پر جان دیتے ہیں

لیکن اگر غور سے دریافت کرو اور انصاف سے کام لو تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اس قسم کی طرحداری پر کون مرتا ہے۔ اگلے زمانہ کے لوگ اپنی روش کے پابند تھے تو اسوجہ سے کہ ساری عمر اسی راستہ پر چلتے رہے تھے اور اسی طرح کی آب و ہوا مین اُن کا خمیر بنا تھا لیکن آجکل کے لوگ جو اپنی آبائی روش کو چھوڑکر بات بات مین انگریزون کی نقل کرتے ہین اور اُنھین کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہین تو کوئی اُن سے پوچھے کہ بھلا کوّا ہنس کی چال چلا اپنی بھی بھولا نہ کہا جائے تو کیا کیا جائے۔ اور ستم ظریفی یہ کہ اُن کی وضعداری تو تقلید کی بندش مین جکڑی جائے اور ان کی طرحداریان آزادی کے نام سے شہرت حاصل کرین۔

بات اصل یہ ہے کہ سوچ سمجھکر کام کرنے والے بہت کم ہوتے ہین۔ دوسرون کی نقل کرنا اور دوسرون کے نقش قدم پر چلنا آسان ہے اس راستہ پر ہر چھوٹا بڑا ہو لیتا ہے اور کہین نہ کہین جا پہونچتا ہے۔ اگلے لوگ اگر اپنے لئے پرانی وضع اور روش کو صراط مستقیم جانتے ہین تو نو فیز اور نو عمر تعلیم یافتہ حضرات یورپ کی تراش و خراش اور مغربی تحریکون کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہین۔

یہی حال لیڈیز کانفرنس کا ہے۔ چند روز سے ملک مین یہ وبا عام ہو رہی ہے کہ ذرا ذراسی بات کے لئے کمیٹیان ہوتی ہین اور کانفرنسین جمع ہوتی ہین۔ مردون کی دیکھا دیکھی عورتون نے انگریزی تعلیم اور انگریزی لباس کی چاہت شروع کی تو اُنھین بھی کانفرنس کا شوق چرایا۔ اور غور کیجئے تو اسکے باقی مہمان ہمارے ہی بھائی بند ہین۔ اگلے زمانہ کی عورتین اب تک کچھ نہ کچھ موجود ہین۔ لیکن اُن کو نہ کانفرنس کا خیال ہے اور نہ وہ نئی وضعداریون کو پسند کرتی ہین۔ مگر اب جو مردون نے عورتون کو کچھ شد بد تعلیم دیدی اور اُنھین میز کرسی کی نشست و برخاست اور میمون کے طریقہ پر بال بنانا اور ناک کان کے زیورون سے نفرت کرنا سکھا دیا تو لگین وہ بھی کانفرنس قائم کرنے

بیوی نے میان سے کہا کہ صاحب آپ لوگ کانفرنس کرتے ہین ہماری بھی ایک کمیٹی بنا دو اور شوہر صاحب نے بیوی کی دلدہی کی خاطر نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ لیڈیز کانفرنس کی تجویز پیش ہی تو کردی - اب ان سے کوئی بھلا پوچھے کہ اس کانفرنس سے کیا فائدہ ہوگا تو یہ تو کہین گے نہین کہ بیوی کی خاطر داری منظور تھی - دو چار وضعی ضرورتین اور اُن ضرورتون کے لئے لچر پوچ دلیلین کہہ سنائین گے اور اپنی بات کو وزن دار بنانیکے لئے دو چار بڑے بڑے لوگون کے غلط صحیح اقوال جو طوطے کی طرح رٹے گئے ہین سُنا دین گے - ارے صاحب اس سے کہین یہ لدی پھندی گاڑی تھوڑے چل سکتی ہے - ذرا دل کو ٹھنڈک پہونچائیے اور دماغ کو تقویت دیجئے اور کانفرنس کی ضرورت پر عقل دوڑایئے آپ کو نئی روشنی کی چکا چوند مین کچھ نہ معلوم ہو سکتا ہو تو مجھسے سارا حال سُن لیجئے مگر انصاف سے کام لیجئے گا -

یون تو ہر ملک مین مردون اور عورتون کی ذمہ داریات جداگانہ ہوا کرتی ہین لیکن ہمارے یہان پردہ کی رسم کی وجہ سے دونون جنسون مین بہت جدائی ہوگئی ہے - مردون کو دنیا کے ہر قسم کے کاروبار کرنا ہوتے ہین اور عورتون کو صرف چار دیواری کے اندر بچون کی دیکھ بھال اور کھانے کی فکر کرنا ہوتی ہے - مرد روزی کماتا ہے اور عورت اسکو خرچ کرتی ہے - مرد قسم قسم کے علم اور پیشہ حاصل کرتے ہین جن سے عورتون کو کچھ سروکار نہین ہوتا - مردون کو دن رات لکھنا پڑھنا رہتا ہے اور عورتون کو پلنگ یا تخت پر بیٹھکر ڈلیان کترنا یا کپڑے سینا - مرد کا ملکون ملکون کی سیر کرنا آسان ہے مگر عورتون کا گھر سے باہر نکلنا محال - مرد کو تمام طرح کی آزادیان حاصل ہین مگر عورت مقید اور مجبور ہے - مرد کو خدا نے اور قانون نے عورت پر حاکم بنایا ہے اور عورت اسکی محکوم اور تابعدار ہے -

پھر ایسی صورت مین بھلا کانفرنس کیا کام دیگی - مردون کی کانفرنسون نے

ابتک جو تھوڑا بہت کام کیا بھی سو اس وجہ سے کہ ایک نہین سیکڑون مردون نے ان کانفرنسون کو کامیاب بنانے کیلئے شہرون شہرون کی خاک چھانی اور دوڑ دھوپ کرکے دوسرون کو اپنا ہم خیال اور مددگار بنایا - عورتین بھلا کب یہ کرسکتی ہین اور اگر وہ کرین بھی تو کیا آپ کی غیرت کا تقاضا نہ ہوگا کہ آپ انکو مکان کی چار دیواری مین بند رکھین - مردون کے یہان تبادلۂ خیالات کا وسیع پیمانہ پر ہونا ان کی روشن خیالی کا باعث ہوتا ہے - لیکن عورتون کے یہان اس کا نتیجہ سوائے اسکے کیا ہوسکتا ہے کہ عورتین اُن قیود سے آزاد ہو جائین جو خدا رسول اور قانون معاشرت نے اُنکے لئے لازمی قرار دیئے ہین پھر عورتون مین اتنی تعلیم کہان جو وہ کانفرنس کا کام چلا سکین نہ اُن مین کوئی سید امداد علی ہے اور نہ مہدی یعلیخان اور نہ مشتاق حسین - لوگون کو تو اسمین بھی شک ہے کہ رسالون مین جو عورتین مضمون لکھا کرتی ہین یہ اُنھین کے مضمون ہوتے ہین یا

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

کا معاملہ ہوتا ہے - اور زیادہ تر لوگون کا خیال یہی ہے کہ یہ مضامین کسی معشوق کے لکھے ہوئے ہوتے ہین - اور جو دو ایک بڑی عالم فاضل عورتین ہون بھی تو اول تو لوگ عام طور پر اُن کی نسبت اچھی رائے نہین رکھتے اور دوسرے یہ کہ وہ اپنی راحت و آرام کو چھوڑ کر اس قسم کی دوڑ دھوپ کیون کرنے لگین - مردون کی سی جفاکشی تو عورتون مین ہوتی ہی نہین بلکہ عورتون کے یہان ذاتی آرام اور ظاہری زیب و زینت کا خیال مقدم رہتا ہے اور بفرض محال اگر یہ سب کچھ ہوا بھی اور کانفرنس بھی قائم ہوگئی تو کیا نتیجہ ہوگا - ایجوکیشنل کانفرنس نے کون بڑا کام کیا ہے جو لیڈیز کانفرنس کرلیگی بجائے اسکے کہ ان چیزون مین روپیہ خرچ کیا جائے اور وقت ضایع کیا جائے اپنے اپنے گانون اور شہرون مین مدرسے قائم کرکے مذہبی تعلیم کا چرچا پھیلانے کی کوشش کرو تو دین و دنیا دونون درست رہین گے - لڑکے مذہبی ماؤن کی تعلیم و تربیت اُٹھا کر کسقدر

رہین اور لڑکیان حیادار تو دونون مرادین حاصل ہوجائین۔ اور جو پنجاب اور بمبئی کے لوگون کی تقلید مین آپ بھی اپنے گھر کی عورتون کو سایہ اور ساڑی پھنا کر رکھنا چاہین اور کرسٹم اور فٹن پر سیر کرانے کے خواہان ہون تو کانفرنس سے کہین زیادہ کارآمد میمون کے مدرسہ ہوسکتے ہین۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست میدارند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

ا۔ ع ساغر لکھنوی از بمبئی

عورتون کی تعلیم

عقل فطرت نے جو دی مجھکو تو کیون دی آخر؟ ہمت اجزائے[1] بسیط نے یہ کیون کی آخر؟
لفظ ہمت کا غلط۔ مجھسے بڑی چوک ہوئی علم کی بحث غلط ذکر سے مشکوک ہوئی
عقل ذرات بسیط کا اثر ہے اے شوق نہ اُسے فہم۔ نہ ہمت۔ نہ جز ہے ای شوق
مادہ[2] خود تو ہے نادان۔ شکایت کس سے؟ کہیے اس عقل کے ضعفون کی حکایت کس سے
عقل اگر مجھکو نہ ملتی تو مین اچھا رہتا مثل مبہوت کے ناواقف دنیا رہتا
عقل نے سیکڑون جھگڑے مرے سر ڈال دیئے لاکے علمون کے ورق پیش نظر ڈال دیئے
اصل فطرت کی طرف میری نظر دوڑ پڑی ذکر انرجی[3] کا جو آیا تو ادھر دوڑ پڑی
کبھی اجزائے بسیط نے جمایا نقشہ کبھی شکل حرکت[4] کا نظر آیا نقشہ

---

[1] اجزائے بسیط وہ ذرات ہین جنکو دہری مذہب والے کہتے ہین کہ جب مادہ خود ہی پیدا ہوا تو وہ اوسمین پیدا ہوے۔ عقل بھی اونھین کی تاثیرات کا ایک اثر ہے۔ ذرات بسیط بھی اُنھین کو کہتے ہین۔

[2] سینس کی رو سے نہ مادے مین عقل۔ نہ فہم۔ نہ ارادہ۔ ضرورت کے وقت ہر شئے اس سے خود ہی بنجاتی ہے

[3] انرجی وہ قوت طبعی جو ہر حیات کا مادہ ہے۔

[4] حرکت سے ذرات بسیط کی حرکت مراد ہے جو مادے مین پیدا ہوئی۔

کبھی پڑھنے لگا قانون کشش[۱] فہم مرا — لڑ گیا قوتِ طبعی[۲] سے کبھی وہم مرا
کبھی قانون وراثت[۳] سے پڑا کام مجھے — ہوے قانون تبائن[۴] پہ پھر اوہام مجھے
رنگ قانونِ تنازع[۵] کبھی دکھلانے لگا — انتخاب[۶] اپنی طرف کھینچکے لیجانے لگا
کبھی ہیئت پہ بڑھا شمس و قمر تک پہنچا — شام سے مین جو چلا نورِ سحر تک پہونچا
کبھی ایتھر[۷] کی طرف عقل رسا ہونے لگی — کبھی منظور نظر بحثِ ہوا ہونے لگی
کبھی سورج[۸] سے ستارون کا نکلنا دیکھا — گرد سورج کے کبھی ارض کا چلنا دیکھا
کبھی منظور جو تحلیلِ عناصر ٹھہری ہا — عقل ذرات[۹] کے نظارے سے قاصر ٹھہری
قِدَمِ[۱۰] صورت اصلی کو نہ مانا مین نے — شکل مابعد سے فانی اُسے جانا مینے
بحث جب علت[۱۱] و معلول کی منظور ہوئی — عقل پر اتنے پڑے پیچ کہ مجبور رہی
نہ کبھی سینس سے مذہب کو جدا سمجھا مین — "واجب[۱۲]" اور علت اولیٰ" کو خدا سمجھا مین

---

۱ قانون کشش سے مراد وہ قانون ہے جسکے اثر سے کھنچکر ذرات بسیط مجتمع ہوے اور صورت نشو قائم ہوئی۔

۲ قوت طبعی سے وہ قوت مراد ہے جسپر سینس عالم ہستی نما وارد مدار قرار دیتا ہے۔

۳ ۴ ۵ ۶ قانون وراثت - قانون تبائن - قانون تنازع للبقا - قانون انتخاب طبعی - ان چار قوانین پر سینس نے نشو کے طریقے سے سلسلہ آفرینش کو قائم کیا ہے۔

۷ ایتھر وہ گیس ہے جو سینس کی رو سے خلاے ممتد مین بھرا ہوا ہے یعنی اس خلا مین جو زمین کی سطح سے حد نظر تک نظر آرہا ہے - اسی ایتھر پر حیات اور نظام موجودات کا مدار ہے۔

۸ سینس کہتا ہے کہ ستارے سورج سے کٹ کے جدا ہوے ہین اور یونہی زمین بھی جو خود ایک ستارا ہے۔

۹ سینس ابتک مجبور ہے - وہ تحلیل عناصر سے یا کسی شکل سے ذرات بسیط کو نہ دیکھ سکا۔

۱۰ سینس کہتا ہے کہ مادے کے ساتھ صورت اصلی بھی پیدا ہوئی تھی - فلسفۂ اسلام اُس پر معترض ہوا ہے کہ صورت مجرد جب مادے کے ساتھ ہی نہین پیدا ہوہین تو اُن کے وجود مین آنے سے صورت اصلی کی قدامت کیونکر ثابت ہوسکتی ہے۔

۱۱ سینس ہر معلول کے لئے ایک علت کا قائل ہے۔

۱۲ منطق کی اصطلاح مین لفظ "واجب" اور سینس کی اصطلاح مین "علت اولیٰ" اور "علت العلل" سب سے بالاتر قوت کا نام ہے۔

گھر مین پڑھ لکھ کے جو آیا کہ وہ کچھ دور رہا ظلمتِ جہل سے گھر بھر مین کہین نور نہ تھا
عورتین کرتی ہین باتین تو زبان صاف نہین سین ہے شین نہین۔ کاف ہے اور قاف نہین
کسی بچے کو مرض ہے تو نظر گھیرے ہے کسی بیمار کو آسیب کا ڈر گھیرے ہے
دیو۔ جن۔ بھوت۔ پری۔ رنگ جما بیٹھے ہین تنگ کرنے کو مرے گھر مین سب آ بیٹھے ہین
جن کے معنی ہین نہان۔ خیر وہ اک جسم سہی وہ بھی مخلوق کی اک نوع سہی قسم سہی
جن ہے ناری تو ہے کیون وہم کو طول انسانین؟ نار کر سکتی ہے کسطرح حلول انسان مین؟
کس جگہ جسم مین۔ کس شکل سے آ بیٹھا جن کیا خلا اُسکے لئے تھا کہ سما بیٹھا جن؟
پوجے جانے لگے جن ابتو خدا کے بدلے ڈھونڈھے جانے لگے تعویذ دوا کے بدلے
عورتون مین ہے کچھ اوہام کی حد بھی آخر! ہو گی اس جہل کی حجت کبھی رد بھی آخر!
فقرا گور پرستی پہ جھکا دیتے ہین ؛؛ سر اسلام کو پستی پہ جھکا دیتے ہین ؛
علما کہتے ہین کھا کھا کے ہزارون قسمین کہ کلید درِ جنت ہے ہمارے بس مین
اُن کو ضد ہے کہ نہ عورت کو پڑھائے کوئی جہل کو علم کا رستہ نہ بتائے کوئی
خانہ ورنہ مدارات کا ہو جائے گا۔ سرد بازار کرامات کا ہو جائے گا
لیکن اب علم سے واقف ہین زمانے والے ایسی باتون مین وہ ہرگز نہین آنیوالے
عورتون مین نہ اگر علم کو پھیلائین گے لوگ پچھتائینگے۔ پچھتائینگے۔ پچھتائینگے
عقل[1] فطری تو ہر انسان کو مل جاتی ہے مکتسب عقل مگر علم سے ہاتھ آتی ہے
علم گم ہے تو بشر ہونے سے حاصل آخر؟ جانور اور بشر مین حد فاصل آخر؟
عورتین جہل سے عزت نہین پا سکتی ہین نہ وہ بچون کو نہ وہ گھر کو بنا سکتی ہین۔
کرے تا دان کو مان ہی کا اشارا سیدھا کج ہو پودا۔ نہ کرے گر چمن آرا سیدھا
عورتین جہل پہ مائل۔ یہ قرینا کیا ہے بزم ہستی مین رہین کور تو جینا کیا ہے

[1] مسلس نے عقل فطری اور مکتسب کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

نہ عقائد کے اصولون پہ نظر ہے اُن کو
نہ داخل نہ خارج کی خبر ہے اُن کو

کیا غذا اور ہوا کی وہ صفائی جانین
ذکر پانی کا ہو تو باد ہوائی جانین

حفظ صحت کے طریقون سے وہ آگاہ نہین
طرز اخلاق سے کچھ رسم نہین راہ نہین

نہ سمجھ نظم و نسق کی نہ خبر دنیا کی
نہین واقف کہ ہے رفتار کدھر دنیا کی

نہین عورت مین اگر علم و خرد کا جوہر
گھر مین وہ ہو نہین سکتی ہے مشیر شوہر

اور قومون نے تو اُڑ چلنے کو پر تولے ہین
عورتون کے لئے تعلیم کے در کھولے ہین

علم کی دوڑ مین ہم پیچھے ہین۔ تھکے بیٹھے ہین
اور قومون سے بچھڑنے پہ جمے بیٹھے ہین

حسن صورت نہین کچھ چیز کہو درد[1] اُسے
کہ ابھی پاؤ گے تم لال۔ ابھی زر و اُسے

عارضی حسن ہے وہ اسکو بقا کچھ بھی نہین
رنگ اسکا صفت رنگ حنا کچھ بھی نہین

حسن سیرت کو جو دیکھو تو وہ ہے جان کیساتھ
صورت۔ روح رہا کرتا ہے انسان کیساتھ

علم ہی خوبی سیرت کو بڑھا سکتا ہے
نور آئینے مین صیقل ہی سے آسکتا ہے

سیرت کج کو وہ کر دیتا ہے سیدھا اس طرح
جنتری تار کو کر دیتی ہے سیدھا جس طرح

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی۔ لکھنوی

تنبیہ

شبکو مین خواب شیرین کے انتظار مین لیٹی ہوئی تھی تو مجھے خیال آیا کہ تندرستی انسان کیا بلکہ ہر ذی روح کے واسطے بہت ضروری چیز ہے مگر افسوس ہے کہ ہماری بعض بہنین اسطرف مطلق توجہ نہین کرتین بلکہ بعض کو تو نزاکت کا اس درجہ شوق پیدا ہو گیا ہے کہ اُسکی وجہ سے اپنی غذا بھی کم کر دی ہے جسکا اثر صحت پر بہت خراب پڑ رہا ہے حالانکہ یہ خیال نہین کرتین کہ نزاکت تو وہی ہے جو فدرتی ہو غذا کم کر دینے سے ضعف اور نقاہت کے

[1] درد۔ گلاب کا پھول

سوا اصلی نزاکت ہرگز نہین حاصل ہوسکتی - جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ معدہ کم غذا کا عادی ہوجاتا ہے اور کل اعضا کم زور ہوکر اچھی طرح سے کام نہین دیسکتے وہ فرایض دینی و دنیوی کے ادا کرنے سے عاجز ہوجاتی ہین کاہلی اور سستی اون پر اپنا پورا رنگ جمالیتی ہے اُنکو جب دیکھو پلنگ پر لیٹی نظر آتی ہین اور روز علی الصباح دوا کا پیالہ اُنکے مُنھ سے لگا رہتا ہے - اے میری پیاری بہنو! کیا تمکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے عزیز اعضا کو بیکار کرکے دوسرون کی محتاج بنو اور کیا تمکو مطلق اسکی شرم نہین ہے کہ تمہارا ہر کام دوسرون کے ہاتھ مین ہو اور تم اُن سے ہر وقت مدد کی طالب رہو - برعکس اسکے تمہاری جو بہنین اپنے ہاتھ سے کام کرنیکی عادی ہین اور جنکو اپنی صحت کا خیال رہتا ہے اور جنپر اس بیجا نزاکت کا خیال غالب نہین ہے - اُنمین ہمیشہ جفاکشی - مستعدی - زندہ دلی اور ہمدردی پائی جاتی ہے اور واقعی زندگی اسی کا نام ہے -

زندگی زندہ دلی کا ہے نام
مردہ دل خاک جیا کرتے ہین

اکثر اوقات ہماری صحت ہمارے یہان کے رسوم اور رواجون کی بدولت بھی خراب ہوجاتی ہے وہ اسطرح سے کہ جب لڑکی کے عقد کی تاریخ قرار پاجاتی ہے تو ایک ماہ پیشتر سے لڑکی کو کوٹھے یا کسی علیحدہ مقام پر بٹھادیتے ہین اور حکم ہوتا ہے کہ سوا لڑکیون کے جب کسی اور کو دیکھو تو فوراً چادر سے جو کہ خاص اسی کام کے واسطے مخصوص کردیا گیا ہے منھ لپیٹ کر لیٹ رہو یہ کونے بیٹھنے کی رسم ادا کی جاتی ہے ہر وقت کے لیٹے رہنے سے غذا اچھی طرح سے ہضم نہین ہوتی اور معدہ کی قوت ہاضمہ کم ہوجاتی ہے - جس سے رفتہ رفتہ معدہ ضعیف ہوکر اکثر رضوان کا باعث ہوتا ہے -

میرے خیال مین غذا ایسی کھانا چاہیئے جو دیر ہضم نہ ہو اور تھوڑی سی بھوک چھوڑ کر نہ ایسی کہ معدہ کو ضعیف یا کم زور کر دے بلکہ ہضم ہونے مین آسانی ہو - صحت کے واسطے ورزش کی بھی سخت ضرورت ہے مگر ہم مستورات مین ورزش کا رواج ابھی بہت کم ہے تاہم اگر اپنے گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرین اور سب کام نوکرون ہی پر نہ چھوڑ دئے جائین تو کسی قدر ورزش بھی ہو جایگی

صحت مین جسمانی صفائی کی بھی سخت ضرورت ہے ارسطو کا قول ہے کہ جسمانی صفائی باطنی صفائی سے دوسرے درجہ پر ہے" جسمانی صفائی پر غور کرنے سے حسب ذیل تین باتین پیدا ہوتی ہین - (اول) شائستگی - یہ امر مسلمہ ہے کہ جس شخص مین یہ خوبی نہین ہے وہ سوسائیٹی مین شریک ہونیکی قابلیت نہین رکھتا - صفائی ظاہری کا فرض آدمی کی ترقی کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے دنیا کی مختلف قومین اپنی صفائی کی وجہ سے ایسی ہی ممتاز ہین جیسے کہ علوم و فنون کے لحاظ سے - مغربی قومون کی مثال ہمارے سامنے ہے جنھون نے سائنس کے ساتھ اس خوبی مین بھی ترقی کی ہے (۲) صفائی ظاہری سے محبت پیدا ہوتی ہے اسمین شک نہین کہ حسن صورت جذبہ محبت کے پیدا کرنے مین اعلیٰ درجہ کا اثر رکھتا ہے - لیکن جسمانی صفائی اس جذبہ کے قیام کو مستقل کرتی ہے یہ بات مشاہدہ مین آئی ہے کہ اگر کسی بدشکل انسان کا بھی جسم و لباس صاف رہتا ہے تو اسکی جسمانی صفائی اپنی طرف نگاہ محبت کو مائل کر لیتی ہے ایک مسن آدمی جسمین ظاہری صفائی ہوتی ہے اس نفرت سے نہین دیکھا جاتا جیسے کہ ایک میلا کچیلا لڑکا - پرانا پیتل کا برتن اگر صاف ہو تو نئے زنگ آلود برتن سے بدرجہا اچھا ہے - (۳) ہماری جسمانی صفائی جسطرح دوسرون پر اچھا اثر پیدا کرتی ہے اسی طرح خود ہماری صحت جسمانی پر ضرور انسان کی پاکیزگی اور جسمانی

صفائی مین باہم مشابہت ہے جو لوگ صفائی جسمانی کے قائم رکھنے مین کوشش کرتے ہین اُنکے خیالات و جذبات مین بھی رفتہ رفتہ پاکیزگی آجاتی ہے مشرق کے گرم ملکون مین صفائی جسمانی زیادہ ضروری خیال کی جاتی ہے۔ یہود و نصاریٰ ہند و اور مسلمان سب کے مذہبون مین یہ خوبی مذہب کی جزو اعظم خیال کی گئی ہے۔ اور یہ بالکل سچ ہے کہ بانیان مذاہب مذکورہ کا خاص مقصد یہ تھا کہ صفائی ظاہری پر اسوجہ سے زور دیا جائے کہ اس صفائی سے صفائی باطنی رفتہ رفتہ حاصل ہو جاتی ہے۔

ناظرہ

روغن کیسیا

دماغی محنت کرنے والون کیلئے خاص طور پر طیار کیا گیا

ضعف دماغ و بصارت کے لئے اکسیر اور دردسر کو زائل کرنیوالا ہے۔ اسکی مفاوالت بالون کو بڑہاتی اور اون کی سیاہی قایم رکھتی ہے۔ یہنہایت سادہ اور قدرتی اجزا سے طیار ہوتا ہے اور کسی قسم کی خوشبو وغیرہ اسمین نہین دیگئی ہے تاکہ استعمال کرنے والون پر یہ امر بخوبی روشن ہو جاے کہ ہم اشتہاری دھوکہ بازی سے کام نہین لیتے مشک آنست کہ خود ببوید۔ ایک بار منگا کر تجربہ کیجئے امید کہ آپ پسند فرمائین گے۔ قیمت مین یہ عمدہ خوشبودار روغنیات سے زیادہ نہین اور منافع مین وہ اسکا مقابلہ نہین کرسکتے۔ فی آثار۔ للہ ایک شیشی (۱-۸) عہ محصول ڈاک خرچہ ویلیو ذمہ خریدار۔

المشتہر

دفتر رسالہ الناظر فلاور ملز لکھنؤ

نظرے خوش گذرے

مخزن

اس رسالہ کے جنوری نمبر مین مولوی فدا علی صاحب ایم اے نے اقلیدس واحمد ابن محمد ابن ثوابہ کے عنوان سے ایک پر لطف مضمون لکھا ہے جس مین اُنھون نے دو امور کے متعلق نہایت لطیف پیرایہ مین بحث کی ہے۔ اوّل یہ کہ "علوم قدیمہ کے نسبت عموماً یہ غلطی کی جاتی ہے کہ خاص خاص اشخاص کو اون کا موجد سمجھا جاتا ہے" اور دوسرے یہ کہ "ہندوستان مین ہر شخص وہی علم سیکھنے مین اوقات عزیز ضایع کرتا ہے جو کہ معاش کا سب سے سہل ذریعہ معلوم ہوتا ہے چاہے طبیعت کے موافق ہو یا مخالف" اول الذکر غلطی کا منشا اون کے خیال کے مطابق یہ ہے کہ

"ان علوم کی نہ تو تاریخ ارتقا لکھی گئی نہ صدیون تک ان کے مسائل ہی قید تحریر مین آئے علماؤ حکما مین سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔ عام لوگون کو سیکڑون بلکہ ہزارون برس تک ان کی کانون کان خبر بھی نہ ہوئی لہذا جس شخص نے سب سے اول ضبط تحریر مین لاکر ان اسرار حکمت کو فاش کیا اور عامۂ خلایق کو اون سے منتفع اور بہرہ اندوز ہونے کا موقع دیا وہی اُنکا موجد مشہور ہوگیا"

حکیم اقلیدس کے بارہ مین یہ خیال کہ وہ اس نام کے فن کا موجد تھا بقول صاحب مضمون "قصر ریگ روان کی طرح بے بنیاد اور محض جہالت و توہم کی ایجاد ہے" اسلئے کہ

اول تو تمام علوم بشری کی سست رفتاری سے نہایت مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص واحد کسی علم کے تمام اون مسائل کو جو اوس کی طرف منسوب ہین اپنی زندگی کی نہایت مختصر مدت مین دریافت کرسکا ہو۔ دوسرے گو ان مسائل کی مفصل و مسلسل تاریخ مفقود سہی بازجہ بہ موجد معروف کے زمانہ سے تو صدیون پہلے اُن کے موجود ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ حکیم اقلیدس اسکندریہ کا رہنے والا

اور بطلیموس اول شاہ اسکندریہ کے درباریون مین تھا سنہ ۳۲۳ ق ء اس کا سال ولادت اور ۲۸۳ ق ء سال وفات ہے اُسنے اشکال ہندسی کی ترتیب وتہذیب کرکے بنی نوع پر جو احسان کیا ہے کس کی مجال ہے کہ اس سے انکار کرسکے مگر اس مین بھی شک نہین کہ افلاطون کے دروازہ کا وہ کتبہ جو ہر ایک طلبہ ہندسہ سے ناواقف شخص کو اندر آنے سے منع کرتا تھا تقریباً ایک صدی پیشتر ہی اس علم کے نہ صرف موجد بلکہ مقبول ہونے کی بآواز بلند شہادت دے رہا تھا۔

جن علوم سے طبیعت کو مناسبت نہو اون کی تعلیم حاصل کرنا کوہ کندن وکاہ برآوردن سے کم نہین۔ لیکن اہل ہند پر یہ الزام لگانا کہ وہ طبیعت کے رجحان ومناسبت کا خیال نہین رکھتے غالباً سوسائٹی اور ملک کی موجودہ حالتون کے لحاظ سے مناسب نہین۔ یورپ مین باوجود یکہ تعلیم کا انتظام نہایت اچھا ہے اور ہمارے ہموطنون کے مقابلہ مین اُس ملک کے لوگون کو لیاقت فکر معیشت بھی کم دامنگیر رہتی ہے لیکن وہان بھی عام رواج یہ ہے کہ چند مقررہ نصاب جو یونیورسٹی تجویز کردیتی ہے اونھین کی تعلیم مدرسون مین ہوتی ہے اسلئے کہ تمدن نے ہنوز اوس درجہ تک ترقی نہین کی ہے جبکہ تعلیم کا مقصد محض تحصیل علم یا رجحان فطرت سے واقفیت حاصل کرنا ہو۔ اسپنسر کا یہ خیال کہ لوگ ایک خاص مضمون کی کتابین پڑھنے مین کسی دوسرے مضمون کے لکچر سنتے ہین۔ اسبات کا پختہ ارادہ کرلیتے ہین کہ اپنے بچون کو علم کی فلان فلان شاخون کی تعلیم دلائینگے اور فلان فلان شاخونکی تعلیم نہین دلائینگے۔ اور ان تمام امور کا تصفیہ محض دستور۔ فیشن۔ یا تعصب کی بنا پر کرتے ہین۔ اور اس ضروری اور مہتم بالشان امر پر غور نہین کرتے کہ جو چیزین درحقیقت سب سے زیادہ سیکھنے کے لایق ہین ایک معقول طریقہ اُن کا تصفیہ کرلین۔

آجتک غلط نہین ثابت ہوا ہے۔ یورپ کے باشندون مین کثرت سے بڑے بڑے کاملین فن اور موجدین کا پیدا ہونا اس بات کے لئے کوئی دلیل نہین ہوسکتی کہ وہان عام طور پر تعلیم دینے مین مناسبت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ہندوستان مین بھی اگر تعلیم اسی قدر عام ہوتی اور مصارف تعلیم کم اور ذرایع حصول تعلیم آسان ہوتے تو

علما و فضلا کی تعداد بہت بڑھ جاتی۔ بنگال کے لوگون کی حالت موجودہ کی شہادت ہمارے اس دعوے کو مضبوط بنا دیتی ہے۔ مناسبت طبعی کا کچھ نہ کچھ خیال اب بھی بعض لوگون مین کسی نہ کسی صورت مین پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو ڈاکٹری وکالت وغیرہ کے پیشون مین چند ہونہار آدمی دکھائی دیتے ہین۔

دلگداز

کے فروری نمبر مین مولانا عبدالحلیم صاحب شرر نے اردو لٹریچر پر ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ اون کا خیال ہے کہ اُردو زبان اِس قدر بے مایہ نہین جس قدر کہ تعلیم یافتہ گروہ کی نظرون مین وہ ذلیل ہے۔ اون کے تعلیم یافتہ دوستون کی رائے مین اردو زبان سے لوگون کی بیزاری کا سبب یہ ہے کہ

بعض حضرات کو تو انگریزی سے اردو مین ترجمہ کرتے وقت ویسے جامع اور صحیح مفہوم ادا کرنیوالے الفاظ نہین ملے جیسے کہ انگریزی مین تھے۔ بعض حضرات انگریزی کے سے اشعار اُردو مین ڈھونڈھتے ہین اور وہ اُردو مین معدوم ہین اور جن چند انگریزی نظمون کے ترجمے اُردو مین کر دیئے گئے ہین اُن مین وہ انگریزی کی سی بات نہین۔

مولانا شرر نے تعلیم یافتہ گروہ کے خیالات کو زیادہ واضح طور پر نہین ظاہر کیا۔ وہ یہ بھی کہتے ہین کہ اردو زبان مین زمانۂ حال کی ضروریات کے مطابق نہ تو نثر ہی کا سرمایہ ہے نہ نظم کا۔ نثر مین چند اچھے کہنے والے ضرور پیدا ہوے لیکن انکی تحریرون کا موضوع انشاپردازی، تاریخ اور مذہب رہا ہے۔ اور اس قسم کا لٹریچر بھی بہت ہی کم ہے اسلئے کہ باستثناے چند مصنفین زبان اردو کے فصیح اور صحیح نثر لکھنے والے بہت ہی کم ہوے اور جس زبان کا سرمایہ صرف چند پرانے مکتبون کے نکلے ہوے مولویون کی تصانیف ہون اوسکی وقعت کسی میکالے اور کارلائل پڑھنے والے شخص کے دل مین نہین بیٹھ سکتی۔ علوم و فنون کی کتابین

اردو مین بالکل نہین ہین اور جو ہین وہ بھی بالکل بوسیدہ اور پرانے زمانہ کی۔ جدید تحقیقاتون نے دنیا کو غنا نہ مسرت بنا دیا ہے مگر افسوس ہے کہ ہمارے پاس اوسکے متعلق کوئی سرمایہ نہین۔ پنجاب اور بمبئی کے بعض مطابع نے اکثر معمولی درجہ کی علمی کتابون کا ترجمہ کرایا ہے مگر وہ اپنے مترجمین کی اعلیٰ انشاپردازی کے بدولت اس قابل بھی نہین کہ معمولی اردو خوان گروہ کے سامنے بھی لائی جائین۔ چہ جائیکہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے حضرات کے سامنے جو بے جلد اور بری چھپی ہوئی کتاب کو چھونا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہین جانتے۔ پھر اوس زبان کی قسمت کو کیسے نہ روئیے جسکے بیشتر مصنفین اور اہل قلم صحیح زبان لکھنے سے بھی قاصر ہین۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ زبان اردو ابھی بے حد ناقص ہے۔ تین سو سال مین جسقدر ترقی اس زبان نے حاصل کی ہے اوسکے لحاظ سے وہ غالباً دنیا کی بیسیون زبانون سے وسیع کہے جانیکی مستحق ہے لیکن جب مقابلہ مین ایسی زبانین پیش کی جائین جو عمر مین اوس سے بزرگ ہین اور دولت و حکومت جنکے جلو مین چل رہی ہے تو ظاہر ہے کہ اردو زبان کس قدر کم عمر اور بے بساط نظر آئیگی۔ تین سال کے کسان کے بچہ اور پندرہ برس کے زمیندار کے صاحبزادہ کے قوائے عقلی مین جو بین فرق ہوتا ہے وہی اردو زبان اور انگریزی یا دوسری علمی زبانون مین بھی پایا جاتا ہے۔ ایسی صورت مین تعلیم یافتہ گروہ کو چاہئے کہ شکوہ و شکایت کے بجائے اپنی اور اپنی مادری زبان کی فلاح و بہبود مین استقلال و ہمت کے ساتھ منہمک رہین اور حامیان اردو کا فرض ہے کہ وہ کشتی قوم کے نوخدا خداؤن کو ہوش و حواس مین رکھنے کی فکر مین کرتے رہین اور طوفان خیز تلاطم امواج کی خبر وقتاً فوقتاً اون کے کانون مین پھونکتے رہین۔

مسلمان حکمرانون پر یہ الزام دینا ٹھیک نہین کہ اونھون نے اپنے عہد حکومت مین دفاتر کی زبان فارسی کیون رکھی اولاً تو اونھین اوس زبان سے

خاص الفت تھی جو اون کے آبا و اجداد سے اونھین ترکہ مین ملی تھی دوسرے اوسوقت تک اُردو زبان کا سرمایہ نہایت محدود تھا بلکہ صحیح طور پر وہ زبان جو اوسوقت رائج تھی اردو کہے جانے کی مستحق ہی نہ تھی اگر یہ مان لیا جاے کہ اُردو زبان کی تدوین شاہجہان کے زمانہ مین ہوئی تو ہر شخص آسانی سے جان سکتا ہے کہ اورنگ زیب کے زمانہ تک اس زبان نے کیا ترقی کی ہوگی۔ قطع نظر اس سے اورنگ زیب غریب کو دہلی مین رہنے کا کب اتفاق ہوا۔ اُسنے تو اپنی عمر کا بڑا حصہ دکن کی جنگ آزمائیون مین صرف کیا۔ اور اورنگ زیب کے بعد دہلی کی سلطنت کی جو عظمت یا وقعت تھی اوس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔

معیار

کے جنوری اور فروری کے پرچون کو یکجا کر کے غالب نمبر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اگرچہ دو ماہ کے پرچون کو یکجا کر دینا ہماری نظر وپر نہین کھٹکتا ہے اور کسی طرح ایسے رسالہ کے شایان شان نہین جو ہمارے مخدوم و مکرم مسٹر حامد علی خان بیرسٹر ایٹ لا کی خاص توجہ کا فخر رکھتا ہو۔

جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز نے مرزا نوشہ کی طرحداری کا ذکر کرتے ہون مرزا مرحوم کی اوس کیفیت کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے جو "ایک مرگ ناگہانی اور ہے" کی تفسیر کے ذمرہ مین زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو سکتی ہے ؎ یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل ؎ گریہ ہم ہے ایک رقص شرر ہونے تک

جناب سید احمد صاحب ناطق لکھنوی نے مرزا کی مشکل پسند طبیعت کی خوب ہی داد دی ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ "اگر وہ کبھی کیفیت تصوف سے متکیف ہو کر کسی راز حقیقی کو بیان کرتا مگر عوام سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے تو سلوک شاعرانہ مین سلک ترکیب کو یون پیچ دیتا ہے ع ذرہ ذرہ ساغر بیخانۂ نیرنگ ہے ؎ گردش مجنون بہ لیلاے لیلیٰ آشنا ہے

غالب نمبر کا بیشتر حصہ نثر اوسی یگانہ روزگار شاعر سے متعلق ہے اور غزلیات (دو غزلون کے سوا) جناب عزیز کے اوس سالانہ مشاعرہ کی ہین جو اون کی عقیدت مندی کی وجہ سے "میر تقی میر۔ یا اسد اللہ خان غالب مرحوم کی سالانہ فاتحہ خوانی" کہی جاسکتی ہے۔ اور مرزا کی مشہور غزل۔

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

کی طرح پر یہ تمام غزلیات کہی گئی ہین ہم ایڈیٹر صاحب کی خدمت مین بصد ادب یہہ عرض کرنے کی جرات کرینگے کہ اگر اس نمبر مین یہہ التزام قایم رکھا جاتا کہ جتنے مضامین نثر اور غزلیات شائع ہون وہ سب مرزا غالب سے متعلق ہون تو غالب نمبر کے لئے زیادہ موزون ہوتا۔

صبح بہار

جو ہمارے جنوبی ہند کے حامی اردو احباب کی کوششون کا نتیجہ ہو وقت کی پابندی نہ کرنے مین کسی سے کم نہین جنوری اور فروری کے پرچے یکجا کرکے شایع کئے ہین یہہ طرز عمل ایڈیٹر اور میگزین کی آسانیون کے خیال سے تو چنداں قابل توجہ نہین لیکن اس بنا پر ضرور لائق التفات ہو کہ اس سے شائقین اور معاونین رسالہ کو وقت معینہ پر پرچہ نہ پہونچنے کے باعث انتظار کی وہ تکلیف اوٹھانا پڑتی ہے جو "انتظار الموت" کے لقب سے یاد کی جاتی ہے اور مقررہ قیمت مین جسقدر اوراق ملنا چاہئے وہ بھی انکو نہین ملتے "نقصان مایہ" کے ساتھ ساتھ اگر اونکی کیفیت انتظار کا اونکے احباب نے کہین نظارہ کیا تو "شماتت ہمسایہ" بھی اونکے شریک حال ہوجاتی ہے۔ حامد حسن صاحب قادری بی اے (آنرز) "دنیا کی عظیم الشان چیزین" کے عنوان سے دنیا کے مشہور و معروف عجائبات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ "پیرس مین ناپلین بونا پارٹ کا مشہور "دنیا مین سب سے بڑا کتبخانہ ہے جسکی بنیاد شہنشاہ لوئی چہاردہم نے رکھی تھی اسمین چودہ لاکھ چھپی ہوئی کتابین تین لاکھ پمفلٹ، ایک لاکھ کیچر ہزار قلمی کتابین تین لاکھ نقشے اور زائچے اور ڈیڑھ لاکھ سکے وغیرہ ہین۔ تیرہ لاکھ کتبون کا مجموعہ جو ۱۵ ہزار جلدون مین محفوظ ہے۔ تصویرون کی تعداد ایک لاکھ کے قریب ہے"

نظام المشائخ

یہ صوفیانہ رسالہ آٹھ ماہ سے بڑی آب و تاب کے ساتھ دلی کی سلیس اور شیریں زبان میں شائع ہو رہا ہے حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی خواہر زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ (العزیز) کے مدیر اعلیٰ ہیں اور بڑے بڑے ممتاز مشائخ اور مشہور اہل قلم حضرات اسکے قلمی معاون ہیں آٹھ ماہ کے عرصہ میں جیسے جیسے فاضلانہ اور عارفانہ مضامین نظام المشائخ میں شائع ہوئے ہیں۔ اور اردو علم ادب میں انسے جیسا اضافہ بکار آمد اضافہ ہوا ہے۔ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ معاصرین اور بڑے بڑے اہل الرائے حضرات نے اسے ثانی پرچہ [illegible] ناممکن ہے کہ آپ اسکا ایک پرچہ دیکھ لیں اور ہمیشہ کیلئے اسکے خریدار نہ بنجائیں۔ ہم کم از کم ۶۴ صفحے کا ہوتا اور اسکی ضرورت ۱۰۰ صفحے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم اول صہ اور قسم دوم ۳ قسم دوم بنگال کے ذہین و نیز اصل چکنے کاغذ پر چھپتا ہے اور اسکی لکھائی چھپائی بھی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ پہر قسم اول کا تو ذکر کیا مذہنہ کا پرچہ قسم اول معمولی اور قسم دوم ۴ رہیں مسکتا ہے۔ ایک نمونہ ضرور منگا کر دیکھئے لیکن نظام المشائخ بابت محرم الحرام جس کا دوسرا ہم

شہید نمبر ہے اسکو اگر آپ نمونتاً منگائینگے تو قسم اول ۱ر کے بدلے ۱ر قسم دوم ۴ر کے بدلے ۳ر میں ملیگا کیونکہ یہ ایک غیر معمولی اور خاص شان کا پرچہ ہے اور اسکا حجم پورے ۱۰۰ صفحے کا ہے۔ ان کم از کم سال بھر کیلئے خریدار بنجائیے۔ پہری قسم اول ۶ر اور قسم دوم ۴ر میں پڑجائیگا۔ **نوٹ**۔ اگرچہ شہید نمبر معمول سے گئی گنا زیادہ چھپوایا گیا ہے لیکن اسکی مانگ بھی بہت زیادہ ہوئی ہے اسلئے درخواستیں نہایت جلد آنی چاہئیں۔ **شہید نمبر** میں ایسے ایسے عجیب و غریب مضامین ہیں جو آجتک کہیں شائع نہیں ہوئے۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ فہرست مضامین اور انکے لکھنے والوں کی اسمار گرامی ملاحظہ کیجئے

۱ دیباچہ شہادتنامہ	حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب	۲ سر شہید	۳ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد دہلوی
۴ حضرت ویر قنی شہید	حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواری	۵ تین نظارے شہید اور	۶ حضرت مولانا حسن میاں صاحب پھلواری
۷ سعد الشہید	خادم الفقراء سید محمد اراتضی واحدی نائب پیر	۸ آنسو ہمارے	جناب حکیم محمود علی خانصاحب اکبرآبادی
۹ حضرت کمیل بن زیاد شہید	حضرت مولانا حسن میاں صاحب پھلواری	۱۰ حسین اب بھی تڑپ رہے ہیں	
۱۱ مرثیہ قصر عارفان دلی	حضرت مولانا سید احمد صاحب ہاشمی	۱۲ شہید کربلا کے تین قدیم شہداء	حضرت مولانا سید ابوالہاشم صاحب رفیقی

المشتہر

خادم الفقراء سید محمد ارتضیٰ واحدی نائب پیر نظام المشائخ۔ دہلی۔ (کوٹھی نواب صاحب جنگ بہادر) بازار چتلی قبر

نمک سلیمانی

عوارض مندرجہ حاشیہ کا معجزہ علاج ہے

ملنے کا پتہ۔ نونمال منشی بہار الدین کارخانہ نمک سلیمانی محل گاؤں شہر بارں

بدہضمی و کھٹی ڈکار و کھانا آنا	قبض و کمی اشتہا	نفخ شکم و پیٹ کا درد
ضعف و فتور ہاضمہ	تازہ سنداد	
گردہ یا شانہ کی گرمی کا کم ہونا		
استسقاء کھانسی و دمہ		
بواسیر و ہمہان پیچش		
ہیضہ و طاعون	درد قولنج و زیادتی ریاح	ہضم غذا کیوقت تعجیر یعنی بدن کا گرم ہونا

جناب منشی محمد اسمٰعیل صاحب مقام ہپال سے تحریر فرماتے ہیں کہ تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ میں نے آپ کے کارخانہ سے ایک بوتل نمک سلیمانی منگایا تھا۔ یہ نمک امراض معدہ کیلئے از حد مفید پایا ایک بوتل کلان نمک سلیمانی اور بھیجدیجئے۔

جناب منشی بدھو خان صاحب زمیندار مقام سوین پوہ ضلع گورکھپور سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شیشی نمک سلیمانی آپ کے کارخانہ سے منگایا تھا اس سے میرا دمہ جاتا رہا اور ایک لڑکا میرا تیرہ برس سے بیمار تھا اسے بھی اس نمک سلیمانی سے صحت کامل ہوگئی۔ مہربانی فرما کر ایک شیشی اور عنایت کیجئے۔

ضعف دماغ و ضعف بصر	درد گھٹیہ و نقرس	پیشاب کا بار بار آنا اور زیادہ مقدار میں ہونا
تازہ سنداد		جسم پر ورم ہونا و مواد فاسد کا اجتماع
		فساد خون سوہان داد
		بچھو یا بھڑ کے کاٹے کا زہر
		بچوں کے دانت نکلنے کی تکلیف
عام کمزوری و کمی پیدائش خون	مستورات کے ایام کی خرابی	گلے کی سوزش و دانت کا درد

جناب سید عبد الحسن صاحب وکیل مقام لنگ گور ریاست حیدرآباد دکن سے ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ آپکا نمک سلیمانی میرے امراض کے لئے بہت مفید ثابت ہوا۔ میں اسکو ہمیشہ استعمال کرتا ہوں مجھکو ضعف دماغ ضعف معدہ کی شکایت اکثر ہوا کرتی تھی لیکن جب سے یہ نمک سلیمانی استعمال کرنے لگا مجھکو پورا فائدہ ہے مہربانی فرما کر دو شیشیاں اور بھیجدیجئے۔

جناب ڈاکٹر عبد المجید خان صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس مقام الان چیف ملک بیرما سے ۱۰ مارچ ۱۹۰۵ء کو تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے کئی مرتبہ آپکے کارخانہ سے نمک سلیمانی منگوایا اور اسکو چند مرضوں کو استعمال کرایا اور جس مریض کو دیا مفید ثابت ہوا۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ
محصول ڈاک وغیرہ ۱۲ر

ڈاکٹر گلنیس شاہ صاحب کا بیان ہے کہ

قیمت فی شیشی ایک روپیہ
محصول ڈاک وغیرہ ۱۲ر

مطبوعہ گلشن فیض واقع حسین گنج کان معرفت جابر پریس لکھنؤ

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY

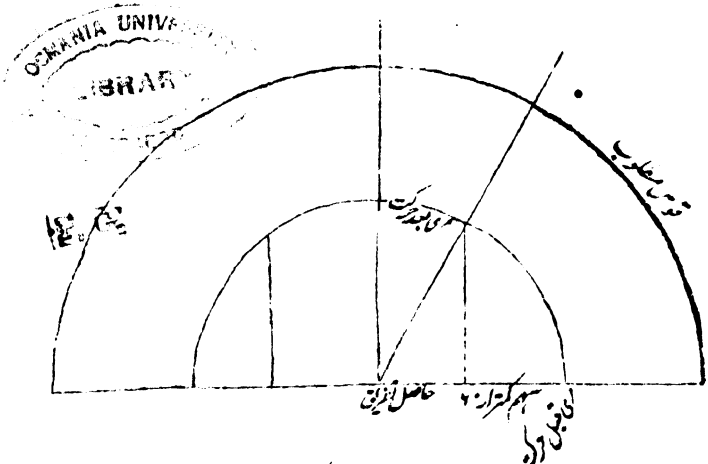

اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری سے کم ہو تو اسکو ۶۰ سے گھٹا دو اور باقی کو اول سنجی سے لو اور مبسوط مین چلو اور خیط کو اس طرح قوس پر رکھو کہ مری مدار معروض اور مبسوط کے تقاطع پر واقع ہو آخر قوس سے خیط کے درجہ گن لو یہی قوس مطلوب ہی۔

اور اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری سے زائد ہو تو ۶۰ سے جسقدر زائد ہو اس کو معلوم کرکے مبسوط مین در آئین اور مثل سابق خیط کو اس طرح قوس اعظم پر رکھین کہ مری نقطہ تقاطع مدار اور مبسوط پر واقع ہو اول قوس سے خیط تک درجون کا شمار کرکے اگر ارتفاع غربی ہو تو اوسکو ۹۰ درجہ پر بڑہا دو اور اگر ارتفاع شرقی ہو تو ۹۰ درجہ سے گھٹا دو اور اگر سہم ۶۰ اجزاے قطری کے برابر ہو تو قوس مطلوب ۹۰ درجہ کی ہی

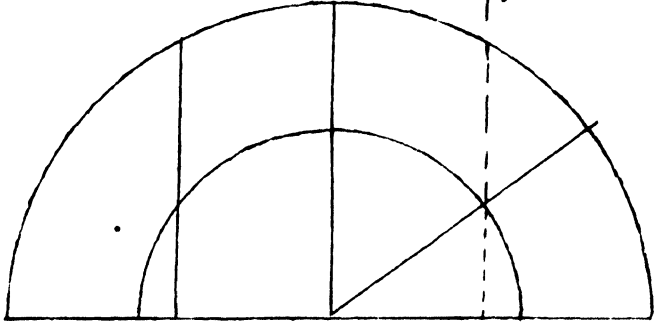

تعدیل النہار کے معلوم کرنے کا قاعدہ۔ جرم آسمانی جو قوس طلوع کے وقت سے لیکے نصف النہار تک پیدا کرے وہ نصف قوس النہار ہے ۹۰ درجہ سے اسکا تفاوت تعدیل النہار ہے۔ تعدیل النہار کا دوچند فضل النہار ہے۔

جب کوئی ستارہ طلوع سے غروب تک ۱۸۰ درجہ کی قوس بنائے تو اُس کا دن ۱۲ گھنٹہ کا ہوا جب یہ قوس ۱۸۰ درجہ سے کم ہو تو اُسی قدر دن چھوٹا ہے اور جس قدر ۱۸۰ درجہ سے زیادہ ہو اُسی قدر دن بڑا ہے۔ معلوم رہے کہ ہر درجہ اس قوس کا ۴ منٹ کے برابر ہوتا ہے اس حساب سے پندرہ درجہ کا ایک گھنٹہ ہوتا ہے اگر دن رات کے چوبیس گھنٹوں کو ۶۰ برابر حصوں پر تقسیم کریں تو ہر حصہ چوبیس منٹ کا ہوا اس حصہ کو عربی مین طاس یعنے کٹوری کہتے ہین کیونکہ پانی مین کٹوری کے ڈوبنے سے وقت کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ ہماری اردو زبان مین ۲۴ منٹ کو ایک گھڑی کہتے تھے اور جب ساعات یعنی گھنٹون سے وقت کا اندازہ کیا جانے لگا تو ۲۴ منٹ والی گھڑی کو کچی گھڑی کہنے لگے گھڑی کا ساٹھوان حصہ یعنی ۲۴ سکنڈ کا ایک پل ہوا اور پل کا ساٹھوان حصہ بپل کہلاتا ہے۔ عربی علم ہیئت کی ایک طاس یا گھڑی (۲۴ منٹ) کو دقیقہ یوم کہتے ہین۔ ہمارے جداول علم ہیئت دقائق یوم پر وضع کئے گئے ہین اس سے حساب مین بڑی سہولت ہوتی ہے کیونکہ کسی ستارہ کی چال جو ایک دن کے لئے لی جائے اسکو ایک مرتبہ گھٹا دینے سے ایک دقیقہ یوم یعنی گھڑی بھر کی چال معلوم ہوجاتی ہے۔ مثلاً آفتاب کی چال بحساب اوسط ۵۹ قہ ۸ نہ ہے تو ایک گھڑی ۵۹ ثانیہ ۸ ثالثہ ہوئی۔ مرتبہ گھٹانے کو علم ہیئت عملی یا علم زیج کی اصطلاح مین منحط کہتے ہین اور مرتبہ بڑھانے کو ارتفاع ۵۹ قہ ۸ کا منحط بدوم مرتبہ ۵۹ لثہ ۸ رابعہ آفتاب کی چال ایک پل کی ہوئی ۵۹ قہ ۸ نہ کا مرفوع ۵۹ قہ

درجہ کے مرفوع کو یعنی ۶۰ درجہ کو مرفوع مرۃ کہتے ہین اور جب اُسکا مجذور ۳۶۰۰ لین تو مرفوع مرتین وقس علی ہذا۔ مرفوع ثلثہ مرات وغیرہ اگلے زمانہ مین بجاے کسور المتساویہ کے کسور ستینی کا رواج تھا۔ اب دونون قسم کے نظامون کو ملاکے حساب کرتے ہین کہین ستینی اور کہین اعشاری جیسا موقع ہو اور جسمین سہولت ہو۔

تعدیل النہار قوس النہار۔ قوس الیل دائرۂ فصل دائر کے معلوم کرنے کیلئے پہلے اصل مطلق اور اصل معدل کو معلوم کرتے ہین۔ اسلئے پہلے اسی کو کرتے ہین اور سب سے پہلے ان اصطلاحون کو سمجھ لو۔

دائرہ وہ قوس جو وقت طلوع سے کسی وقت مفروض تک کسی جرم آسمانی نے حرکت روزانہ سے طے کی ہو قبل نصف النہار یا جو قوس طے کرتا ہو وقت غروب تک۔ نصف النہار سے وقت مفروض تک جو قوس طے کرتا ہو قبل نصف النہار یا جو قوس طے کی ہو بعد نصف النہار اُسکو فصل دائرہ کہتے ہین

اصل مطلق (جسکو اصل حقیقی بھی کہتے ہین) اس عمود کو کہتے ہین جو نقطہ غایت ارتفاع یوم سے نکل کے خط نصف النہار کے موازی قطر مدار کوکب یا شمس پر منتہی ہو۔

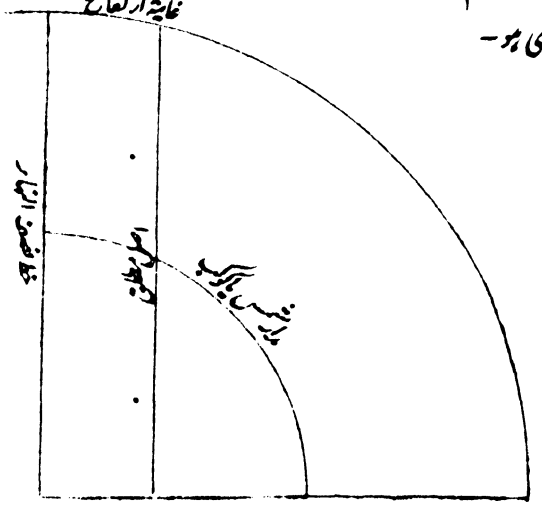

بعد قطر مدار شمس یا کوکب یوم مفروض۔

آفاق مائلہ مین جب آفتاب بروج شمالی مین ہو تو اُسکے مدار کا قطر افق کے اوپر ہوگا اس صورت مین ظاہر مدار یعنے طلوع سے غروب تک کی قوس ۱۸۰ سے زاید ہوگی اور دن بڑا ہوگا۔

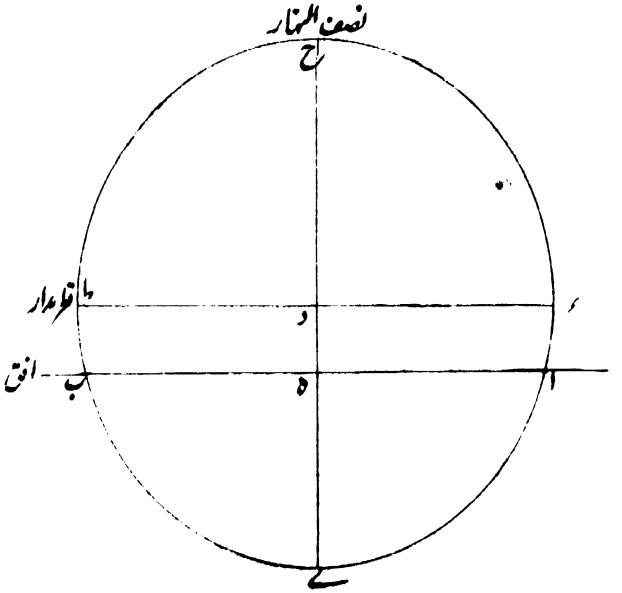

اس شکل مین اب افق ہے د مرکز مدار شمس، ط قطر مدار ا تعدیل النہار ا ط ب یعنی دو چند تعدیل النہار فضل النہار ا ح نصف قوس النہار ا ح ط ب قوس النہار ب ے نصف قوس اللیل ب ے ا قوس اللیل۔

بعد قطر کے معلوم کرنے کیلئے خیط کو ستینی پر رکھو اور مری کو جیب میل پر اول ستینی سے پھر خیط کو عرض بلد پر رکھو اول قوس سے اور مری سے مبسوط مین ہو کے ستینی تک آئین اول ستینی سے بعد قطر ہے۔

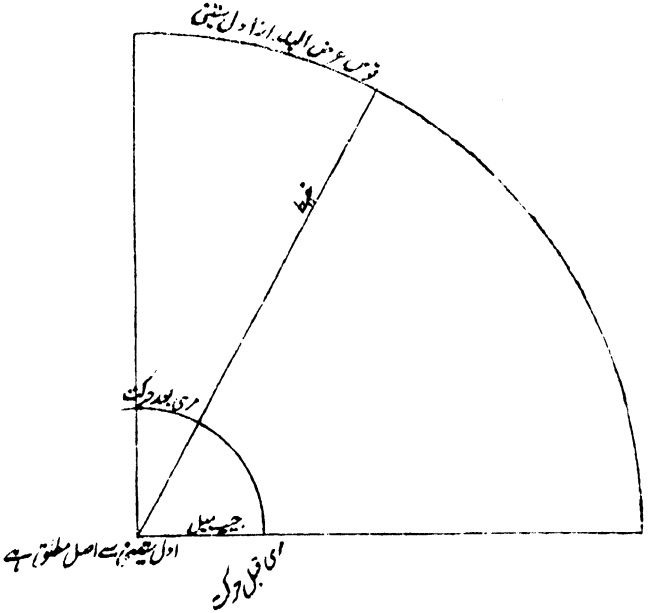

بعد قطر کو اربعہ متناسبہ سے اس طرح معلوم کرتے ہیں۔

جیب اعظم : جیب میل مفروض = جیب عرض البلد : جیب بعد قطر

اصل حقیقی کے معلوم کرنے کیلئے چاہیئے کہ بعد قطر کو جیب غایۃ ارتفاع پر بڑھا دے اگر میل شمس جنوبی ہو اور دونوں کا تفاوت ہے اگر میل شمس شمالی ہو حاصل جمع یا تفریق اصل حقیقی ہے۔

اصل معدل۔ بعد قطر جیب ارتفاع وقت پر بڑھا دو اگر میل جنوبی ہو یا دونوں کا تفاوت لو اگر میل شمالی ہو حاصل جمع یا تفریق اصل معدل ہے۔

تعدیل النہار معلوم کرنے کے لئے خیط کو ستینی پر رکھے اور مری کو اصل مطلق پر اول ستینی سے پھر بعد قطر اول ستینی سے لیکے مبسوطین درآئین اور خیط کو اٹھا کے اس طرح قوس پر رکھیں کہ مری جدول مبسوط کے ساتھ تقاطع کرے اول قوس سے

خیط تک تعدیل النہار ہے اور آخر قوس سے خیط تک
نصف قوس النہار۔ اگر میل یا بعد جنوبی ہو۔ یا نصف
قوس اللیل اگر میل یا بعد شمالی ہو۔ نصف
قوس اللیل کو ۱۸۰ درجہ گھٹا دو
باقی نصف قوس النہار
معلوم ہو جائیگا۔ نصف
قوس اللیل کا
دوچند قوس النہار
ہے پھر ہر درجہ
کو چار منٹ کے
حساب سے

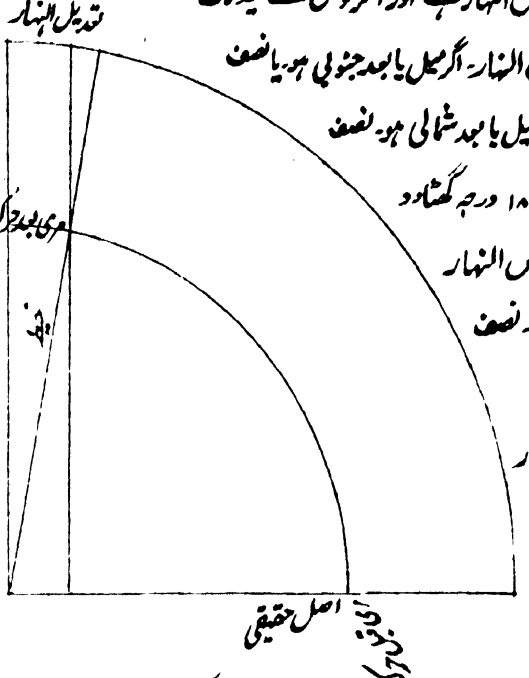

لیکر ساعات نہار یا لیل کو معلوم کرو بارہ گھنٹے سے جسقدر زائد ہو
اتنا ہی دن یا رات بڑی ہے۔

تعدیل النہار کو چھ گھنٹہ سے کم کرو طلوع کا وقت معلوم ہو جائیگا۔
اور چھ گھنٹہ پر بڑھانے سے غروب کا وقت معلوم ہو جائیگا۔

تعدیل النہار کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ۔ عرض البلد کا ظل ستینی معلوم کرکے
خیط کو میل درجہ آفتاب پر رکھو اول قوس سے اور ظل عرض البلد کو اول جیب
تمام سے لو اور منکوس مین خیط پر جاؤ اور نقطۂ تقاطع جدول اور خیط سے مبسوط مین
قوس کیطرف جاؤ اول قوس سے تعدیل النہار ہے۔

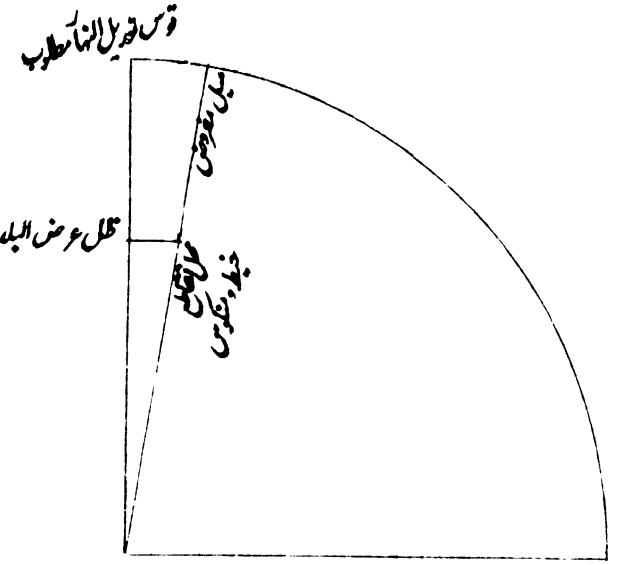

دائر اور فضل دائر کے معلوم کرنے کا طریقہ - خیط کو ستینی پر رکھو اور مری کو اصل مطلق پر اول ستینی سے پھر اصل معدل کو اول ستینی سے لین اور مبسوط مین لائیو پھر خیط کو اٹھا کے قوس پر اسطرح رکھین کہ مری جدول مبسوط کے ساتھ تقاطع کرے آخر قوس سے خیط تک فضل دائر ہے پھر اول قوس سے خیط تک جو کچھ ہو اسکو محفوظ رکھین تعدیل النہار کو اس سے بڑھاوین اگر میل شمالی ہو اور گھٹاوین اگر میل جنوبی ہو - مجموع یا باقی دائر ہے -

لیکن جس صورت مین جیب ارتفاع وقت بعد قطر سے کم ہو تو میل شمالی کی اول قوس سے خیط تک جو کچھ حاصل ہوا ہے اسکو ۹۰ پر بڑھاوین مجموع فضل دائر ہے اور جس صورت مین بعد قطر اور جیب ارتفاع وقت میل شمالی کی صورت مین مساوی ہو فضل دائر ۹۰ درجہ ہے -

فضل دائر کو نصف قوس سے گھٹاؤ اگر ارتفاع شرقی ہو اور بڑھاؤ اگر غربی ہو - مجموع یا باقی دائر ہے جب میل جنوبی ہو اور بعد ارتفاع وقت بعد قطر سے

کرو تو محظوظ کو ۹۰ درجہ سے گھٹا دو باقی مفضل دائر ہے اور جب دونون مساوی ہون تو دائر ۹۰ درجہ ہے۔

دائر کو ۱۵ پر تقسیم کرو ساعات معلوم ہو جائین گے۔ اگر ارتفاع شرقی ہو تو وقت طلوع سے اُس وقت تک اور غربی ہو تو اُسوقت سے غروب تک۔

دائر کے معلوم کرنے کا دوسرا طریقہ پہلے خیط کو ارتفاع وقت پر رکھین اور مدار اوسط سے جہان تقاطع واقع ہو وہان نشان کرین یہ پہلا نشان ہوا۔ پھر خیط کو غایۃ ارتفاع یوم پر رکھین اور تقاطع مدار اوسط پر نشان کرین یہ دوسرا نشان ہے۔ پھر خیط تمام عرض بلد پر رکھین اور پہلے نشان سے خیط تک مبسوط پرآئین اور مری کو عقد کرین پھر دوسرے نشان سے خیط تک اسی طرح آئین اور دوسری مری عقد کرین پھر خیط کو اُٹھا کے ستینی پر رکھین جو اجزاے ستینی درمیان دونون مریئون کے پائے جائین اُنکو دوچند کرکے سہم میل شمس کو اوس پر بڑھا دین مجموع سہم مفضل دائر ہے۔ اُسکو حسب قاعدہ تقویس سہم مقوس کرین جو قوس اسطح سے ملے وہ مفضل دائر ہے۔

ارتفاع وقت اور غایۃ ارتفاع اور تمام عرض البلد یہ تینون قوسین ابتداے قوس اعظم ناپی جائین گی۔

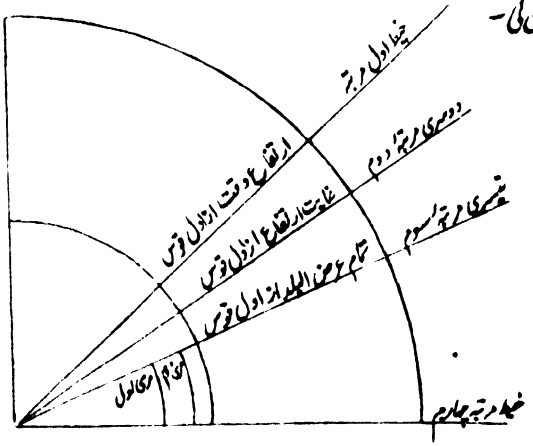

رسالۂ زمانہ کان پور

اُردو کا بہترین باتصاویر رسالہ

آٹھ برس سے روز افزون آب و تاب کیساتھ ہر ماہ کے آخرین زمانہ پریس کان پور سے شایع ہو رہا ہے

اسکے حجم مضامین تصاویر لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ کا اندازہ آپ اسکے کسی نمبر کو دیکھکر بخوبی کر سکتے ہین ملک کے تمام مقتدر اخبارات اور اہل الرائے اصحاب نے زمانہ کو اردو کا بہترین رسالہ تسلیم کیا ہے۔ قیمت سالانہ ۴ ہے

نمونہ مچھ آنہ۔ ارزان ایڈیشن عہ معہ محصول۔ حجم ۹۲ صفحات، فہرست مضامین و تصاویر گزشتہ نمبر

الہلال مکین	تین مومیات مصر	سر پرتول چندر جیٹرجی	شمس العلماء مولوی ذکا اللہ
لالہ رخ	پانچ موائی جہاز	شمس العلماء آزاد مرحوم	شمس العلماء سید علی بلگرامی

عمارات سیرامپور

۱۔ تصوف اور شاعری۔ ا۔ ز۔ لکھنوی۔	۹۔ خواب۔ منشی بدرالزمان صاحب ایڈیٹر تنویر الشرق کلکتہ۔
۲۔ مومیات مصر۔ از حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری۔	۱۰۔ نیرنگ دنیا۔ حافظ محمد یعقوب صاحب اوج گیاوی۔
۳۔ ہوائی تسخیر۔ از لالہ مدن گوپال صاحب ایم۔ اے۔	۱۱۔ ظاہر و باطن۔ سید غلام مصطفےٰ صاحب ذہین۔
۴۔ شمس العلماء آزاد مرحوم۔ از مولوی محی الدین صاحب فوق ایڈیٹر کشمیری سیکرزین۔	۱۲۔ کلام اکبر۔ خان بہادر سید اکبر حسین صاحب اکبر۔
۵۔ روس کے قیدی۔ ا۔ ب۔ ج۔	۱۳۔ داستان دل۔ مولوی رضا علی صاحب وحشت۔
۶۔ سیرامپور۔ رائے صاحب پنڈت شیو نراین صاحب شمیم۔	۱۴۔ امانت آزاد۔ شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد۔
۷۔ نمائش پنجاب۔	۱۵۔ رفتار زمانہ۔ . . . . .
۸۔ نغمۂ شاعر۔ از منشی نادر علیخان صاحب نادر کاکوروی۔	۱۶۔ تصاویر۔ . . . . .

حجم ۹۲ صفحے ——— تصاویر ۱۶

درخواست خریداری بنام منیجر زمانہ۔ کانپور

نمونہ مفت نہین بھیجا جاویگا

ڈاکٹر لالور کا فاسفوڈائن

نشان تجارت

دماغی کمزوری فالج کھوایی ڈراونی خواب ذہنی تو نکما قبل از وقت انحطاط اور نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہو جانے سے لاحق ہوں۔ ان امراض کے بے خطر اور قابل اعتماد علاج مین اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم رکھی ہے۔

فاسفورس کے اس مرکب سے جسے کمزوری اور اس کی دوسری قسمون کی اور نام کی مرضون مین ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء مین اعلیٰ ہندی تمغہ یہ پہلا تمغہ ملا۔ دنیا کے تمام حصون کے ماہرون کی ہزارون مستند شہادتون سے یہ عالگیر فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے مرکب کو ایسی خاصیت اور مفرزین کی قدرتی نسبت نہین ہوئی

اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہے عصبی اور دماغی قوتون مین زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دلمین امید بالکل فلان تقویت اور تسکین ہو جاتی ہے اعضا مین شگفتگی آجاتی بھوک بڑھ جاتی اور قبض رفع ہو جاتا ہے نیند آرام سے آتی اور خوشگوار ہوتی ہے چہرہ بھر جاتا ہے لب سرخ آنکھین روشن اور جلد خوبصورت اور صحتمند ہو جاتی ہے۔ بالوین مضبوطی آجاتی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عضائے تغذیہ پر کیسا عظیم اثر کرتی ہے۔ دنیا کے تمام حصون کے باشندون اور فن طبابت کے ماہرون نے اسکی بے نظیر خاصیت کو تسلیم کیا ہے۔

خبردار

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کرایا گیا ہے۔ اسلیئے اسکی نقل و رنگ مین کسی دوسرے حیثیت سے فروخت کرنیوالے عدالتی چارہ جوئی کی جائیگی اس قسم کی ہر دوا ہمارے ایجنٹ کے دستخط سے ہوگی۔

ہندوستان بھر کے دواخانہ اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) پے (کلان) پر فروخت کرتے ہین

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" واقع ہیمپ اسٹیڈ۔ لنڈن انگلستان

مین بنایا جاتا ہے۔

مطبع مرکس واقع ادارت نگر مستقل ڈاکخانہ گنج لکھنؤ مین بہتمام محمد علی طبع ہوا۔

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

۱۳ ۲۷

الناظر

۱۳۲۸ھ

نمبر ۱۱ | یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء | قیمت سالانہ عہ

اطلاع۔ جو صاحب کہ پرچہ میں کسی قسم کی تبدیلی یا بند کرانا چاہیں تو ۱۵ تاریخ تک دفتر میں اطلاع دیں بعد کو اطلاع دینے والے کی ذمہ داری نہ ہوگی۔ ظفر الملک علوی

فہرست مضامین

		صفحہ
نیکی و بدی یا عذاب و ثواب	مولوی سید احمد دہلوی	۱
تنقید الکلام نمبر (۱) پر مختصر خیالات	مسٹر عبداللہ یوسف علی	۷
تصویر حسرت (نظم)	منشی ارتضیٰ علی شرر کاکوری	۱۰
قومی زندگی	شیخ عبدالحکیم بسمل ہوشیارپوری	۱۵
معتصم باللہ	منشی محمد حسین رنگین لکھنوی	۲۸
دور جدید (نظم)	خان بہادر سید اکبر حسین اکبر	۳۹
لیڈیز کانفرنس	زہراء بیگم فیضی	۴۰
آل انڈیا لیڈیز سوشل و ایجوکیشنل کانفرنس	بنت مولوی وسیم الدین اوناوی	۴۲
بیجا اعتراض	علویہ	۴۴
آزادی نسوان	شہرزاد	۴۵
ریویو۔ عورتوں کی صلاح کار۔ بی جی کی خوشی		۴۷
نظرے خوش گذرے		۵۰

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی ظفر الملک علوی

پروپرائٹر (مالک اجناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

چار آنہ

نی پرچہ

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہے اسلیے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کے لیئے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ مین اسٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق مودکمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز
حضرت گنج لکھنؤ
الناس باللباس

مثل مشہور ہے ایک نورا دس ہزار نور اپنے کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور صفائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت ۱۸۵۷ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمایش کی دیر ہے جس قسم کی پوشاک درکار ہو موافق زمانہ و موافق ہندوستانی کسی طرز پر عیش سیاہ وضع کی ہم نہایت سفائی اور خوبی کے ساتھ تیار کر دینگے آزمایش کر لینے سے آپ خوش ہونگے۔ جو فرمایش ہو فوراً روانہ ہونے طلب فرمایئے۔

قطب الدین منیجنگ پروپرائیٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے خشت
سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوئے

دی فونو اسپیشلٹی۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

پاتھی فون گراموفون رائل گراموفون اوڈین بیضا گراموفون

کچھ درد ہے سطر لبون کی لے لیتے ہین کچھ سوز بھرا ہوا ہے سسکیون مین

لوکل اور بیرونجات کے فرمایشی ریکارڈ کی سو سو کاپیان ہوتے ہیں ہزار دو سو مختلف گانون مین سے جسکا ریکارڈ درکار ہو اتنی جلد لکھنؤ مین صرف ایک ہی مرکز ہے جہان پر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ ملتے ہین۔ ساتھ ہی ساتھ گراموفون اور ریکارڈ کی خوبیون اور ریکارڈ کی سوا لاکھ جانچ اسی مقام پر کرا لینے سے ہو سکتا ہے ہر کے ذہن مین کارخانہ خاص کی ترقی مین نہایت تیزی سے ترقی ہوئی اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے خریدار کے پہلے ہماری دوکان کی نمائش گاہ مین تشریف لاکر ہمارے مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید مشینون اور رنگ برنگ کے خوشنما اور ہر ان ملاحظہ فرمائے ضروری سامان متعلقہ مشین ہارمونیم۔ پیانو۔ اسٹیل ٹرنک گیس لائٹ لیمپ شیڈ بکس جاپانی سنی بیگ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہین۔

منیجر دی فونو اسپیشلٹی

فرمائش کیوقت الفاظ کا حوالہ ضرور دیا جائے

یہ سب دوائین فقیرون کے مجربات ہین

بفضل اللہ کو نفع ہوگیا ہے

اس اشتہار کا مقصود دوا بیچنا نہین ہے

دواخانہ مجربات جڑی بوٹی لکھنؤ

کی

ادویہ اپنے سریع الاثر اور کثیر المنفعت ہونیکی وجہ سے ہر حصۂ ملک مین مشہور ہین

عرق مبیرہ - امراض چشم کے واسطے اکسیر الخاصیت - دافع نزول مار - جاذب رطوبات جالی - مقوی بصر - ہر طرح کی شکایات متعلقہ بصارت کا قطعی علاج اور ہر عمر کے آدمی کو یکسان مفید ہے - حالت صحت مین بھی اسکا استعمال بیحد فائدہ دیتا ہے - قیمت فی تولہ عہ

سفوف سامری - مقوی معدہ و اعصاب و دماغ و مولد خون صالح ہے - مثانہ اور گردہ کی بیماریون مین مفید ثابت ہوا ہے - اور سرفہ کہنہ ضیق النفس اور اختلاج قلب کا دافع (خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک) قیمت فی تولہ للعہ

حبوب بخار - تپ فصلی کے واسطے اکسیر کا کام کرتی ہین - بخار کی حالت مین بھی استعمال ہوسکتی ہین (خوراک ایک گولی) فی ڈبیہ جسمین ۱۲ گولیان ہوتی ہین ۴ ر ۳۰ گولیان

حبوب تپ کہنہ و سرفہ کہنہ - یہ ایک نہایت بیمثل چیز ہے - مگر اسکے استعمال کیوقت سخت پرہیز کی ضرورت ہے کیسی ہی مزمن تپ ہو گیارہ دنمین اکسیر کا کام کرتی ہے اور ایک عجیب قوت پیدا کردیتی ہے (خوراک ایک گولی) گیارہ گولیان ایک ڈبیہ مین فی ڈبیہ عہ

حبوب نادرہ - براسیر کو مفید - دافع قبض - مصفی خون - اخلاط فاسد کی دافع چند روز کے استعمال سے بہت فائدہ ہوسکتا ہے - بیچم صاحب کی گولیان اور اس قسم کی سب ادویات کو مات کرتی ہے (ایک گولی سے پانچ گولی تک خوراک ہے) فی ڈبیہ ۳۲ گولیون کی قیمت عہ

روغن حیات - نادر الوجود چیز ہے - دافع قبض - مفرح - مفتح - مقوی معدہ

مقوی گردو دماغ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح - مقوی جگر دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضاے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے - ۳ قطرہ سے ۳ ماشہ تک انتہاے مقدار ہے - قیمت فی تولہ صرر

روغن بواسیر - بواسیر خونی وبادی دونون کے حق مین اکسیر مسّے پھولے ہوے ہون لگاتے ہی فوراً مرجھا جائین گے اور مرض دفع ہو جائیگا - قیمت فی تولہ عہر

روغن دافع امراض گوش - ایک قطرہ ڈالنا چاہیے - کان کے تمام امراض - دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے قیمت ایک تولہ عہر دو تولہ عہر تین تولہ عہر پانچ تولہ ہے،

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلیٰ سے اعلیٰ مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کرکے تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ سے اپنے مفصل حالات سے مطلع فرمائین گے مرض اُنکا جیسا ہی سخت اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے واسطے تیار ہین - نمونہ کے طور پر معمولاً جملہ ادویہ صرف ۱ ٹکٹ آنے پر روانہ کی جا سکتی ہین -

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصول ڈاک وی پی ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر - **جناب منشی محمد احتشام علی صاحب** رئیس و مالک کارخانہ آئس فلاور آئینڈ آئل ملز - لکھنؤ -

جملہ فرمائشات - منیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین -

النظر

نمبر ۱۱ یکم مئی سنہ ۱۹۱۰ء

نیکی و بدی یا عذاب و ثواب

دنیا مین کوئی مذہب ایسا نہین ہے جسنے ان دو مفید و غیر مفید پہلوؤن کو اپنے ہان اصولاً قایم نہ کیا ہو۔ ہر ایک مذہب کی بنیاد انھین دو باتون پر رکھی گئی ہے۔ اگر آسمانی کتابون کے ذریعہ سے احکام پہونچے ہین تو اور رجوع وحی۔ القا و الہام کے وسیلہ سے آوامر و نواہی کی تفصیل بیان ہوئی ہے تو سب کا منشا بدی سے نفرت اور نیکی سے رغبت دلانے کے سوا دوسرا نہین ہے۔

نیکی کا اجر جنت۔ بدی کا بدلہ دوزخ قرار پایا ہے۔ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ نکوکاری کی جزا نجات اور بدکاری کی سزا عذاب ہے۔ جسکا آخرت مین فیصلہ ہوگا۔ عیسائی بھی دوزخ اور جنت کے قائل ہین نیکی کا بدلہ ابدی موت سے چھٹکارا۔ اور خدا تعالیٰ کی بادشاہی یعنی جنت مین داخلہ ہے۔ اسی کو وہ حیات ابدی سے تعبیر کرتے ہین۔

موسائی یعنی عاملان توریت ثواب سے مال و منال مین برکت اور عذاب سے عقبیٰ کی ذلت و خواری مراد لیتے ہین۔ بودھ مذہب والے نروان کو نجات کہتے ہین۔ یعنی اُن کے نزدیک فنا فی العدم اور نیست ہوجانا اصل مکتی ہے جس مین آواگون کی دوامی کش مکش سے نجات ملے۔ عام ہندو تپشیا یعنی روحی و قلبی عبادت کے طفیل پرمیشر کے گھر مین جنم لینے اور پھر دوسرے

جنم مین کسی چھوٹی یا بڑی ریاست کا راجا بن جانیکو صلۂ نیکی ٹھیراتے ہین۔ اس حساب سے اسلامی ریاستونکو نکال کر کل ہندو ریاستین اُنھین لوگونکی ہین جنھون نے تپشیا کر کے اول برہمنون کے ہان جنم لیا اور پھر گدی سنبھالی۔

ہمین خوب یاد ہے کہ ۱۸۸۶ء مین جب ہم مہاراجہ الور راؤ راجہ منگل سنگھ آنجہانی کا سفرنامہ لکھ رہے تھے اور لالہ سریرام صاحب دیوان الور کی کوٹھی مین مقیم تھے۔ تو ایک جوتشی صاحب نے اپنے نہایت وثوق کے ساتھ بیان کیا۔ کہ اگلے جنم مین تم پنجاب کی اُس ریاست کے جو ستلج پار واقع ہے راجہ تھے اور اب پھر تمہین راجہ ہی ہونا چاہیے تھا۔ اگرچہ دیوانی بھی راجائی سے کم نہین۔ مگر تم پھر کہین نہ کہین کے گدی نشین ہونے والے ہو۔ دیوان صاحب گو نہایت دانشمند۔ ایم۔ اے کے سب سے اول گریجویٹ اور بظاہر ان باتون کا صریح اقرار نہین فرمایا کرتے تھے۔ مگر دل مین یقیناً اس امر کو تسلیم کر کے بہت خوس ہوتے اور جوتشی جی کی حد سے زیادہ آو بھگت فرماتے اور کہتے کہ دیوان نانو مل جی ہمارے ہی خاندان کے تھے۔ جنکو ریاست پٹیالہ مین برائے نام وزارت مگر درحقیقت والئی ریاست کا درجہ حاصل تھا۔ اس بیان سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ بات ضرور مانی ہوئی ہے۔ کہ تپشیا کا نتیجہ اگلے جنم مین سلطنت یا ریاست کا وسیلہ ہے خیر تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مضمون کیطرف پھر رجوع کیجاتی ہے۔

تمام مذاہب اس امر پر متفق اور ہم خیال ہین کہ نیکی اور بدی ضرور کوئی چیز ہے۔ مگر دیکھا جاتا ہے کہ جتنے کام ایک مذہب مین ثواب خیال کئے جاتے ہین۔ دوسرے مین وہ سب کے سب یعنی پورے پورے اس درجہ پر نہین مانے جاتے۔ اس اختلاف پر غور کرنے سے ایک عجیب الجھن اور حیرانی رونما ہوتی ہے۔ کہ اصل نیکی کو کہان تلاش کرین۔ کیونکہ نیکی کرنا ہر ایک مذہب مین ضروری اور لابدی ہے۔ اب اگر یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ہر شخص جس مذہب مین ہے اُس مذہب کی رو سے جو کام نیک ہین وہ کئے جائین تو

اس صورت مین نیکی و بدی فرضی بلکہ محض اعتباری امور قرار پائین گے۔ جنہین دھکوسلے تعبیر کر سکتے ہین۔ اگر یہ تصفیہ کیا جائے کہ اول تمام ادیان کی تحقیق کرین۔ اور نظر انصاف جس دین کو حق ٹھیرائے اُسی کو قبول کرلین۔ اور جو کام اس مذہب مین نیک ہین۔ وہی حقیقت مین نیک مانے جائین۔ جو بد ہین وہ بد خیال کئے جائین تو یہ امر نہایت دشوار ہے اور بالفرض اگر کوئی شخص اس پر عمل پیرا ہو بھی جائے۔ تو اس صورت مین بھی نجات ممکن نہین۔ کیونکہ ہر ایک دین کئی کئی فرقون مین منقسم ہے۔ اور ہر ایک فرقہ صرف اپنے ہی طریق کی حقیقت کا مدعی ہے۔ لو فرضا کوئی شخص تمام فرقون کے مسائل پر عبور کرلے تو پھر بھی کیا حاصل۔ یعنی حق کو باطل سے کس طرح تمیز کریگا۔ کیونکہ اس زمانہ مین کوئی اہل مذہب کچھ معجزہ تو دکھا سکتا نہین۔ اگر کسی مذہب مین پیر و مرشد مشایخ وشیوخ ہین بھی۔ تو وہ اپنے مریدون ہی کو کرامتین دیکھا سکتے ہین۔ جنہین آمنا وصدقنا کہنے کے سوا چارہ نہین۔ اگر یہ نہ کہین تو راندۂ درگاہ ہو جائین پھر دین مین ٹھکانا رہے نہ دنیا مین۔ پیر کی پھٹکار ہر جگہ سے دھتکار دلوائے۔ کہتے ہین کہ مسیح علیہ السلام بھی بے ایمانون کو معجزہ نہین دکھایا کرتے تھے۔ اگر اگلے زمانہ کے معجزونکا اعتبار کیا جائے۔ تو یقیناً تمام اہل مذہب اتنے معجزون کی روئینین سنا دین کہ شاید معجزہ کے معنے خرق عادت کے بجائے حسب عادت بیان کرنا موزون ہون۔ اور اُنہین سنکر طالب حق کے ہوش اڑ جائین۔ (معجزون کی یہ تاثیر ابھی تک باقی ہے)

جب یہ کیفیت پیش آئی کہ دین حق کا دین باطل سے تمیز کرنا ناممکن ہوا۔ تو لامحالہ تحقیق حق کا راستہ مسدود اور انسان بالکل آزاد ہو گیا۔ اب چاہے سو کرے۔ دنیا مین نیکی و بدی کوئی چیز نہ رہی۔ لیکن یہ شیطانی وسوسے ہین خدا ان سے بچائے اور راہ راست پر لائے۔

ہمارا خدا۔ ہمارا خالق۔ ہمارا احکم الحاکمین۔ ایسا نامہربان۔ ناانصاف۔ اور قہر آگین

نہین ہے۔ کہ اپنے بندون کو گمراہی سے بچانے اور راہ راست دکھانے کیواسطے کوئی سبیل نہ نکالے۔ اس نے اپنے ہر ایک بندے کو ایک ایک ترازو کہو یا میزان عدل اور اسکے جانچنے کا ایک ایک بٹ عطا فرمایا ہے۔ پس انسان کو مناسب ہے کہ اس میزان کے ایک پلڑے مین اس سنگ میزان یعنی قدرتی بٹ کو رکھے۔ اور دوسرے مین جس چیز کو تولنا ہو اُسے رکھے۔ اور آنکھ بند کرکے تول لے۔ جو وزن مین برابر نکلے وہ حق ہے اور جسمین کمی وبیشی ہو وہ باطل۔

یہ سنگ ترازو قانون قدرت ہے۔ جسے نیچر یا فطرت بھی کہتے ہین۔ اور میزان قوت متفکرہ ہے مگر ساتھ ہی اس بات کا لحاظ بھی ضرور ہے۔ کہ جسطرح وہ مسب الاسباب اپنے افعال کی ترکیب کے لیئے تمام ضروری سامان پیدا اور مہیا کردیتا ہے۔ اسی طرح پیغمبرون کا بھیجنا بھی انسان کی تکمیل ہدایت کے لیئے اسی قانون قدرت سے وابستہ اور اسکے ماتحت ہے۔ اس امر کا انکار گویا قانون قدرت کا انکار بلکہ عین کفر وضلالت کا اظہار ہے۔

اگرچہ نافہم اس موقع پر یہ اعتراض کرسکتے ہین کہ جس حالت مین ہر ایک انسان کے پاس میزان اور سنگ ترازو موجود ہے۔ تو پھر ہادی یعنی پیغمبر کی کیا ضرورت ہے اسکے دو سبب ہین اول تو یہ کہ ہر ایک شخص اس میزان کا استعمال نہین جانتا۔ ٹھیک ٹھیک وہی تول سکتا ہے جس نے برسون ترازو اُٹھائی ہو۔ اور تول جوکھ کی دکان سے بخوبی واقف ہو۔ پس اسکے واسطے ایک آگاہ کرنے اور جتانے والے جگت اُستاد کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ بیشک میزان تو ہمارے پاس موجود ہے۔ مگر ہم تولین گے اُسی چیز کو جو ہمین معلوم اور ہمارے پاس ہوگی جس چیز کا ہمین علم مین اسے کسطرح تول سکین گے۔ لہذا اس قسم کی باتین وحی یا صاحب وحی کے ذریعہ سے انسان کو بتائی اور سکھائی جاتی ہین۔ اور یہ ہمیشہ وزن کرنے پر پوری اُترتی ہین۔ اور جو باتین

بمقتضائے بشریت اسمین ملجل جاتی ہین انہین یہہ میزان جُدا کرکے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی دکھا دیتی ہے۔

جسطرح حق و باطل مین تمیز کرنیکے واسطے قوت تفکرہ کا ہونا ضرور اور لازم ہے اسی طرح بعض غیب کی باتو نکو ظاہر کرنیکے واسطے بھی صاحب وحی کا ہونا لابد ہے اور یہی فطرت کا مسلہ ہے۔

جن لوگون نے مصر اور یونان کی قدیم تاریخون پر نظر ڈالی ہے۔ وہ پیغمبرون کے آنیکی ضرورت بآسانی محسوس کر سکتے ہین۔ اِن کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گو یہ دونون ملک بہت پرانے زمانے مین نہایت ترقی اور عروج کی حالت مین تھے اور ہر ایک قسم کے عالم۔ دانا۔ حکما وہان موجود تھے۔ مگر خدا تعالے کی ذات وصفات کے علم اور موت کے بعد کی حالت سے ایسے بے خبر۔ ناواقف اور ناآشنا تھے۔ کہ اُن مین سے کوئی شخص بھی ان مسائل کی نسبت کوئی پختہ رائے قائم نہین کر سکتا تھا سب کے سب تذبذب اور ایک اُدھیڑبن مین پڑے ہوئے تھے۔ اگرچہ فن تعمیر فن نقاشی اور سنگتراشی وغیرہ کے ایجاد مین انہائے زمانہ سے سبقت لیگئے مگر ان سب سے دقیق مسائل کے علم مین جو اخلاق حسنہ کی بنیاد ہین۔ اگر کوئی سبقت لے گیا تو عرب کی ایک وحشی قوم کا اُمّی لقب ہی لے گیا اور ایسے ایسے نامیون مین سے کوئی اُسکا پاسنگ بھی نہ نکلا۔

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ اُس نے انسان کے واسطے مِن کُل الوجوہ کمال حاصل کرنے کے اسباب مہیا کر دئے۔ اب بھی اگر کوئی اپنی غفلت سے گمراہی و ضلالت کیطرف جائے تو بیشک وہ شخص مستحق سزا اور واجب التعزیر ہے۔

یہانتک تو سزا اور جزا کا مذہبی پہلو سے ذکر تھا۔ اب ان لوگون کی رائے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ جو سزا اور جزا یعنی عذاب و ثواب کو فلسفیانہ نظر سے دیکھتے ہین۔

خدا تعالےٰ کو قادر مطلق اور واحد برحق جانتے ہین اسمین کچھ کلام نہین انکے نزدیک راحت کا نام ثواب یا بہشت ہے۔ تکلیف کا نام عذاب یا دوزخ ؎ بہشت آنجا کہ آزارے نباشد۔ کسے را با کسے کارے نباشد۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہین ؎ از مکافاتِ عمل غافل مشو۔ گندم از گندم بروید جو ز جو۔

وہ کہتے ہین ہر کام کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور نتیجہ دراصل اس کام کا ہی لب لباب یا نچوڑ ہوتا ہے۔ کسی اور جگہ سے پیدا نہین ہو جاتا۔ ہندی کہاوت ہے۔ کہ آگ کھائیگا سو انگارے ..... گا۔ اُن کے نزدیک عذاب و مصیبت ہے جو کسی خلاف نیچر یا خلاف عادت کام کرنے سے جسم خواہ روح پر وارد ہوتی ہے۔ جسم پر وارد ہونا جسمانی تکالیف کا باعث ہے۔ روح پر وارد ہونا روحانی انقباض کا سبب۔

جسطرح موسم سرما مین مُنھ کی بھاپ جسم کی کثافت سے مکدر ہو کر ایک دخانی شکل پیدا کرتی ہے۔ اُسی طرح روح بھی اپنی لطافت کے برخلاف امور کے پیش آنے سے ملوث ہو کر دھندلی پڑ جاتی ہے۔ جس طرح دھوبی میلے کپڑون کا میل کچیل پتھر پر پھٹکارنے سے نکالتا اور کپڑے کو اجلا کر دیتا ہے۔ اسی طرح ریاضت۔ یا فکر و غم جو معناً مصیبت ہے روح کے واسطے سوہان روح بنکر ریگ مال کا کام دیتا۔ اور روح کو منور و مجلا کر دیتا ہے۔ اس مجلا ہونے مین جو کوفت یا تکلیف یا انقباض حاصل ہوتا ہے۔ اسی کا نام عذاب ہے جب میل ہی نہ ہوگا تو دھوبی کس چیز کو نکالے گا۔ اور کیون اُسے پھٹکاریگا۔ یا یون سمجھو۔ کہ دریا کا پانی جسطرح جھلولے کھا کھا کر صاف اور نرمل ہو جاتا ہے اسی طرح روح یہان یا وہان تحرک پا پا کر صاف اور شفاف ہوتی ہے۔ جسقدر روح کو لطافت حاصل ہوتی ہے۔ اُسی قدر صعود کرتی چلی جاتی اور اعلیٰ علیین کو پہونچ جاتی ہے۔

اگلے حکماء کا خیال تھا کہ آسمان پر جو ستارے چمک رہے ہین۔ یہ انسانونکی پاک روحین ہین جسقدر انمین لطافت اور سبک روحی حاصل ہوئی ہے۔ اُسی قدر

بلندی پر پہونچی ہین۔

یہ لوگ دوزخ کو کوئی محدود مکان اور جنت کو حور و غلمان کا مسکن نہین مانتے لیکن ہم جب تک اپنے مین اتنی عقل نہ پائین۔ کہ فرقان مجید اور احادیث نبوی کی بار کیون اُسکی رمزون اور نکتون کو پہونچین۔ ہمین صدق دل سے ان پر ایمان لانا اور عاقبت مین سرخرو ہوکر جانا چاہیئے۔ نجات بیشک توحید کے ماننے اور نیکیون کو عمل مین لانے پر منحصر ہے۔ فقط

سید احمد دہلوی

تنقید الکلام نمبر (۱)
پر
مختصر خیالات

مارچ کے الناظر مین الکلام پر جو تنقید ہمنے شایع کی اوسکے متعلق اکثر احباب بھی ہمنوا ای الناظر اور بعض مشاہیر اہل قلم نے اپنے خطوط مین مختلف حیثیتون سے بحث کی ہے۔ ہم پرائیویٹ خطوط کو سوائے اس صورت کے کہ اونکی اشاعت ناظرین کی دلچسپی یا اونکی معلومات مین اضافہ کرنیکا ذریعہ ہوسکتی ہو اور راقم کی اجازت کے بغیر شایع کرنا پسندیدہ نہین خیال کرتے ہو جسسے ان کثیر تعداد خطوط کو جنمین زیادہ حصہ تسویفی خطوط کا ہے نظر انداز کرکے ذیل مین صرف وہ خط درج کرتے ہین جو ملک کے مشہور اہل الرائے مصنف ایڈیٹر آئی سی ایس نے اس بارہ مین ہمین لکھا ہے۔ ہم جناب موصوف کے شکر گذار ہین کہ اونہون نے افسر ضلع کی اہم ذمہ داریون اور کلکٹری کے کثیر مشاغل کے باوجود الناظر کے اوس ضویل مضمون کو بالاستیعاب پڑھنے اور اوسکے متعلق ایسا سبق آموز خط لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی۔

اصل خط انگریزی مین تھا۔ ترجمہ مین حتی الامکان اسکی کوشش کیگئی ہے کہ اوسکا صحیح مفہوم ادا ہوجائے اور الفاظ کی ترتیب اور جملون کی نشست مین اصل سے پوری مطابقت بھی قایم رہے۔ لیکن ترجمہ پھر ترجمہ ہے اگر کسی مقام پر صاحب تحریر کا صحیح منشا ظاہر نہوا ہو تو ہمکو قوی امید ہے کہ صاحب موصوف اوسکی اصلاح فرماینگے ایڈیٹر

جناب من ۔ مولانا شبلی کے فلسفۂ مذہب پر تنقید قابلیت سے لکھی گئی ہے مگر مین یہ نہین کہسکتا کہ مجھے اوس سے کلی طور پر یا اوسکے خاص دعاوی سے ہی اتفاق ہے۔ راقم کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مولانا کو یوروپین مصنفین ۔ یوروپین علوم یا یوروپین فلسفہ کے متعلق براہ راست واقفیت نہین ہے مولانا شبلی کو براہ راست معلومات ہونیکا دعوی بھی نہین ہے ۔ برخلاف اس کے جو لوگ ایسی معلومات رکھتے ہین جنہین میرے نزدیک راقم تنقید کا بھی شمار ہونا چاہئے ۔ اونکے لئے یہ امر نہایت مسرت بخش ہونا چاہئے کہ مولانا کے سے مشرقی علوم کے متبحر عالم جنکا قدیم طرز کے علما مین بہت اقتدار ہے اوس گوشۂ عافیت سے نکلکر جسکی ایک زمانہ نے قدر کی ہو اپنے حریفون سے اوسی میدان مین زور آزمائی کرنیکو طیار ہوئے جو گروہ آخر الذکر نے منتخب کیا ہو ۔

اگر مین نے راقم تنقید کا مفہوم صحیح طور پر سمجھا ہے تو اون کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہب و سائنس اپنی فطرت ہی مین ایک دوسرے کے مخالف ہین اور اس سے قدرتی طور پر یہی نتیجہ اخذ ہوگا کہ "مذہب و سائنس کے درمیان انتخاب کیا جائے" دوسرے الفاظ مین اگر سائنس کا اتباع کیا جائے اور اگر [illegible] دنیا مین اُسکی فتحیابی تسلیم کر لی جائے تو راقم تنقید کہین گے کہ مذہب کو برباد ہوا سمجھ لینا چاہئے ۔ راقم تنقید کے استدلالات مین سے بعض نہایت سطحی مین اور اُنپر تفصیلی بحث کرنیکے لیے اس سے زیادہ وقت درکار ہے جتنا کہ اسوقت دے سکتا ہون ۔ لیکن میرے خیال مین اون کے استدلالات کی تہ مین اصلی مغالطہ یہ ہے کہ اُنھون نے مذہب کی جو تعریف کی ہے وہ اصولی طور پر اوس تعریف سے مخالف ہے جسپر وہ لوگ یقین رکھتے ہین جو مولانا شبلی کی طرح مذہب و سائنس کے درمیان مطابقت دینا چاہتے ہین ۔

اگر یہ کہا جائے کہ کسی مقتدا ے مذہب کی زبان سے نکلے ہوئے یا کسی مذہبی کتاب مین لکھے ہوئے ہر لفظ کا مطلب اوسکے لفظی معنون سے نکالنا چاہئے تو اس سے ہم اسی قسم کی غلطی مین مبتلا ہو جائینگے جیسے کہ اوس شخص کو جھوٹا بنانے سے جسنے رات کے وقت یہ کہا ہو کہ آفتاب غروب ہوگیا ہو کہ اوسکو تو یہ کہنا چاہئے تھا کہ آفتاب ہمارے طول البلد پر نہین دکھائی دیتا ۔ لیکن اگر کسی

بچہ کو سلاتے وقت یہی فقرہ کہا جائے تو خیال کرو کہ کیا نتیجہ ہوگا میرے خیال مین تو کوئی بڑے سے بڑا ہئیت دان بھی ایسا نہ کہہ سکیگا بچہ ہو یا کوئی دوسرا شخص ہئیت دان قدرتی طور پر وہی طرز گفتگو اختیار کریگا جو اُس موقع کیلئے مناسب ہو اور جس سے سننے والا صحیح مفہوم سمجھ جائے اور دھوکے مین نہ پڑے۔ شاعر بھی ادائے بیان مین ایسا ہی طرز اختیار کریگا اور ہر شخص جو بات حق سمجھ لیتا ہے کہ مفہوم اصلی کیا ہے۔ میرے خیال مین مذہب نتائج قیاسی اخذ کرنیکا دستور نامہ ہے اور نہ مادی حقیقتوں کے دریافت کرنیکا آلہ۔ بلکہ ایک ایسا تعلق اور ایسا نظام ہے جو آدمیون کو معاشرتی اور اخلاقی طور پر متحد اور انھین دنیا کے کامون مین اسطرح پر مصروف رکھتا اور اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنے آپ سے سچے رہ سکین اور دوسرون کے ساتھ انصاف اور خلوص کا برتاؤ قائم کرین۔ مذہب اور سائنس یا فلسفہ کے درمیان لازمی مخالفت کہان ہے؟ مذہب کا نام جہان کہین بیجا طور پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ زمانہ گذشتہ مین اکثر ہوا ہے تو صرف اسوجہ سے کہ وہان مذہب کے متعلق لوگ غلط خیالات رکھتے ہین۔ لیکن اس سے اون لوگونکا مضحکہ اوڑانا جائز نہین ہو سکتا جنکے منشائے اعلیٰ مین مذہب حیات۔ قانون قدرت۔ سائنس۔ فلسفہ اور حق مین اتحاد پیدا کرنا بھی داخل ہے

عبداللہ یوسف علی

سوالات علمیہ

(الف) عقل کیا چیز ہے؟

(ب) انسان ہی عقل رکھتے ہین یا حیوانات بھی۔

(ج) انسانی عقل اور حیوانی عقل مین کیا فرق ہے؟

(د) انسانی عقل کا مستقر کونسا جزو یا عضو انسان ہے؟

(ہ) اگر کوئی مستقر ہے تو بروے تجربات سائنس اسکا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے؟

(ز) اگر ایسا مشاہدہ نہین کیا جا سکتا ہے تو کیا اسکا وجود صرف اعتبارات سے ہی جانا جاتا ہے؟

(ح) بے عقلی کا بھی کوئی مستقر ہے؟

(ط) عقل واحد ہے یا متعدد؟

(ی) بصورت واحد ہونیکے تفاوت کیون ہے اور بصورت متعدد ہونیکے نقص کیا ہے؟

سائل

موہنوم

تصویر حسرت

ترجمہ

اسمتھ اینڈ میری

(از محمد ارتضا علی شرر علوی۔ کاکوروی)

السنہ مشرقی کے ایک عالم حبشی فوج کے پادری نے اپنی انگریزی نظم "اسمتھ اینڈ میری" دسمبر سنہ ۱۹۰۰ء کے "انگلش میگزین" مین شایع کرائی تھی سچے مضمون کی چست بندش ادا سے مضمون کی دلفریب طرز ادا۔ محاورہ کی شستگی اور زبان کی سادگی نے اس بلا کی کشش پیدا کی کہ قدرشناس پبلک کی توجہ اوسکی طرف فوراً مائل ہوگئی اور قدر افزائی کی حد یہان تک پہونچی کہ مخزن مذکور کی گیارہ ہزار کاپیان معمول سے زیادہ ہاتھون ہاتھ فروخت ہوگئین۔

ستمبر سال گذشتہ مین ہمارے ایک "زندہ دل" قابل ادیب۔ پنجابی دوست کو اونکے ایک انگریز دوست نے جنہون نے اس نظم کے آخری سین کو بچشم خود دیکھا تھا کچھ ایسا مشتاق نظم بنادیا اور اونکے اس دوست دل مین اس درجہ تک آتش شوق بھڑکا دی کہ آپ پنجاب سے بھی اوسے فرونہ کرسکا اور دوست ممدوح نے فوراً ہی مالک مخزن کو تار دیا اور وہ نظم دوسری میل مین لاہور پہونچی اور وہان کچھ دنون مشتاق ہاتھون مین رہ کر میرے پاس آخر نومبر سنہ ۱۹۰۹ء مین بغرض ترجمہ اس تاکید شدید کے ساتھ بھیجی گئی کہ ایک ہفتہ کے اندر اردو نظم مین ترجمہ کرکے بھیجون۔

مین نے لاکھ عذر کئے کہ بھائی جان اب میری مشق وہ نہین ہے جو ۱۳-۱۴ برس پہلے تھی تجھ کار سرکار نے قافیہ تنگ کر رکھا ہے شعر موزون ہون تو کیونکر مگر وہ کب ماننے والے تھے۔ ہر ہفتہ مین ایک تاکیدی پوسٹ کارڈ موجود اور کچھ نہین تو صرف "یاد دہانی" ہی اوسپر تحریر آخر جب مین نے دیکھا کہ مدآورد دن دل دوستان" کا اخلاقی جرم مجھپر عائد ہونے والا ہے اور بجز تعمیل ارشاد کوئی اور چارہ کار نہین تو مجبور ہوکر مین نے کچھ شب کا وقت اس کے لیے نکالا مختصر یہ کہ

ایک ماہ کے اندر خدا خدا کر کے یہ مطبع کامل و رزین ختم ہوا۔

چونکہ نظم انگریزی الیشیای مذاق سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے اس لیئے ترجمہ میں ضرور آسانی ہوئی۔ اب رہی یہ بات کہ جو لباس اردو پہنایا گیا ہے وہ موزوں اور مزین ہے یا نہیں، اسکا تصفیہ دقیقہ اس پبلک پر جو ترجمہ کی وقت سے واقف ہے چھوڑا جاتا ہے۔

بالفعل یہ نظم اس پرچہ میں شائع کرائی جاتی ہے بعد دیگر تراجم کے ہمراہ کتاب کی صورت میں شائع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالے۔

خزر کا کوروی

(۱)

اسوقت ہے صاف چرخ اخضر — بادل بالکل نہیں ہیں اوپر — چھٹکے ہوئے ہر طرف ہیں تارے — ظاہر ہوتے نہیں اشارے

غالب نور قمر ہے اُن پر — مدھم ہے وہ روشنیٔ اختر — ہے اصل میں شب کا رنگ کالا — اوپر ہے چاندنی کا غازہ

چھٹکی ہوئی چاندنی کا عالم — سبزے پہ نمی نزول شبنم — کچھ کچھ باد سبک میں سردی — خالی نہیں لطف سے مزے کی

دیکھو ہے عجیب سین دلکش — شب ہے یہ کوئی حسین مہوش — بجلی کا چراغ جل رہا ہے — نوری چشمہ ابل رہا ہے

بند آنکھیں ہوں گر ہماری — دیکھیں قدرت کی دستکاری — صانع کے بغیر کب ہے صنعت — منکر نہیں صاحب بصیرت

(۲)

وہ سامنے باغ عار ہے — بو سے محظوظ شامہ ہے — دیکھو دبچی یہاں وہاں ہیں — بچھیں رنگین کرسیاں ہیں

بیٹھے کچھ لوگ کچھ کھڑے ہیں — کچھ گھاس کے فرش پر پڑے ہیں — سرگرم شئی جوان رعنا — ہے اوسکے بغل میں ہاتھ تس کا

باتیں لطف و مذاق کی ہیں — کچھ شوق کی اشتیاق کی ہیں — گپ شپ کوئی اوڑا رہا ہے — باجہ کوئی بجا رہا ہے

ڈھلتی ہے شراب ارغوانی — اک آگ لگا رہا ہے پانی — بچتے نہیں آگ سے غضب ہے — اوکو خوف عذاب کب ہے

کل اے فرنگ چیدہ چیدہ — قد ہیں موزوں جبیں کشیدہ — چوٹی ہے گندھی کھلی ہوئی بال — ہر ایک کا مختلف سن و سال

ہر کوئی چمن جوان رسیدہ — تخمہ کوئی ہے بار دیدہ — آمد ہے بہار کی کسی میں — کھلنے کی علامتیں کلی میں

کھولے ہوئے شوق اپنا آغوش — عفت سے گرد با ہوا جوش — وہ کون ہیں دو جوان خوش رو — اُنمیں ہر ایک حسن میں فرد

مسٹر اسمتھ ہے ایک کا نام — زن ہے میری حسین گلفام — اسمتھ کا باپ ہے زمیندار — نامی زردار بنک الوار

وقعت سرکار مین ہے اسکی — دیتے ہین بادشاہ کرسی — اسمتھ تنہا ہے اوسکا بیٹا — عمدہ اخلاق کا نمونہ

فوجی کالج سے پاس ہوکر — اب فوج مین ہند کی ہے افسر — پلٹن ہے اسکے گورکھون کی کپتان — شہ زور شجاع فوج کی جان

میری لڑکی ہے پاوری کی — تعلیم ہوئی ہے جس کی اچھی — باعصمت وخوبرو ہنرمند — ہے باپ کی وہ عزیز دل بند

اچھے اخلاق نیک عادت — جیسی صورت ہے ویسی سیرت — اسمتھ کو نکاح پر ہے اصرار — میری کرتی ہین ہے اقرار

کہتی ہے کہ جاو کچھ کرو کام — جس سے ہو بلند قوم کا نام — دنیا مین ہو نیک نام شوہر — بی بی کو ہو فخر و ناز جسپر

یہ آپکا زر نہین ہے مطلوب — ہے شہرت لازوال محبوب — انگلینڈ مین سب ہین زردار — مشہور ہوے ہین جنکے ہتھیار

اسمتھ کہتا ہے خیر اچھا — جاتا ہون کرون گا نام پیدا — کیا نام پہ منحصر ہے شادی — جب نام کرو نگا تب کروگی

میری کہتی ہے کچھ نہین عار — کرتی ہون مین صاف اقرار — نامی اسمتھ کے ساتھ شادی — ہوگی بے شک ضرور ہوگی

(۳)

ہے پیش نگاہ ایک کہسار — کوسون تک پتھرون کے انبار — کہسار پہ وحشیون کا ہے گھر — وحشی وہ جنکے دل ہین پتھر

خونخوار نہین فقط ورنہ ہے — انسان کہین مین نسل بڑھ کے — جاہل بدعہد مین زناکار — موقع پاکر چرائین ہتھیار

احسان کرو بناؤ مہمان — کھانا بھی کھلا اور دو جان — ہین یار ابھی ابھی ہین دشمن — رہتے ہین یہ بدگمان و بدظن

دولت کی ہے حرص انکا مذہب — ہو سکتے نہین کبھی مہذب — لڑتی تھی غرض قوم وحشی — شایستہ پہ مقابلے کی

اسوقت ہوئی ہے ختم پیکار — بھاگی ہے یہ قوم رکھ کے ہتھیار — کو جلد ہوئی ہے سر لڑائی — ہوگی بار دگر لڑائی

مضبوط کمان ہین سکے پیکان — انسان نہین یہ قوم حیوان — موقع پاے گی تو پڑے گی — دھوکا دے کے یہ لڑے گی

القصہ قریب آگئی شام — فوجین سب ختم کرچکین کام — ہوتے جاتے ہین دفن مردے — محتاج ہین غسل کے کفن کے

ذوقت عجیب بے کسی کا — ماتم کو نہین یہان انکرا — ہوتے ہین علاج زخمیون کے — ان کے سب سے جدا ہین خیمے

مجروح پڑا ہے ایک افسر — ہے خون سے لالہ زار بستر — افسوس ہوا ہے سخت زخمی — امید نہین ہے زندگی کی

ہین جمع قریب خاص احباب — ہے سکوت و وہ ہین متلب — کرنے آیا تھا جنگ مین نام — مسٹر اسمتھ دھرا ہے ناکام

میری کو لکھ رہا ہے نامہ — کاغذ یہ ہے اشک ریز خامہ

خط

اے سب سے عزیز پیاری میری — حالت اُن لوہا ہی میری — کل حال جدال لکھ چکا ہون — اپنا سب حال لکھ چکا ہون

ہی آج یہہ راے ڈاکٹری — حالت میری نہین اچھی — اچھے ہون گے نہ زخم کاری — رحلت دنیا سے ہی ہماری

حالت ہو خراب یا ہو اچھی — مجھکو پروا نہین ہی اس کی — جتنا تھا کام ہو چکا ہے — سب کام تمام ہو چکا ہے

جنرل اسوقت فوج کا ہون — بستر پہ جان لب پڑا ہون — مرتا ہون مگر ہی شادمان دل — فوجی شہرت ہوئی ہے حاصل

بچنے کی نہین ہی مجکو امید — ہی شکر رہون گا نا ہنجا وید — شادی نہوئی ہوا ہے گو نام — دنیا سے مین جا رہا ہون ناکام

ہونگے سب منتظر میرے یار — سامان نشاط ہوگا تیار — پیارے والد عزیز احباب — کیا دیکھتے ہونگے جشن کے خواب

کہدو کہ نہین تمہارا اسمتھ — ہے زیر زمین تمہارا اسمتھ — رخت شادی کفن ہی اوسکا — کچھ مرقد حسین ہے اوسکا

کمرہ سونے کا یہہ زمین ہے — اُمید کچھ اور اب نہین ہے — صد شکر ہوئی ہی بات پوری — چلنے کے وقت جو کی تھی

مین نے جو کہا تھا کر دکھایا — شادی کا نہ وقت آہ آیا — ہی خوب خیال عیش و عشرت — حاصل تربت مین ہوگی راحت

مرنے کا نہین ہی کچھ مجھے غم — اس بات کا ہی خیال ہر دم — میری کو بہت ملال ہوگا — رو دے گی خراب حال ہوگا

فوجی افسر کی ہو نگہبانی — قابو رکھنا تم اپنے دل پر — صدمہ جتنا ہو اوسکو سہنا — حال دل غمزدہ نہ کہنا

اتنا تو کرو ضرور اقرار — تربت پہ مری چڑھاؤ گی ہار — کہنا یہہ لکھ پہ یار صادق — تھا قول تمہارا عہد واثق

شادی کرنے کا حق تھا حاصل — خون ہو گئی ہاے حسرت دل — صد حیف اجل نے دی نہ مہلت — گرجے تک لیگئی نہ قسمت

ہونے پائی نہ ختم تحریر — اسمتھ کو رہی نہ تاب تقریر — ہچکی آئی نکل گیا دم — دم بھر مین ظلم تن تھا برہم

دل تھام کے رہگئے احباب — جو کچھ دیکھا تھا ہو گیا خواب — جاتا رہا اعتبار ہستی — تھے ہیچ خیال اوج و پستی

(۴)

پھر ہے وہی سبز سبز کہسار — ہے دامن کوہ مثل گلزار — وحشت مین ملی ہوئی ہی فرحت — گرمی مین ہی بہرہ بردوت

چھوٹے چھوٹے پیارے چشمے — بہتے آتے ہین ہر طرف سے — ہن وحش و طیور کے نئے رنگ — ہین وادی راہ خوش امنگ

کوشش سے کرو عروج حاصل — سچا مضبوط جان ہو دل — کہتا ہے یہہ رہنما تمثیل — آدیکھہ بہار سبزہ و گل

دن ختم ہوا ہی شام کا وقت باقی نہین اب ہے کام وقت ہے چھاونی اک قریب اسکے بارک صدا مین آگے پیچھے
پھرتے ہین بہادران جنگی اک شان دیکھا رہی ہے ورڈی فوجی جھنڈا بتا رہا ہے لشکر یہ ایڈورڈ کا ہے
ہامی ہے دلاوروں کا لشکر مرغوب جہان کے جلو اور مشرق کیطرف بنا ہے مدفن ہین دفن بہادران لندن
سوتے ہین یہان چین سے اونگھ تا حشر رہیگا خواب انکا ہین اپنے وطن سے ہزارون دور لیکن یہ وہین ہین انکی مسرور
ہین قید سے زندگی کی آزاد کلفت دنیا کی اب نہین یاد ہی خواب گہ عدم کے در پہ دربان کوئی نہین مقرر
آتے ڈرتے وہان ہین انسان ہے اونکی بہادری نگہبان گوشے مین بنی ہی اک نئی قبر اونچے سردار فوج کی قبر
ہین جمع قریب اُسکے افسر خاموش کھڑے ہین اور شسدر تربت پہ پڑا ہی اک بڑا ہار ہی قبر تمام رشک گلزار
بے ہوش پڑی ہی اک جوان بس جسم نازک ہی مگر بے حس ہی نبض پہ ہاتھ ڈاکٹر کا کہتا ہے کہ ہو گیا ہی سکتا
اتنے مین صدا آئی روح ای مجھکو ہوئی جسم سے رہائی سکتا کیسا نکل گئی جان دنیا مین نہین تمہاری مہمان
لائی یورپ سے اسکی بیٹی اسکی بھی کدھر مکان بنے گی عبرت افزا ہے قصہ غم اس سے دنیا مین لیں سبق ہم
میری ہستی کے ہوگئی ہو شادی آتی ہی غیب سے یہ آواز ہستی کے تمام کھل گئے راز
اسمتھ دنیا مین ہی نہ میری کچھ اُلفت گمر رہے گی

تاریخ ترجمہ از مترجم

ترجمہ ہی یہ نظم دلکش کا اسمین ہی ذکر الفت اسمتھ سال تاریخ پہ نظر رکھنا ہی یہ تصویر حسرت اسمتھ

آسمان کا ستم ستم کیا ہے تم ہو راحت رسان تو غم کیا ہے
مین تو پہونچا ہون دور تک واعظ دیر کیا چیز ہے حرم کیا ہے
دلِ بیچین کی تسلی کو ٭ ٭ کم نگاہی کسی کی کم کیا ہے
جب ہے خود چارہ ساز ذرہ نواز خلشِ فکر شب و کم کیا ہے
ہمکو اپنا سا سمجھے ہو سفاک تم مین آخر یہ خوے رم کیا ہے
گوشوارے مین دلربائی کے اور پھر زلف خم بہ خم کیا ہے
ان حسینون کے پاس لے بسمل کھیل بچون کا ہے قسم کیا ہے

سید امین الحسن بسمل

قومی زندگی

منقول از علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ

قومی زندگی سے وہ قومی قوت مراد ہے جس کے موجود ہونے سے ہم کسی قوم کو اصول تہذیب کے مطابق زندہ قوم کہتے ہین یا جس قوت کے فقدان و عدم وجود سے ہم کسی قوم کو مردہ قوم قرار دیتے ہین۔

علم افعال الاعضا کی رو سے ایک زندہ جسم مین پانچ قوتون کا ہونا ضروری ہے۔ اور جس جسم مین وہ قوتین نہ پائی جائین اُسے زندہ نہین کہا جا سکتا۔ ان مین سے پہلی قوت:-

(۱) جاذبہ ہے (الف) اسی قوت کی مسیحائی سے ایک جاندار جسم بے جان مادونکو جذب کرکے اپنی طرح جاندار بنا دیتا ہے۔ اور یہ اسی حیات بخش قوت کی اعجازی تاثیر ہے کہ مردہ بے جان مادے زندہ اجسام مین جذب ہوکر صرف زندگی ہی نہین پاتے بلکہ خود ان اجسام کی زندگی کا جزو لاینفک بنجاتے ہین (ب) قوت جاذبہ کو معرض ظہور مین لانے کے لیے اور نئی زندگی حاصل کرنے والے مادون کو جگہ دینے کے لیئے اس صفت مسیحائی کے بالکل متضاد بعض غیر ضروری مادون کے لیئے تباہی اور بربادی کا فعل بھی زندہ اجسام کو اختیار کرنا پڑتا ہی کیونکہ جسقدر مسالہ کسی عمارت کے لیے بہم پونچایا جاتا ہے۔ وہ سب کا سب قابل استعمال نہین ہوتا۔ بلکہ اس مین سے کئی چیزین غیر ضروری یا ناقص سمجھکر نکال ڈالنا پڑتی ہین اور عقلمند معمار استعمال سے پہلے مسالے کو خوب صاف کر لیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو عمارت قابل اطمینان طیار نہین ہوسکتی۔ اینٹون کا گھڑنا لکڑی کا تراشنا وغیرہ سب اسی قبیل سے ہین (ج) ہر ایک تندرست جاندار کا خوراک کی خواہش کرنا ضروری ہے۔ اشتہاء صرف تندرستی ہی کی دلیل ہے بلکہ زندگی کی بھی ایک بہت بڑی علامت ہے۔ جاندار بچہ پیدا ہوتے ہی غذا کی رغبت ظاہر کرتا ہے۔ اسی خواہش کو پورا کرنے کے لیئے قوت جاذبہ

مقرر کی گئی ہے۔ قیام ہستی کے لیئے خوراک اور مناسب خوراک حاصل کرنا ضروری اور اشد ضروری ہے (۵) اصطلاح علم افعال الاعضا مین قوت جاذبہ کو Assimulation کہتے ہین اور اس کی شکست وریخت کے افعال کو Katabolism اور اسکی متعلقہ دونون خاصیتونکو Anabolism اور Katabolism کہتے ہین۔ یعنے مردہ مادون کو زندگی دینے کا نام کیٹابولزم ہے اور فضول وغیر ضروری مادون کو تباہ کرنے کو اینابولزم کہتے ہین۔

(۲) دوسری قوت نامیہ ہے۔ ہر ایک زندہ جسم کو نشو ونما پانا ضروری ہے۔ جاندار جسم بھی ایک حالت پر قایم نہین رہ سکتا۔ ہر ایک زندہ شے تکمیل اور تحلیل کے زیر اثر ہے۔ اور یہ اثر ایک بے معلوم طریقہ سے نہایت خاشی کے ساتھ اپنا کام لیے جاتا ہے۔ ہمارا جسم ہر ایک طرح کی حفاظت کے باوجود ہمیشہ تحلیل ہوتا رہتا ہے اور ہمارے استمزاج کے بدون ہی نشو ونما پاتا اور مدارج تکمیل طے کرتا جاتا ہے۔ حکماے متقدمین کا خیال ہے جس کی تحقیقات وانکشافات جدیدہ نے بھی کوئی تردید نہین کی، کہ ہر تین برس مین ہم ایک نیا جسم اختیار کرتے ہین۔ اور اس جسمانی چولے کا کچھ نہ کچھ حصہ ہر روز ہمارے موجودہ جسم مین اپنی جگہ بناتا ہے اور ہمارے جسم کے وہ اجزا جو اپنا کام دے چکے ہوتے ہین اس نئے مفید اور ضروری مہمان کے لیے جگہ خالی کرتے جاتے ہین۔ تکمیل کے لیے تحلیل کا ہونا ازبس ضروری ہے کیونکہ کہنہ اور شکستہ عمارت گرائے بغیر عقلند معمار نئی تعمیر شروع نہین کرتا۔ اوو جو کی تحلیل سے واقع ہوا اسکو پورا کرنے کے لیئے تکمیل کی قابلیت کا ہونا بقاے زندگی کے لیے لازمی ہے۔ جس طرح ایک پختہ سے پختہ عمارت ہمیشہ مرمت کی محتاج ہے اسی طرح ہمارا جسم ہمیشہ تحلیل ہونے کے باعث نشو ونما کا دست نگر ہے۔ ہمارا جسم جسقدر ہر روز تحلیل ہوتا ہے اس سے زیادہ نشو ونما پاتا ہے یعنے قوت نامیہ کو مقابلتاً زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ یعنی ایک تو اس کمی کو پورا کرنا جو تحلیل نے ہمارے

جسم مین کردی ہے اور دوسرے قوائی جسمانی کی تکمیل کرتا۔

قوت نامیہ کا کام صرف سطحی نشو و نما نہین ہوتا بلکہ زندہ اجسام کے ایک ایک جزو پر اس کی تاثیر ہوتی ہے اور اس کے فیضان سے ان کی جسامت۔ ضخامت۔ اور قابلیت مین ترقی ہوتی ہے۔ اس قوت کا تا مترالخصار قوت جاذبہ پر ہے جس کا مین نے ابھی ذکر کیا تھا کیونکہ جس جسم مین حسب ضرورت اشیاء جذب کرنے کی قابلیت و خاصیت نہ ہو وہ نشو و نما نہین پا سکتا۔

(۳) تیسری مشتعلہ ہے۔ یعنی ہر ایک زندہ جسم کو ذرا سی مخالفانہ چھیڑ چھاڑ اور ادنیٰ سی تحریک سے برافروختہ ہو جانا چاہئے۔ اسی سے قوت مقابلہ پیدا ہوتی ہے اور مقابلہ کے لیئے مدافعت اور محافظت کی قوتین معرض ظہور مین آتی ہین۔ (۱ الف) محض تجربہ کی غرض سے ایک مردہ جسم کے مختلف اعضاء کو آپ ہلائین ادھر اودھر دائین بائین اوپر نیچے غرض جس طرف چاہین پھینکین جس طرح جی چاہے رکھین آپ کے منشاء قوت کے خلاف کوئی طاقت مقابلہ کو موجود نہین۔ آپ بہرحال اپنے ارادے مین کامیاب ہونگے (ب) آپ ذرا کسی دوست کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر دبائین۔ آپ کا دوست خواہ کتنا ہی بردبار تحمل اور برداشت والا ہو ضرور مقابلہ کریگا۔ اگر بالمقابل آپ کا ہاتھ نہین دبائیگا تو کم از کم اپنے ہاتھ کو ضرور کڑا کرے گا اور آپ اُس کا ہاتھ نہین دبا سکینگے۔ اس دل خوش کن تجربہ سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ زندہ جسم مخالفانہ تحریک پر کبھی مشتعل ہوئے بغیر نہ رہیگا۔ (ج) قوت مشتعلہ کے ظہور پذیر ہونے کے وقت ایک اور نہایت ہی عجیب و غریب قوت ظاہر ہوتی ہے جس سے بظاہر دنیا کا ہر ایک کام وابستہ ہے اور دنیا و ما فیہا کا ذرہ ذرہ اس قوت کے زیر اثر ہے اور وہ قوت حرکت ہے۔ بہت سے جسم گو بظاہر مردہ دکھائی دیتے ہین۔ مگر ان کی ذرا سی حرکت فوراً اعجاز مسیحائی بنکر انھین زندہ بنا دیتی اور زندگی کے کرشمے دکھا دیتی ہے۔ فی الجملہ تمام قوتین اپنی ہستی کا اظہار کرنے

کے لیئے حرکت کی محتاج ہین۔ کیونکہ کوئی فعل حرکت کے بغیر صادر نہین کیا جا سکتا۔

کہانی۔ ایک ندی کے قریب سڑک کے کنارے ایک کچھوا عجیب شکل بنائے اپنے استخوانی خول مین جسم چھپائے بے جان سا بنا ہوا پڑا تھا۔ پاؤن کی آہٹ۔ گاڑیون کی کھڑکھڑاہٹ۔ گھوڑون کی ٹاپ۔ رہگیرون کا شور۔ کسی کا اُس پر کچھ اثر نہ تھا۔ وہ جون کا توں وہین پڑا اپنے خیالات مین مگن تھا اور خدا جانے عالم تصور مین کیا کیا مزے لے رہا تھا۔ کئی ایک رہگیر بالکل قریب ہوکر گذر گئے۔ ایک عینک والے بابو صاحب نے تو کمال کردیا کہ مست حال کچھوے کے اوپر سے پاؤن رکھکر گذر گئے۔ خدا جانے یہہ کن پریشان خیالات مین محو و مستغرق تھے جو خرام مستانہ سے بیگانا ہون کو روندے جاتے تھے اور "زیر قدمت ہزار جانست" کو بھولے ہوئے تھے۔ ایلو! سڑک پر جانوارے ادھر اُدھر پریشان ہو رہے ہین۔ مار مار کا شور پڑ گیا ہے۔ کسی کو پتھر کی تلاش ہے کوئی چھوٹی سی کنکری چلا کر تیس مار خانی کا خطاب حاصل کیا چاہتا ہے۔ ادھر ایک لالہ صاحب ذرا فاصلے پر نہایت غصے سے نیچے کا ہونٹ چبا چبا کر خالی کلے دکھا رہے ہین۔ وہ دیکھئے ایک بابو صاحب نے نازک چھڑی تان کر لگانے کا قصد کر لیا ہے اللہ خیر آخر یہہ ہوا کیا؟ سنئے صاحب ہم بتاتے ہین۔ ایک شوخ سے لڑکے نے کچھوے کے ناک کر اینٹ کھینچ ماری۔ اب یہہ عجیب شکل کا جانور اِدھر اُدھر گھبرا کر بھاگ رہا ہے۔ مگر ہر ایک رہگیر یہہ سمجھتا ہے کہ خاص مجھہ ہی پر حملہ کیا چاہتا ہے سب اپنے اپنے بچاؤ کی فکر مین ہین۔ خدا خدا کر کے کچھوے کو ایک جھاڑی ملگئی اور وہ وہین غائب ہوگیا۔ اس موقع پر سڑک پر جانے والے آدمیون مین جو گفتگو ہوئی اور جس جس رنگ کی تحسین اس جانور کی پوشیدہ طاقتون کے متعلق کی گئین ہر چند وہ ایک پر لطف مشغلہ ہے مگر غیر متعلق سمجھکر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ ہان ایک بڈھے سیان کے یہہ فلسفیانہ اور محققانہ فقرے تفریح طبع کے لیئے ہمین دیر تک یاد رہین گے کہ صاحب کچھوا بڑا سست

جانور ہے۔ کھانے اور سو رہنے کے سوا اس کو کوئی کام ہی نہین آتا۔ جب بڑا ہوتا ہے
اس کے جسم مین سستی و بیکاری سے چربی بھر جاتی ہے اور اسے ہلنا بھی دشوار ہو جاتا
ہے تو اس کی ماں اسے اُٹھا کر راستے مین پھینک دیتی ہے تاکہ رہگذرون کی ٹھوکرون
سے اسکی سستی اُترے اور یہہ اپنے پاؤن سے چلنا اور اپنی حفاظت سیکھے۔ اس
معلوم ہو کہ زندہ جسم حرکت بھی کرتے ہین انھین کھانے اور سو رہنے سے ہی کام نہین
ہوتا۔ معزز ناظرین آپ نے دیکھ لیا کہ حرکت کیسی عجب چیز ہے۔ اور کتنی زبردست
طاقت ہے۔ گویا اسکے بغیر زندگی فضول اور جیناعبث ہے۔ حرکت نے ہی کچھوے
مین مخالفانہ تحریک سے جان ڈالی۔ اور حرکت نے ہی آخر اُسکی جان بچائی۔ وہی کچھوا
جسپر بابو صاحب بوٹ لیکر گذر گئے تھے ذرا سی حرکت کے طفیل اچھا خاصہ ہوا
بن گیا۔ اور بڑے بڑے حوصلے والے جب وہ ان کی طرف دانستہ یا نادانستہ
رخ کرتا ہے خوف کے مارے پیچھے ہٹتے جاتے ہین۔ کچھوے نے یہہ سبق ایک چھوٹے
سے لڑکے سے سیکھ لیا ہے کہ اب حرکت کے بغیر گذارہ نہین۔ اگرچہ استاد تجربہ کار
اور اپنے منصب سے بے خبر ہے مگر ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش گر نبشتہ است پند بر دیوار

المختصر زندگی کے ثبوت اور اس کی حفاظت اور ضروریات زندگی کی تحصیل
کے لیے حرکت ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ خود وجود متحرکہ کی ہستی۔

(۴) چوتھی قوت تولید ہے۔ ہر ایک زندہ جسم کو اپنی نسل بڑھانا ضروری ہے
ورنہ اسکی ہستی اسکے وجود کی قوت۔ اور قویٰ کی طاقت کے ساتھ ہی ختم ہو جائیگی
بقاے زندگی کے لیئے تکثیر نسل ضروری اور لابدی ہے۔ اس قوت کے بغیر سب
قوتین بیکار ہو جاتی ہین۔ اور بالخصوص حفاظت کے لیے تو اس کا ہونا ازبس
ضروری ہے۔ ایک نہایت چھوٹا کیڑا جسے ہم خوردبین کی مدد کے بغیر دیکھ بھی نہین سکتے

تھوڑے سے عرصہ مین اپنے جیسے بیشمار کیڑے پیدا کرلیتا ہے۔ پھر جن مین ہر ایک اسی طرح نسل بڑھاتا ہے۔ اور دیکھتے دیکھتے جراثیم کا ایک اچھا خاصہ لشکر طیار ہوجاتا ہے۔

(۵) پانچوین قوت دافعہ ہے۔ ہر ایک زندہ جسم مین ایک قوت ہوتی ہے۔ جو خوراک کے اس حصہ کو جو جزو بدن بننے کے قابل نہ ہو جسم مین سے نکال باہر کرتی ہے۔ گویا جن مادونکو قوت جاذبہ نے اپنا کام کرتے وقت غیر ضروری سمجھا تھا اور (Anabolism) نے انکو تباہ کردیا تھا انکو جسم مین سے خارج کرنے کے لیئے اس قوت کا ہونا ضروری ہے۔ ایسی قوت کی تاثیر سے جسم قوت جاذبہ اور قوت نامیہ کے اثرات قبول کرنے کے لیئے طیار ہوتا ہے۔ ورنہ مردہ خراب اور فضول مادے زندہ جسم مین رہکر فساد پیدا کرین اور زندگی تلخ ہوجائے۔

نظام جسمانی جیسے ابلغ اور محکم نظام کی تفسیر اور فلسفہ حیات جیسے مشکل مسئلہ کی تشریح ان قوائے خمسہ کے چہرے پر نہایت واضح خط اور قابل فہم عبارت مین لکھی ہوئی ہے۔ لاریب انفرادی حالت مین موت وحیات کا سوال حل کرنے کے لیئے اُن امور خمسہ پر غور کرلینا کافی ہے۔

قوم مجموعہ افراد کا نام ہے۔ لہذا ہم مغربی مین ایک حد اوسط موضوع کرکے کبریٰ پر محمول کرسکتے ہین کہ جس قوم نے تمام افراد موجودہ مین زندگی کی متذکرہ صدر علامتین پائی جائین وہ ایک زندہ قوم ہے۔ بادی النظر مین یہ قضیہ ضرور قابل تسلیم ہے۔ مگر نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انفرادی حالت مین تو یہ ٹھیک ہے مگر مجموعی حالت مین ٹھیک نہین۔ قومی زندگی کا معیار اس سے بالکل علیحدہ ہے اور اس کا مفہوم اس سے مطلقاً جدا ہے۔ اگر زندہ افراد کے مجموعے کا نام ہی زندہ قوم ہوسکتا ہے تو بھل۔ گوند سنتھال، مور، اور یہود۔ کے زندہ قومین ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے مگر اے ناظرین! آپ مین سے کتنے بزرگ ہین جو ان قومون کو زندہ قومین سمجھتے

ہین۔؟ مین بلاخوف تردید یہہ کہہ سکتا ہون کہ آپ مین سے ہر ایک صاحب انکو موجودہ اقوام مردہ تصور کرتے ہین۔

آخر کیون؟ اسکی کیا وجہ ہے؟ کیا ان اقوام کے افراد زندہ افراد نہین ہین؟ کیا ان کے جسم آپ کی طرح متحرک۔ کھانے پینے کے محتاج۔ سردی گرمی سے متاثر۔ اور دیگر ضروریات کے تابع نہین؟ کیا ما یحتاج زندگی کے لیئے وہ آپ کی طرح جد وجہد نہین کرتے؟ بیشک کرتے ہین! مگر متمدن اور مہذب قومین "قومی زندگی" اور "زندہ قوم" کا مفہوم جو کچھ سمجھ رہی ہین اس کے رو سے آپ نے انھین مجبوراً مردہ قومین خیال کر لیا ہے۔ کیا آپ تہذیب اور تمدن کے مشورہ سے مرعوب ہو گئے ہین؟ آیئے ان تہذیب و تمدن کی مدعی اقوام سے وجہ دریافت کرین اور ان کے کیرکٹر اور لٹریچر سے پتہ لگائین کہ انہون نے قومی زندگی اور قومی موت کے کیا معنی قرار دیے ہین اور فلسفہ حیات پر کیا اضافہ کیا ہے۔

مہذب و متمدن اقوام نے قومی زندگی کی چند علامات مقرر کی ہین۔ جو افراد کی زندگی کی متذکرہ صدر پانچ قوتون سے ایک معنوی مطابقت رکھتی ہین۔ چنانچہ

(۱) (الف) جس طرح زندہ جسم مین قوت جاذبہ کا ہونا ضروری ہے اسیطرح ہر زندہ قوم مین ایک کشش و جذب کی قوت اور ایک مقناطیسی خاصیت ہونی چاہئے۔ تاکہ اس مین نئے افراد شامل ہو کر اس کا جزو بن سکین۔ جس قوم مین یہہ قابلیت موجود نہ ہو اس کا ذخیرہ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائیگا۔ کیونکہ قوت مخرجہ اپنا کام بلا روک ٹوک کئے جاتی ہے۔ سلسلہ توالد و تناسل اور کارگذاری قضا و قدر لینے موت و فوت کی عملی کارروائیان قومی زندگی پر ایک نمایان اثر رکھتی ہین۔ زندہ قومین ایک طرف تو موجودہ نسل کو حضرت ملک الموت کی نذر سے بچانے کی فکر کرتی ہین اور دوسری طرف تکثیر نسل کر کے نسل متزائدہ کی حفاظت کا معقول انتظام کرتی ہین۔

دوسری اقوام کے افراد کو جذب کرکے اپنے رنگ مین رنگتی ہین اور باہر سے آنے والے افراد کو ایسا جذب کرتی ہین کہ مغائرت کا کوئی نشان باقی نہین رہتا اور وہ افراد اُسکا جزو بدن بن جاتے ہین گویا ہر چیز کہ درکانِ نمک رفت نمک شُد۔

(ب) قومی زندگی مین "ربط ملزوم" سے مراد تشیب و فراز کا سمجھنا۔ مصالح دنیوی کی پابندی کرنا۔ مہذب و متمدن اقوام سے رشتہ اتحاد پیدا کرنا اُن کی خوبیان اخذ کرنا مردہ اور ناکارہ قوموں سے علیحدگی اختیار کرنا ان کی بُری اور قابل اعتراض رسمون کا چھوڑنا نئی ایجادات و اختراعات کی بنیاد ڈالنا قوم مین روشن اور مہذب جذبات پیدا کرنا ہے۔

(ج) جس طرح ہر جاندار کو بقاے زندگی کے لیئے خوراک کی ضرورت ہے۔ اور یہ ایک بدیہی امر ہے کہ معقول و مناسب خوراک حاصل کیئے بغیر کوئی زندہ جسم نہ تو اپنی زندگی قایم رکھ سکتا ہے اور نہ صدور افعال پر قادر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح قومی زندگی قایم رکھنے کے لیے اکتساب علوم و فنون نہایت ضروری اور لابدی ہے۔ اس کے بدون نہ تو مختلف افراد قوم مین قومی محسوسات کے جذبات پیدا ہو سکتے ہین اور نہ قومی عزت قایم رہ سکتی ہے۔

(۲) قوت نامیہ کی بجاے زندہ قومون مین قوت ترقی کا ہونا ہے۔ جو قوم حالت موجودہ سے آگے قدم نہین بڑہاتی وہ زندہ نہین کہلاتی۔ جس طرح قوت نامیہ کے اثر سے زندہ اجسام کے تمام اندرونی و بیرونی قوے فیضیاب ہوتے ہین اسی طرح قوت ترقی قوم کی ہر ایک حالت کو نمایان طاقت بخشتی ہے۔ اسی سے قومی وقار و اعتبار قایم ہوتا ہے یہی قومی عزت و عصبیت کو مضبوطی بخشتی ہے۔ اسی قوت سے قومی کیرکٹر ممتاز ہوتا ہے۔ اور یہی وہ قوت ہے جو مردہ اور زندہ قومون مین ایک مابہ الامتیاز فرق قایم کر دیتی ہے۔ جس قوم مین یہ قوت نہ ہو وہ نہ تو اپنا پولیٹیج

(رعب و داب) قایم رکھ سکتی ہے۔ اور نہ زندہ قوموں میں کوئی اعزاز باقی ہے۔

(۳) جس طرح زندگی کا رعب قایم رکھنے کے لیئے قوت مشتعلہ کا ہونا ضروری ہے اسی طرح اپنا اعزاز و وقار قایم رکھنے کے لیئے زندہ قوم میں قوت مشتعلہ کا ہونا لازمۂ زندگی ہے۔ غیر قومیں ذرا سی مخالفانہ تحریک سے جوش میں آجاتی ہیں اور پیشتر اس کے کہ کوئی مخالف اُن پر حملہ آور ہو۔ وہ اس کے تیور پہچان کر خود اُس پر حملہ کر دیتی ہیں جس سے اُسے اپنی ہی فکر پڑ جاتی ہے۔

(۴)۔ قوت تولید کی جگہ ہر ایک زندہ قوم میں ایک ایسی قوت کا ہونا ضروری ہے جس سے وہ زمانے میں اپنی جیسی زندہ قوم یادگار چھوڑے اور جو "باقیات الصالحات" کی مصداق ہو۔ آیندہ نسلوں کے سود و بہبود کا فکر زندہ قوموں میں ایک امتیازی خصوصیت پیدا کرتا ہے اُن کے نزدیک حال و مستقبل میں صرف ایک چال کا فرق ہے۔ یعنی جو کچھ انھیں آج کی ضروریات پورا کرنے کے لیئے کرنا ہے۔ وہی بادنیٰ تغیر کل کی ضرورتوں کے لئے کرنا ہے۔ زندہ قومیں اسی طرح صدیوں تک کی پیش بندیاں کر لیتی ہیں۔ ریل۔ تار۔ اور دیگر اختراعات کے موجدوں کا منشا ذاتی محدود یا مقامی و زمانی خوشی حاصل کرنا نہ تھا۔ بلکہ آیندہ نسلوں کے لیئے ایک شاہراہ ترقی طیار کرنے کا تھا۔ ایسے لوگ بیج میں درخت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور آج کے بچوں کو کل کے باپ سمجھکر اُن کے خیر مقدم اور پرجوش استقبال کی طیاریاں بڑے تپاک و محبت سے شروع کر دیتے ہیں۔ انھیں اپنی زندگی کا ہرگز اتنا فکر نہیں ہوتا جتنا کہ آیندہ نسلوں میں ترقی کی روح پھونکنے کا ہوتا ہے۔ یورپ کی مہذب اقوام کی روش کا مطالعہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیئے از حد ضروری ہے۔

اسی غرض کے حاصل کرنے کے لیے زندہ قومیں اپنے حقوق کی حفاظت میں سرگرم و مستعد رہتی ہیں۔ قومی اغراض حاصل کرنے کے لیئے جان توڑ اور ان تھک کوششیں کرتی ہیں۔ اور قومی مفاد کو کسی طرح نقصان نہیں پہونچنے دیتی ہیں۔ قومی ضروریات کے سامنے ذاتی اغراض و مقاصد اور شخصی تکالیف بالکل ہیچ سمجھی جاتی ہیں۔ انفرادی مفاد قومی ضرورتوں پر بے دریغ قربان کر دیئے جاتے ہیں جس قوم کو اپنی آیندہ نسلوں کا فکر نہیں وہ اپنے حقوق کے طلب کرنے اور ان کی حفاظت کرنے میں بھی ضرور غافل ہے۔ کوئی عقلمند کسان عمدہ اور پکی ہوئی فصل دیکھکر آیندہ فصلوں کے انتظام سے بے فکر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جس زمین سے ایک عمدہ فصل کاٹ لے اُسکی قوت و خوبی بحال رکھنے کے لیئے اُسکو بیش از بیش حفاظت و محنت کرنی پڑتی ہے۔ اسی لیئے اپنے حقوق طلب کرنا اور ان کی حفاظت میں سعی بلیغ سے کام لینا ہر زندہ قوم کا فرض اتم ہے۔

جس طرح اظہار قابلیت کے اثر سے اپنی تعداد بڑھانا زندہ قوموں کا خاصہ ہوتا ہے۔ اسی طرح افراد موجودہ کی حفاظت اور قوم کی تعدادی شان برقرار رکھنا مقصد اعلیٰ ہوتا ہے۔ غیر اقوام جو صدیوں تک حالت جمود میں رہ چکی تھیں اب مذکورہ بالا اصول پر اپنی زندگی کا ثبوت دے رہی ہیں جس سے دوسروں کو عبرت پذیر ہونا اور غیرت کا سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

(۵) قوت واپخہ کی جگہ زندہ قوموں میں ایسی طاقت و صلاحیت ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ قومی برائیوں کو (جو درحقیقت انفرادی لغزشوں اور کمزوریوں کا نتیجہ ہوتی ہیں) دور کرکے قوم کا چہرہ خوشنما و دلکش بنایا جاتا ہے۔ قومی اخلاق کی اصلاح کی جاتی ہے۔ قوم کے تمام افراد پر طرز معاشرت طریق سیاست اور اصول مذہب کا یکسان اثر نہیں ہوتا۔ کالی بھیڑیں ہر جگہ موجود ہوتی ہیں۔ جب تک قومی

اخلاق کی درستی کا پورا پورا انتظام نہو قومی زندگی کو خطرات سے محفوظ نہ سمجھنا چاہئے اگر کسی قوم کی دوسری حالتین بظاہر اچھی بھی ہین تو اخلاقی کمزوریون کا اندرونی مرض قوم کو اندر ہی اندر کھا لیگا اور اُسکی زندگی کا خاتمہ کر دیگا۔ تپ دق کا مریض کیسے ہی زرق برق لباس مین ملبوس ہو طبیب کی باریک بین نگاہین اُسکی موت کا وقت بہت عرصے پہلے دیکھ لیتی ہین۔ اسی لئے زندہ قومین فضلات قومی کو خارج کرنے اور قوم کو اُن کے بد نتائج اور پر خطر اثر سے بچانے کے لیئے ہمیشہ ایک معقول انتظام کرتی ہین۔ پرانی اور قبیح رسوم کا ترک کرنا۔ مخرب اخلاق اور برے جذبات کا قوم سے دور کرنا۔ اخلاقی کمزوریون کا ازالہ سب اسی ذیل مین ہین۔ قومی زندگی کی تعریف کے متعلق کچھ اور کہنے کی ضرورت معلوم نہین ہوتی اور مزید تشریح کے لیئے یہان گنجایش نہین ہے۔ اس لیئے اس سوال کے دوسرے حصے کے متعلق کہ "یہ قومی قوتین یا فی الجملہ و بالجملہ قومی زندگی کس طرح قایم رہ سکتی ہے" بطریق اختصار چند باتین بیان کرون گا۔

قومی زندگی کے قیام کے متعلق غور کرنے سے پہلے اس امر کا معلوم کرنا ازبس ضروری ہے کہ یہ زندگی پیدا کس طرح ہوتی ہے۔ یعنی ان اسباب کا پتہ لگایا جائے جو کسی قوم کی زندگی کا باعث ہین۔ پھر ہم مختصر طور پر کہہ سکین گے کہ ان اسباب کے قایم رکھنے اور اُن کی کماحقہ حفاظت کرنے سے قوم کی زندگی قایم رہ سکتی ہے۔

طوالت کا خیال کرکے مین اس مضمون کو بطریق گریز نہایت مختصر کرتا ہون انشاء اللہ الحکیم پھر کسی موقع پر ان اسباب کی ماہیت و باریک تحقیقات کے متعلق بہت سی مفید اور دلچسپ باتین بیان کرون گا۔ سردست اسباب زندگی تلاش کرنے کے لیئے صرف اس امر پر غور کر لینا کافی ہے کہ کیا کبھی ہماری قوم زندہ تھی؟

اور اگر زندہ تھی اور یقیناً تھی تو اسکی زندگی کے ظاہری اسباب کیا تھے؟

خورشید رسالت کی شعاع پڑنے سے پہلے ملک عرب پر جو تاریکی جہالت وضلالت چھائی ہوئی تھی وہ تاریخ کے کسی طالب علم سے پوشیدہ نہین۔ کوئی ناکردہ ناگفتنی عیب ایسا نہ تھا جو نہایت بے باکی اور پوری بے خوفی سے نہ کیا جاتا ہو۔ برائی اور بھلائی مین کوئی تمیز باقی نہ رہی تھی۔ عرب کے ایام جاہلیت اور شیوع اسلام کے ماقبل کی تاریخ بیان کرنا ایک بڑے طولانی قصے کو چھیڑنا ہے قریب قریب تمام حضرات تاریخ کی کتابون مین اس تاریک حالت کے متعلق کافی روشنی حاصل کر چکے ہین۔ اس لئے صرف اسی قدر کہنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ مین عرب روحانی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ اور سیاسی لحاظ سے بالکل مردہ ملک تھا۔ زندگی کا کوئی نشان اُس مین نہ پایا جاتا تھا۔ وہان کے انسان حیوان خصلت بلکہ وحشیون اور درندون سے بدتر تھے۔

ایک شخص (اس پر ہزار ہزار صلوٰۃ و سلام ہون) انھین مین سے اُٹھا اور انھین جاہلون مین اوس نے زندگی اور روح پھونکنا شروع کی۔ آناً فاناً ملک عرب کی کایا پلٹ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب وحشیون سے انسان۔ اور انسانون سے خداشناس۔ خداترس اور باخدا انسان بن گئے۔ جو خانہ جنگیون مین گرفتار اور خانہ بدوش تھے دنیا بھر کے فاتح اور صاحب تاج ونشان ہو گئے اور اسی سچے مصلح کی قوت روحانی اور جذبات ملکوتی سے وہ لوگ پیدا ہوئے جن کے صدق وصفا محبت واخلاص۔ ایمانداری اور خداترسی کے کارنامون پر دنیا کی تاریخ ہمیشہ فخر کرے گی۔

وہ اسباب کیا تھے جنھون نے آناً فاناً ایسی عظیم الشان تبدیلی پیدا کرکے قومی زندگی کے وہ حیرت انگیز کرشمے دکھا دیئے جن کی نظیر دنیا مین چراغ لیکر ڈھونڈنے سے بھی نہین ملتی؟

نظر بہ حالت ظاہری اس تبدیلی وترقی کے دو بڑے سبب تھے (اول) اس مصلح کا

نہایت اعلیٰ و پاکیزہ کیرکٹر (دوسرے) ایک کتابی دستور العمل کی پابندی کا یہ دستور العمل کی وہی حمید و مجید کتاب ہے جسے آجکل بہت سے خوش اعتقاد لوگ نہایت مذہب و مطلا جزو دانون مین سنبھال سنبھال کر رکھتے ہین۔ مگر افسوس ہے کہ اس قابل تعظیم کتاب کے مطالب سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش نہین کی جاتی۔ میرے خیال مین اگر اسکو سمجھکر پڑہا جائے اور جو سمجھا جائے اس پر ایمان اور بصیرت ہو تو قوی حالت پھر اسی اسوۂ حسنہ کی پیروی سے اُس معراج کمال تک پہونچ سکتی ہے جہان پہلے ایک دفعہ یہ قوم تمام فرسا ہو چکی ہے ایمان جب تک علیٰ وجہ البصیرت نہ ہو کوئی اثر مترتب نہین کرتا۔

المختصر ریاضی کے ایک نہایت عام مسلمہ مسئلہ اربعہ متناسبہ کے رو سے ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر مسلمان اپنی پہلی زندگی حاصل کیا چاہتے ہین تو پھر اُسی دستور العمل پر کاربند ہون جسپر عمل کرنے سے عرب کے وحشی دنیا بھر کی تہذیب و تمدن مین استاد ہو گئے تھے اور تمام علوم و فنون کے خزانے اُنکی ملکیت بن گئے تھے۔

انشاء اللہ العزیز اس سوال کے متعلق کہ آیا اس قسم کی ترقی تہذیب موجودہ کے لیئے موزون ہوگی اور ہماری عزت اقوام متمدنہ کے برابر ہو جائیگی کسی دوسرے موقع پر عرض کرون گا۔ اب اس مضمون کو ایک مختصر سی نظم پر ختم کرتا ہون۔

ایک مدت سے ہے شمع محفل اسلام گل — گلشن ہستی مین ہم کھاتے ہین صبح و شام گل
خار حسرت کے سوا کچھ اپنے دامن مین نہین — آہ گو برسا رہا ہے گلہن الہام گل
رہبران قوم کو روکے ہین ہم گم کردہ راہ — عشق بلبل مین مچاتے ہین غضب کہرام گل
بے فروغ علم ہے دل خانہ تاریک و تار — ہم لیئے پھرتے ہین بے نکہت برائے نام گل
مایۂ ننگ ہے قول بے عمل آفاق مین — وہ زبان سوسن کے گلشن مین ہین نیلام گل
آبچکن مین تھی کبھی وہ طاقت لنشو و نما — فیض باد شوق سے کھلتے تھے بے ہنگام گل
آج پامال خزان ہین بوستان امید کے — جاے گل کھاتے ہین ہم آگردش ایام گل
آہ اے بسمل کبھی پائے طلب پہ تھے وہ دن — ٹوٹ کر کانٹے کھلاوینگے تجھے برسگام گل

اس نظم کو بطور مخمس کے بھی پڑہ سکتے ہین۔ اپنے قارئین کرام سے التماس ہے کہ اسکو اسی طرح پڑہین۔ عبدالحلیم شرر

معتصم باللہ

جن ایام اور سنین کو اسلام کی ترقی کا زمانہ کہا جاتا ہے یہ دور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر خلفائے بنی عباس تک بالخصوص امتیاز کا درجہ رکھتا ہے۔ مگر عہد اموی نے بہ نسبت بنی عباس کے قلیل مدت یعنے صرف سو برس تک سلطنت کی اور اوسکے بعد بنی عباس نے صدیون تک خلافت کی ہے۔ اسی سبب سے امویین ایسی شہرت اور ترقی حاصل نہ کرنے پائے جسکے لئے عہد عباسیہ مشہور و معروف ہے۔ کہ مدت تک انکی سلطنت علمی ترقیون مین پایۂ عروج تک پہونچی رہی۔ لیکن کچھ عجب بات ہے کہ خلفائے بنی عباس مین بہت کم ایسے خلفا گذرے ہین جو خاندانی بیوی کی اولاد ہون۔ بلکہ زیادہ حصہ اونکا ایسا ہے جنکی مائین ام ولد تھین۔ تاہم اُنکی حکومت کو اسلام کیلئے انتہائے عیش کا زمانہ کہا جا سکتا ہے۔ یا یون کہا جائے کہ یہ زمانہ مسلمانون کی ترقی اور پوری کامیابی کا تھا اسی لئے وہ زیادہ بکھیڑون سے اور ابتدائی حالت مین اسلام کی اشاعت و توسیع کیلئے جو جو مشکلین اور مصائب برداشت کی گئین اون سے کسیقدر مطمئن اور فارغ البال ہو چکے تھے۔

مشاہیر خلفا جنکا زمانہ خاصکر علمی ترقیون اور مسلمانون کے بے حد آرام و آسایش کا ہے محدود سے چند ہین۔ جنکی صف اول مین ہارون رشید اور مامون ہین۔ یہان تک کہ تمام خلفائے بنی عباس مین ان دونون باپ بیٹون کا کوئی ثانی نہین گزرا۔ مگر تاریخ کی مختلف اور بسبط کتابون مین ان کے کارنامے ان کے عہد کے حالات نہایت تفصیل کیساتھ دکھائے جا چکے ہین۔ بلکہ بعض مورخین سابق و حال نے صرف انہین کے عہد کی تاریخ انہین کی سوانح عمریان بڑے پیمانہ پر تیار کی ہین۔ لہذا انکا تذکرہ ناظرین کے آگے پیش کرنا کچھ تضیع اوقات سا خیال کیا گیا۔ اسلئے ہمنے ارادہ کیا ہے کہ سوائے اونکے اور چند خلفاء کے مختصراً تاریخی حالات معرض بیان مین لائین جنکی نسبت ہمارے اولین مورخین نے کم توجہ کی ہے۔

ہم اس پیرایہ سے بیان کرنا چاہتے ہین کہ ان کے عہد کا پورا خاکا مجملاً اور ترآئے برخلاف اُن بعض غیر مذہب والے مورخون کے جنہون نے تعصب مذہبی کی بدولت اسلامی تاریخ لکھنے مین غلط بیانیان کی ہین۔ اور اب بھی کرتے رہتے ہین جب انہون نے کسی اسلامی لیڈر کی تاریخ لکھنا شروع کی تو جابجا خلاف بیانیون اور بے بنیاد بہتانون سے کام لیا ہے۔ اور ہمارے سلاطین کو جابر و ظالم بنایا ہے۔ اور جب کسی اپنے ہم مذہب کے سوانح زندگی تحریر کئے تو عیب پوشی کی اور ہر طرح بہتر ثابت کیا۔ اسوجہ سے علم تاریخ جو نہایت شریف مانا گیا ہے غلط بیانیون سے پر ہوتا چلا گیا ہے۔ مگر الحمد اللہ اسلامی مورخین کو کچھ ایسا خداداد انصاف نصیب ہوا ہے کہ وہ جب کسی کو تاریخی اسٹیج پر لاتے ہین تو کسی عیب یا صواب سے چشم پوشی نہین کرتے۔ اور جب کسی واقعہ کے لکھنے کو قلم اوٹھاتے ہین تو اچھی طور سے عہدہ برآ ہوتے ہین۔ چنانچہ اسوقت ہم اپنی بساط کے موافق ہارون رشید کے لاڈلے بیٹے مامون کے جانشین معتصم باللہ کے تاریخی حالات درج ذیل کرتے ہین۔ اس خصوصیت کے سبب کہ یہ خلیفہ مامون کے نقش قدم پر چلا ہے۔ اور اسکا دور مامون سے ملتا ہوا اسی کے بعد گزرا ہے یعنے مامون کے بعد اسی کے ہاتھ پر بیعت کیگئی تھی۔ اور علاوہ اسکے چند خصوصیات ہین جو تاریخ کے ایک بڑے کارآمد جزو پر روشنی ڈالتی ہین۔ مثلاً ترکون کی ابتدائی حالت سے واقفیت وغیرہ۔ وغیرہ۔ کیون کہ اسی کے عہد مین ترکون نے رسوخ پیدا کیا اور اسکے بعد ترکون کی ابتدا اور عروج و ترقی کا زمانہ ملحق ہے۔

خلیفۃ المسلمین معتصم باللہ کی کنیت ابو اسحاق اور محمد بن رشید نام اور معتصم باللہ لقب ہے۔ ذہبی کہتے ہین کہ ۱۸۰ھ ہجری مین یہ خلیفہ پیدا ہوا ہے۔ اور امام صولی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان ۱۸۷ھ اسکی پیدائش کا سال ہے لیکن چونکہ امام سیوطی کے قول سے پایا جاتا ہے کہ اسکی اڑتالیس سال کی عمر ہوئی اس بنا پر ذہبی کے قول کو ترجیح دی جاسکتی ہے کیون کہ معتصم کی وفات ۲۲۷ھ مین ہوئی ہے جیسا کہ آیندہ مذکور ہوگا۔ مگر مشکل یہ ہے صولی کے قول سے

نفط یہ بھی متفق ہے اس خلیفہ کی مان ام ولد تھین کوفہ کی رہنے والی تھین۔ اور انکا نام ماردہ تھا ہارون رشید کی بہت چہیتی تھین سو وہ بہ نسبت اپنی اور تمام لونڈیون کے انھین زیادہ محبوب رکھتا اور ان سے محظوظ ہوتا تھا۔

معتصم اپنے باپ اور بھائی سے حدیث روایت کرتے ہین اور اون سے اسحاق موصلی اور حمدون بن اسمعیل وغیرہ نے روایت کی ہے۔ امام سیوطی نے تاریخ الخلفا مین دو حدیثین جو معتصم سے مروی ہین درج کی ہین۔ مگر خود امام اون مین سے کسیکو صحیح نہین مانتے بلکہ ایک کو موضوع اور دوسری کو ضعیف قرار دیتے ہین ہم اس بحث کو اپنے مبحث کیلئے زیادہ ضروری نہین سمجھتے اسلئے آیندہ بھی کچھ اسکے متعلق بیان نہ کرین گے۔ اور نہ اون احادیث کا ذکر کرنا تاریخی پہلو پر کوئی گہری روشنی ڈالتا ہے۔

اسکی علمی حالت معمول سے زیادہ گئی گذری تھی گویا علم سے بے بہرہ تھا۔ چنانچہ امام صولی محمد بن سعید سے اور وہ ابراہیم بن ہاشم سے روایت کرتے ہین کہ معتصم کا ایک غلام تھا جو اوسکے ساتھ تعلیم پاتا تھا۔ جب غلام کا انتقال ہوگیا تو ہارون رشید نے کہا کہ اے محمد تمہارا غلام مرگیا اسکے جواب مین معتصم نے کہا کہ ہان اے سردار اور کتاب سے بھی آرام پاگیا۔ یہ کلمہ سنکر ہارون رشید نے کہا کہ تعلیم کی انتہا ہوچکی۔ اور معلمین کو بلاکر حکم دیا کہ اسے پڑھانا چھوڑ دین۔ غرضکہ یہ معمولی پڑھا لکھا تھا اور اسکی قراۃ بھی ضعیف تھی۔ ذہبی نے کہا ہے کہ معتصم نہایت درجہ بارعب اور عظیم الشان خلیفہ ہے کاش! اسکی سرداری مین تخلیق قرآن کے ساتھ علما کے امتحان کا عیب نہ ہوتا*۔

* مامون کے زمانہ مین علما اور فضلا مجبور کئے گئے تھے کہ وہ قرآن پاک کے حادث اور مخلوق ہونیکے قائل ہون اور اس سے انکار کرنے کے سبب سے کثیر التعداد علما کی گردنین تہ تیغ کردی گئین تھین۔ اسی طرح معتصم بھی مامون کے مانند معتقد تھا کہ قرآن پاک قدیم نہین بلکہ حادث اور مخلوق ہے یہ معتزلہ کا مذہب ہے چنانچہ یہ مسئلہ ان دونون نے اپنی تمام سلطنت مین عام کردیا اور علما وقت کتنے تھے کہ جب خدائے عزوجل قدیم ہے تو اسکا کلام کیونکر حادث اور مخلوق ہوسکتا ہے۔ یہ مذہب ہم سب مسلمانون کا ہے۔ رنگین۔ لکھنوی

نفطویہ اور صولی کہتے ہیں کہ معتصم کے بیت سے مناقب ہیں۔ اور وہ دشمن کہلاتا ہے۔ اسواسطے کہ خلفائے بنی عباس کا آٹھواں خلیفہ ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اس تک آٹھ پشتیں گزری ہیں۔ رشید کی آٹھویں اولاد ہے اور اوسنے اٹھارہ سال مالک تخت و تاج ہوکر آٹھ برس آٹھ مہینہ۔ آٹھ دن تک بادشاہت کی۔ سنہ ۱۸۰ھ میں تولد ہوا اور اڑتالیس سال کی عمر پائی۔ اور برج عقرب کا طالع ہے جو آٹھواں برج ہے۔ اور اسکے عہد میں آٹھ فتوحات ہوئیں اوسنے اپنے آٹھ دشمنوں کو قتل کیا۔ آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں اپنی اولاد میں چھوڑیں۔ اور جب اسکا انتقال ہوا تو ماہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی رہنے تھے۔ اسکی ذات بہت سے محاسن کا مجموعہ تھی بجز اسکے کہ جب وہ غصہ ہوتا تھا تو کسی کے قتل کی پروا نہ کرتا تھا۔ اور اوسکی یادگار سے کلمات فصیحہ اور اشعار بھی ہیں۔

ابن ابی داؤد نے اسکی قوت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ معتصم نے اپنی کلائی میری طرف بڑھائی اور کہا کہ ای ابا عبداللہ پوری قوت کے ساتھ اپنے دانتوں سے میری کلائی کاٹو۔ مگر میں ہچکچا رہا پھر مجھسے کہا کہ مجکو اس سے ضرر نہیں پہونچ سکتا۔ تب میں نے ارادہ کرلیا۔ اگرچہ اسقدر مضبوط اور قوی الجثہ ہے کہ تیر بھی اوسکے بدن میں دانتوں سے زیادہ اثر نہیں کرسکتے۔ اور نفطویہ تو کہتے ہیں کہ معتصم کی اسقدر سخت پکڑ تھی کہ دو انگلیوں میں آدمی کی کلائی دبا کر توڑ ڈالتا تھا۔

یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے ترکوں کو اپنے دربار میں باریابی کا موقع دیا اور بادشاہان فارس سے بہت مشابہت رکھتا تھا۔ اکثر اونھیں کی رفتار پر چلا اور اسکے ترک غلاموں کی تعداد قریب دس ہزار کے ہوچکی تھی۔

ماہ رجب سنہ ۲۱۸ھ میں مامون کے بعد اسکے ہاتھوں پر بیعت کی گئی۔ اور یہی مامون کی طریقت پر چلا۔ خلق قرآن کیساتھ لوگوں کا امتحان لینے میں اسکی تمام عمر گزری۔ اپنے تمام مقبوضہ دیار و امصار میں تخلیق قرآن کا مسئلہ عام کردیا تھا حتیٰ کہ معلمین کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ تدریس اور

تعلیم دیتے وقت بچون کو تخلیق قرآن کا مسئلہ بھی سکھادیا کرین غرضکہ اس بارے مین عوام مخلوق مسلمین اور خصوص علماء و ائمہ وقت کو اس سے سخت تکلیف اور ایذائین برداشت کرنی پڑین اور اسی تخلیق قرآنکے نامبارک مسئلہ پر فتوی ندینے اور معتقد نکرنے پر کثیر التعداد علماء کو شہید کردیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی کے عہد مین اسی کے حکم سے شہید کیے گئے ہین۔ شہادت آپکی ۲۲۰ھ مین واقع ہوئی تھی۔ امام صاحب ائمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک رکن اور حدیث کے بہت بڑے امام ہین۔ اسی سال مین معتصم نے بغداد کی بود و باش ترک کرکے ایک مقام اوسی نمود کا "سُرَّمَنْ رَاٰی" کے نام سے تعمیر کرایا تھا۔ مقام مذکور کی تعمیر کا اصل سبب یہ ہوا کہ اس زمانہ مین عمدہ ترکون کے بہم پہونچانیکی طرف اسکا رجحان اسقدر زیادہ ہوگیا تھا کہ کوئی آدمی محض ترک خرید کرنے کیلئے دیگر مقامات مثل سمرقند فرغانہ واطراف و جوانب مین بھیجے گئے۔ اور اونکی خریداری مین کثرت سے مال خرچ کیا گیا ترکون کو قسم قسم کے بیش بہا قیمتی کپڑے دیباج وحریر وغیرہ اور سونے کے زیورات وطوق پہنائے گئے۔ یہانتک کہ بغداد مین کثرت سے ترک ہی نظر آنے لگے۔ اور جب اون کا لشکر اوترا تو رعایا کو تکلیف وایذا محسوس ہوتی۔ شہر بغداد باوجود نہایت وسیع ہونیکے ترکونکی بود و باش سے ناکافی ہوگیا تھا۔ اور ممکن ہے کہ یہ ترک لوگون پر زیادتی بھی کرتے ہون آخر یہانتک نوبت پہونچی کہ بغداد کی رعایا معتصم کی خدمت مین عاجز ہوکر حاضر ہوئی اور سب نے متفق اللفظ ہوکر شکایۃً کہا کہ اگر آپ بمعیت اپنے لشکر کے ہمارے یہان سے نہ چلے جائینگے تو ہم آپ سے جنگ کرنے کا قصد رکھتے ہین۔ معتصم نے کہا کہ تم لوگ مجھسے کس طرح لڑسکتے ہو۔ انھون نے کہا کہ "بسہام الاسحار" یعنے صبح کے تیرون سے۔ اس سے مراد اونکی یہ رعایا تھی کہ صبح کا وقت خاص قبولیت کا ہوتا ہے۔ معتصم نے کہا کہ اس جنگ کی مجھ مین طاقت نہین ہے۔ اسکے بعد خود مع اپنے ترکون کے لشکر کے مقام "سُرَّمَنْ رَاٰی" کی جانب چلا گیا۔ ۲۲۳ھ مین مملکت روم پر اُسنے جہاد کیا۔ اور اپنے دشمنون کو ایسی سخت

اذیتین اور تکلیفین پہونچائین جنکی مثال کسی خلیفہ کے عہد مین نہین ملتی۔ اونکی جماعتین بالکل متفرق کردین اور گھرون کو گرادیا۔ مقام عموریہ کو بزور شمشیر فتح کیا تقریباً تیس ہزار روم کے کفار کو تلوار کے گھاٹ اوتارا اور اسی قدر تعداد مین اونہین قید کیا۔ معتصم کا قاعدہ تھا کہ جب غزوہ کا ارادہ ہوتا تو منجمین کو حکم دیتا کہ وہ نیک و بد ساعت دیکھکر فتح یا شکست کے نسبت راے ظاہر کرین۔ اور وہین خیمے نصب کردئے جاتے مگر اوسکی فتح و نصرت اوسوقت پر موقوف تھی جبکہ وہ ڈرتا نہ تھا چنانچہ اسی بارہ مین ابو تمام شاعر کا قصیدہ مشہور ہے جسکو ہم بھی ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج ذیل کرتے ہین۔ وہ یہ ہے

السیف اصدق انباءً من الکتب	فی حدہ الحد بین الجد و اللعب
تلوار زیادہ سچی ہے خبر دینے مین بہ نسبت کتابون کے	اسکی تیزی مین فرق ہے درمیان سچی اور کھیل کے
و العلم فی شہب الاہلۃ لامعۃ	بین الخمیسین لا سبعۃ الشہب
اور علم نیزون کے پھلون مین چمکنے والا ہے	لشکرونکے درمیان نہ سات ستارے شہب سبعہ کے
این الرواۃ ام این النجوم وما	صاغوہ من زخرف فیہا و من کذب
کہان ہے روایت یا کہان ہے نجوم اور وہ	جو انہون نے اسمین مزخرفات اور جھوٹ گھڑ لیا ہے
تخرصوا احادیثا ملفقۃ	لیست بعجم اذا عدت ولا عرب
یہ جھوٹ اور بے بنیاد باتین ہین	نہ عجم ہی مین ہین اگر تلاش ہی کی جائین اور نہ عرب مین

صولی کہتے ہین کہ مین نے مغیرہ بن محمد سے سنا ہے وہ کہتے ہین کہ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ اسقدر بادشاہ کسی سلطان کے دربار مین جمع نہین ہوے جسقدر معتصم کے در دولت پر اور نہ کبھی کسی بادشاہ نے اسقدر کثیر التعداد فتوحات حاصل کین جسقدر معتصم کو نصیب ہوئین۔ ممالک آذربایجان۔ طبرستان۔ استسان۔ شیاصح۔ فرغانہ۔ طخارستان۔ صغد اور کابل کے بادشاہ اسی کے زمانہ مین قید ہوے تھے۔ اسکی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ"

جب معتصم اپنا محل میدان مین بناکر فارغ ہوا تو اُسنے اوسی محل مین ایک دربار اظہار خوشی اور جشن کے طور پر منعقد کیا چنانچہ اس جشن طرب مین بہت سے لوگ تہنیت و مبارکباد دینے کیلئے حاضر ہوئے۔ اور اسحاق موصلی نے اوسی تقریب مین ایک پُرلطف قصیدہ پڑھکر سنایا۔ جسکا پہلا شعر یہ تھا۔ ؎

یا دار غیرک والبلاء ومحاك　　یا لیت شعری بالذی ابلاك

ای گھر بدل دے تجھے پُرانا ہونا اور مٹادے تجکو　　ای کاش اِس مین سمجھ لیتا اُسکو جسنے تجھے پُرانا کیا

گو اسحاق کا اس شعر سے یہ مطلب تھا کہ ہمارے بادشاہ کی اتنی بڑی عمر ہو کہ یہ محل بادشاہ کے سامنے ہی پُرانا ہو جائے اور مٹ جائے اور بادشاہ سلامت رہے۔ لیکن یہ شعر مناسب حال نہ تھا۔ معتصم اور نیز دیگر حاضرین نے اس شعر سے فال بدلی۔ اور وہین دربار مین اشارے ہونے لگے۔ لوگون نے تعجب کیا کہ اسحاق بادشاہون کی خدمت مین مدتون رہنے کے علاوہ ایک عالم متبحر اور فصیح و بلیغ شاعر ہین انہون نے مناسبت مقام و حال کا کیون لحاظ نہ کیا۔ اور ایسا نامبارک شعر بجاے مبارکبادی کے کس خیال سے پڑھا۔ انتہا یہ کہ معتصم نے چونکہ اس شعر سے شگون بد لیا تھا۔ اس لیے اوس محل ہی کو خراب کرادیا۔

ابراہیم ابن عباس سے مروی ہے کہ معتصم کلام کرتا تھا تو اپنا نفس مطلب ادا کرنے کے بعد بھی کچھ باتین زیادہ کردیا کرتا تھا۔ یہہ پہلا خلیفہ ہے جسنے کھانون کو نہایت پرتکلف کیا اور یہانتک بڑھادیا تھا کہ باورچی خانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار پڑتا تھا۔ اوسکے بعض حکمت آمیز اقوال یہ ہین۔ پہلا ابی العنباء اور دوسرا اسحاق سے منقول ہے وہ کہتے ہین۔ مین نے سنا ہے کہ معتصم کہتا تھا "جب خواہشین غالب آجاتی ہین تو رائے باطل ہو جاتی ہے" دوسرا قول یہ ہے "جسنے اپنے اور دوسرون کے حقوق مین حق طلبی کی وہ کامیاب ہوا" معتصم کا ایک غلام عجیب نام نہایت حسین و جمیل تھا۔ اسکے ساتھ خلیفہ بہت محبت رکھتا تھا۔ حتی کہ ایک دفعہ اوسکی تعریف مین چند اشعار کہے۔ شعرا کی فطرت مین

یہ امر داخل ہے کہ جب تک وہ اپنے شعرون کی دل خواہ داد نہ لے لین اونکی طبیعت کو کوفت رہتی ہے چنانچہ اسنے محمد بن عمر رومی کو بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوے تو پہلے اظہار واقعیت یا کسر نفسی کی طور پر اون سے کہا کہ آپ جانتے ہین مین اپنے تمام بھائیون سے علم ادب مین کم ہون۔ اسکا سبب یہ ہے کہ امیر المومنین ہارون رشید میرا بہت لاڈ اوٹھاتے اور مجھسے بہت محبت کرتے تھے۔ اور مین لہو ولعب کی جانب زیادہ تر راغب رہا کرتا تھا۔ حال مین چند اشعار عجیب کی نسبت کہے ہین۔ اگر اچھے ہون تو فبہا ورنہ تمکو میرا راز دار بنکر اُنھین چھپا لینا چاہیے اور یہ اشعار پڑھے ؎

لقد رایت عجیبا	یحکی الغزال الربیبا
مین عجیب کو دیکھتا ہون کہ	اوسکی مثال ایک پالو ہرن کی ہے
الوجہ منہ کبدر	والقد یحکی القضیبا
اوسکا منہ چودھوین رات کے چاند جیسا ہے	اور قد ایک تناور شاخ کی یاد دلاتا ہے
وان تناول سیفا	رایت لیثا مہیبا
اور اگر وہ تلوار باندھے	تو جنگ اور شیر جانتا ہو مین اوسے
وان رمی بسہام	کان المجید المصیبا
اور اگر تیر لگاے تو	اسکا نشانہ کبھی نہین چوکتا
طبیب ما بے من الحب	فلا عدمت الطبیبا
میرا طبیب ہے مرض محبت کا	پس کہدیجیو کہ اپنا طبیب بچا تجھسے نہ جانے دین
انی ھویت عجیبا	ھوی رایا عجیبا
مین عجیب سے ایک خواہش رکھتا ہون	کہ وہ خواہش خود بھی عجیب ہے

محمد بن عمر رومی کہتے ہین کہ مین نے بیعت کی قسم کھائی کہ یہ شعر بہت ملیح ہین۔ اون تمام خلفا کے اشعار سے جو شاعر نہ تھے۔ تو معتصم کی طبیعت بہت خوش ہوئی اور میرے لیئے

پچاس ہزار درہم کے عطیہ کا حکم دیا۔

عبدالواحد بن عباس ریاشی سے نقل کرکے صولی بیان کرتے ہین کہ ایک بار شاہ روم نے معتصم کو نامہ بھیجا جس مین طرح طرح کی دھمکیان دی تھین۔ جب وہ خط معتصم کو سنایا گیا تو فوراً اُسیوقت معتصم نے کاتب سے کہا کہ لکھو اور یون خط لکھوانا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد فقد قرات کتابک و سمعت خطابک والجواب ما تری لا ما تسمع

مینے تمہارا خط پڑھلیا اور تمہارا خطاب بھی سنا — اُسکا جواب عنقریب تم دیکھوگے نہ یہ جو سنتے ہو

وسیعلم الکفار لمن عقبی الدار

اور عنقریب کفار جان لینگے کہ کسکے ہاتھ بازی رہی

اس خط سے معتصم کے علم ادب پر قادر ہونے کے علاوہ اسکی شجاعت اور بہادری بھی ظاہر ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا خط تمہارے خط کا جواب نہین ہے بلکہ اصل جواب میدان کارزار ہوگا۔ جو عنقریب نظرون کے سامنے ہوگا۔ اور تو دیکھے گا کہ فتح مندی ہمین حاصل ہوگی۔

معتصم سخن گو ہونے کے علاوہ سخن فہمی مین بھی کمال رکھتا تھا۔ اور ہارون رشید کیطرح اسکے دروازہ پر بھی شعرا کا جمگھٹ رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اسے خیال ہوا کہ وہ اپنی مدح مین کوئی بہترین قصیدہ سُنے۔ چنانچہ موجودہ شعرا کیطرف مخاطب ہوکر اون سے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہے جو میری شان مین منصور نمری کے مندرجہ ذیل قصیدہ کی طرح مین کہے۔ جو رشید کی مدح مین اوسنے کہا ہے۔ اور یہ اشعار سنائے۔ ؎

ان المکارم والمعروف اودیۃ	اصلک اللہ منہا حیث تجتمع
تمام بزرگیان اور عمدگیان جنگل مین ہین	کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے اپنے خاص کرم کی جہان مین جہان سے چاہے جمع ہون
من لم یکن بامین اللہ معتصما	فلیس الصلوٰۃ الخمس تنفع

جو اللہ کے امین سے کوئی چیز حاصل نہ کرے — اوسے پانچوں وقت کی نماز بھی فائدہ نہیں دیتی

ان خلف القطر لم تخلف فواضله — او ضاق امر ذکرناہ فلیتسع

اگر ابر بارندہ علامات دیدہ سے تو ممکن ہے مگر محمود کی عطایا علامات وعدگی نہیں کرتے — یا مذکور امر تنگ ہو جائے تو فراخ ہو جاتا ہے

ابو وہب شاعر نے کہا کہ ہاں! یا امیر المومنین!! ہم میں ایسے لوگ ہیں جو ان سے بہتر کہہ سکتے ہیں۔ اور فی البدیہہ اسی بحر میں بتبدیل قافیہ یہ اشعار کہے اور الحق ہمیں بھی بہت زور سخن ہے ؎

ثلثة تشرق الدنیا بہجتہا — شمس الضحیٰ وابو اسحاق والقمر

تین چیزیں ہیں جنکی تابش سے دنیا روشن ہو جاتی ہے — چاشت کا سورج اور ابو اسحاق (معتصم) اور چاند

تحکی افاعیلہ فی کل نائبۃ — والغیث والصمصامۃ الذکر

اسکی کارگزاریاں ہر واقعہ میں بیان کیجاتی ہیں — اور ابر بارندہ اور تلوار تیز

امام سیوطی لکھتے ہیں کہ معتصم کا بروز پنجشنبہ ماہ ربیع الاول سنہ ۲۲۷ھ میں انتقال ہوا اسنے اپنے دشمنوں کو اطراف وجوانب میں بہت ذلیل کیا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ مرض موت میں یہ آیت اپنی ورد زبان رکھتا تھا "حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَا اُوْتُوْا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً" یعنے یہانتک کہ وہ خوش ہو گئے اوس چیز سے جو اونپر آئی تو ہمنے انھیں اچانک پکڑ لیا" اور جب نزع کی حالت تھی تو نہایت متاسفانہ لہجہ میں یہ کہتا تھا "ذَهَبَتِ الْحِيْلَةُ فَلَيْسَتْ مِحِيْلَة" یعنے حیلہ جاتا رہا اب کوئی حیلہ نہیں ہو سکتا" اور یہ بھی منقول ہے کہ مرتے وقت اوسکی زبان پر یہ دعا تھی "اللهم انك تعلم انی اخاف من قبلی ولا اخاف من قبلك" (ترجمہ) ای اللہ تو جانتا ہے کہ مجکو خوف ہے اپنی طرف سے اور بیخوف ہوں تیری طرف سے اور امید ہے تجھسے اور یاس ہے اپنے آپ سے۔

منجملہ معتصم کے بہت سے اشعار کے یہ بھی ہیں ؎

قرب الخمام واعجل یا غلام — والمرح السرج علیہ واللجام

اے غلام جلدی کر اور گھوڑے کو قریب کر دے — اور اوسپر زین کس اور لگام چڑھا
واعلم ۱۲ ترا ک انی خائض — لجۃ الموت فمن شاء اقام
اے ترکو! تمہین جان لینا چاہئے کہ مین — غرقاب موت مین پہنچنے والا ہون پس جو چاہے اقامت کرے

اسنے ارادہ کیا تھا کہ اقصائے مغرب کی جانب سیر کرے تاکہ اون ممالک کو بھی اپنی مملکت اور تصرف مین لائے جنپر بنی عباس ہنوز قابض نہین ہو سکے تھے۔ اس سبب سے کہ اوپر ایک اموی (عبد الرحمن اموی) والی ہو گیا تھا۔ اور بنی عباس کے قابو مین نہین آتا تھا۔ صولی بیان کرتے ہین کہ معتصم نے محمد بن خطیب سے بر سبیل تذکرہ کہا کہ بنی امیہ مین بہت سے بادشاہ گذرے ہین اور ہم بنی عباس مین کوئی بادشاہ ابتک نہین ہوا تھا مگر مین بادشاہ بنی عباس ہون۔ اور جب میری بادشاہت مسلم ہے تو نا ممکن ہے کہ کسی اموی کی حکومت باقی رہے۔ مگر بنی امیہ کا بادشاہ اندلس مین ہے۔ پھر اندازہ کیا کہ کسقدر فوج اوسکے محاربہ کو کافی ہوگی حتی کہ اوسکی جمعیت کا انتظام بھی شروع کر دیا۔ لیکن مرض موت بہت سخت ہو گیا تھا۔ اوسی مین انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

جب معتصم کا انتقال ہوا ہے تو اوسکے وزیر محمد بن عبد الملک نے یہ مرثیہ پڑہا جو اوسکے انتقال کی تعزیت اور اوسکے جانشین لڑکے ہارون کی تہنیت پر شامل تھا۔ ؎

قد قلت اذ غیبوک واصطفقت — علیک ایدی بالتراب والطین
آہ! جب تجھ کو لوگون سے غائب ہو گیا رہیشہ کے لیے، — اور ہم نے خاک اور مٹی کی آڑ دیا تو تجھ پر ہاتھ مارا تو کہا مینے
اذ ھب فنعم الحفیظ کنت علی الدنیا — ونعم الظھیر کنت علی الدین
جا تو! آہا! اچھا محافظ تھا دنیا پر ۴ — اور اچھا نگہبان تھا تو دین کا ۴

ما یجبر اللہ امۃ فقدت — مثلک ۱۲ بمثل ھارون
من نعم البدل کرتا اللہ اوس امت کے لیئے — جسنے گم کر دیا ہو تجھ جیسے کو مگر ہارون جیسا

محمد حسین رنگین صدیقی لکھنوی

* ہارون سے جانشین لڑکے واثق باللہ کا نام ہے۔ شاعر کا یہی مطلب ہے کہ تجھ جیسے کا جبرو ہارون جیسا ہی ہو سکتا ہے جو تیرے مسند پر

وغیرہ مین بعض صورتین ایسی نکل آئی ہین جنکیوجہ سے وہانکی بگمات کو آزادی کا مفہوم سمجھنے مین آسانیان ہو گئی ہین۔ زمانہ مدرسے ہین شایستہ قومون سے خانگی وتجارتی تعلقات سمندر کے دلکش نظارے اور مال دولت کے اعتبار سے فراغت ہے لیکن جن مقامات ہنوز رسم ورواج کی طلائی زنجیرین مظبوط ہین وہان ابھی تک صنف نازک کو بجاے خود اسکی گتھی کے سلجھانے مین دقتین درپیش ہین۔

یہ کوئی نئی بات نہین ہے بلکہ زمانے مین جب کبھی اصلاح معاشرت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اسوقت ایسی ہی خرابیان ظاہر ہونے لگتی ہین کیونکہ موسمونکے بدلنے کے وقت اعتدال مزاج مشکل سے قائم رہسکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ وحشی وبدوی لوگون کے جو اوصاف گناے جاتے ہین مثلاً قسمت کا اعتقاد شجاعت۔ غیرت اور عورتونکی عصمت وغیرہ انمین ہے آخری صفت ایسی ہے جو بزمانۂ موجودہ آزادی نسوان مین بڑی روک سمجھی جاتی ہے اور اسیوجہ سے قدیم وجدید خیالات کے لوگون مین یہی ایک مسئلہ مابہ النزاع ہوتا ہے۔

اس موقع پر بطور جملہ معترضہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ وحشیون کے ان اوصاف کا کھوج لگانے مین نقط حکماے یورپ ہی کی کوششین قابل داد نہین ہین بلکہ ان خیالات کا نقش اول وہ فلسفیانہ تاریخ ہے جسکے مقدمہ مین علامہ ابن خلدون نے اپنا یہ دعوی ثابت کرنیکی کوشش کی ہے کہ "حضرت کے بہ نسبت بدویت زیادہ قرین سعادت ہے"! ؎

جہان مثل زلیخا مشتری تھا جن مضامین کا تماشا ہے وہ یوسف بنکے خود بازار مین آئی

اگلے وقتون مین جو امور اچھے سمجھے جاتے تھے وہ آجکل کے زمانے مین پسندیدہ اور مفید نہین ہین اور ان مفروضات کا مفہوم اب بالکل مختلف ہے۔ مثلاً قسمت یا تقدیر کا خیال پہلے ذاتی والفرادی حیثیت سے تھا مگر اب ان قوانین محکم کا نام تقدیر ہے جو تمام کارخانۂ عالم مین جاری وساری ہین۔ فقد سا تقدیر اسیطرح شجاعت وبہادری اب یہ نہین رہی ہے کہ نیزے یا تیر وکمان لیکر آتش بار اسلحہ کے مقابلہ پر تیار ہو جائین بلکہ آجکل ہمکو اپنے

حفاظت نہین ہوسکتی جو شرعاً و عرفاً بہت ہی ضروری چیز ہے کیونکہ بغیر اسکے عصمت و حیا جو ہمکو گونگا جوہر ہے اوسکی حفاظت غیر ممکن ہے اسیوجہ سے طبقہ اسلام کی معزز ہستیون ابھی تک اوس لیڈیز کانفرنس مین شریک نہین ہوئین جو کچھ عرصہ سے قائم ہے اور دسمبر ۱۹۰۹ء مین جس کا ایک سالانہ جلسہ لاہور مین ہوا تھا۔

ماسوائے اس پردہ شکنی کے اور بھی نقصانات ایسے عائد ہون گے جو ترقی تعلیم کے مانع ہون گے اور جب ترقی تعلیم ہی نہوئی جو اس کانفرنس کا اصلی مقصد ہے تو کانفرنس قائم ہونے سے حاصل اور اسکے وجود سے فائدہ۔

ایک عرصہ سے کچھ خیرخواہان قوم اس طرح سے پردہ کے پیچھے پڑے ہین کہ اوس بیچاریکا ان سے پیچھا چھوڑانا مشکل ہوگیا ہے۔ میرے خیال مین عجب نہین جو یہ کانفرنس بھی اسی پردہ شکنی کا ایک مقدمہ ہو۔ اسلئے مین اپنے مختصر خیالات کو ایک ناچیز مضمون کے پیرایہ مین اپنی دوراندیش اور انجام بین بہنون کے سامنے پیش کرنا چاہتی ہون۔ اور امید رکھتی ہون کہ اسکے انجام کو ہر پہلو سے خیال کرکے آگے قدم رکھنے کی کوشش کرینگی۔

راقمہ

زاہدہ بنت مولوی وسیم الدین اوناوی

بیجا اعتراض

ہماری بعض بہنون کی عادت ہوتی ہے کہ چاہے کوئی بات قابل اعتراض ہو یا نہو مگر وہ خواہ مخواہ لوگون پر اعتراض کر بیٹھتی ہین مثلاً کسی کی ہنسی پر کسی کے بول چال پر کسیکی وضع پر۔ مگر لطف یہ ہے کہ کچھ دن بھی گذرنے نہین پاتے کہ وہ باتین خود اختیار کرلیتی ہین۔ پھر اگر کسی موقع پر کسی مروت بہن نے انکو ٹوکا تو وہ صاف مکر جاتی ہین یا کچھ حیلہ بہانہ کرکے ٹال دیتی ہین۔ مین اپنی ان بہنون سے یہ پوچھتی ہون کہ بھلا اس سے کیا فایدہ؟ ایک تو

اس طرح پر جھوٹکی عادت ہوتی ہے دوسرے ذلیل ہونے کے سوا اور کوئی نتیجہ نہین ہوتا۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جاہل نہین بلکہ بہت سی لکھی پڑھی تمیز دار متمدن یافتہ بہنون مین یہ بات پائی ہے۔ ان مین اکثر بہنین تو ایسی ہین جو خود کسی وجہ سے وہ باتین نہین کرنے پاتی ہین اور رشک کے سبب اعتراض کرتی ہین اور بہتیری عادتاً ایسا کرتی ہین۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہم لوگون نے خود اپنی حالت کو بالکل برباد کر رکھا ہے اور ان فضول باتون کی طرف مطلق خیال نہین کرتے۔ بھلا ایسی حالت مین ہم کیا ترقی کی امید کر سکتے ہین پیاری بہنو ذرا سنبھلو اپنی ان بیجا باتون کو چھوڑو اور اپنی حالت خود درست کرو۔ ان بیجا اعتراضون سے سوا اسکے کہ لوگون کا دل دکھے اور کوئی خاص فایدہ نہین ہوتا۔ ہماری بہنین اس بات کا ذرا خیال نہین کرتی ہین کہ خواہ مخواہ کسی کا دل دکھانا کیسے گناہ کی بات ہے۔ اس کی ممانعت شرع شریف مین ہے۔

کیا تعلیم حاصل کرنے کے یہی معنے ہین کہ دنیا مین اپنے کو سب سے افضل سمجھنے لگین یا یہ کہ کتابین پڑھین اخبارات پڑھین مگر انکے فوائد پر بالکل غور نہ کرین۔ اپنی طبیعت کی اصلاح نہ کرین۔ میری بہنو تعلیم حاصل کرنے کے یہ معنے نہین ہین کہ تم لکھ پڑھ کر تعلیم کو یون برباد اور بدنام کرو۔ تعلیم حاصل کرنے کے تو یہ معنے ہین کہ تم جہالت کے گڑھے سے نکل کر بری باتین چھوڑو اور اچھی باتین اختیار کرو۔ السلام

علویہ

آزادی نسوان

ہندوستان مین آزادی نسوان کا مسئلہ ایسا پیچیدہ ہو گیا ہے جسکے حل کرنے مین بھی خواہان قوم کو طرح طرح کی دشواریان پیش آرہی ہین اور اگرچہ احاطہ بمبئی و مدراس

مگر اسوقت تک جو علمی ترقی ہلوگون مین نہین ہوئی اوسکی اصل وجہ یہ تھی کہ ہماری بہنین نہ اسکی ضرورت محسوس کرتی تھین نہ شوق تھا مگر اب وہ خود خواب غفلت سے بیدار ہوئی ہین اور ترقی کی کوشش کر رہی ہین جسکے ثبوت کیواسطے سیکڑون زندہ تمثیلین دنیا مین اسوقت موجود ہین اور روز بروز ہوتی جاتی ہین رسالہ عصمت و نیز دیگر پرچون مین جو مضامین ہماری بہنون کے شائع ہوتے ہین وہ بھی اس بات کی شہادت دیتے ہین کہ عورتین اسوقت تک جاہل نہین رہین اور اب بفضلہ ایک نمایان ترقی کر رہی ہین۔

اس موقع پر سرسید احمد صاحب کی کانفرنس جو تمثیلاً پیش کی گئی ہے وہ محض لایعنی ہے کیونکہ اولاً اوس کانفرنس کا منشا یہ تھا کہ مسلمان لڑکون کو علی درجہ کی تعلیم دیجاے ایم اے۔ ایل ایل بی کے امتحان پاس کرائے جائین مگر ہلوگونکے لئے اس بات کی کوشش کرنا بیکار ہے بفرض محال اگر ہماری بہنون نے بہ ہزار دقت و خرابی یہ درجے پاس بھی کئے اور ڈگری حاصل بھی کی تو اس سے نتیجہ؟ ہلوگ کسی پبلک خدمت کے لائق نہین۔ نہ کسی عدالت کے حاکم ہو سکتے ہین۔ دوسرے یہ کہ وہ کانفرنس جنس ذکور کے لئے تھی کیا عورتین بھی اوسی آسانی سے اور اوسیطرح بلا کسی خدشہ کے کانفرنس وغیرہ مین شریک ہو سکتی ہین۔ تیسرے یہ کہ اوس کانفرنس کا منشا یہ بھی تھا کہ جو لوگ اب تک پرانے خیالات کے تھے اور تعلیم انگریزی کو کفر خیال کرتے تھے وہ ضرورت تعلیم انگریزی محسوس کر کے اسطرف رجوع ہون۔

لیڈیز کانفرنس مین اولاً یہ سب اسباب ایک سے معدوم ہین۔ دوسرے جبکہ ہماری معزز بہنین خود ضرورت تعلیم محسوس کرتی ہین اور کوشش کر رہی ہین تو لیڈیز کانفرنس اونکو کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے بلکہ ایسے وقت مین جنس ذکور کی متعدد تحریک اور لایق بہنون کے مضامین بھی سیماب کرنیکو کافی ہین جو باقیماندہ کو جوش دلا کر ایک تازہ روح پھونک دینگے۔ علاوہ اسکے کانفرنس مین شریک ہونے سے پردہ کی

سے تحریر فرمائینگے۔ مجھے افسوس ہے کہ اپریل کے الناظر میں یہ مضمون شایع نہو سکا۔

زہرا بیگم فیضی

آل انڈیا لیڈیز ایجوکیشنل و سوشل کانفرنس

ایک مہربان قوم نے مارچ کے پرچہ الناظر میں ضرورت آل انڈیا لیڈیز ایجوکیشنل و سوشل کانفرس کو بیان کیا ہے چنانچہ قبل اسکے کہ میں لیڈیز کانفرس کے فوائد و نقصانات پر کوئی راے ظاہر کروں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ جاہلوگونکے لیے تعلیم کی ضرورت ہے بھی یا نہیں اور اگر ہے تو کس قسم کی تعلیم ہو۔

میرے خیال میں اگر فرقہ اناث کو تعلیم کی ضرورت ہے تو صرف علم اخلاق۔ ادب طرز معاشرت۔ امور خانہ داری وغیرہ کی اسلیئے کہ جہانتک غور کیا گیا تعلیم نسوان کا منشا یہ معلوم ہوا کہ اس سے علاوہ خود ہماری تربیت کے آیندہ نسلوں پر مستحسن اثر پڑے اور چونکہ اعلی تعلیم کیلئے یہ ضروری ہے کہ تعلیم کی ابتدا ماں کی گود ہی سے ہو کیونکہ ماں کا اثر بچے کے اخلاق وغیرہ پر بہت زیادہ پڑتا ہے اور ہر شخص کی عمر کا ایک معتدبہ حصہ اور خاصکر وہ حصہ جس میں اصلاح بآسانی ہو سکتی ہے ماؤں کی زیر پرورش گزرتا ہے اسلئے ضرورت ہے کہ عورتیں بھی تعلیم یافتہ خلیق اور مہذب ہوں۔ جبکہ تعلیم نسوان کا منشا یہی ہے تو بمکو ایف اے۔ بی اے پاس کرینکی کوئی ضرورت نہیں ہو سکتی کیونکہ علم اخلاق وغیرہ اسطرح سے حاصل نہیں ہو سکتے ان علوم کا ذخیرہ مذہبی کتابوں میں ہے اور سوائے اس ذریعہ کے کسی دوسرے طریقے سے حاصل ہونا غیر ممکن ہے۔ اسی امر پر تاکید ہمارا مذہب اسلام بھی ہمکو کرتا ہے کہ (العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ) دوسری جگہ علم کے اقسام بیان کردے کہ (العلم علمان علم الابدان و علم الادیان) لہذا ضروری ہوا کہ جاہلوگونکو مذہبی تعلیم دیجائے۔ البتہ اگر علم شے بہ از جہل شے کا مصداق تسلیم کرکے تھوڑی سی انگریزی بھی پڑھا دیجاے تو چنداں مضائقہ نہیں۔ مذہبی تعلیم کیلئے کانفرس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ابھی تک دنیا کے کسی حصہ زمین پر لیڈیز کانفرنس نہ تھی اور اوسکے نہونے سے ایسا بھی نہوا کہ عورتیں علی العموم جاہل رہی ہوں

لیڈیز کانفرنس

جناب امین الحسن رضوی صاحب کا مضمون لیڈیز کانفرنس کے عنوان سے الناظر میں دیکھکر مجھے شوق سے پڑھا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ پانچ ہی چھ سال میں مردوں کو لیڈیز کانفرنس کا قایم ہونا ضروری معلوم ہوا ہے مسٹر شیخ عبداللہ بی اے ایل ایل بی حامی تعلیم نسواں اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبہ تعلیم نسواں کے سکریٹری کی کوشش بلیغ کا یہ نتیجہ ہوا تھا کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس واقع علیگڈھ کے ضمن میں لیڈیز کانفرنس علیحدہ قایم ہوئی جسپر متعصب حضرات نے اعتراضات کی ایسی اچھا کی کہ دوبارہ کمین لیڈیز کانفرنس ہوئی اور اوسکے قایم کرنیوالوں نے بھی یہ خیال کیا کہ ایسا کرنا شاید قبل از وقت ہے خیر اس سال پھر خیال پیدا ہوا ہے کہ لیڈیز کانفرنس ہو کیونکہ نامعلوم سکریٹروں کا مدے نظر ہوتے ہیں۔ کوئی چیز ہم کو اس طرح کامل نہیں ہو سکتی جیسے ایک جگہ شیر و شکر ہو کر بیٹھنا۔ اور ایک دوسرے کو دیکھکر اور باہم ملکر جو باتیں حاصل ہو سکتی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں اسکا اچھا اثر قوم پر ہونا ضروری ہے علیگڈھ لیڈیز کانفرنس میں بمبئی سے پانچ بیگمات تشریف لیگئی تھیں اور دہلی وغیرہ سے کوئی بیس بیگمات رونق افروز ہوئی تھیں جلسے کے وقت غیر قوم کی بی بیوں سمیت جملہ ۴۰ عورتیں تھیں۔ دوسرے سال جب میں دہلی گئی اور اون بہنوں سے ملی جو لیڈیز کانفرنس میں شریک ہوئی تھیں تو مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ لیڈیز کانفرنس نے کچھ کچھ اپنا اچھا اثر ضرور چھوڑا ہے جب ایک بار ملنے جلنے سے یہ اثر پیدا ہوا تو اگر ہر سال ملنے کا موقع ہو تو قوم کے دن پھر جائیں۔

اسمیں شک نہیں جیسا کہ جناب امین الحسن صاحب نے فرمایا "کہ قابل اور لائق عورتیں ہر سال نئے نئے شہروں میں کانفرنس قایم کریں اور اپنی ہم جنسوں میں جائز رشک اور تعلیمی تحریص پیدا کریں" اسکے جواب میں "سر و چشم ہم حاضر ہیں" کیونکی کیونکہ ان کو کامل یقین ہے کہ عورتیں اسمیں دل سے شریک ہونا چاہتی ہیں بلکہ اون کا بس چلتا تو اس سے کئی سال پیشتر وہ بہت کچھ کر گذری ہوتیں۔ لیکن مردوں سے ابھی امید نہیں ہے کہ وہ عورتوں کو اتنی آزادی دیں جو وہ بیان کر از کم لیڈیز کانفرنس میں شریک ہو سکنے کی مجاز ہوں۔ ایک دو مردوں کے مہذب اور روشن خیال ہو جانے سے تمام

ہندوستانکی عورتوں کا کام نہیں چل سکتا ہے اسلئے جناب امین الحسن صاحب سے صرف اتنا کہنا چاہتی ہوں کہ وہ اپنے ہم جنسوں کو دلسے آمادہ کریں صرف منھ سے ہاں کہدیں اسکے بعد کانفرنس کا ہونا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

ایک ایک شہر میں چھوٹا چھوٹا گروہ جب ہم خیال ہوجائیگا تب قدم بڑھ سکتا ہے کیونکہ جب مرد اس بات کو مان لینگے اور لیڈیز کانفرنس کو اچھا سمجھنے لگیں گے تب یہ بیچارہ بے بس اور کمزور فرقہ کچھ کر سکے گا اور ملامت سے بچیگا۔

اکثر روشن خیال اور مہذب مردوں کو دیکھا گیا ہے کہ صرف زبانی جمع خرچ کرنیکے لئے عام جلسوں میں عورتوں کے حقوق دینے اور انکی زندگیوں کو کارآمد بنانیکی تحریک و تائید کرتے ہیں اور انھیں حضرات کے گھروں میں آج کوئی چلکر دیکھے تو قول و فعل میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ سب سے زیادہ افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلمانوں کی باتوں پر اعتبار کرنا بھی بڑی ذمہ داری ہے۔

میں معافی کی خواستگار ہو کر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی ہوں کہ ادبار کے باعث مردوں کی عقل کا بڑا حصہ کافور ہوگیا ہے۔ ہاں انمیں صرف اتنی عقل باقی ہے کہ عورتوں کو تحت الثریٰ تک پہونچا کر محکوم بنائیں اور اس بدی حالت میں بےطرح حکومت جتا کر بیچاریوں کی زندگی وبال جان کردیں اور تہمتوں کی بارش انکے سروں پر برساتے رہیں۔ اسکے برخلاف خود کانفرنس میں جائیں۔ جلسوں میں شریک ہوں دعوتیں کھائیں۔ مزے اوڑائیں اور جو چاہے کریں لیکن عورت کی مجال نہیں کہ ایک حرف زبان سے نکال سکے۔ وہ زندگی گھر کے کونے میں گذارتی ہے اور مرکر قبر کا کونا دیکھتی ہے یہ اوسکی قسمت ہے۔ افسوس! یہ ایسا دل جلانے والا مسئلہ ہے کہ صفحے کے صفحے سیاہ کئے جا سکتے ہیں لیکن اسوقت خاموش رہتی ہوں۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھ ہی لیڈیز کانفرنس کا ہونا بہتر ہے تاکہ بیگمات اپنے اپنے گھر کے مردوں کے ہمراہ سفر کر سکیں اور دونوں کا کام ایک ہی وقت میں نکل جائے۔ بیگمات کے ٹھہرنے کا انتظام محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ذمہ رہے اور کسیقدر مزید روپیہ کی ضرورت ہو تو موجودہ (سقامی؟) بیگمات سے تھوڑا سا چندہ وصول کیا جائے یقین ہے کہ اسمیں کسی کو اعتراض نہوگا۔ لیڈیز کانفرنس کے جلسہ میں وہی بیگمات تقریر کرینگی جنکو کمیٹی مقرر کرے کیونکہ ہر بیگم کی تقریر قوم کیلئے سودمند نہیں ہو سکتی۔

جناب امین الحسن صاحب۔ امید ہے کہ آئندہ کسی مضمون میں حسب وعدہ لیڈیز کانفرنس کے متعلق زیادہ تشریح بسط

دورِ جدید

میرے پیارے عنایت فرما۔ یہ ایک ظریفانہ نظم ہے مین نے آپ ہی کیلئے لکھی تھی لیکن ایک صاحب
دبردستی نقل لیگئے کیا عجب ہے کہ زمانہ یا کسی اور تک پہونچے۔ بہرکیف ناظرین الناظر کے سامنے بھی پیش
ہونے کے لائق ہے یا نہ سب تو خود آپ خط حاصل کرسکتے ہین پر الوٹ طور پر۔ نیازمند اکبر حسین

چل بسے وہ مجھین مقدور تھا خودداری کا — اب وہ تقوی نہ وہ تعلیم نہ وہ دل کی امید
بولے لیکے نکلنے لگے کالج کے جوان + — شان مشرق کے عدو شیوۂ مغرب کے شہید
نئے انداز ریاضت ہین نئی صورت عیش — رمضان ساعت کرکٹ ہے تھیٹر مین ہے عید
نئی تہذیب نئی راہ نیا رنگ جہان + — دور گردون کی کہانتک کوئی کرتا تردید
بحث مین آہی گیا فلسفۂ شرم وحجاب — زہرہ ممبر ہوئین وو ٹر تھے جناب خورشید
دبی آواز کہا بھی جو کسی نے کہ جناب — کچھ مناسب نہین اسوقت مین ایسی تمہید
شیخ صاحب ہی کا ہے بزم ہین کیا رعب ووقار — کہ خواتین کو پبلک مین ہو وقعت کی امید
نعرے تحقیر کے اسپر ہوے یارون مین بلند — لڑکیان بول اٹھین خود بطریق تائید
جب حکومت نہین باقی تو یہ غمزے کیسے — کون کوتے مین کرے میٹھے منی کو پلید
تمنے شلوار کو پتلون سے بدلا اے شیخ — پھر مرے واسطے محرم رہے کیون حبل وریا
خود تو گرتے ہو کیلئے جان دیتے ہو — ہمسے کہتے ہو کہ پڑھ بیٹھکے قرآن مجید
لال جب خود ہی کنیری کا ہوا ہے بندہ — تو یہ مینا رہے کیون گوشۂ عزلت مین شہید
دولھا بھائی کی ہے یہ رائے نہایت عمدہ — ساتھ تعلیم کے تفریح کی حاجت ہے شدید
در انتظار ہ مقفل رہے کب تک ہمپر + — کیون نہ غنچون کے لئے باد صبا کی ہو کلید
اکبر افسردہ شد از گرمی این طرز سخن + — شیخ بگریخت و در صومعہ خویش خزید
کھل گئے دہ۔ نہ رہا شاہد مشرق مین حجاب — غل مچا ہے کہ بول اٹھے یہ مغرب کے مرید
فضل الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست — آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

بچاؤ کیلئے وہی اصول اختیار کرنا پڑتے ہین جو مسلمانون نے جنگ خندق کیوقت اختیار کئے تھے اور اخوت جو پہلے قبیلے اور خاندان کے تنگ دایرہ مین محدود تھی اب اسکا مفہوم قومی وملکی برادری مین وسیع ہوگیا ہے اور کیا عجب ہے کہ آیندہ پان اسلامیزم کے اصولون پر عام ہوجاے۔ بالکل اسیطرح سے عورتونکی عصمت کا بھی معیار اب بہت کچھ بدل گیا ہے۔ پرانے زمانہ کی معتبر روایتون سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت پر ایک بیزبان نے گواہی دی تو اسیوقت عام طور سے یہہ شور غوغا مچگیا تھا کہ وان کید لکن عظیم۔ لیکن اب تہذیب وشایستگی کا دور دورہ ہے اور اسطرح کے خیالات معدوم ہوتے جاتے ہین۔ سکندر نے ایران مین اور یلرک نے جرمنی وغیرہ مین عورتون کی عصمت کے بارہ مین سخت سے سخت آئین وقوانین نافذ کئے تھے مگر اب وہ سب تقویم پارینہ ہوگئے ہین۔ اور دور کیون جائے خود ہندوستان مین جبکہ مرہٹونکی شورشون سے طوفان بے تمیزی برپا تھا اسوقت سیواجی کے کیرکٹر مین یہہ بات بڑی آب وتاب سے دکھائی جاتی ہے کہ اسکو عورتونکی عصمت کا ایسا پاس تھا کہ اُسنے کسی عورت کی ناک کٹوا کے پونہ سے شہر بدر کردیا تھا (ملاحظہ طلب رسالہ ہندوستان ماضی وحال) اسیطرح لٹیرون اور ٹھگونکے بہت سے قصے مشہور ہین جن سے عورتون کیطرف سے بے اعتباری ظاہر ہوتی ہے۔ غرضکہ وحشیانہ زندگی کا یہ لازمہ تھا کہ عورتونکی عصمت کے ذمہ دار بھی مرد ہی ہوا کرتے تھے یہانتک کہ رفتہ رفتہ عورتون کے تمام حقوق پر مردون کا دست تصرف دراز ہوتا گیا۔

بدویت کیحالت مین اس زمانے کی سوسایٹی کے لحاظ سے مردون کیلئے یہہ ضروری تھا کہ وہ دیادار بیبیون کے حفظ آبرو کا بندوبست کرین لیکن اب زمانہ حریت وآزادی مین اسکی مطلق ضرورت نہین ہے کہ یہہ بارگران بھی مردون ہی کے سر رہے عورتون کو اس ذلت ورسوائی سے آزاد کرنا چاہیے۔ اب جبکہ مرد وعورت ایک ہی پیمانہ پر آگئے ہین

وقت اسکا ہے کہ یغضضن من ابصارھن کے ساتھ ہی یغضضن من ابصارھم کی تعمیل ہونا چاہیے چنانچہ امریکہ مین عورتونکو معتدبہ آزادی حاصل ہے اور انگلستان مین مطالبہ حقوق کے ہنگامے عورتونکی کامل آزادی کا پیش خیمہ ہین اسیطرح ٹرکی مین کچھ دنون مشتبہ نقاب کی بندشون اور آزادی نسوان کے بارے مین جو سختیان ہورہی تھین وہ اب بہت کچھ اٹھ گئی ہین اور نہین رہین گی۔

ہندوستان مین بھی آجکل آزادی کی ہوائین ہر گوشے مین چل رہی ہین اور اسیوجہ سے یہان عورتونکو تعلیم دلانے کی شدید ضرورت محسوس ہورہی ہے تاکہ وہ خود اپنے نیک و بد کی تمیز کرسکین اور اُن مین (فرمی دل) یعنی ارادہ انسانی کے صحیح استعمال کی عادت ہوسکے لیکن اکثر افراد ذکور قدامت پرستی پر خود ایسے ڈٹے ہوے ہین کہ ہنوز ہندوستانی عورتونکی تعلیم کا ہی مسئلہ زیر بحث ہے اور یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تعلیم نسوان ہو بھی تو ایسی جو پرانے زمانے کے موافق ہو تاکہ زنان بازکی اولادون مین مہاتما بدھ کے ایسے لوگ پیدا ہوسکین۔ لیکن کوئی تاریخی ثبوت اسبات کا نہین ملتا ہے کہ رانی کونسلیا نے چار دیواری کے اندر بیٹھے بیٹھے ایسا اُجیالا پیدا کیا ہو بلکہ زیادہ تر جہان بان کیجائے تو یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ قدیم یونانی عورتین خدا کی بگوناگون حکمتونکے مطالعہ سے محروم نہین تھین اور زمانہ موجودہ مین بھی ہندو اور پارسی لیڈیز بی اے کی ڈگریان حاصل کرنے اور معزز مشاغل اختیار کرنے مین مردون کے پہلو بہ پہلو چل رہی ہین ع تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری۔

ایسی حالت مین ہمکو نہایت تعجب ہوتا ہے جب کسی آپ ٹو ڈیٹ اہل قلم کے یہ الفاظ نظر آتے ہین کہ عورتون اور مردونکی ترقی کے راستے مختلف ہونا چاہئے مین جبکہ دونونکی منزل مقصود ایک ہی ہے۔ کسی قوم مین جبتک کہ وہ ترقی یافتہ نہو جاے اپنی موجودہ اور آیندہ ضروریات کا احساس مشکل ہوتا ہے لیکن زمانے کی

روش کے خلاف جو صدائین بلند ہو رہی ہین انمین ایک ایسی نیرنگی ہے جسپر الٹی گنگا بہانے کی مثل صادق آتی ہے اسلئے ہم آخر مین زمانے کی رفتار کے متعلق مثنوی مولانا رومی کی چند ابیات نقل کر دینا کافی سمجھتے ہین وہو ہذا

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب ہرچہ نادر کتاب و در خطاب

دم مزن تا بشنوی زان سہ لقا الصلا اے پاکبازان الصلا

خود چہ جاے جذب و بیداری و خواب دم مزن واللہ اعلم بالصواب

شہزاد۔ از حیدرآباد دکن

ریویو

عورت کی صلاح کار

یعنی

مان کی مددگار اور بیوی کی نگہدار

یہ کتاب ڈاکٹر ایم ای سٹیلی صاحبہ انچارج لیڈی ایچیسن زنانہ ہسپتال لاہور نے انگریزی مین تصنیف کی اور مسٹر ایف آر سراج الدین صاحب (فورمین کرسچن کالج لاہور) نے اردو مین اسکا ترجمہ کیا۔ اسکے چار حصہ ہین۔ حصۂ اول مین حفظان صحت کے عام اصول پر بحث کیگئی ہے اور مکان۔ آب نوشیدنی غذا اور ورزش وغیرہ کے علاوہ بعض ایسی بیماریون کا ذکر کرکے جو نہایت عام ہیں بیان خیال کی جاتی ہین تیمارداری اور بیمار کے متعلق مفید مشورے دیئے گئے ہین۔ حصۂ دوئم مین عورتون کے بدنی عام بیماریون کی حقیقت اور اونکے علاج اور اعضاء تولید کی مفصل تشریح کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ اولاد نہ پیدا ہونیکے کیا اسباب ہوتے ہین اور اونکا علاج کیونکر ہو سکتا ہے۔ حصۂ سوئم مین حمل اور وضع حمل کی مفصل کیفیت۔ زمانہ حمل مین یا اوسکے بعد جو بیماریان لاحق ہوتی رہتی ہین اونکی تشریح اور علاج۔ وضع حمل کے نشانات اور اوسوقت جو جو احتیاطی تدابیر کرنا چاہئے ہین بیان کیگئی

کے ایام مین زچہ کی حالت اوسکی بیماریان اور علاج اور بچہ کے تلف ہوجانے کی صورتین بتا یا گیا ہے کہ کیا کیا کرنا چاہئے۔ حصہ چہارم مین بچہ کی پیدائش۔ دودھ کا انتظام اوسکی بدل غذا اوسکا رکھ رکھاؤ بچپن کی بیماریان۔ اونکے علاج۔ پرورش اور پرداخت کے متعلق ہدایات ہین اور خاص خاص امراض اور اونکے علاج اور گھر کے دواخانہ کے متعلق بحث کیگئی ہے۔ ان امور کے متعلق جسقدر شرح وبسط کے ساتھ اس کتاب مین تمام باتین لکھی گئی ہین اونکا فائدہ بیان سے باہر ہے ذی فضل مصنفہ نے کوشش کی ہے کہ یہ کتاب ہندوستان کی مستورات کی ضروریات کو پورا کرے اور ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہین کہ اس کوشش مین اون کو بہت کامیابی ہوئی ہے ایک بات البتہ ہمکو کھٹکتی ہے وہ یہ کہ جسقدر لوازمات حفظان صحت علاج اور بود وماند کے متعلق ہاسین بتائے گئے ہین اون پر عمل درآمد کرنا غریب کیا معنے متوسط الحال طبقہ کے لوگون کیلئے بھی دشوار ہے۔ خصوصاً جبکہ ہندوستان کی موجودہ معاشرتی اقتصادی حالت پر نظر کی جائے ہان خوش حال طبقۂ ملک کے لوگ اگر ان تمام قیمتی ہدایتون پر عمل کرین جو اس کتاب مین درج ہین تو کوئی وجہ نہین ہے کہ اوس طبقہ کی مستورات کی صحت پر نہایت عمدہ اثر نہ پڑے۔ اس کتاب کی مترجمہ سب سے زیادہ قابل تعریف ہیز کہ اونھون نے عورت ہوکر ایسا سلیس آسان اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ زبان اور محاورات کی بعض لغزشون سے قطع نظر کرکے یہ کہنا بیجا نہوگا کہ یہ کتاب ہندوستانی نسوانی قابلیت کا نہایت قابل قدر نمونہ ہے۔ اور جب ہم اس بات پر لحاظ کرین کہ اس ۵۵۳ صفحون کی مجلد کتاب کی قیمت صرف ۲ ہے تو اس کتاب کی وقعت ہماری نظرون مین دوبالا ہوجاتی ہے اور ہم ناظرین وناظرات الناظر سے اس کتاب کی خریداری کی سفارش کرنے پر مجبور ہوجاتے ہین یہ کتاب راے صاحب منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کے مطبع مفید عام واقع لاہور سے مل سکتی ہے

بی جی کی خوشی

یہ ایک چھوٹی تقطیع کے ۲۲ صفحون کا مولود شریف ہے جو مولوی نظام الدین حسن صاحب

نظامی مالک نظامی پریس واخبار ذوالقرنین بدایون کی بیگم صاحبہ نے خاص مستورات کیلئے ترتیب دیا ہے اور امہین نظامی پریس بدایون سے مل سکتا ہے مسلمانون کے لیے محفل میلاد نہایت ضروری چیز ہے اور جسقدر کتابین ذکر حضرت خیر الانام مین اس غرض سے لکھی گئی ہین کہ ان مبارک محفلون مین پڑھی جائین وہ اس زمانہ کے حق شناس اور تحقیق پسند لوگون کی نظرون مین زیادہ وقیع نہین سمجھی جاتین اور مستورات کی عقیدمندی اگرچہ آجتک اُن بوسیدہ کتابون کی وقعت مین کوئی کمی نہین ہونے دیتی لیکن تعلیم نسوان کی اشاعت نے اون کے دلون مین بھی ایک گونہ تحریک تلاش حق کی پیدا کردی ہے اور اس بات کی ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ ان محفلون مین پڑھنے کے لئے بہتر کتابین طیار ہون۔

ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ اس کتاب نے محسوس شدہ ضروریات کو پورا کردیا لیکن اسمین شک نہین کہ اسکی اشاعت نے ایک بنا قایم کردی ہے اور اسکی کامیابی زیادہ مفید تالیفات کی مقبولیت کا پیش خیمہ ہوگی۔

بیشتر حصہ اس کتاب کا نظم مین ہے جسمین بعض نہایت اچھی نعتیہ غزلین ہین اور حصۂ نثر مین ولادت جناب سرور کائنات صلعم کے مختصر حالات اور عورتون سے متعلق بعض احادیث کی مختصر تفسیر ہے اسکا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ عبارت آسان اور کم علم عورتون کی سمجھ مین آسکنے کے قابل ہو۔

ضرورت ہے

دو ایسے عیسائیون کی جو قرآن شریف۔ اُردو اور معمولی حساب کی تعلیم دے سکین اور ہر طرح کا سینے پرونے کا کام سکھا سکین کسی مدرسہ کی تعلیم یافتہ ہون تو اونھین ترجیح دی جائیگی۔ تنخواہ حسب قابلیت ملیگی۔ دیگر شرائط بذریعہ خط وکتابت طے ہو سکتی ہین۔

ف۔ بذریعہ دفتر الناظر۔ لکھنؤ

نظرے خوش گذرے

لسان العصر

ملک کا علم دوست طبقہ یکم جنوری سے "لسان العصر" کا انتظار کر رہا تھا۔ قاضی تلمذ حسین صاحب ایم۔ اے۔ ایم۔ آر۔ اے۔ اس۔ کا نام۔ بجاے خود پرچہ کی خوبی و وقعت۔ کے لیئے کافی ضمانت تھا۔ اور اسی امر نے ہماری نگاہ شوق مین ایک بیتابی پیدا کر رکھی تھی۔ لیکن بعض اتفاقی و ناگزیر اسباب کے باعث رسالہ کی اشاعت مین تعویق ہوگئی اور پہلا نمبر بجاے جنوری کے مارچ مین نکلا۔ اس نمبر کی ضخامت علاوہ سرورق اور اشتہارات کے ۱۲۱ صفحات کی ہے۔ ٹائٹل پیج (سرورق) نہایت خوشنما۔ لکھائی چھپائی۔ اوسط درجہ کی ہے۔

مضامین کے لحاظ سے رسالہ کے دو حصے ہین۔ حصۂ اول مین تاریخی۔ ادبی اور سیاسی مضامین ہوا کرینگے۔ اور حصۂ دوم مین دو باب ہین۔ پہلے باب مین ادب سادہ یعنی نظم فسانہ۔ مذاق۔ وغیرہ ہوگا۔ دوسرے باب کی فہرست مضامین مین ماہ گذشتہ کی خبرین واقعات پر رائین۔ تنقید کتب۔ اور خلاصۃ الرسایل شامل ہین۔ مضامین کی یہ ترتیب ہماری راے مین نہایت مناسب و مفید ہے۔ اور اگر کسی رسالہ مین قابل ایڈیٹر کے زیر اہتمام پابندی کیجاے۔ تو اسکی کامیابی و جامعیت مین کسکو کلام ہوسکتا ہے؟

مارچ نمبر مین ہماری نظر پہلے "گذارش اڈیٹر" پر پڑتی ہے جسمین نہایت تفصیل کے ساتھ رسالہ کے اغراض و مقاصد اور اسکی پالیسی بتائی گئی ہے۔ پالیٹکس کے متعلق اس پرچہ کی جو روش ہوگی۔ وہ ایڈیٹر کے الفاظ مین یہ ہے۔

اس پرچہ مین پولیٹکل مباحث ہون گے۔ مگر گورنمنٹ کی مخالفت اور مختلف قومون مین عناد پیدا کرنا اس پرچہ کا مقصد نہ ہوگا۔ اسکا پالیٹکس مختلف اقوام مین اتحاد کا پیدا کرنا۔ گورنمنٹ اور رعایا کے

درمیان سے غلط فہمیوں کا رفع کرنا اور معاملات ملکی پر اس طرز سے بحث کرنا جو پڑھنے والوں کے جوش کو نہیں بلکہ دماغ کو متوجہ کرے۔"

برخلاف اور اردو رسالوں کے۔ اس پرچہ کی پالیسی میں یہ امر بھی مدنظر رکھا گیا ہے کہ قلمی معاونین کی خدمت نقدی معاوضہ سے کیجائے تاکہ وہ "اپنے علمی مشاغل کے سبب فکر معاش سے فارغ البال ہو جائیں"۔

حصہ اول میں ایک مضمون زیر عنوان "تحقیقات عالم ارواح" انگلستان کے مشہور اہل قلم مسٹر اسٹیڈ کے ایک آرٹیکل کا ترجمہ ہے۔ مضمون کا ماحصل ایک دفتر قایم کرنے کی تجویز ہے جسکے ذریعہ سے مردوں اور زندوں میں نامہ و پیام کا سلسلہ قایم کیا جائے۔ مسٹر اسٹیڈ کا یہ مضمون یورپ کے اسپرچولسٹ (روح پرست) حلقہ میں بہت مقبولیت کی نظروں سے دیکھا گیا۔ ممکن ہے کہ ہمکو مضمون کے خیالات سے اتفاق نہ ہو۔ تاہم مضمون جس طرز سے لکھا گیا ہے وہ درحقیقت نہایت دلچسپ ہے۔ اور موافقین و مخالفین دونوں کے پڑھنے اور غور کرنے کے لایق ہے۔ اسی حصہ میں ایک عالمانہ مضمون ہمارے شہر کے قابل فخر پروفیسر مرزا محمد ہادی کے قلم سے "برہم مصریہ" کے متعلق شایع ہوا ہے جس میں انکی ساخت تاریخ نباتات طبیہ وغیرہ کا نہایت تحقیقانہ بیان ہے۔ لیکن سب سے زیادہ باعث مسرت یہ امر ہے کہ اس مضمون کے ضمن میں چند دینی مسایل درج ہیں وہ سب پروفیسر موصوف کے استخراج کئے ہوئے ہیں۔

ہمارے خیال میں سب سے زیادہ قابل اعتراض امر اس پرچہ میں نظم کا انتخاب ہے۔ حصۂ دوم کے گیارہ صفحات ریاض کے کلام کی نذر ہیں اس میں شبہ نہیں کہ ریاض موجودہ اردو شاعروں میں ایک اعلیٰ رتبہ رکھتے ہیں۔ وہ مستند زبان دان ہیں اور اُنکے کلام میں شوخی کو متانت کر بھری ہے۔ باایں ہمہ انکے کلام کا جو نمونہ لسان العصر میں درج ہے اُسکا بڑا حصہ اس قابل نہیں کہ ایک متین و مہذب پرچہ میں جگہ پائے ہم چاہتے تھے کہ یہاں چند شعار بطور تمثیل کے درج کریں لیکن اگرچہ تنقل کمکر نہ باشد تاہم مذاق سلیم اسکی بھی اجازت نہیں دیتا۔

عطر سخن کے کالم مین اردو کے مشہور گلدستون پیام یار۔ فصیح الملک۔ نیرنگ۔ وغیرہ سے چیدہ چیدہ اشعار درج ہین اور خلاصۃ الرسایل کے عنوان کے ذیل مین اردو کے تقریباً تمام سربرآوردہ رسالون مثلاً مخزن۔ زمانہ۔ الندوہ۔ البیان۔ الناظر۔ تنویر الشرق۔ ترقی اردو۔ معلی وغیرہ کے خاص خاص مضامین کا انتخاب شامل ہے۔ اور انگریزی رسالون مین سے ایسٹ اینڈ ویسٹ۔ ہندوستان ریویو۔ ماڈرن ریویو۔ انڈین ورلڈ کے بعض مضامین کا ترجمہ درج ہے۔

ایک خاص لایق تحسین امر جسکی ایجاد کے فخر کا سہرا لسان العصر کے سر ہے۔ یہ ہے کہ ملک کے مشہور ارباب قلم کے بعض مضامین انھین کے خط مین شایع ہوا کرینگے۔ بہ قول قاضی صاحب کے "مشاہیر کی تحریرین جو خود اُنکے ہاتھ کی لکھی ہوتی ہین ہر زبان کے خزانۂ ادب کے بیش بہا جواہر ہوتے ہین۔ اس بنا پر ان کو بجنسہ محفوظ رکھنا زبان کی بہت بڑی خدمت کرنا ہے"۔ اور ہمکو نہایت خوشی ہے کہ یہ خدمت لسان العصر نے اپنے ذمہ لی۔

الغرض بہ حیثیت مجموعی لسان العصر ہماری پوری عزت کا مستحق ہے اور ملک کے ہر تعلیم یافتہ شخص کے ہاتھ مین جانے کے لایق ہے اور ہمکو اس امر کے ظاہر کرنے مین کوئی تامل نہین کہ موجودہ اردو رسایل مین بہ استثناء الندوہ کے اور کوئی اس کی ہمسری نہین کرسکتا۔ رقیت سے سالانہ فی پرچہ ۸/

ملنے کا پتہ دفتر لسان العصر لکھنؤ

مشورہ

اس رسالہ کے نمبر ۵ مطبوعہ ۱۵۔ مارچ مین تعلیم نسوان کے متعلق گورنمنٹ کو ایک عجیب وغریب مشورہ دیا گیا ہے۔ کہ

جب انگریزی گورنمنٹ کی شایستگی بڑھانے والی تعلیم عورتون مین بھی بڑھ جائیگی تو جو حیثیت گورنمنٹ کو پیش آئیگی وہ بڑی سخت ہوگی۔ لہذا گورنمنٹ کا فرض ہے کہ تعلیم کو وہ خود لوگون کے ہاتھ پر رکھے

اور گورنمنٹ اس مین نہ کوئی مدد دے اور نہ ترغیب دے چہ کار سے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

پھر آگے چلکر تحریر فرمایا ہے کہ

آجکل کے زمانہ مین جبکہ لڑکون کی تعلیم زیر بحث ہے لڑکیون کی تعلیم کی جانب سے کچھ دنون تو بے پروائی کرنا ہی چاہئے۔ لڑکون نے کیا کم گل کھلائے ہین کہ لڑکیون کو بھی اس مین شریک کیا جائے اگر خدانخواستہ لڑکیان بھی ایسی ہی ہوگئین تو آفت ہے۔

دیکھنا چاہئے کہ گورنمنٹ اس مشورہ کی کیا قدر کرتی ہے۔ اسی پرچہ مین ایک مضمون ایک مسلمان گریجویٹ کے قلم سے "عرفان حق" پر ہے جس مین "لامذہب" کے اصول وعقاید بتلائے گئے ہین مگر معلوم ہوتا ہے کہ مضمون نگار کی معلومات زیادہ صحیح نہین اور انکی واقفیت کا ماخذ مذہبی فرقہ کی تصانیف ہین۔

زمانہ

شکر ہے کہ اب تعلیم یافتہ ہندؤن کو روز بروز نیچ قومون کی اصلاح کا خیال زیادہ ہوتا جاتا ہے چنانچہ کانپور کے مشہور اردو رسالہ زمانہ کے مارچ نمبر مین جو اپنی معمولی آب وتاب کے ساتھ شایع ہوا ہے راے بہادر لالہ بیج ناتھ کا ایک مضمون نیچ قومون کی اصلاح کے عنوان سے نکلا ہے جسمین راے صاحب موصوف نے تعلیم یافتہ ہندؤن کو شودرون کی اصلاح پر خاص توجہ دلائی ہے "آثار کرم" کے عنوان سے مولوی محمد عزیز مرزا صاحب کا ایک مضمون بھی اسی پرچہ مین شایع ہوا ہے جسمین اختصار مگر نہایت قابلیت کے ساتھ ہندوستان کی موجودہ پولیٹکل بیچینی پر نظر ڈالی گئی ہے اور پیرانار کرم کے انسداد کی تدابیر بتائی گئی ہین۔ مولوی صاحب موصوف کی راے مین حکمران قوم کی افراد کو محکومون کے ساتھ زیادہ میل جول بڑہانے کی ضرورت ہے وہ گورنمنٹ کو یہ صلاح بھی دیتے ہین کہ چونکہ اس قسم کے خیالات کا اثر طالبعلمی کے زمانہ مین نہایت قوی ہوتا ہے۔ اسلئے مدرسین کے تقرر مین نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ لیکن گورنمنٹ سے زیادہ رعایا کو ہی بغاوت کی روک تھام کرنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے مولوی صاحب تجویز کرتے ہین کہ ہر آباد مقام مین

انارکزم کے انسداد کے لیئے معزز باشندے کمیٹیان قایم کرین۔ اور جسوقت کسی مفسدانہ تحریک کی اطلاع ملے اسکی خبر گورنمنٹ کو کردین۔ ان کمیٹیون مین ہر قوم و ہر مذہب کے لوگون کو بلا تفریق شامل ہونا چاہئے جس سے ایک فایدہ یہہ بھی نکلیگا کہ ہندوستانی مختلف قومون مین اتحاد باہمی اور مشترکہ کام کی صلاحیت پیدا ہو گی۔ ارز صاحب کا مضمون جلال مرحوم کے متعلق پڑھنے کے قابل ہے۔ اور سید فضل الرحمن کے مضمون زیرعنوان و مدار ستارہ سے اردو دان پبلک کی معلومات پر روشنی کا اضافہ ہوگا۔ نظم کے حصہ مین پنڈت برج نرائن چکبست اور خان بہادر میر اکبر حسین کا کلام قابل دید ہے۔ حسرت موہانی اور سرور جہان آبادی کی نظمین بھی درج ہین۔ جان ہیوٹ۔ آنریبل مرزا عباس علی بیگ رہا شدہ جلا وطنان بنگال کی اور کئی تصاویر بھی شامل ہین۔ بہ حیثیت مجموعی یہہ نمبر زمانہ کی ممتاز حیثیت قائم کیے ہوے ہے۔

نیرنگ

اردو ادب کا ماہواری رسالہ جسمین علاوہ غزلیات مشاعرہ رامپور کے باہر کے معزز شعرا کی غزلین اور عمدہ مضامین مفید عام اردو شاعری کے متعلق نیز تاریخی واقعات اور علمی اور تنقیدی مباحث درج ہوتے ہین بظل عاطفت اعلی حضرت بندگان حضور پرنور خلد اللہ ملکہ و لبسر پرستی عالیجناب معلی القاب صاحبزادہ محمد مصطفے علیخان صاحب بہادر شہر پرائوٹ سکرٹری حضور پرنور دام اقبالہم و ملکہم نہایت آب و تاب کے ساتھ ۱۸-۲۲ تقطیع کے اعلی پیمانہ پر دارالسرور رامپور سے جو زمانہ سابق سے ابتک دارالعلوم اور شعرا رہا تازہ ماضی و حال کا مرکز رہا ہے شایع ہو کر ملک کے ہر قوم کا مقبول ہو رہا ہے باوجود ان سب خوبیوں کے قیمت صرف مبلغ محض ہے نمونہ کا پرچہ ۲ آنہ کے ٹکٹ آنے پر ذیل کے پتہ سے ملسکتا ہے۔

پتہ سعید اللہ خان عیش منیجر و پروپرائٹر مطبع سعیدی و نیرنگ ریاست رامپور

کارروائی آل انڈیا اردو کانفرنس بدایون

آل انڈیا اردو کانفرنس کا افتتاحی اجلاس نہایت اعلیٰ پیمانہ پر بمقام بدایون (۲۶-۲۷ مارچ سنہ ۱۹۳۶ء) زیر صدارت عالی جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے۔ دہلوی منعقد ہوا۔ دہلی۔ لکھنو۔ آگرہ۔ الہ آباد۔ بریلی۔ شاہجہان پور۔ رامپور علیگڈھ۔ مراد آباد۔ وغیرہ سے ڈیلیگیٹس کثیر تعداد مین شریک تھے۔

حسب ذیل کارروائی نہایت کامیابی سے ہوئی۔ ذیل کے رزولیوشن پاس ہوے:-

(۱) شیخ سید محمد صاحب ہوش پریسیڈنٹ سنبھلنگ کمیٹی نے مہمانونکا خیر مقدم کیا۔

(۲) مسٹر ایم عربی صاحب ایم اے بیرسٹرایٹ لا کی تحریک پر مولوی صاحب کرسی صدارت پر رونق افروز ہوے۔ اور نہایت پرزور پریسیڈنشل ایڈریس فرمایا۔

(۳) مولوی امیر احمد صاحب جنرل سکریٹری نے اپنی رپورٹ پڑھی۔

(۴) منشی حسن افضل صاحب بدر کا پیش کردہ نہایت ضروری واہم رزولیوشن تالیف صرف نحو اردو کے متعلق باتفاق منظور ہوا۔

(۵) منشی ضیا محمد صاحب مختار کی تحریک پر ہز ہائنس آغا خان کی حمایت اردو پر شکریہ کیا گیا۔

(۶) منشی نظام الدین صاحب ایڈیٹر ذوالقرنین کی تحریک سے تجویز ہوا کہ الہ آباد یونیورسٹی سے درخواست کیجاے کہ اردو امتحانات آرٹس مین شامل کیجاے۔

(۷) منشی اقبال احمد صاحب کی تحریک پر تجویز ہوا کہ جن ریاستی مکاتب مین صرف قرآن خوانی رہ گئی ہے اونمین اردو کی ترویج بھی کیجاے۔

(۸) منشی ضیا محمد صاحب کی تحریک پر حاضرین جلسہ نے ممبری منظور کی۔

(۹) قاضی غلام امیر صاحب مختار کی تحریک پر باتفاق ایک لائبریری کا کھولا جانا منظور کیا گیا۔

(۱۰) منشی حسن افضل صاحب بدر کی تحریک پر تجویز ہوا کہ اردو کی حامی انجمنون سے خواہش کیجاے کہ وہ اپنی اپنی کارروائیون سے کانفرنس والونکو مطلع کرتی رہین۔

(۱۱) منشی بسنت راے صاحب ملک کی تحریک پر اردو شارٹ ہینڈ کی ترویج مین سعی کیا

جانا تجویز ہوا۔

(۱۲) انضباط قواعد وضوابط کیواسطے چند حضرات کی ایک سلیکٹ کمیٹی منتخب ہوئی۔

(۱۳) منشی حسن افضل صاحب بدر کی تحریک پر حضرت جلال لکھنوی و شمس العلما آزاد دہلوی کے انتقال پر اظہار تاسف تجویز ہوا۔

۲۵-۳۰ نظمیں اور اسکیمیں اردو پر مختلف حضرات نے پڑھیں جنکا ذکر مفصل رپورٹ مین ہوگا۔ باہر سے آئی ہوئی تحریکات و مضامین بھی جلسہ مین پیش کئے اور پڑھے گئے۔

امیر احمد جنرل سکریٹری

ایک بین اسلامی کام

مین ۱۹۱۱ء کی آیندہ کو یورپ کی سیاحت پر روانہ ہوتا ہون۔ اور چاہتا ہون کہ وہان کچھ بین اسلامک کام کرون مین نہایت ممنون ہونگا اگر تمام اسلامی انجمنین کلب لیگ اور اخبارات و رسالجات خواہ سنت وجماعت کے ہون یا شیعہ یا کسی اور فرقہ کے خواہ مذہبی مقصد سے ہون یا پولیٹکل سوشیل یا کسی اور مقصد سے جسٹری ہوئی ہون یا غیر جسٹری شدہ اپنا پتہ اور اپنے مقاصد مجھے تحریر کرینگے۔ میری غرض یہ ہے کہ مین تمہا سوشیل سوسائیٹی کی طرح ایک عام اسلامی انجمن قایم کرکے اسکی شاخین تمام دنیا مین پھیلاؤن۔ اس عام انجمن کا مرکز لندن ہوگا یا کوئی اور۔ تمام اجو تمام اسلامی انجمنین و اخبارات پسند کرین و دنیا کے تمام اسلامی اخبارات و انجمنین مشورہ مین شریک کی جاوینگی اور صدر انجمن کے قواعد وضوابط انھین کی صلاح سے بنینگے۔

میرا ارادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر مالمتون اور روسا و معمول حضرات نے مدد دی تو ایک بین اسلامک اخبار پانچ زبانون مین یعنی عربی فارسی ترکی اور اردو و انگریزی یا فرنچ مین جاری کرون اور تمام اسلامی انجمنون و اخبارات وغیرہ کی ایک ڈائرکٹری تیار کرون مجھے اُمید ہے اور اخبارات و رسالجات بھی ان سطور کو جگہ دینگے۔ مین اور ممالک مین بھی انکو شایع کرونگا۔

میرا پتہ:- مئی تک بتوسط جناب وزیر صاحب ریاست کشمیر سری نگر رہیگا بعد کو معرفت

طامس کک اینڈ سن لڈگیٹ سرکس لندن

Thos Cook & Son
Ludgate Circus, London.

خادم اسلام مشیر حسین قدوائی بیرسٹرایٹ لا لکھنو

روغن کیمیا

دماغی محنت کرنے والون کیلئے خاص طور پر طیار کیا گیا

ضعف دماغ وبصارت کیلئے اکسیر اور دردسر کو زائل کرنیوالا ہے۔ اسکی مضاولت بالون کو بڑھاتی اور اون کی سیاہی قایم رکھتی ہے۔ یہہ نہایت سادہ اور قدرتی اجزا سے طیار ہوتا ہے اور کسی قسم کی خوشبو وغیرہ اسمین نہین دیگئی ہے تاکہ استعمال کرنیوالون پر یہہ امر بخوبی روشن ہوجاے کہ ہم اشتہاری دھوکہ بازی سے کام نہین لیتے۔ شک است کہ خود ببوید سہ ایک بار منگاکر تجربہ کیجئے امید کہ آپ پسند فرمائینگے۔ قیمت مین یہہ عمدہ خوشبودار روغنیات سے زیادہ نہین اور منافع مین وہ اسکا مقابلہ نہین کرسکتے۔ فی آنار للعہ ر ایک شیشی (۔ تار اعہ محصول ڈاک وپیکنگ ولیو ذمہ خریدار

المشتہر

دفتر رسالہ الناظر۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ

تاریخ تمدن

بکل کی ہسٹری آف سویلیزیشن کے ایک حصہ کا ترجمہ۔ حسب فرمایش انجمن ترقی اردو۔ مرحوم منشی محمد احمد علی۔ بی اے۔ ایل ایل بی کی اعلیٰ قابلیت کا نمونہ

اعلیٰ قسم کے کاغذ پر اور مجلد نسخہ کی قیمت	عہ ر	
اوسط درجہ " " "	عہ ر	محصول ڈاک خریدار
" غیر مجلد	عہ ر	

شامد خان کمیشن ایجنٹ امین آباد لکھنؤ یا دفتر رسالہ الناظر لکھنؤ سے طلب فرمایئے

شاد ملیس کمپنی مالکان کارخانہ کوئلہ بنگال

ہمارا پتھر کا کوئلہ نہایت اعلیٰ قسم کا ہو تمام ریلوے کمپنیان خریدتی ہیں۔

اسٹیم کول (کارخانون اور ریلوے کیواسطے)
کوک سخت (ڈھلائی کے کام کے واسطے)
کوک نرم (گھرمین جلانے اور کھانا پکانیکیواسطے)
کوئلہ کا چورہ (اینٹ اور چونے کے بھٹے کیواسطے)

ہر قسم کا کوئلہ نہایت کفایت سے ملسکتا ہے۔ نمونہ طلب کیجئے اور نرخ طلب فرمائیے۔

موٹر کار کیلئے پٹرول (تیل) اس کارخانہ سے بوھکر سستا اور بکفایت آپکو کہین نہین ملے گا۔

فرمایش پتہ ذیل سے آنی چاہئے

ایجنٹ شاد ملیس کمپنی نمبر ۱۱۳ سول لائنز آگرہ

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین

باٹلیوالا بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجئے قیمت عدد بہنہ کیلئے **باٹلیوالا** کا کارل بہترین دوا ہے قیمت عدد **باٹلیوالا** کا خضاب جس مین نے اضافے ہوئے ہین۔ بھورے بالون کو اپنی قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت ہے **باٹلیوالا** کی مقوی گولیان اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتا ہے قیمت عدد

باٹلیوالا کا **سفوف** دندان دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے۔ مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا مین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ۴ھ

باٹلیوالا کا کیڑے ونکا مرہم آپکین مین اچھا کردیتا ہے قیمت ۴ھ یہ دوا ہر جگہ ملتی ہے اور شہر سے بھی ملتی ہین۔

ڈاکٹر ایچ ایل **باٹلیوالا** دارلیبوریٹری دادر بمبئی

اسرار رنگون

مصنفہ "داؤد"

برہما کے دار الخلافہ مین مختلف اقوام کے باہمی میل جول کی اصلی تصویر۔ وہان کے باشندون کی اخلاقی حالت کا صحیح مرقعہ اور عشق و محبت کے واقعی حالات اس ناول مین بیان ہوئے ہین سچے واقعات کی اصلی کیفیت اور ناول کے تمام شخصیات متعلقہ کی جیتی جاگتی تصویرین پیش نظر آجاتی ہین چونکہ سلسلۂ واقعات ختم نہین ہوا اس لئے صرف ابتک کے واقعات اس حصہ مین تحریر ہوے ہین مگر کوشش یہہ کیگئی ہے کہ ایک مکمل داستان کی حیثیت قائم رہے تاکہ اس حصہ کے پڑھنے والے پورا لطف اوٹھا سکین حجم ۱۷۶ صفحہ کاغذ اور چھپائی دیدہ زیب اوسپر قیمت صرف عدد (محصول ڈاک وخرچۂ ویلیو ذمہ خریدار)

شائقین درخواست خریداری بھیجنے مین جلدی کرین ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا ہوگا۔

دفتر الناظر۔ لکھنؤ سے طلب فرمائیے

رسالہ زمانہ کانپور

مضامین کی عمدگی۔ مجلد کی نفاست و تصاویر کی کثرت۔ چھپائی کاغذ وغیرہ کی نفاست غرض سب طرح سے اردو کا بہترین رسالہ ہے۔ تمام اہل الرائے اصحاب کی یہ متفقہ رائے ہے۔ ٹھیک ہر ماہ کے آخر میں زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوتا ہے۔

۱۷۔ تصاویر } فہرست مارچ سنہ ۱۹۱۰ء { ۹۲ صفحات

تصاویر۔ شواجی اور رامداس۔ حضور لاٹ صاحب ممالک متحدہ آنریبل مرزا عباس علی بیگ۔ آنریبل مہاراجہ بیلی۔ لالہ برکشن لال بالو سوہنی مکمار۔ کرشن کمار۔ ایڈمنڈ بیلی سیارہ بیلی وغیرہ وغیرہ

۲ پنج قومیں۔ [illegible]

۳۔ [illegible]

۴۔ [illegible]

۵۔ روس کے قیدی۔ [illegible]

۶۔ لالہ برکشن لال۔ [illegible]

۷۔ گناہ کا آئن کنڈ [illegible]

۸۔ نمائش پنجاب۔ [illegible]

۹۔ شواجی اور رامداس۔ [illegible]

۱۰۔ کلام اکبر۔ [illegible]

۱۱۔ کلام چکبست۔ پنڈت برج نرائن صاحب چکبست۔

۱۲ دل بیقرار۔ از حضرت سرور جہان آبادی۔

۱۳۔ کلام حسرت۔ مولینا حسرت موہانی ایڈیٹر اردوئے معلی۔

۱۴۔ مرقع واقعات۔

گذشتہ نمبر کوئی نہیں بچے۔ یہ لاجواب نمبر بھی جلد ختم ہونے والا ہے۔ پھر یہ سلسلہ موتیوں کے مول بھی نہ ملیگا۔ شائقین درخواست خریداری بنام منیجر۔ زمانہ کانپور۔ جلد بھیجیں۔

قیمت ہے سالانہ نمونہ ۶ر قطع دوم ۳ تصویر ۱۴ر

فرمایش کیوقت الناظر کا حوالہ ضرور دیا جاوے

رجسٹری شدہ

ڈاکٹر لالور

نشان تجارت

کا

فاسفوڈائن

دماغی کمزوری خالج لکھوا بی۔ ڈراونے خواب دیکھنا۔ قویٰ کا قبل از وقت انحطاط اور نظام جسمانی کی وہ تمام بدنظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہو جانے سے لاحق ہوں۔ ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج مین اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم رکھی ہے۔

فاسفورس کے اوس مرکب سے عیسی کمزوری اور اسی ذیل کی دوسری بیماریون مین فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہو جاتے ہین۔

اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہے عصبی و دماغی قوتون مین زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے لبین عادت کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے یا ضعف مین تواتر آجاتی جو کمزوری دفع ہو جاتی ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ پھر جاتا ہے لب سرخ آنکھین روشن اور جلد بشاش اور صحتمند ہو جاتی ہے۔ بالوتین مضبوطی آجاتی ہے۔

خبردار

"فاسفوڈائن" کا نام قانون ٹریڈ مارک کے مطابق محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اسلئے اسکی نقل رنگ مین یا کسی دوسرے حیثیت سے فروخت کرنیوالون کی عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم اور نام کی تمام دواؤن سے یہ دوا کے تمام خصوصون سے ممیز ہے۔ جسکو کلکتہ کی نمائش واقع ۱۸۸۳ء مین اعلی سند ملی تھی۔

بیماریون کی ہزارون شہادتون سے یہ عالمگیر فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ سائنس کی تحقیقاتی دنیا مین فاسفورس کے کسی دوسرے کیمیکل کو ایسی ثنا وصفت اور مزایا کی قدردانی نصیب نہین ہوئی

ہندوستان بھر کے دواخانے اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (خورد) سے (کلان) پر فروخت کرتے ہین۔

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" واقع ہیمپ اسٹیڈ۔ لنڈن انگلستان

مین بنایا جاتا ہے۔

درمطبع گلشن فیض واقع مولوی گنج لکھنؤ باہتمام واجد حسین عرف مان سبع طابع

جامعیت جہان نمائے ہر صفحہ درین ۱۳ ۲۷

الناظر

سنہ ۱۹۱۰ء

نمبر ۱۲ | یکم جون سنہ ۱۹۱۰ عیسوی | قیمت سالانہ للمعہ

فہرست مضامین

العالم المتفرقہ		صفحہ
ماثر الاعاظم	مولوی عبدالحق بی اے	۱
رباعیات	سید محمد نوح شہیر	۱۳
انکار مولفہ مولانا شبلی پر تنقیدی نظر نمبر (۳)	ایک طالب علم	۱۵
خون تمنا (نظم)	ملک محی الدین احمد قمر	۳۳
سوالات علمیہ کے جوابات	شیخ عبدالحکیم بسمل	۳۵
جزیہ اور خراج	ع - ر - اثر علوی	۴۰
ہندوستان مغلوں کی آمد کے وقت	عبدالرحمن ادیب بی اے	۴۳
غزلیات	میر ولایت فرزند میر وحید دکنی سید علی حیدر طباطبائی نظم	۴۶
لیڈی ہیملٹن	سید امین الحسن رضوی مسکل	۴۷
نمبر (۲)	سید نظام الدین شاہ دلگیر	۴۹
ام عمارہ	حافظ محمد اسلم جیراجپوری	۵۳
ریویو		۶۲
"احوال واقعی"		۶۴

اڈیٹران

وصی الحسن علوی بی اے ایل ایل بی ۔ ظفر الملک علوی

پروپرائٹر و مالک جناب منشی سخاوت علی صاحب علوی سکریٹری فلاور ملز لکھنؤ

دفتر رسالہ الناظر - فلاور ملز لکھنؤ سے شائع ہوا

فی پرچہ

اطلاع - جن صاحب کو پرچہ میسنجی انجمن کی ممبری میں نہ بھیجا جائے وہ دفتر میں اطلاع دیں ۔ ظفر الملک علوی -

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہے۔ اسلئے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے تندرستی اور زندگی کے لئے ہوا کے بعد پانی کا رتبہ ہے۔

ہمارے کارخانہ مین اسٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق مودکمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز

حضرت گنج لکھنؤ

الناس باللباس

مثل مشہور ہے "ایک نو آدمی ہزار نو پیرا" اور ہمارے کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پیراک کی خدمت ۱۹۰۶ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے مگر فرمایش کی دیر ہے جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ زنانہ۔ ولایتی ہندوستانی کسی طرز فیشن یا وضع کی ہم نہایت سفائی اور خوبی کے ساتھ تیار کر دینگے آزمایش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے پیمایش کا فارم اور کپڑوں کے نمونے طلب فرمائیے۔

قطب الدین ٹیکنیک پروپرائیٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق — سامان صد ہزار نمکدان کئے ہوے

دی فونوا کمپنیج۔ لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

پاتھی فون گراموفون راماگراف اوڈین نکا چیمبر آپرا

کچھ درد ہے سطروں کی لے مین — کچھ سوز بھرا ہوا ہے سر مین

لوگوں کی دلچسپی اور فرحت کے خریدار و گاہکوں کی آسانی کیلئے خوش گلو یونکے تین ہزار دو سو مختلف گانوں سے بہتر سے ریکارڈ دو لکھا انتخاب لکھنؤ مین صرف ایک ہی مرکز ہے جہان فونوگرافی کے بندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ مل سکتے ہین ہر ساخت کی مشینون اور ریکارڈ دوڑانا سوا نہ اور جانچ اسی پر آزادی سے ہو سکتی ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی ترقی مین نہایت تیزی سے مصروف ہین اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے خریداروں سے پہلے ہماری دوکانکی نمائش گاہ مین تشریف لاکر جہاز مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید اشائل کی مشین اور رنگ برنگ کے خوشنما فلاور ہارن ملاحظہ فرمائے ضروری سامان متعلقہ آکٹک مشین ہارمونیم پیانو۔ ہیمل ٹرنگ کیس لائٹ لیپ کیش کیس جاپانی نئی نیگ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر وغیرہ بھی فروخت ہوتے ہین۔

منیجر دی فونوا کمپنیج

فرمایش بوقت ملاحظہ کا حوالہ ضرور دیا جاے۔

منیجر عالم برادرس کی طرف سے ہر عالم دوست کی خدمت مین ہدیہ پیش کیا جاتا ہے کہ اپنے دوستون کی کتابون کے تحفہ کا کام چھپ سکتا ہے ہر قسم کی کتابون کے چھاپنے کا ٹھیکہ لیتے ہین۔ ہر قسم کی کتابون کی جلد بندی کا کام بہت عمدہ اور صاف کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی کتابون کی خرید و فروخت کا کام بھی

(الناظر)

العالم متغیر

علم منطق کا یہہ ابتدائی کلیہ اپنی ہمہ گیری کی نوعیت کی لحاظ سے جس قدر جامع اور مہتم باشان ہے اوسی قدر اپنی گوناگون نیرنگیون کے خیال سے دلچسپ اور ہنگامہ خیز ہے۔ کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی موجودات سے لیکر بڑے بڑے اجرام سماوی تک اس کلیہ کی پابندی سے آزاد نہین اور ہنگامہ طلبی کی یہہ کیفیت ہے کہ ہر تغیر ایک دوسرے تغیر کا پیش خیمہ اور گذشتہ زمانہ کی یادگار ہے تغیرات کی یہی سلک مسلسل نسخہ اقوانین فطرت کی شیرازہ بند اور نظام عالم کی پائدار بنیادون کے ثبات و قیام کا ذریعہ ہے اور تسلسل کا یہہ عالم ہے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹون مین سے ایک لمحہ بھی ایسا نہین گذرتا جو کائنات کی تمام ہستیون پر کسی نہ کسی طرح کا عمل تغیر نہ واقع ہوتا ہو سطح زمین کے وسیع میدانون پہاڑ۔ سبزہ زار اور دریا سے لیکر شجر۔ حجر اور حیوان تک اور فضاے آسمان کی بسیط حد نظر پر آفتاب ماہتاب اور دوازدہ کواکب سے لیکر ثوابت گلدستہ عقود ثریا اور شہاب ثاقب تک تغیرات کے وہ وہ پہلو ظاہر کرتے ہین کہ اونکے خیال سے انسان دریاے حیرت مین غرق ہو جاتا ہے۔

موجودات عالم کے ان تغیرات مین کمی و بیشی کے لحاظ سے ایک گونہ نسبت بھی پائی جاتی ہے اور ساتھہ ہی اوسکے ہر تغیر سے ایک ہی وقت مین مفید و مضر نتایج کا وابستہ ہونا ایک ایسی غیر معمولی مگر باقاعدہ ترتیب ہے کہ ہر واقف راز اعجاب اور تحیر کے عالم مین محو ہو کر قوانین فطرت کی استواری اور خوش نظمی کا دل و جان سے والہ و شیدا بنجاتا ہے روزمرہ کے مشاہدات اس بات کے شاہد ہو سکتے ہین کہ ہر تغیر مین کوئی نہ کوئی فایدہ اور ساتھہ ہی کوئی نہ کوئی نقصان ضرور مضمر ہوتا ہے اور تغیرات مین نسبتاً کمی یا بیشی ایک ایسا بدیہی امر ہے کہ قلیل

کے علوم متعارفہ کی طرح ثبوت کا محتاج نہیں۔ دنیا میں جب کوئی واقعہ پیش آتا ہے تو اوسکے متعلق طرح طرح کی موشگافیاں ہونے لگتی ہیں۔ ایک کے لیے اگر موجب حسنات و برکات ہے تو دوسرے کے لیے وہی باعث ہلاکت و بربادی ہوجاتا ہے ایک کی امیدوں کا لہلہاتا باغ تروتازہ ہوجاتا ہے تو دوسرے کے حسرت زار میں برق خرمن شعلہ فشاں ہوجاتی ہے۔ انبساط و شادمانی کی عطر بیز لپیٹوں سے ایک کا مشام جان معطر ہے تو دوسرا رسوائی اور ذلت کے قہر آگین دوزخ کا کندہ بن جاتا ہے۔ غرض ذرا سا تغیر مختصر سی تبدیلی ایک کو بہشت کی بے پایاں اور دائمی مسرت کا حرعہ نوش بناتی اور دوسرے کو دوزخ کی لامتناہی مصیبت کا جام زہر پلاتی ہے۔ پھر آئے دن ایسے واقعات ہی پیش آتے رہتے ہیں جو نفع و نقصان کے برابر برابر پہلو ظاہر کرکے ایسی مساوات اور ہمورزنی کی بنا ڈالتے ہیں کہ نفع کی تریاق کے سامنے ضرر کا خنظل کارگر نہیں ہوتا یا مضرت کے خارستان میں منافع کی کلی کھل جاتی ہے۔

غمزہ و عربدہ و ناز چو یکجا شدند
شوق عاشق کش و بیداد گری پیدا شد

منجمین اور جوتشی خصوصاً اور دنیا کی دوسری فطرت عموماً اس عقیدے کی ماننے والی معلوم ہوئی ہے کہ سطح زمین اور فضائے آسمان کے درمیان میں ترتیب اور تعلق قائم ہے کہ جب کبھی آسمان کی وسیع مملکت میں کوئی تبدیلی ظاہر ہوتی ہے تو اوس سے صفحۂ زمین کی موجودات بھی اثر پذیر ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ نظام فلکی کے ہر تغیر کے ساتھ زمین کے بسنے والوں کی اچھائی برائی کو یہ لوگ وابستہ کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ آفتاب کے نمود میں جو تغیرات ہیں اون سے ہماری کھیتی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ ماہتاب کے

افق پر نمودار ہوتے ہی سمندر مین تموج شروع ہو جاتا ہی۔ زہرہ اور عطارد کی سیاحت بہت سے لوگون کی خوش نصیبی اور نیک بختی کی ذمہ دار سمجھی جاتی ہی اور مریخ و زحل کی گردش تو ایک عالم مین مشہور ہے۔

اسی قسم کی تغییرات مین سے ایک عظیم الشان (لمحاظ نتایج) تغیر[۱] ہملی کے دمدار ستارے سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ تغیر کیا ہے؟ ہز مجسٹی ایڈورڈ ہفتم

[۱] ایڈمنڈ ہملی انگلستان کا مشہور ماہر علم ہیئت اور فن ریاضی کا متبحر عالم سنہ ۱۶۵۶ء مین لندن کے قریب مقام ہیڈرسن پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۴۲ء مین مقام آکسفورڈ مین وفات ہوا۔ پہلے سینٹ پال سکول مین تعلیم پائی بعد ازان کوئنس کالج آکسفورڈ مین داخل ہوا جہان علوم ریاضی کے کتب خانہ مین اوسکو رسد رجہ انہماک رہا کہ سنہ ۱۶۷۶ء مین بنی عمر ہی کے زمانہ مین اوسنے آفتاب کے دخول کے متعلق اپنے مشاہدات شایع کئے جس سے محور آفتاب کی حرکت کا حساب معلوم ہو گیا۔

دو سال بعد سینٹ ہیلینا جہان اوسنے ۳۰ ستارون کا محل وقوع دریافت کر کے جونی مائیکو کا لقب حاصل کیا۔ انگلستان واپس آکر وسکو ایم اے کی ڈگری لی اور رائل سوسائٹی کا فیلو (رکن اعزازی) مقرر ہوا اور علمی کی اس جماعت کی طرف سے مدرن غرض دوان ترک بھیجا گیا کہ رابرٹ ہوک اور جان ہیوملیس کے درمیان اس مسئلہ کا فیصلہ کرے کہ بیتی تحقیقاتون کے لئے کس دوربین کا استعمال مناسب ہو گا۔

سنہ ۱۶۸۲ء مین ہوسنے یورپ کا سفر کیا اور کیلے کے راستہ مین سب سے پہلے لوس دمدار ستارہ کا مشاہدہ کیا جو دسمبر کے نام سے مشہور رہے۔ یہ وہی ستارہ جسم ہی جو سنہ ۱۶۳۲ء مین دوبارہ اس کرہ مین نمودار ہوا اور وسط اکتوبر مین اسقدر روشن ہو گیا تھا کہ بغیر دوربین کی مدد کے دیکھا جا سکتا تھا۔ اس سفر سے واپس آکر وہ سیارون کی حرکت کی طرف متوجہ ہوا اور اسی تحقیقات کے سلسلہ مین انگلستان کے نامور ریاضی دان نیوٹن سے شناسائی ہوئی جسنے بعد مین اپنی کتاب پرنسپا کی اشاعت اوسکے سپرد کی۔

سنہ ۱۶۸۴ء مین قطب نما کے تغیرات کا اصلی سبب دریافت کرنے کے لئے ایک جہاز کا افسر مقرر ہو کر بحر مغربی کے سفر پر بھیجا گیا لیکن جازیون کی بغاوت کی وجہ سے اوسکو جلد واپس آنا پڑا دوسرے سال وہ پھر نکلا اور جنوب مین جہان تک برف نے اجازت دی چلا گیا اور اپنے مشاہدات کے نتایج ایک عالم نقشہ کے ساتھ شایع کئے اسی کے بعد وہ انگلش چینل مین دو جزر کا رخ

شہنشاہ ہندوستان کی اچانک۔ افسوسناک اور الم انگیز وفات جسنے حلقہ بگوشان مملکت برطانیہ کی کثیر تعداد کے علاوہ تقریباً تمام روے زمین کے باشندون کے خانہ ہاے دلکو حزن و ملال سے پر کرکے صورت ماتم بنا دیا اور مشرق اقصیٰ کی عظیم الشان سلطنت کے مہذب باشندون سے لیکر افریقہ اور سرحد ہندوستان کے وحشی لوگون تک کو غم والم سے چور کرکے سراپا رنج و افسوس کر دیا ہے۔

مگر اس رنج وغم کے تاریک بادل سے مسرت و شادمانی کی بجلی نے چمک کر یہہ اعلان کیا کہ بادشاہ جمجاہ جارج پنجم نے سلطنت برطانیہ عظمیٰ کی عنان حکومت اپنے مبارک ہاتھون مین لیکر اپنی سوگوار رعایا کی کشت امید کو سرسبز کرکے خوشی و انبساط کے دروازے اونکے لئے کھولدیئے اور دنیا کے ماتم کدہ کو اس بہجت و سرور پیدا کرنیوالی خبر سے خرم و شاد بنا کر گہوارۂ عشرت بنا دیا۔

پس رنج وغم۔ مسرت و شادمانی میزان قدرت کے دو برابر پلے اگر کہے جائین تو بیجا نہوگا۔

زرنج و راحت گیتی مرنجان دل مشو خرم
کہ آئین جہان گاہے چنین گاہے چنان

دنیا کرنے اور اسکا نقشہ بنانے کیلئے تعینات ہوا۔ اس کام سے فراغت پاکر شاہی حکم سے دریاے سمل ڈیلٹا کی پیمائش کرنے گیا۔

۱۹۰۳ء مین اکسفورڈ مین ریاضی کا پروفیسر مقرر ہوا۔ ۱۹۰۹ء مین مدارہاے سیارگی متعلق اپنی بیش بہا تحقیقات شائع کی اور ۱۹۱۰ء مین رائل سوسائٹی کا سکریٹری مقرر ہوا۔ ۱۹۱۱ء مین فیلم اسٹیڈی کی جگہ شاہی نجم مقرر ہوا اور در بقیۃ العمر اسی کام مین نہایت سرگرمی اور جفاکشی کے ساتھ مصروف رہا خصوصاً ماہتاب کی حرکت کی تحقیقات کو تابہ اختتام پہونچانے مین اونہنے خاص سعی کی۔

النظر

نمبر ۱۲ یکم جون سنہ ۱۹۱۰ء

مقدمہ مآثر الکرام

حسان الہند مولانا غلام علی آزاد[1] بلگرامی اُن علماے ہند مین ہین جنکا نام اس ملک مین ہمیشہ یاد رہیگا۔ وہ صرف مُلّا ہی نہ تھے بلکہ ادیب وشاعر مورخ ومحقق بھی تھے اور اُن کی تالیفات[2] وتصنیفات خود اس امر کی شاہد ہین۔ اس مین کچھ شک نہین کہ ہندوستان کے عہد اسلامی مین ایسی ایسی تاریخین لکھی گئی ہین جنکی نظیر فارسی زبان مین نہین ملتی لیکن مغلیہ سلطنت کے انحطاط کے ساتھ صحیح فن تاریخ نویسی مین انحطاط شروع ہوگیا تھا۔ البتہ مولانا غلام علی آزاد نے اس فن کی لاج رکھ لی اور آخر وقت مین بھی ذوق صحیح کی داد دی۔ ان کی تصانیف زیادہ تر فن تاریخ کی اُس شاخ کے متعلق ہین جسے فن اسماے الرجال کہتے ہین خود آزاد نے اس بات[3] پر فخر ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان مین پہلے وہی ہین جنھون نے اس فن پر قلم اٹھایا ہے اگرچہ ان سے پہلے صاحب تاریخ الخامی — ملا عبد القادر بدایونی اور علامہ ابو الفضل اپنی اپنی تاریخون مین اپنے اپنے عہد کے امرا و علما وکملا کے حالات لکھ چکے ہین۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مولانا آزاد نے اس مین خاص اہتمام کیا ہے۔ اور اس فن کیطرف

[1] تاریخ ولادت ۲۵ صفر سنہ ۱۱۱۶ ہجری تاریخ وفات سنہ ۱۲۰۰ ہجری [2] دیباچہ از سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان وکرمفارست بزرگان سلف وخلف باین جا وجہد نبستہ۔ [3] دیکھو دیباچہ کتاب۔

خاص توجہ کی ہے اُن لوگون نے اپنے عہد کے مشاہیر کے حالات اپنی تاریخون کے ضمیمہ کے طور پر لکھے تھے۔ آزاد نے اسے الگ فن قرار دیکر مختلف رسالے لکھے ہین[1]۔

مآثر الکرام۔ جو اب پہلی بار مولوی عبد الحق خان کی سعی سے طبع ہوئی ہے اسی فن کے متعلق ہے۔ یہ کتاب عموماً ہندوستان اور خصوصاً فقرا و علماے بلگرام کے حالات مین ہے آزاد نے اس کتاب کی تالیف سے نہ صرف اپنے وطن کا حق ادا کیا بلکہ فن رجال مین ایک قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ بلگرام ایک مردم خیز بستی ہے اور اس معدن علم و فضل سے ایسے ایسے بے بہا لعل نکلے ہین جنکے نام اس سرزمین مین ہمیشہ روشن رہینگے اور خوشی کی بات ہے کہ یہ فضیلت اسے اسوقت تک حاصل ہے یون بھی قصبات اور شہرون کی حالت مین بہت تفاوت ہے۔ آب ہوا کی خوبی اور صفائی اخلاق کی سادگی و بے ریائی تکلفات اور تصنع سے بری اور مسابقہ اور منافسہ کی کشمکش سے محفوظ ہونا مسلک کی پختگی یہ اور بعض اور وجوہ ایسے ہین جنکے سبب اہل قصبات کے جسم و دماغ اہل شہر کی نسبت زیادہ صحیح ہوتے ہین۔ اگرچہ شہر کی ترغیبات ان مین سے اکثر کو اسی سندی مین کھینچ لے جاتی ہین جہان چند نسلون کے بعد انمین انحطاط شروع ہو جاتا ہے۔ اگر علما و فضلا و دیگر مشاہیر کی فہرست پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل قصبات کا ملک پر بہت بڑا احسان ہے۔ کاش مولانا آزاد کی طرح دوسرے اہل قصبات بھی اس بات کا خیال رکھتے اور اپنے اپنے قصبہ کے علما و فضلا و صوفیہ و دیگر مشاہیر کے حالات قلم بند کر ڈالتے تو ہندوستان کی تاریخ کو اس سے بہت بڑی مدد ملتی ہندوستان مین بکثرت ایسے

[1] سرو آزاد۔ شعرا کا تذکرہ۔ یدبیضا۔ شعرا کا تذکرہ۔ خزانہ عامرہ۔ اُن شعرا کے حالات ہین جنکو دربار شاہی سے صلے ملے ہین۔ روضۃ الاولیا۔ صوفیہ کے حالات ہین۔ سبحۃ المرجان علما کے تذکرے۔ مآثر الکرام علما و صوفیہ کے حالات۔ نیز نواب صمصام الدولہ شاہنواز خان کی بے نظیر تالیف مآثر الامرا کی تکمیل و تہذیب مین جو سعی آزاد نے کی وہ بہت قابل قدر ہے۔ دیباچہ مآثر الامرا اور نیز آزاد کے اُن خطوط سے جو مولوی سید احمد مفید بلگرامی مرحوم کے پاس تھے یہ امر ظاہر ہے۔

قصبات[1] ہین کہ اگر وہان کے حالات، یا تاریخ لکھی جاے تو ایسی مفید معلومات اس سے حاصل ہوسکتی ہین جنکا بڑے بڑے مبسوط تاریخون مین پتہ نہین۔

اس کتاب کے لکھنے مین مولانا نے خاص محنت کی ہے اور صرف کتب تاریخ متداولہ ہی تک تلاش وجستجو محدود نہین رکھی بلکہ "اہالی وموالی شہر" سے بھی حالات دریافت کئے اور نیز "سجلات شرعیہ" سے جو بزرگون کی یادگار سے باقی تھے استفادہ کیا۔ یہ کتاب پہلے بلگرام مین لکھنا شروع کی تھی لیکن درمیان مین یعنی ۱۳۵۱ھ مین حج کے قصد سے مکہ چلے گئے مدینہ زیارت حرمین شریفین سے واپس ہوکر دکن مین قیام کیا اور وہین نامکمل مسودہ منگواکر اختتام کو پہونچایا۔ تاریخ اختتام کتاب خاتمہ مسک سے نکلتی ہے۔

افسوس ہے کہ مولانا آزاد نے اس کتاب مین کسی قدر اختصار مدنظر رکھا ہے۔ اگر وہ اس زمانہ کی معجون اور معاشرت اور طریقہ تعلیم وتعلم پر ذرا اور وسیع نظر ڈالتے تو یہ کتاب بہت زیادہ دلچسپ اور مفید ہوجاتی لیکن تاہم جو کچھ انھون نے کیا ہے وہ بہت قابل قدر اور قابل تقلید ہے۔ زمانۂ حال وگزشتہ کے حالات اور خصوصاً ان لوگون کے تذکرے جو اس کارزار حیات مین جہان قدم قدم پر ٹھوکر لگنے کا اندیشہ ہے اپنی ہمت اور ریاضت سعی اور مشقت سے پایہ کمال کو پہونچے ہین انسان کے اخلاق پر عجیب وغریب اثر ڈالتے ہین۔ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ طلبہ تحصیل علم کے شوق مین بے زاد راہ شہر بشہر پھرتے ہین کھانے کی پرواہ ہے نہ کپڑے کی فکر مگر تحصیل علم کی دھن مین ہفتون ان مٹے کرکے عین سرچشمہ پر پہونچتے اور سیراب ہوکر واپس آتے ہین۔ اور اسکے بعد جو کچھ حاصل کیا ہے اس سے دوسرون کو فیض پہونچاتے ہین اور اسے ثواب کا کام خیال کرتے ہین۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر وہ کسی شاہی خدمت وغیرہ پر مامور ہوگئے ہین تب بھی فرصت کے وقت سلسلۂ درس وتدریس جاری ہے اور اسکے ساتھ ہی تالیف وتصنیف بھی ہوتی رہتی ہے

[1] مثلاً پانی پت۔ بدایون۔ خیرآباد۔ امیٹھی۔ سوہان۔ سرہند۔ سہالی وغیرہ وغیرہ

جب ہم یہ دیکھتے ہین اور آجکل کی حالت پر نظر ڈالتے ہین جبکہ علم کا چرچا گھر گھر ہے تو ہمین ایک ایک عجیب فرق نظر آتا ہے محنت اور ریاضت اب بھی غالبًا اتنی ہی کرنی پڑتی ہے لیکن تحصیل علم کی وہ چوٹ اور دُھن جو پہلے لوگون مین تھی آجکل بیشتر کے مقابلہ مین کم ہے۔ اسکی زیادہ تر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے حصول علم مین آزادی تھی اور آجکل یونیورسٹی کی پابند یون نے ایسا جکڑ دیا ہے کہ اگر کچھ شوق ہوتا بھی ہے تو دب دبا جاتا ہے دوسرے ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ آجکل علم زیادہ تر حصول ملازمت سرکاری کیلئے حاصل کیا جاتا ہے علم کو علم کی خاطر شاذ و نادر ہی کوئی پڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ آجکل طلبہ کی کثرت ہے مگر بانیہہ حقیقی علم یا علم کا حقیقی شوق کم ہے اور اگر ہے بھی تو اسکی چندان قدر نہین۔ کون ہے جسکے دل مین قاضی عضدایجی کے ذکر کے پڑھنے سے جو اسی کتاب مین ہے جوش اور ولولہ پیدا نہوگا۔ لکھا ہے کہ سلطان محمد بن تغلق شاہ نے مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کو ولایت فارس مین قاضی عضدایجی کے پاس بھیجا اور عرض کرائی کہ آپ ہندوستان تشریف لے چلین اور مین مواقف کو سلطان محمد کے نام سے معنون فرمائین قاضی سلطان ابو اسحق والی شیراز کو جو یہ معلوم ہوا تو دوڑا ہوا آیا اور کہا کہ یہ سلطنت حاضر ہے اسے لے لیجئے اور جو خدمت آپ فرمائین اسکے بجالانے کو مین حاضر ہون مگر للہ آپ یہان سے نہ جائیے۔ ایسی قدر دانی کی نظیر مشکل سے ملے گی اور شاید کبھی سلطنت ہی مین ممکن بھی ہے۔ غالبًا شخص سلطنت کے نام سے ناظرین کے کان کھڑے ہونگے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ حکومت کی کوئی صورت بری نہین بشرطیکہ صحیح اصول پامال نہ کیا جائے۔ لیکن اگر صحیح اصول پر نظر نہین تو حکومت کی ہر صورت خواہ قیاسی طور سے کیسی ہی اعلیٰ کیون نہو نامعلوم ہے۔

حصول علم کے شوق مین ایک اور بات بھی منضم ہے جو سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ انسان کو انسان بنانے والی یعنے اسکے کیریکٹر کو سنوارنے والی جو شے ہے وہ شوق و سعی اور ریاضت و محنت ہے خصوصًا جب کہ مدعا حصول اغراض نفسانی

نہو۔ ان لوگون کے ہر کہنے مین ایک خاص بات پیدا ہو جاتی ہے اور وہ صرف انہین لوگون مین پائی جاتی ہے جنکے دلون مین کسی اعلیٰ مقصد کے حاصل کرنے کی لو لگی ہوتی ہے اور جو اُس دُھن مین دن کو دن سمجھتے ہین نہ رات کو رات۔ مصیبت کو مصیبت خیال کرتے ہین نہ راحت کو راحت مگر راہ طلب مین برابر قدم بڑھاتے ہوے چلے جاتے ہین اور گو آخر مین گوئے مقصد انہاے یا نہ آئے مگر ایک ایسی چیز ہاتھ لگ جاتی ہے جو اس سے زیادہ نایاب اور اس سے کہین بیش بہا ہے یعنے انسانیت یا دوسرے الفاظ مین یون کہئے کہ صفائی باطن۔ کون ہے کہ جسکے دل پر شاہ رحمت اللہ بلگرامی قدس سرہٗ کے تذکرے کے پڑھنے سے جو اسی کتاب مین درج ہے ایک خاص اثر نہ ایک خاص کیفیت طاری ہوگی۔ اُن کے دوسرے حالات کے ضمن مین مولانا آزاد یہ بھی لکھتے ہین کہ ان کے ایک عزیز کی زبانی منقول ہے کہ مین اور شاہ رحمت اللہ صاحب قدس سرہٗ قصبہ سانڈی سے بلگرام جا رہے تھے۔ دیکھتے کیا ہین کہ سانڈی کے باغستان مین کسی نے چور کو مار کر درخت سے لٹکا دیا ہے یہ دیکھتے ہی شاہ صاحب نے فرمایا ذرا ٹھہرو اور آگے بڑھ کر چور کے پاؤن چوم لئے۔ مینے پوچھا حضرت یہ کیا؟ فرمایا کہ اس چور نے اپنے شیوہ کو پایۂ کمال تک پہونچا دیا۔ خدا تعالےٰ ہر شخص کو اپنی اپنی راہ مین اسی طرح ثابت قدم رکھے۔

ایسے بزرگون کے تذکرے جنہون نے اپنے تن من دھن کو تحصیل علم تزکیۂ نفس یا رضا جوئی باریتعالےٰ مین وقف کر دیا تھا۔ اس زمانہ کے لئے جسکے ہر طرف سے مادیت کا شور۔ دنیا دنیا کی پکار اور پیٹ کی دہائی سنائی دیتی ہے بہت کارآمد اور مفید ثابت ہونگے۔ پند و نصائح اور اخلاقی کتب اس قدر مفید نہین ہوتین جس قدر اُن لوگون کے تذکرے جو خود پاکیزہ اخلاق کے نمونے تھے وہ صرف باتین ہین اور یہ کام وہ صرف مردہ الفاظ ہین اور یہ زندہ اعمال۔ لہذا اِ

اُسکے اثر مین بہت بڑا فرق ہے۔

مولانا آزاد نے اپنے وطن کے علاوہ اپنے صوبہ کی بھی بہت کچھ تعریف کی ہے اور اُنکی تعریف بجا ہے۔ درحقیقت جیسا کہ اُنہون نے لکھا ہے یورپ قدیم الایام سے معدن علم و علما رہا ہے۔ علم وفضل کے چرچے اب تک وہان جاری ہین۔ ترویج علم کے لئے سلاطین حکام کی طرف سے وظائف و زمین و مدد معاش مقرر تھی اور اس غرض کے لئے مساجد و مدارس اور خانقاہین بنوائی جاتی تہین۔ طلبہ دور دور سے آتے تھے اور صاحب توفیق ان کی خاطر تواضع اور خدمت کو سعادت عظمیٰ سمجھتے تھے آزاد نے لکھا ہے کہ شاہجہان کا یہ قول تھا کہ "اروپ شیراز مملکت ماست" لیکن سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی مدارس اور خانقاہون پر اوس پڑگئی۔ درس و تدریس کا بازار سرد پڑگیا۔ اور وہ جوش دھیمے ہوگئے۔ ہندوستان مین پہلے عام طور پر تعلیم کا یہی طریقہ تھا۔ جسکے نشانات اب بھی کہین کہین نظر آتے ہین۔ اب نیا دور شروع ہوا ہے اور زمانہ نے دوسرا رنگ بدلا ہے اور مشرق کی ہر چیز مین مغرب کا جلوہ نظر آرہا ہے۔

لیکن جہان ہمین اُس زمانہ کے علمی ذوق و شوق دیکھکر مسرت ہوتی ہے وہان ایک بات کا افسوس بھی ہوتا ہے۔ اُس زمانہ کے نصاب تعلیم پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو حلقہ کچھ عرصہ پہلے علما نے کھینچ دیا تھا اس سے باہر قدم رکھنا انھین قسم تھا۔ فقہ و حدیث و تفسیر منطق فلسفہ و علم کلام پر سارا زور تھا۔ ساری طباعی اور ذہانت اسی پر ختم تھی۔ یہانتک کہ کتابین بھی زمانہ دراز سے ایک ہی چلی آتی تہین اور انھین پر حاشیہ پر حاشیہ اور شرح پر شرح اضافہ ہوتی جاتی تھی علوم طبیعیات وغیرہ کا تو کیا ذکر تاریخ و جغرافیہ بھی جسمین مسلمانون نے خاص امتیاز حاصل کیا تھا خارج از بحث تھا غرض صدہا سال سے ہمارے ہان کی تعلیم حالت جمود مین تھی۔ سالہا سال کی بربادی اور تباہی کے بعد اب کہین جاکے ہمارے علما کی آنکھین کھلی ہین اور آنکھین کیا کھلی ہین۔

دعا دینی چاہیئے اُس باہمت اور عالیدماغ شخص کو جس نے اس زمانے مین مسلمانون کے سر سے بہت سی بلاؤن کو ٹالا اور مسلمانون کو انکی نازک اور پرخطر حالت سے آگاہ وخبردار کیا۔ یہ اس کا طفیل نہین تو اور کیا ہے کہ اسیکے صحبت یافتہ اور اسی کے دارالعلوم کے تربیت یافتہ ایک بزرگ عالم نے قدیم سلسلۂ تعلیم مین انقلاب پیدا کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ چنانچہ اس کے لیئے سامان مہیا ہوتے جاتے ہین۔ خدا اسکی ہمت مین برکت اور اسکے مقصد مین کامیابی عطا فرمائے۔ اس کام مین کامیابی یقینی ہے کیونکہ یورپین السنہ وعلوم سے جو نفرت مسلمانون کے دل مین تھی وہ مرحوم ریفارمر مرزا جانکاہی سے رفع کرگیا ہے اور وہ طوفان بے تمیزی جو اسوقت برپا ہوگیا تھا اب فرو ہوگیا ہے اور راستہ خس وخاشاک اور جھاڑ جھنکار سے صاف ہے۔ اور لوگ اس تغیر کے لیے آمادہ ہین۔ عام لوگ تو اسے دینی کام خیال کرکے اسکی امداد باعث ثواب سمجھتے ہین اور انگریزی تعلیم یافتہ یا دوسرے لوگ جو زمانہ کی ضروریات سے واقف ہوچلے ہین اسکی اہمیت کو مانکر اس کے ساتھ ہین۔ کیا تعجب ہے کہ اس تحریک کا یہ نتیجہ ہو کہ علوم مشرقیہ ومغربیہ کو سمو کر ایک نیا کورس تیار کیا جاے جو ہماری ضروریات اور حالت کے زیادہ مناسب اور زیادہ کارآمد ہو البتہ اس قدر افسوس ہے کہ ہمارے علمانے واجب التعظیم محرک کے ہاتھ بٹانے مین بہت کم مدد دی ہے۔ بلکہ جنہین اندرونی حالات سے واقفیت ہے وہ جانتے ہین کہ بہ نسبت علما کے غریب دنیادارون سے زیادہ امداد ملی ہے اور انھین کے سہارے پر اب تک سارا کام چل رہا ہے۔

ایک بات تاریخی حیثیت سے اس تذکرہ مین خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔ وہ یہ کہ اُن علما وفضلائے بلگرام مین سے جنکا اس مین ذکر ہے ایک بھی اہل تشیع مین سے نہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب شیعہ نے وہان بعد کے زمانہ مین رواج پایا۔ اور اگر اُن علما مین سے بعض کی اولاد اب بھی وہان باقی ہے اور وہ مذہب شیعہ پر ہے یا

ان کے نسب ناموں میں اُن علما کے نام نکلیں تو ہمارا یہ خیال اور بھی قوی ہو جائے گا
یہ امر واقعی ہے کہ اودھ کی سلطنت نے خاصکر پاس کے اضلاع و قصبات پر اور بعض اوقات
دور دراز کے مقامات پر بھی مذہبی لحاظ سے خاص اثر ڈالا ہے۔ چنانچہ جونپور و دیگر مضافات لکھنو
وغیرہ کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہ امر بایۂ یقین کو پہنچ جاتا ہے جب مذہب کی پشتی پر
حکومت ہوتی ہے تو حالت اندیشہ ناک ہو جاتی ہے۔ میرا اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں
کہ سلطنت اودھ نے مذہب کے معاملے میں کبھی جبر و تعدی سے کام لیا۔ بلکہ بات یہ ہے
کہ جاہ طلبی اکثر لوگوں کی نیت کو جو اعتقاد کے کچے ہوتے ہیں ڈانوان ڈول کر دیتی ہے
ایسا ہر جگہ ہوا ہے اور یہی اودھ کے اکثر مقامات میں ہوا۔ اور قصبہ بلگرام بھی
اس اثر سے نہ بچا معلوم ہوتا ہے کہ آزاد کے زمانہ میں اہل تشیع وہاں نہ تھے اور اگر
تھے تو خال خال۔ لیکن بعد کے زمانہ میں حکومت کے اثر سے اس گروہ کا قدم
وہاں پہونچا ہے۔ آزاد نے حسب عادت میر سید محمد المرتضیٰ کے تذکرہ میں شیخ
محب اللہ الہ آبادی کی کتاب لتسویہ کا اچٹتا ہوا سا ذکر کر دیا ہے۔ لیکن اس کتاب کا
واقعہ بڑا دلچسپ ہے اور اسلئے ہم اسے یہاں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرنا
چاہتے ہیں اس سے ایک تو یہ معلوم ہوگا کہ بادشاہ اورنگ زیب انار اللہ برہانہ کی
جزئیات پر بھی ایسی ہی نظر تھی جیسی کلیات پر۔ دوسرے یہ معلوم ہوگا کہ بعض باخدا
لوگ ایسے بھی موجود تھے کہ وہ اورنگ زیب جیسے سخت گیر اور پر جلال شہنشاہ
کی بھی پروا نہیں کرتے تھے۔ تیسرے اس سے دینیات کے ایک معرکۃ الآرا مسئلہ
پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

رسالہ لتسویہ شیخ محب اللہ الہ آبادی کی تصنیف سے ہے جو ایک درویش اور
صوفی تھے۔ اس میں علاوہ اور امور کے جبریں دوحی کی حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں
کیا گیا ہے۔

"جبریل محمدؐ در ذات محمد بود صلی اللہ علیہ وسلم۔ و همچنین جبریل با ہر پیمبرے در ذات وے بود۔ وآن قوت باطنی ایشان بود کہ در غلبۂ آن قوت وحی بر ایشان نازل می گردید۔ ولہذا جبریل با ہر پیمبرے بزبان وے سخن گفتہ"

جب یہ رسالہ (جو زبان عربی مین ہے) شاہ اورنگ زیب کی نظر پڑا تو انکار عظیم کیا۔ شیخ اس زمانہ مین رحلت کر گئے تھے۔ لیکن ان کے مریدون مین سے دو شخص پایۂ تخت مین موجود تھے ایک میر سید محمد جو ملازم شاہی اور امرائے دربار مین سے تھے۔ دوسرے شیخ محمدی جو لباس درویشی وزہد مین تھے اول بادشاہ نے میر سید محمد سے تو یہ کی اس عبارت کی شرح دریافت کی۔ سید نے شیخ کی مریدی سے انکار کر دیا۔ بعد ازان شیخ محمدی کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ اگر تمھین شیخ کی مریدی کا اقرار ہے تو حکام شرع شریف سے اس رسالہ کے مقدمات کو مطابق کر کے بتاؤ اور اگر مطابق نہین کر سکتے تو انکی مریدی سے استغفار کرو اور کتاب کو آگ مین ڈالو۔ شیخ محمدی نے جواب دیا کہ نہ مجھے اُن کی مریدی سے انکار ہے اور نہ استغفار کی ضرورت لیکن جس مقام سے کہ شیخ نے گفتگو کی ہے مجھے وہان تک رسائی حاصل نہین ہے جو وقت مین اس رتبہ کو پہونچ جاؤن گا تو آپ کی درخواست کے بموجب اس کی شرح لکھ بھیجون گا اور اگر بادشاہ نے اس رسالہ کا جلانا ٹھان لیا ہے تو اس فقیر متوکل کے گھر سے کہین زیادہ شاہی مطبخ مین آگ موجود ہے۔ حکم دیا جاے کہ یہ رسالہ اور اسکی جسقدر نقلین دستیاب ہون آگ مین جھونک دی جائین۔ بادشاہ اس جواب کو سنکر ساکت رہ گئے[1]"

اس کے پڑھنے کے بعد ہمین خیال ہوتا ہے کہ اگر سرسید احمد خان مرحوم نے ملائکہ وغیرہ کی نسبت اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا تو کونسی ایسی خطا کی ایک ابلہ فریب عالم نما مولوی اپنی تفسیر قرآن مین جسمین اس نے عوام اور جہال کے خوش کرنے کا بہت کچھ سامان جمع کر دیا ہے

[1] مراۃ الخیال (تذکرہ محویگ) نسخہ قلمی کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، صفحہ ۱۶۲ نیز ملاحظہ ماثر الامرا جلد سوم صفحہ ۶۰۲۔ مطبوعہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال۔ کلکتہ۔

لکھتا ہے کہ سرسید نے برہمو سماج سے لئے اور اپنی نیک نیتی سے ضمناً یہ عالیانہ خیال بھی تحریر میں لایا ہے۔ کہ سرسید نے اگر بزرگوں کو اطمینان دلایا کہ ہیں مسلمانوں کو نہ صرف مطیع سرکار بناتا ہوں بلکہ اُن کے مذہب کی بیخ و بنیاد بھی کھوکھلی کئے دیتا ہوں۔ افسوس اس نام کے مولوی کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ سلف صالحین میں سے بعض نامور بزرگ اور شیوخ ان مسائل پر اسی قسم کے خیالات صاف و صریح الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔ چنانچہ مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں۔

"جبرئیل کہ مشہود رسل علیہم السلام است وحی از جانب حق بر رسانند آن حقیقت جبرئیلیہ است کہ قوتے از قوائے رسل بود منصور شدہ بہ عالم مثال بصورتے کہ ممکنون بود در رسل مشہود میشود و مرسل می گردد و پیغام حق می رساند۔ پس رسل مستفیض از خود اند نہ از دیگرے[1]"

اسی طرح مولانا روم اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے۔

اس کتاب کی فصل ثانی کے دیباچہ میں جس میں علم پر بحث ہے آزاد نے ایک مہمل اور غلط قصہ مسلمانوں کے ہاتھ سے ایران کے کتب خانوں کے جلانے کا بھی لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب سعد ابن وقاص نے ملک فارس کو فتح کیا اور وہاں فلسفہ کی بسیار کتابیں ہاتھ لگیں تو انہوں نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انھیں کیا کیا جائے انہوں نے جواب دیا کہ اگر انمیں ہدایت ہے تو خدا نے ہمیں اس سے بڑھ کر ہدایت دی ہے۔ اور اگر ضلالت ہے تو خدا ہمارے لئے کافی ہے۔ انھیں پانی یا آگ میں ڈال دو۔

اول تو اسمیں ایک صریح تاریخی غلطی یہ ہے کہ سعد ابن وقاص نے ملک ایران کو فتح نہیں کیا اور یہی غلطی مشہور مورخ ابن خلدون نے کی ہے[2]۔ غالباً مولانا آزاد کا ماخذ بھی ابن خلدون ہے۔ کیونکہ بعینہٖ یہی الفاظ اس میں ہیں۔ دوسرے مسلمانوں نے جب ایران کو

[1] سوانح مولانا روم مولفہ شمس العلماء مولوی شبلی صفحہ ۱۲۱ [2] دیکھو مقدمہ ابن خلدون مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۰

فتح کیا تو وہان اس قدر کتب نا دیکھا ان تھے۔ علم کا چرچا ایران سے بہت زمانہ پہلے سے اُٹھ چکا تھا۔ یہان تک کہ جب سکندر نے ایران فتح کیا تو اُسوقت بھی کتب خانون کا نام و نشان نہ تھا۔

البتہ یہ قصہ اسکندریہ کے متعلق متعدد تاریخون مین بیان کیا گیا ہے اور ابن خلدون نے اور بجا مین آزاد نے غلطی سے اسی قصہ کو ایران سے منسوب کردیا ہو لیکن شمس العلما مولانا شبلی اس کی تردید نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ کر چکے ہین۔ اور اب اس کے متعلق کچھ لکھنا بے سود ہے تاہم ایک دو باتین اسکے متعلق لکھنا ضروری معلوم ہوتی ہین۔ مولانا نے بڑی شد و مد اور تحقیق سے یہ اثبات کیا ہے کہ اس قصہ کا ناظر ابوالفرج ہے۔ سب سے اول اسی نے اپنی تاریخ مین لکھا اور اس سے دوسرون نے نقل کیا[1]۔ اسکی ایک بات کھٹکتی ہے وہ یہ کہ ابوالفرج[2] سے قبل عبداللطیف بغدادی اپنے رسالہ افادۃ والاعتبار مین ضمناً اس موقعہ کی طرف اشارہ کر چکا ہے جو نا نے نہایت سختی سے جھجلا کر اس کی تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عبداللطیف بغدادی نے اسکا ذکر مورخانہ حیثیت سے نہین کیا بلکہ ضمناً اور تذکرتاً کیا ہے اور جن یورپین مورخون کا یہ بیان ہے کہ سب سے اول عبداللطیف نے اسکو اپنی کتاب مین لکھا ہے ان کا بڑی حقارت سے ذکر کیا ہے اور اُن پر فریب دہی اور تدلیس کا الزام لگایا ہے۔ مین یہ مانتا ہون کہ عبداللطیف نے مورخانہ حیثیت سے اس کا ذکر نہین کیا۔ اور یہ بھی تسلیم کرتا ہون کہ "بذکرہ" کی تحت مین اسکو لکھا ہے۔ اس کا بھی اعتراف ہے کہ اس کے ساتھ جسقدر واقعات بیان ہوے ہین وہ سب بازاری گپین[3] ہین لیکن اس کا کیا علاج کہ یہ واقعہ عبداللطیف کی کتاب مین ابوالفرج سے قبل مذکور ہے اور کم سے کم "بذکرہ" کے لفظ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عبداللطیف کے زمانہ مین لوگون کی زبان زد ضرور تھا۔

[1] رسائل شبلی۔ رکتب خانہ اسکندریہ صفحہ ۱۳۱ - ۱۳۲ [2] یوحنا ابوالفرج سنہ پیدائش ۶۲۳ھ وفات ۶۸۵ھ صاحب مختصر الدول [3] عبداللطیف ابن یوسف بغدادی سنہ پیدائش ۵۵۷ھ سنہ وفات ۶۲۹ھ [4] رسائل شبلی رکتب خانہ اسکندریہ صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۰

اور بلاشبہ ابوالفرج سے قبل مشہور تھا۔ البتہ اسمین شک نہین کہ جس شان سے اور نمک مرچ لگاکر اس نے بیان کیا ہے اس سے پہلے کسی نے بیان نہین کیا۔ اور اسی سے بعد کے مورخین نے بے سوچے سمجھے نقل کرکے سب جگہ پھیلا دیا۔ لیکن اس کا پتہ لگانا ابھی باقی ہے کہ یہ واقعہ مشہور کیسے ہوا اور ابوالفرج سے پہلے اس کا چرچا کیسے تھا۔ غالباً باہمی عناد اور تعصب اس قصے کی ایجاد کا باعث ہوا ہے۔ مفتوح قوم فاتح قوم پر اکثر ایسے الزام بعد مین قایم کردیا کرتی ہے۔ انہین سے ایک یہ بھی ہے جسکی کوئی تاریخی شہادت نہین ہے۔ علاوہ اس کے مولانا شبلی نے اسی رسالہ مین یہ دعوی کیا ہے کہ سوائے عبداللطیف۔ ابوالفرج۔ مقریزی۔ اور حاجی خلفہ۔ کے کسی اور کتاب مین اس قصہ کا ذکر نہین۔ اور اسی کے ساتھ متعدد کتابین جو مصر و اسکندریہ کے حالات مین لکھی گئی ہین تمام گنوا دی ہین کہ انہین سے کسی مین اس کا حوالہ نہین۔ حالانکہ یہ صحیح نہین ہے۔ انہین کتابون مین سے ایک تاریخ الحکما[1] للقفطی ہے جسمین یہ قصہ منقول ہے۔ غالباً یہ کتاب حال ہی مین چھپی ہے اور اسلئے مولانا کی نظر سے نہین گزری تھی۔ اسکے علاوہ دوسری کتاب مفتاح السعادۃ[2] ہے جو ایک ترکی عالم و فاضل طاش کبری زادہ (پیدائش ۹۰۱ھ وفات ۹۶۸ھ) کی تصنیف سے ہے۔ افسوس ہے کہ یہ بیش بہا کتاب اب تک طبع نہین ہوئی۔ لیکن ان کتابون مین اس قصہ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے کیونکہ ان دونون صاحبون نے بغیر کسی تحقیق کے ابوالفرج سے لفظ بلفظ نقل کرلیا ہے یا ممکن ہے کہ طاش کبرے زادہ نے قفطی سے نقل کیا ہو۔ عبارت سب کی ایک ہے۔

خاک بلگرام مین ایک اور ایسا جید فاضل ہوگزرا ہے۔ جسے فخر علماے ہند کہنا بجا ہوگا علماے ہند کے حالات مین کوئی کتاب اسوقت تک کامل نہین ہوسکتی جب تک کہ اس مین علامہ سید مرتضی صاحب تاج العروس کا تذکرہ بھی آزاد بلگرامی کے ہمعصر تھے۔ ہمارے دل نے ہرگز یہ گوارا نکیا کہ یہ کتاب جو علماے ہند اور خصوصاً علماے بلگرام کا تذکرہ ہے اس فاضل

[1] تاریخ الحکما جمال الدین علی بن یوسف القفطی مطبوعہ لیپزگ ۱۳۲۶ھ بحری صفحہ ۳۵۵-۳۵۶

[2] قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ صفحہ ۳۰۰

بیدیل کے حالات سے خالی رہے۔ لہذا یہ تذکرہ آخر کتاب مین اضافہ کردیا گیا ہے۔ جس سے اس شخص کے تبحر اور کمالات علمی کا حال معلوم ہوگا۔

عبدالحق (حیدرآباد دکن)

رباعیات

(از افکار تازہ سید محمد نوح صاحب شہیر بھیلی شہری)

اس غمکدے سے شاد بدل جاؤن گا — تربت مین برنگ گل مین کھل جاؤن گا
ہر شے کی رجوع ہوتی ہے جانب اصل — مٹی سے بنا ہون خاکین مل جاؤن گا

اک روز سبھی برے بھلے جائین گے — اعمال ہی صرف ساتھ لیجائین گے
اطفال وجوان وپیر وبیمار وصحیح — آئی جب آئیگی چلے جائین گے

مرنے کے نہ دلسے حوصلے جائینگے — ہم قبر مین انکو ساتھ لیجائینگے
نخچیر پا جو ہوگا ضعف پیری — تو چار کے کاندون پہ چلے جائینگے

رہنے کو خلد مین بھلے جائین گے — جلنے کو قعر مین د بھلے جائین گے
رہجا ئیگا اس سرائے دنیا مین کون — آئے ہین جو یہان چلے جائین گے

پیری کیا آکے مائل جور ہوئی — ہونے والی جو تھی بہر طور ہوئی
دیکھا جو چراتے آنکھین بینائی کو — ٹیڑھی سیدھی کمر بھی فی الفور ہوئی

مہلت پائی نہ فرصت غور ہوئی — پیری موجود آکے فی الفور ہوئی
چشم ودندان ودست وپا مو وکمر — حالت اعضا کی اور سے اور ہوئی

تاعمر بنا ہنسی کھیل نہین — پیری مین کسیکو ہمسے اب میل نہین
اعضا سے شہیر کیا ہو چشم امید — آنکھون کے تلون مین آجب تیل نہین

ترکان جہان کی کجکلاہی نہ رہی — قائم شاہونکی بادشاہی نہ رہی
مُنھ کی کالک نہ چھوٹی افسوس شہیر — گو پیری سے بالون مین سیاہی نہ رہی

گو کچھ بھی نہین ہون ہیچکارا ہونمین — پھر بھی اہل وطن کو پیارا ہونمین
سٹنے کو ہے یہہ نمود بے بود شہیر — پیری مین صبح کا ستارا ہونمین

ہر حال مین دوستون کو پیارا ہونمین — گو چھپنے کو ہون پر آشکارا ہونمین
ہے صبح شباب جلوہ میرا — پیری مین چمکتا ہوا تارا ہونمین

بوڑھا - کمزور ہیچکارا ہون مین — جز خاک گور کسکو پیارا ہون مین
ہے وقت مدد کا اے عصائے پیری — آ تھام لے ہاتھ بے سہارا ہون مین

پیری مین شباب والی طلعت نہ رہی - کافور صباحت ہوئی رنگت نہ رہی
پڑتی تھین حسینونکی بھی جسپر آنکھین — افسوس شہیر اب وہ صورت نہ رہی

اعضا مین شکست ہی اب نہ دم مین دم ہی — جنبش دانتون مین ہی بصارت کم ہی
ظاہر ہوا زور ناتوانی سے شہیر — ضعف پیری بھی اک چھپا رستم ہی

ناحق کرتے ہین عمر فانی کے لیئے — دیتے ہین جان زندگانی کے لیئے
نادان ہین وہ شہیر جو کیطرح — پیری مین جو روتے ہین جوانی کے لیئے

جسکو شباب کامرانی کے لیئے — یہہ عمر ہے لطف زندگانی کے لیئے
پیری کو گمان نصیب دنیا کے مزے — یہہ سب سامان ہین جوانی کے لیئے

زایل پیری مین چہرے کا نور ہوا — اس سن مین جو ہوتا ہے بدستور ہوا
حالت ہی بدل گئی ضعیفی سے شہیر — زلف مشکین کا رنگ کافور ہوا

پیری مین معصیت سے مشغولی ہے — مستی مین خدا کی یاد تک بھولی ہے
ہے گلشن عمر مین خزان کا عالم — سرسون میری آنکھون مین گر پھولی ہے

دنیا کی طمع ہر اک کو جنبش دکم ہے — خالی کب حرص سے بنی آدم ہے
بیفکر نہین ہے اس ہوس سے کوئی — مفلوک جہان ہے یا شہ عالم ہے

الکلام

مولفہ مولانا شبلی پر

تنقیدی نظر

نمبر ۳

وجود باری

مذہب کے دایرہ عمل کا ایک ایک نقطہ اگرچہ لامذہبی کے مرکز سے بعد المشرقین رکھتا ہے اور دونوں کے درمیان اختلاف کے لیئے بیشمار مسایل موجود ہین لیکن جو مسئلہ اس عظیم الشان عداوت اختلاف کا سنگ بنیاد ہے وہ یہی وجود باری ہے۔ حشر و نشر معجزات و خرق عادات نبوت و رسالت وحی و الہام بجاے خود نہایت معرکۃ الآرا اور اہم مباحث ہین لیکن یہ سب اسی دریا کے حباب اسی آفتاب کی شعاعین اسی تخم کے ثمر ہین جسکو ہم خدا کے وجود سے تعبیر کرتے ہین اور حقیقت یہ ہے کہ اگر منکرین مذہب کو وجود باری کا پورا یقین ہوجاے تو یہ سرگرم مناقشات بھی نسبتاً سرد پڑجائین۔ اسی لیے ہم آج کے نمبر مین اس مسئلہ پر کسی قدر تفصیل کے ساتھ بحث کرنا چاہتے ہین۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ یہ مسئلہ جسقدر اہم ہے اوسی قدر بحث طلب بھی ہے اور تعجب یہ ہے کہ جو فریق اس مسئلہ کے اثبات کا مدعی ہے خود اس کی اندرونی جماعتون مین نہایت شدت سے اختلاف ہے اور جس دلیل کی بنا پر ایک خدا پرست گروہ اپنا اعتقاد قایم کرتا ہے اسکی تردید دوسرا خدا پرست گروہ اسی شد و مد سے کرتا ہے جیسے کہ ایک دہریہ یہی وجہ ہے کہ تقریباً ہر بانی مذہب اور بیشمار فلسفیون کو خدا کی ہستی پر جدا جدا دلایل قایم کرنا پڑے اور جن کی مجموعی تعداد حد شمار سے باہر ہے۔ مگر ان مین سے چند اسقدر معروف اور بادی النظر مین معقول

معلوم ہوتے ہین کہ آبادی عالم کا ایک بڑا حصہ ان ہی کی بنا پر خدا کا قایل ہے۔ علامہ شبلی نے ان کو الکلام مین نقل کیا ہے لیکن چونکہ وہ متاخرین کی تنقید سے باخبر تھے۔ اسلیئے ان مین سے بعض کی خود ہی تردید کردی ہے۔ سلسلۂ سخن کے لحاظ سے ہم یہان ان کا خلاصہ نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین۔

(۱) قدیم حکماء یونان کا استدلال۔ عالم تغیر پذیر ہے اور جو چیز تغیر پذیر ہے وہ کسی علت کی محتاج ہے۔ لہذا عالم بھی کسی علت کا محتاج ہے اور وہ علت خدا ہے۔

(۲) ارسطو اور ابن رشد کا استدلال عالم کے تمام اجزا متحرک ہین اور جو چیز متحرک ہے اُسکے لیے محرک کی ضرورت ہے۔ اگر یہ سلسلہ کہین ختم نہ ہوگا تو وجود غیر متناہی تسلیم کرنا ہوگا جو محال ہے اور اگر یہ سلسلہ اُس حد تک ٹھہر یگا جو تمام اشیا کی محرک مگر خود غیر متحرک ہے تو وہی خدا ہے۔

(۳) متکلمین اسلام کا استدلال عالم دو چیزون سے مرکب ہے ایک جوہر (یعنی وہ چیز جو بذات خود قایم ہین) سے دوسرے عرض (یعنی جو چیزین اپنے وجود کے لیے کسی دوسری چیز کی محتاج ہین مثلاً رنگ مزہ۔ وزن وغیرہ) سے عرض کا حادث ہونا تو بدیہی ہے اور جوہر اسلیئے حادث ہے کہ کبھی عرض سے خالی نہین ہوسکتا لہذا عالم حادث ہے اور ہر حادث چیز علت کی محتاج ہے بس عالم کے لئے بھی علت درکار ہے۔ اب اس سلسلۂ علل کی کہین انتہا ہوگی یا غیر متناہی ماننا پڑیگا۔ شق دوم محال ہے لہذا اول الذکر صورت صحیح ہے اور یہی علت العلل خدا ہے۔

مذکورہ بالا دلایل کی تردید خود مولانا نے کافی طور سے کردی ہے[1]۔ اسلیئے ہم کو دوبارہ اس فرض کے ادا کرنے کی حاجت نہین۔ ان مغالطہ آمیز دلایل کی تردید کے بعد مولانا نے اپنی جانب سے وجود خدا پر دو دلایل پیش کیے ہین اور یہی وہ دلایل ہین جو زمانہ حال مین نہایت موثر اور معقول خیال کیے جاتے ہین[2]۔ ان مین سے ایک استدلال تو برہان قیاسی (ڈیڈکٹو میتھڈ)

[1] الکلام صفحہ ۳۰ و ۳۴۔

[2] ان دلایل کے علاوہ حسب ذیل دو اور استدلالات (جنکی ایجاد برکلی اور ڈیکارٹ کی جانب منسوب ہین۔ یہی یورپ

کی صنف مین شامل ہے اور دوسرا برہان استقرائی (انڈکٹو میتھڈ) کے تحت مین داخل ہے ذیل مین ہم ان دونون دلایل کو نقل کرکے ان کی صحت کو اصول منطق کے معیار پر جانچتے ہین:-

مین خصوصیت کے ساتھ شہرت پذیر ہین۔ برکلی کے استدلال کا خلاصہ ان الفاظ مین ہو سکتا ہے:- "فرض کرو میرے دماغ مین کل کسی چیز کا خیال پیدا ہوا اور کچھ عرصہ کے بعد جاتا رہا۔ آج پھر میرے دماغ مین وہی خیال پیدا ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنے عرصہ تک وہ تصور کہان جاگزین رہا؟ اگر یہ کہا جاے کہ وہ تصور کل فنا ہوگیا تھا تو یہ بالبداہت غلط ہے کیونکہ اعادۂ معدوم محال ہے اسلیئے یہ لامحالہ ماننا پڑیگا کہ وہ تصور کسی نہ کسی مقام پر ضرور جاگزین رہا لیکن یہ بھی مسلم ہے کہ تصورات وتخیلات کا ظرف صرف دماغ ہی ہو سکتا ہے لہذا ایک دماغ کل کا وجود ضرور تسلیم کرنا ہوگا جہان تمام عالم کے تصورات مجتمع رہتے ہین اور جو تمام تصورات کا مستقل مسکن ہے اور یہی دماغ کل خدا ہے"۔ برکلی کو اپنے استدلال کے استحکام کا اسدرجہ یقین ہے کہ وہ بہت فخریہ لہجہ مین لکھتا ہے کہ اُس نے الحاد و دہریت کی زبان ہمیشہ کے لئے خاموش کردی۔ لیکن درحقیقت اس سے بڑھکر سفسطیانہ استدلال کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ اول تو اگر ایک دماغ کل کا وجود ثابت بھی ہوجاے تو اس سے قدرت کاملہ علم غیب وغیرہ اوصاف الوہیت کیونکر لازمی طور سے ثابت ہوجائینگے؟ لیکن سب سے زیادہ مغالطہ خیز اس مین برکلی کا یہ مقدمہ ہے کہ آج پھر میرے دماغ مین وہی خیال پیدا ہوا۔ حالانکہ حقیقتہً یہ وہی خیال نہین ہے بلکہ مثل اسکے ایک خیال ہے۔ یہ پہلا خیال دماغ سے نکلنے کے ساتھ ہی فنا ہوگیا آج پھر ویسے ہی اسباب جمع ہوے جیسے کل ہوئے تھے اس بنا پر ہمارے دماغ مین ایک تصور بھی مثل تصور سابقہ کے پیدا ہوا۔ لیکن یہ وہی تصور نہین۔ اسکو ایک واضح مثال سے یون سمجھو۔ فرض کرو کل ایک شخص نے کسی خاص غذا کا استعمال کیا۔ جسکے اثر سے اُسکو بخار آگیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد کسی دوا کے اثر سے زایل ہوگیا آج پھر اُس شخص نے اسی قسم کی غذا کھائی اور پھر اُسکو ویسا ہی بخار آگیا اب کیا برکلی کا کوئی مقلد اس امر کا دعوی کرسکتا ہے کہ یہ وہی مرض ہے جو پہلے ہوا تھا۔ اور اس بنا پر ایک جسم کل کا وجود تسلیم کرنا ضروری ہے جو کل امراض کا مستقل مسکن ہو اور جہان تمام امراض عالم مجتمع رہتے ہون۔ ڈیکارٹ کا استدلال اس سے بھی زیادہ عجیب وغریب ہے۔ اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ "میرے دماغ مین ایک غیر محدود ہستی کا تصور آناہی اُسکے وجود کے ثابت کرنے کیلیے کافی ہے کیونکہ اگر ایسی ہستی کا وجود نہین ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ تصور خود میرا پیدا کیا ہوا ہے لیکن اگر مین اُس تصور کو از خود پیدا کرسکتا ہون تو خود ہی خدا بھی ہوسکتا ہون حالانکہ یہ بداہتہً خلاف واقعہ ہے اسلیئے میرے ذہن سے خارج کوئی ہستی ایسی ضرور ہے جہان سے مین نے یہ تصور اخذ کیا"۔ اگر استدلال کا یہ طریقہ صحیح ہے تو آج سے ہمکو کسی چیز کے

(۱) پہلا استدلال۔ خدا کا اعتراف انسان کی فطرت مین داخل ہے ..... یہی فطرت ہے جسکو قرآن مجید نے ان لفظون مین بیان کیا ہے۔ واذا خذ ربك من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربکم قالوا بلی شهدنا۔

اگرچہ گذشتہ نمبر مین اس استدلال کو تمامہ نقل کر چکے ہین لیکن اُس موقع پر اس سے مذہب کے فطری ہونے پر استشہاد کیا گیا تھا۔ خود مولانا شبلی نے اسکو وجود باری کے زیر عنوان رکھا ہے اسلیئے آج کے نمبر مین ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ وجود خدا کے دعوی کو اس دلیل سے کہان تک تقویت ہوتی ہے۔ منطقی پیرایہ مین اس استدلال کی شکل حسب ذیل ہوگی۔

(۱) جو خیالات یا اعتقادات انسان کی فطرت مین داخل ہین وہ صحیح و واقعی ہین۔

(۲) خدا کا اعتقاد انسان کی فطرت مین داخل ہے۔

(۳) لہذا خدا کا اعتقاد صحیح و واقعی ہے۔

بلاشبہ اگر اس دلیل کے دونون مقدمات صحیح ہون تو نتیجہ کی صحت سے کسکو انکار ہو سکتا ہے لیکن اسکا صغریٰ جسقدر غلط اور خلاف واقعیت ہے اسکا ثبوت گذشتہ نمبر مین بخوبی ہو چکا ہے اور یہ طے ہو چکا ہے کہ اعتقاد خدا کا فطری ہونا نہ صرف خلاف واقعہ ہے بلکہ قانون ارتقا کی مخالفت کے لحاظ سے محال ہے۔ اور اگرچہ استدلال کی غلطی کے لیئے ایک ہی مقدمہ کا غلط ہونا کافی ہے لیکن آؤ کہ سرے کا بھی امتحان لے لین! ہم دریافت کرتے ہین کہ آخر اسکا ثبوت کیا ہے

وجود سے انکار نہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ قول ڈیکارٹ کے کسی ہستی کا تصور کر لینا ہی اسکے حقیقی وجود کے ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔ لیکن اس سے قطع نظر کر کے یہ امر بحث طلب ہے کہ آیا ہمارا ذہن واقعی ایک غیر محدود ہستی کا تصور کر سکتا ہے؟ علاوہ ازین اس مین سب سے زیادہ مغالطہ خیز ضمیر واحد متکلم کا استعمال ہے جس سے ایک موقع پر "میری قوت ارادی" مراد ہے اور دوسرے مقام پر "میری فطرت" منشا ہے اگر فی الواقع تصور خدا کسی خارجی ہستی سے ماخوذ ہے تو اسکا مفہوم یہ ہے کہ میری فطرت و طبیعت ایسی ہرگز نہیں یہ تصور خود بخود پیدا ہوتا ہے لیکن دوسرے مقام پر جب ڈیکارٹ کہتا ہے کہ "مین سوچ سکتا ہون" تو اسکا منشا یہ ہے کہ مین اپنی قوت ارادی سے سوچ سکتا ہون درحقیقت محض ارادہ سے کوئی تصور نہ پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ فنا کیا جا سکتا ہے بلکہ جو تصورات انسانی طبیعت کے بعض قوانین کے مقتضا سے پیدا ہوتے ہین وہ دوسرے قوانین طبعی کے باعث فنا ہو جاتے ہین۔ اس صورت مین ڈیکارٹ کے استدلال کا کیا وزن رہ جاتا ہے؟

یہ کہان سے معلوم ہوا کہ جو خیالات یا اعتقادات فطری ہین ان کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے؟ مذہبی جماعت اسکے جواب مین صرف یہ کہہ سکتی ہے کہ فطری حاسات ہمارے دل مین خود خالق کائنات نے براہ راست ودیعت کردئے ہین اسلیئے انکے غیر واقعی ہونے کا کسکو احتمال ہو سکتا ہے؟ غور کرو کہ خدا کی ہستی کے ثبوت مین ایسا استدلال جسکے ایک مقدمہ کی صحت خود اُسی کے وجود پر مشروط ہو اصول منطق کی رو سے کہان تک جایز ہو سکتا ہے۔ یہ وہ مغالطہ ہے جسکو اصطلاح منطق مین مصادرۃ علی المطلوب کہتے ہین (Petitio Principii)

(۲) دوسرا استدلال جسکی بنیاد استقرار پر ہے نسبتہً زیادہ قوی ہے اور بہ ظاہر بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے آجکل جبکہ وجود خدا پر تمام دیگر استدلالات کا ضعف صریحاً ظاہر ہو چکا ہے صرف یہی ایک ایسی دلیل ہے جو حامیان مذہب کی جانب سے ہر موقع پر پیش کی جاتی ہے ہمارے مولانا اسکی ایجاد کو قرآن کی جانب غلط نسبت دیکر (اسلیے کہ یہ خیال قدیم یونانیون مین بھی پایا جاتا تھا) اسکو ان الفاظ مین بیان کرتے ہین:-

"انسان کو آغاز تمیز مین جن بدیہی اور حسی مقدمات کا علم ہوتا ہے اُن مین ایک یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو مرتب باقاعدہ اور منظم دیکھتا ہے تو اُس کو یقین ہو جاتا ہے کہ کسی دانشمند نے ان چیزون کو وہان ترتیب دیا ہے اگر کسی جگہ ہم چند چیزین بے ترتیب رکھی دیکھین تو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آپ سے آپ یہ چیزین یہان اکٹھی ہو گئی ہونگی لیکن جب وہ اس ترتیب اور سلیقہ سے چنی گئی ہون کہ ایک ہوشیار صناع بھی بہ مشکل اس طرح چن سکتا ہے تو یہ خیال کبھی نہین ہو سکتا کہ آپ سے آپ یہ ترتیب پیدا ہو گئی ہوگی۔ اسکو ایک اور واضح مثال مین سمجھو خواجہ حافظ یا نظامی کا کوئی شعر لو۔ اسکے الفاظ الٹ پلٹ کر کسی معمولی آدمی کو دو اور اُس سے کہو کہ الفاظ کو آگے پیچھے رکھکر ترتیب دے۔ وہ سو سو طرح اُلٹ پلٹ کریگا لیکن اتفاقیہ طور سے بھی کبھی یہ نہ ہوگا کہ حافظ اور نظامی کا شعر نکل آئے حالانکہ وہی الفاظ ہین وہی حروف ہین وہی جملے ہین صرف ذرا سی ترتیب کا پھیر ہے۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ نظام عالم جو اسقدر مرتب باقاعدہ

اور موزون ہے وہ خود بخود قایم ہوگیا ہو۔ قرآن مجید مین خدا کے وجود پر اسی استدلال کیا ہے ..... ان آیتون مین عالم کی نسبت تین اوصاف بیان کئے ہین۔ کامل اور بے نقص ہے۔ موزون اور مرتب ہے ایسے اصول وضوابط کا پابند ہے جو کبھی ٹوٹ نہین سکتے۔ یہ دلیل کا صغریٰ ہے۔ کبریٰ خود ظاہر ہے۔ یعنی جو چیز کامل مرتب اور مستمر النظام ہے وہ خود بخود نہین پیدا ہوگئی ہوگی بلکہ کسی صاحب قدرت اور صاحب اختیار نے اُسکو پیدا کیا ہوگا۔" [الکلام صفحہ ۳۶ و ۳۸]

قبل اسکے کہ ہم اس استدلال کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ کرین یہ بتانا ضروری ہے کہ یہ استدلال منطقی براہین کی کس صنف مین داخل ہے اور اس قسم کے دلایل کا کیا وزن ہوتا ہے۔ مولانا کی رائے مین یہ برہان ہی قیاسی ہے اور اُنکے نزدیک منطق خراد پر چڑھکر یہ حسب ذیل قالب اختیار کریگی۔

(۱) جو چیز کامل مرتب مستمر النظام ہے وہ کسی صاحب قدرت واختیار کی پیدا کی ہوئی ہے۔

(۲) عالم کامل مرتب مستمر النظام ہے۔

(۳) لہذا عالم کسی صاحب قدرت وصاحب اختیار کا پیدا کیا ہوا ہے۔

لیکن یہ صریحی مغالطہ ہے۔ اگر فریق ثانی اس استدلال کے مقدمۂ اول کو تسلیم کرلے تو اختلاف کے لیے باقی ہی کیا رہ جاتا ہے؟ بادی النظر مین یہ کبریٰ جسقدر بدیہی الثبوت معلوم ہوتا ہے اُسیقدر یہ مخالفین کے نزدیک بحث طلب ہے۔ مولانا کی پہلی اور سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ صنعت سے صانع ترتیب سے مرتب اور نظام سے ناظم دریافت کرنے کے حاسۂ کو ابتدائی بدیہی اور حسی مقدمات علم مین شامل کرتے ہین حالانکہ دراصل یہ احساس تجربہ ومشاہدہ کی بنا پر پیدا ہوا ہے کسی بچہ کے آگے دو چیزین پیش کرو جن مین سے ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی صناعی کا نمونہ ہو اور دوسری نہایت غیر منتظم اور بے ترتیب ہو۔ پھر اُس سے سوال کرو کہ وہ کس چیز کے نظارہ کی بنا پر کسی صانع یا کاریگر کے وجود کا یقین کرتا ہے؟ اگر کسی طریقہ سے

وہ شیر خوار بول سکے تو اُسکا جواب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ "کسی کی بنا پر نہین اپنے وجود کے لحاظ سے میرے نزدیک دونون یکسان ہین" اس جواب کا باعث صرف یہ ہے کہ اُسکو اپنے گذشتہ تجربات مین صانع اور مصنوع کی یکجائی کی کوئی نظیر نہین ملتی۔

بلاشبہ یہ سچ ہے کہ ہم حافظ یا نظامی کے اشعار پر کسی معمولی شخص کے کلام کا دھوکا نہین کھاتے لیکن اسکی وجہ یہ نہین کہ ہمارے دل مین کوئی فطری حس موجود ہے جسکی بنا پر ہم صنعت سے صانع کو تشخیص کر لیتے ہین اور نہ یہ وجہ صحیح ہے کہ ان اشعار مین فی نفسہ کوئی ایسی خصوصیت موجود ہے جسکی بنا پر ہمکو چار و نا چار اُنکے مصنف کے لئے ایک اعلیٰ دماغ تسلیم کرنا پڑے! بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ اس قسم کے بہ کثرت اشعار ہماری نظر سے گزر چکے ہین اور ان کی نسبت ہمکو معلوم ہوچکا ہے کہ وہ حافظ یا نظامی کے ہین یہ تجربہ حاصل کرنے کے بعد پھر جب کبھی ایسے اشعار ہم سنتے ہین جو اپنے مضامین طرز ادا ترتیب الفاظ وغیرہ کے لحاظ سے اُن اشعار کے مشابہ و مماثل ہوتے ہین جنکی نسبت ہمکو اپنے تجربہ سے تحقیق ہوچکی ہے کہ وہ نظامی یا حافظ کا کلام ہے تو ہم ان اشعار کو بھی اونھین شاعرون یا اُنکے مثل دوسرون کی جانب منسوب کرتے ہین ایک جاہل یا ایسے تعلیم یافتہ شخص کے سامنے جسکو شعر و شاعری سے بالکل لگاؤ نہ ہو اونھین موسومۂ بالا شاعرون کا کلام پڑھو مگر وہ کبھی اُسکو اُن کی جانب منسوب نہین کر سکتا اور نہ ایک ادنیٰ درجہ کے شاعر کے کلام مین اور اس مین کوئی امتیاز کر سکتا ہے۔ صرف اس لئے کہ اُسکو کبھی اس قسم کا تجربہ نہین ہوا۔

اس مسئلہ کے طے ہو جانے کے بعد اب وجود باری پر نظام عالم سے جو استدلال قائم ہوسکتا ہے اُسکے مقدمات ہمارے خیال مین حسب ذیل ہون گے:۔

(۱) جن چیزون کو ہم اعلیٰ درجہ کی صناعی و کاریگری کا نمونہ مانتے ہین مثلاً انجن۔ گھڑی دور بین وغیرہ اور جن مین خصوصیات یعنی موزونیت و خوش سلیقگی وغیرہ ضرور پائی جاتی ہین اُن مین ہم یہ خصوصیت بھی پاتے ہین کہ اُن کا وجود از خود نہین ہوتا بلکہ کسی ہوشیار صناع کے باعث ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جن اشعار مین کوئی خاص خوبی ہوتی ہے مثلاً بندش و ترتیب الفاظ وغیرہ وہ بھی

جہان تک ہمارا تجربہ بتلاتا ہے کسی اعلیٰ دماغ کی کوشش کا نتیجہ ہوتے ہین۔

(۲) عالم پر بہ حیثیت مجموعی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے اُن چیزون سے نہایت مشابہ ہے جنکا وجود کسی ہوشیار صناع یا اعلیٰ دماغ کے باعث ہوتا ہے۔ یعنی اس مین بھی ترتیب موزونیت خوش سلیقگی وغیرہ کی خصوصیات ویسی ہی پائی جاتی ہین جیسی کہ بہترین مصنوعات مین۔

(۳) پس اس تشبیہ من حیث البعض سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ یہ دونون چیزین من حیث الکل ایک دوسرے کے مشابہ و مماثل ہونگی۔ اور جس طرح ہر اعلیٰ درجہ کے شعر کے لیے ایک بلند پایہ شاعر کی ضرورت ہے اسی طرح عالم کے لیے بھی (جو نظام و ترتیب کے لحاظ سے ایک نفیس شعر کے مشابہ ہے) یہ لازمی ہے کہ کسی صاحب قدرت و صاحب اختیار نے اسکو پیدا کیا ہو۔

ہمارے خیال مین نظام عالم سے وجود باری پر جو استدلال ہو سکتا ہے اُسکا صرف یہی طریقہ ممکن ہے لیکن جو شخص اصول منطق سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اسصورت مین استدلال نہ تو برہان استقرائی کی صنف مین شامل ہو سکتا ہے اور نہ برہان قیاسی کے تحت مین داخل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اسکو صرف برہان تمثیلی کے دربار مین باریابی کا موقع مل سکتا ہے جسکو انگریزی مین Argument from analogy کہتے ہین۔ برہان تمثیلی کا مفہوم یہ ہے کہ جب دو چیزین بعض جزئیات سے ایک دوسرے کے مشابہ ہون تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انہین چند اور جزئیات سے بھی مشابہت ہوگی مثلاً ایک شے "الف" چند جزئیات سے دوسری شے "ب" کے مشابہ ہے مگر "الف" کے ساتھ "ج" کا وجود لازمی طور سے پایا جاتا ہے لہذا "ب" کے ساتھ بھی "ج" کا وجود ضروری ہے ایک اور واضح مثال مین اسکو یون سمجھو کہ کرۂ ارض اور کرۂ ماہتاب بعض (یعنی گول اور متحرک اجسام ہونے کی) جزئیات سے باہم گر مشابہ ہین لیکن کرۂ ارض ایک آباد سیارہ ہے جس مین مختلف ممالک و اقوام شامل ہین لہذا کرۂ ماہتاب اس حیثیت سے بھی زمین کے مشابہ ہوگا اور وہان بھی مثل ہماری دنیا کے نظام سلطنت وغیرہ قایم ہوگا۔

یہ ظاہر ہے کہ اس قسم کے دلایل سے کسی مسئلہ کا قطعی فیصلہ نہین ہو سکتا چنانچہ اصول منطق کی رو سے ان دلایل کا وزن نہایت خفیف ہوتا ہے اور کسی مسئلہ کی واقعیت پر یقین کرنے کے لیے ان سے استدلال فضول سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ بہت ممکن ہے کہ شبہ اور شبہ بہ چند معین جزئیات کے سوا اور کسی لحاظ سے باہم مشابہ نہ ہون اور اسکی تصدیق روزمرہ کے تجربات سے ہوا کرتی ہے۔

ہماری اسقدر تحریر اگرچہ علامہ کے پیش کردہ استدلال کا ضعف ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے اور ہمکو اس مسئلہ پر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین لیکن تعجب ہے کہ بعض مصنفین نے اسکو برہان استقرائی کی شکل مین پیش کیا ہے اور سخت تر تعجب یہ ہے کہ یورپ کے علما منطق کا مسلم الثبوت پیشوا جان اسٹوارٹ مل بھی اُن کا ہمزبان ہے۔ بے شبہ یہ دعویٰ نہایت اہم ہے اور ہمکو پورے انصاف اور بے تعصبی کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہئے۔

مل کہتا ہے کہ یہ استدلال محض اس مماثلت پر مبنی نہین جو نظام عالم اور انسانی صناعی کے درمیان ہے بلکہ اسکی بنیاد اس شابہت کے خاص طرز و انداز پر ہے۔ وہ اوصاف و خصایص جنکے لحاظ سے نظام عالم صنعت انسانی کے مشابہ ہے بجاے خود متفرق طور سے نہین پائے جاتے ہین بلکہ سب ایک ایسی صفت کے ماتحت ہین جسکا تعلق ایک صانع یا حکیم کے ساتھ لازمی و حقیقی ہے اور وہ صفت کیا ہے؟ کسی ایک متعین مقصد کی انجام دہی۔ بزید توضیح کیلئے ہمکو جسم انسانی کے کسی خاص حصہ کی ساخت پر غور کرنا چاہئے۔ مثال کے لیے ہم آنکھ کو لیتے ہین۔ آنکھ مین جسقدر رطوبات و حجاب ہین اُن کی ترتیب و ترکیب ایک مقصد معین یعنی بصارت کی معین ہے۔ اگر آنکھ کی ترتیب موجودہ نہ ہوتی تو یا انسان مین مطلقاً بصارت کا مادہ نہ موجود ہوتا یا اگر ہوتا تو حالت موجودہ سے یقیناً کمتر ہوتا یہی وہ خاص مشابہت ہے جو تمام اعضاے انسانی مین پائی جاتی ہے لیکن ہماری آنکھ کی کسی زمانہ مین ابتدا ہی ہوی ہوگی یعنی ایسے اسباب مجتمع ہوے ہونگے جنکے باعث آنکھ کی موجودہ حالت کا وجود ہوا ہوگا یہ فرض کیا جا سکتا ہے

کہ انکے وجود کا باعث محض بخت و اتفاق ہوا ہوگا لیکن اسوقت بیشمار آنکھون کی مثالین موجود ہین کہ بخت و اتفاق کا احتمال صحیح نہین ہوسکتا۔ لہذا ہمکو دوسری صورت یہ تسلیم کرنا پڑیگی کہ کوئی خاص علت ہے جو تمام آنکھون کی ساخت مین مشترک ہے اور جس نے قوت بصارت کے سامان بہم پہونچائے ہین اور جس علت سے بالارادہ ایسے افعال سرزد ہون اُسکو صانع و حکیم تسلیم کرنے سے کسکو انکار ہوسکتا ہے۔

یہ فرض محال اگر یہ استدلال بہ لحاظ اپنے مقدمات کے صحیح بھی ہو تو جیسا کہ خود مل کو تسلیم ہے ہم اسکو برہان استقرائی کی اُس صنف مین جگہ دے سکتے ہین جو براہین استقرا مین سب سے زیادہ ضعیف اور اپنی صحت کے لحاظ سے سب سے زیادہ مشکوک ہے یعنی قانون اتصال کے ماتحت لیکن اس سے قطع نظر کرکے دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ہمارے جسم کے کسی حصہ کی ساخت ایسی رکھی گئی ہے جس سے بہتر ممکن نہ تھی۔ اور جسکی حکمت و صنعت کی بنا پر ہمکو ایک حکیم و صانع کا قایل ہونا پڑتا ہے؟ ممکن ہے کہ ڈارون کے زمانہ کے قبل پبلک کو اسکا یقین ہو مگر اب جبکہ قانون ارتقا

لہ ناظرین کو یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ یہ مل کی ذاتی رائے تھی۔ اُس نے دراصل یہ استدلال حامیان مذہب کی جانب سے پیش کیا ہے اور خود آگے چلکر تردید کی ہے جس سے ایک حد تک ہم نے بھی اس مضمون مین فایدہ اٹھایا ہے۔

سہ منطق استقرا مین ایک نہایت اہم مسئلہ دریافت علت کا ہے۔ ارسطو اور اُسکے مقلدین مثل دیگر مستقرائی مباحث کے اس مسئلہ کے متعلق بھی تقریباً ساکت ہین۔ اور اگرچہ بیکن و سرجان ہرشل کی تحریرون مین ضمناً و تبعاً اسکے متعلق مباحث موجود ہین لیکن اسکو ایک علمی مسئلہ کی صورت مین پیش کرنے اور اسکے لیے ضابطہ قوانین وصول مدون کرنے کا فخر مل کو حاصل ہے۔ مل نے استقرار کامل کے لیے چند قوانین مخلف نامون سے وضع کئے ہین مثلاً قانون اتصال قانون انفصال قانون تغیر عوارض وغیرہ جنکے ذریعہ سے ہم معلول سے علت دریافت کرسکتے ہین۔ متاخرین علما منطق مثلاً پروفیسر بین فادر وغیرہ نے ان قوانین کو بہت شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتابون مین درج کیا ہے۔ استدلال زیر بحث قانون اول کے تحت مین داخل ہے جو قانون اتصال کے نام سے موسوم ہے مل نے اس قانون کو حسب ذیل الفاظ مین بیان کیا ہے

ہ اگر واقعہ مبحوثہ فیہ کی متعدد مثالون مین صرف ایک ہی چیز مشترک ہو تو یہی چیز جو تمام مثالون مین قدر مشترک ہے اس

مسلم ہوچکا ہے جبکہ موجودات عالم کے تدریجی نشو ونما کی شہادت ایوان علم کے در و دیوار دے رہے ہین جبکہ ڈارون اسپنسر ہیکل ہوالس ہکسلی اور سیکڑون مشاہیر علماے سائنس نے دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ جن چیزون کو ہم ترقی یافتہ شکلون مین دیکھ رہے ہین وہ تنزل و پستی کے نہایت ابتدائی مدارج طے کرکے لاکھون سال کے بعد اس حالت پر پہنچی ہین کون ذی عقل یہ دعوی کر سکتا ہے کہ ہمارے جسم کا کوئی عضو بہ لحاظ اپنی ساخت کے اس حکیمانہ ترتیب کا اظہار کرتا ہے جسکی بنا پر ہمکو چار نا چار ایک حکیم و صانع کے وجود کو تسلیم کرنا پڑتا ہے ؟

رابرٹ انگرسال[1] ۔ اگرچہ مخالفین مذہب کی جماعت مین ایک زبان دراز اور عامیانہ طرز کا مصنف ہوا ہے لیکن اس موقع پر اُس نے جو کچھ لکھا ہے درحقیقت نہایت نکتہ سنجی کے ساتھ لکھا ہے جسکو ہم ذیل مین درج کرتے ہین خود مولانا نے بھی اسکو اپنی کتاب مین نقل کیا ہے ۔ (الکلام صفحہ ۵۲) :-

"فرض کرو ایک جزیرہ پر ایک آدمی دس لاکھ برس کی عمر کا ملے جسکے پاس ایک عمدہ خوبصورت گاڑی ہو اور اُسکا یہ دعوی ہو کہ یہ گاڑی اُسکی لاکھون برس کی محنت کا نتیجہ ہے جسکے ایک ایک پرزہ کے ایجاد کرنے مین پچاس پچاس ہزار برس صرف ہوے تو کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکالینگے کہ وہ شخص ابتدا ہی سے فن جرثقیل مین ماہر تھا ؟ مخلوق کی ترقی سے کیا یہ بات ظاہر نہین ہوتی ہے کہ خالق مین بھی ترقی ہوئی ہے "

آج علما ے سائنس کی بہت بڑی جماعت جو مذہب سے منکر اور وجود خدا مین شکاک و مترددہے اسکے اکثر افراد کے اعتراض کی بنیاد یہی مسئلہ ہے لیکن ہمارے مولانا اسکو جسقدر حقیر خیال کرتے ہین

اس واقعہ کی علت ہوگی "

(دیکھو مل کی "سسٹم آف لاجک" حصۂ سوم باب ۸)

[1] کرنل رابرٹ گرین انگرسال سنہ ۱۸۳۳ء ولادت سنہ ۱۸۹۹ء وفات امریکہ کا نہایت کامیاب و مشہور بیرسٹر مذہب کی مخالفت پر اسکے متعدد لکچر اور چند رسالے موجود ہین ۔

اسکا اندازہ اُنکے مندرجہ ذیل جواب سے ہو سکتا ہے۔ اس لاجواب اعتراض کے جواب مین وہ ایک لاپروائی کے ساتھ فرماتے ہین[1] کہ

"یہ اعتراض کہ اگر خدا قادر مطلق ہوتا۔ تو دنیا کو بہ تدریج کیون پیدا کرتا۔ اس قدر لغو ہے کہ توجہ کے بھی قابل نہین۔ ایک نطفہ کا رحم مین پڑنا۔ پرورش پانا۔ گوشت پوست چڑھنا مختلف اعضا کا پیدا ہونا۔ جان کا پڑنا۔ خون سے غذا پانا۔ اور پھر نور کا پتلا بنکر منظر ہستی پر آنا۔ زیادہ اعجوبہ زا اور کمال قدرت کی دلیل ہے۔ یا دفعتہً بنا بنایا ایک انسان مجسم کا پیدا ہو جانا؟"

یہی وہ طفلانہ جوابات ہین۔ جو بجاے معترض کی تشفی کے اُسکے اعتراض کو اور زیادہ قوی کرتے ہین۔ اعجوبہ زا ہونے کے متعلق بیشک ہم کوئی فیصلہ نہین کر سکتے۔ لیکن اتنا ہر معقول پسند شخص تسلیم کریگا کہ کسی کام کو بہت سے تغیرات کے بعد مدت دراز مین انجام دینا۔ کمال قدرت کی دلیل نہین کہی جا سکتی۔

سائنس کے اُن تمام صیغون مین۔ جنکا تعلق بیجان مادہ سے ہے۔ آج کوئی شخص اُس نظام و ترتیب کا وجود نہین پاتا۔ جسکی قوت پر اعتماد کرکے مذہب علم سے صف آرائی کرنا چاہتا ہے۔ اور علم ہیئت۔ طبقات الارض۔ طبعیات۔ کیمسٹری کے مسایل مین آج باوجود تلاش کے بھی اُس معین غرض و مقصد کی انجام دہی کا پتہ نہین چلتا۔ جسکا ذکر مل کے الفاظ مین اوپر گذر چکا ہے۔ بہ قول زمانۂ حال کے سب سے بڑے ماہر سائنس ارنسٹ ہیکل[2] کے آج تمام علما و سائنس مین سے ایک شخص بھی کسی واقعہ کی "غرض و غایت" کے متعلق جستجو کرنا نہین پسند کریگا۔ یہی مصنف لکھتا ہے۔

"کیا آج کوئی ہیئت دان سنجیدگی کے ساتھ سیارون کی حرکت کے مقصد کے متعلق تحقیق کریگا؟"

---

[1] الکلام صفحہ ۵۹۔ [2] ارنسٹ ہیکل سنہ ولادت۔ زمانۂ حال کا نہایت نامی و سربرآوردہ سائنٹسٹ جینا (جرمنی) کی یونیورسٹی کا پروفیسر۔ سنہ ۱ ارتقا کے دریافت مین ڈارون کا بہت بڑا معین۔ سائنس فلسفہ قانون علم العلاج۔ مین متعدد یونیورسٹیون کا ڈگری یافتہ۔

یا کوئی ماہر معدنیات بلور کی ساخت مین کسی پیش بینی کو تلاش کریگا؟ یا کوئی عالم کسٹری آٹمز (دقایق) کے وزن کا مقصد دریافت کرتا ہے؟"

پھر ان سوالات کا جواب نفی مین زوردار الفاظ کے ساتھہ دیکر کہتا ہے کہ

"ایک صاحب اختیار کارپگر اور دنیا کے حاکم کا انسانی تصور اس میدان سے ہمیشہ کیلئے رخصت ہوگیا ہے۔ اور اب اسکی جگہ دانہی اور سخت قوانین فطرت نے لے لی ہے"[1]

علما سائنس کا یہ فیصلہ تو صرف سائنس کی اُن صنات کے متعلق تھا۔ جنکا تعلق غیر ذی روح مادہ کے ساتھہ تھا۔ لیکن جن علوم کا تعلق ذی حیات اجسام سے ہے۔ مثلاً علم الحیوانات۔ علم الاشجار۔ علم افعال الاعضا، وغیرہ انکے مسایل کے متعلق کسی خاص غرض و مقصد کو قرار دینے مین اور بھی زیادہ وقتون کا سامنا ہوتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ تقریباً تمام اونچے قسم کے حیوانات و نباتات مین بعض اعضا ایسے پائے جاتے ہین۔ جو محض بیکار ہین۔ بلکہ بعض صورتون مین اپنے رکھنے والے کیلئے مضر ثابت ہوتے ہین۔ اس قسم کے فضول اعضا کو اصطلاح مین (Rudimentary Organs) کہتے ہین۔ پرندون کے اقسام بعض ایسے ہین۔ جنکے پر و بازو موجود ہوتے ہین۔ مگر اُن مین اُڑنے کی قوت نہین ہوتی۔ بعض حیوانات ایسے بھی پائے گئے ہین۔ جنکی آنکھین ہوتی ہین۔ مگر مادۂ بصارت مفقود ہوتا ہے۔ مردون کے جسم پر چھاتی کے نشان بھی انھین زاید از ضرورت اعضا کی فہرست مین داخل ہین۔ جسم انسانی مین پیشانی۔ کان اور بعض اور اعضا کے عضلات بھی بیکار ثابت ہوے ہین[2]۔ ایک سائنس دان اس عقدہ کو یون حل کریگا۔ کہ جس طرح قوی کی مضبوطی و نشو نما کا دارمدار اس امر پر ہے کہ اُن سے کام لیا جاے۔ اسی طرح ان سے کام نہ لیا جا

[1] پروفیسر ہوسف کی کتاب "راز عالم" صفحہ ۹۲ و ۹۳ (Riddle of the Universe)

[2] ڈارون کی "ڈیسنٹ آف مین" صفحہ ۱۰ و ۳۰ (Darwin's Descent of Man) اور ہیکل کی جنرل مارفولوجی" جلد دوم (Haeckel's General Morphology)

اُنکے انحطاط و تنزل کا باعث ہے۔ پس اگر گرد و پیش کے اسباب و اثرات سے متاثر ہوکر کسی حیوان نے ایک خاص عضو سے کام لینا چھوڑ دیا۔ تو کچھ عرصہ کے بعد اس عضو مین ضعف کے آثار محسوس ہونگے۔ یہانتک کہ بعد چند نسلون کے وہ اپنا فعل بالکل ترک کر دیگا۔ لیکن مذہبی جماعت اس اعتراض کا کیا جواب دے سکتی ہے۔ کہ آخر اس قادر مطلق و صناع اعظم نے حیوانی مشین مین ایسے پرزے کیون رکھے۔ جو کچھ عرصہ کے بعد محض بے سود ہو جاتے ہین؟ درحقیقت کوئی حیوان اپنی ساخت کے لحاظ سے کامل نہین کہا جا سکتا ہے۔ ہر ایک کے قویٰ و اعضا مین گرد و پیش کے خارجی اسباب کے اثر سے تغیر و انقلاب پیدا ہوتا ہے لیکن چونکہ ان خارجی موثرات مین بھی تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ اسلیئے خود اس حیوان کی ساخت مین ایک غیر منقطع سلسلۂ تغیرات قایم رہتا ہے۔ اور غیر مستعمل اعضا بیکار ہوتے جاتے ہین۔ اسی بنا پر ارنسٹ ہیکل نے کہا ہے کہ تدریجی نشو و نما لازمی نتیجہ ہے انتخاب طبعی کا جس نے نظام دنیا بینی و صنعت کے تصور کو باطل کر دیا ہے۔

غور کرو۔ کہ ایک صناع کو کسی شے کے دفعتہً اور براہ راست تیار کرنے سے کون امر مانع ہو سکتا ہے؟ صرف عدم قوت یا قابلیت۔ وہ کسی چیز کو بہ تدریج و بالواسطہ محض اس حالت مین تیار کرتا ہے۔ جبکہ اسکے دفعتہً بنانے پر وہ قادر نہین ہوتا۔ اب خدا نے عالم کی موجودہ صورت اسقدر تدریجی تغیرات اور بیشمار درمیانی وسایل و ذرایع کی مدد کے ساتھ جو پیدا کی۔ اسکے متعلق صرف دو صورتین فرض کی جا سکتی ہین:-

(۱) یا یہ کہ وہ بغیر ان درمیانی وسایل کے عالم کی پیدایش پر قادر نہین تھا۔

(۲) یا یہ کہ وہ بغیر انکی امداد کے قادر تھا۔

اگر پہلی صورت صحیح ہے۔ تو پھر "قدرت کاملہ" کے متعلق کیا تاویل کی جائیگی؟ اور اگر شق دوم تسلیم کی جاے۔ تو اس پر فضول و غیر ضروری افعال کے انجام دینے کا الزام آتا ہے۔ جو ایک حکیم کی شان سے بہت بعید ہے۔

الغرض۔ یہ ہے اُس استدلال کی وقعت جسکو ہمارے مولانا وجود باری کے ثبوت مین نہایت شد و مد سے پیش کرتے ہین۔ اور جسکے استحکام کے متعلق وہ ایک شاعرانہ انداز بیان کے ساتھ یون تحریر فرماتے ہین[1]:۔

"آج جبکہ تحقیقات و دقیقات کی انتہا ہوگئی ہے، جبکہ کائنات کے سیکڑون اسرار فاش ہوگئے ہین جبکہ حقایق اشیانے اپنے چہرہ سے نقاب الٹ دیا ہے۔ بڑے بڑے حکما و فلاسفر انتہاے غور و فکر کے بعد خدا کے ثبوت مین یہی استدلال پیش کرسکے جو قرآن مجید نے آج سے تیرہ سو برس پہلے نہایت قریب الفہم اور صاف طریقہ مین بیان کیا تھا"

ہماری تحریر بالا کا ماحصل یہ ہے۔ کہ وجود باری کے ثبوت مین مذہبی جماعت کی جانب سے جو دلایل پیش کیے جاتے ہین۔ وہ منطقی حیثیت سے ہرگز اسقدر وزن نہین رکھتے کہ اُنکی بنا پر اس مسئلہ کو قطعی و یقینی کہا جا سکے۔ لیکن اسکا یہ مفہوم نہین کہ خدا کے معدوم ہونے پر ہمارے پاس کوئی دلایل موجود ہین۔ کسی چیز کے ثبوت مین کافی شہادت کا نہ ملنا ایک چیز ہے۔ اور اسکے نہونے پر دلایل کا پایا جانا دوسری چیز ہے۔ اور آخر الذکر دعوی کے ہم ہرگز مدعی نہین۔ فلسفۂ جدید کے بانی لارڈ بیکن نے دہریت کی نسبت جو دُرشت الفاظ لکھے ہین۔ اسکے مورد صرف وہ لوگ ہو سکتے ہین جنکا یہ دعوی ہے کہ یہ سلسلۂ موجودات خود بخود قایم ہے۔

بے شبہ۔ ہم اسی مضمون کے نمبر اول مین لکھ چکے ہین۔ کہ جب کسی واقعہ کے انکار و اقرار دونون پہلوؤن مین سے کسی جانب شہادت نہین ملتی۔ تو ہمارے یقین کا رجحان اسکی عدم صحت کی جانب ہوتا ہے[2]۔ اور اس بنا پر ہمکو انکار خدا کے لیئے کسی منفی شہادت کی حاجت نہین۔ بلکہ صرف شہادت اثبات کا نا کافی ہونا کافی ہے۔ لیکن اس خاص مسئلہ کے متعلق یہ فیصلہ صحیح نہین۔ یہ سچ ہے۔ کہ وجود باری کے اثبات و انکار دونون مین سے کسی پہلو کے یقینی ہونے پر کافی دلایل نہین ملتے۔ لیکن کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ کسی جانب اسقدر خفیف شہادت بھی نہین ملتی

[1] الکلام۔ صفحہ ۲۸۔ [2] الناظر۔ ماہ مارچ۔ صفحہ ۲۷۔

جوایک پہلو کو دوسرے پہلو پر کسی قدر راجح کر سکے؟

یہ ایک جداگانہ سوال ہے۔ اور ہمکو اسکے جواب کے لیے پھر عالم کی ابتدائی حالت پر غور کرنا چاہیئے۔ سائنس کی موجودہ تحقیقات کے بہ موجب۔ یہ عالم مرکب ہے نہایت باریک ذرات سے۔ جو ناقابل تجزی ہین۔ اور جنکو اصطلاح مین اجزاے دیمقراطیسی (Atoms) کہتے ہین۔ مادہ عالم کی اگر ہم تحلیل کرتے جائین تو آخر کار ہمکو اُسی مقام پر رکنا ہوگا۔ یہ ذرات قدیم ہین۔ حرکت چونکہ مادہ کی لازمی خاصیت ہے لہذا قدیم ہے۔ یعنی مادہ و حرکت دونون ازلی ہین۔ جب یہ مسلم ہے تو اسکا لازمی نتیجہ یہ تہا کہ اجزاے دیمقراطیسی باہم ملین اور ان مین امتزاج و اختلاط پیدا ہو۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور عالم اسی ترتیب ذرات کا نتیجہ ہے۔

یہان پہنچکر ایک منکر خدا یون اظہار خیال کرتا[1] ہے:۔

"مادہ حادث نہین اور چونکہ حرکت و قوت خود مادہ کے لوازم طبعی ہین۔ اسلیئے وہ بھی حادث نہین اور جب مادہ۔ قوت۔ حرکت قدیم ہین۔ اور کاینات کے تمام انواع انہین چیزون کا نتیجہ ہین۔ تو خدا کا وجود کن محسوسات سے ماخوذ کہا جا سکتا ہے؟ ..... قوانین فطرت اور خدا ان دونون مین سے ہمکو صرف ایک کی ضرورت ہے"

مذہبی جماعت کی جانب سے اسکا جو جواب دیا جاتا ہے۔ اور جس پر اعتماد کر کے وہ وجود خدا کو یقینی سمجھتی ہے۔ اسکو ہم علامہ شبلی کی زبان سے نقل کرتے ہین:۔

اس مین شبہ نہین کہ عالم کا تمام نظام قوانین قدرت یا لا آن نیچر پر قایم ہے۔ لیکن یہ قوانین۔ الگ الگ مستقل بالذات اور ایک دوسرے سے بے تعلق نہین ہین۔ بلکہ سب ایک دوسرے کے موافق متناسب اور معین ہین۔ ان مین باہم اسقدر تناسب اور ربط ہے کہ ایک چھوٹی سی چیز کے پیدا کرنے مین کل قوانین قدرت باہم ملکر کام کرتے ہین ..... اسکی مثال بالکل ایسی ہے جس طرح انسان کے جسم مین سیکڑون اعضا۔ جوارح اور اعصاب ہین۔ یہ جملہ اعضا و جوارح الگ الگ ہین۔ اور ہر ایک کا کام جدا ہے لیکن کوئی عضو اسوقت تک کام نہین دے سکتا

[1] الکلام صفحہ ۱۵

جبتک تمام اعضا بالذات یا بواسطہ اسکے عمل مین شریک نہ ہون ..... اسی سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ ان اعضا کے خود مستقل حیثیت نہین رکھتے۔ بلکہ انسان مین کوئی اور عام قوت ہے جو ان تمام اعضا کی جداگانہ قوتون سے بالاتر ہے۔ اور جس کی ماتحتی مین یہ سب باتقان کام کرتے ہین اس عام قوت کو نفس روح یا مزاج سے تعبیر کیا ہے۔

قوانین قدرت کا بھی یہی حال ہے۔ عالم مین سیکڑون ہزارون قوانین قدرت ہین۔ لیکن اگر ان مین سے ایک بھی باہمی توافق کے مرکز سے ذرا ہٹ جاے تو تمام نظام عالم برہم ہو جاے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی اور بالاتر قوت ہے جو ان تمام قوانین قدرت کو محکوم رکھتی ہے اور جس نے ان تمام قوانین مین باہم توافق۔ تناسب۔ ربط اور اتحاد پیدا کیا ہے۔ ..... توافق اور اتحاد پیدا ہونا خود ان قوانین کی ذاتی خاصیت نہین ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعوی کرے۔ تو محض ایک فرضی احتمال ہوگا۔ جسکی کوئی نظیر نہین پیش کی جا سکتی ہے یہی بالاتر قوت ..... خدا ہے۔ (صفحہ ۵۵ و ۵۶۔ الکلام)

لیکن یہ استدلال بھی مثل مولانا کے گذشتہ استدلال کے۔ استقرا پر مبنی نہین اور یقینی کسی حالت مین نہین کہا جا سکتا۔ اسکی قوت اسیقدر ہے جتنی کہ برہان تمثیلی کی ہو سکتی ہے۔ اسلئے بنائے یقین تو یہ بہرحال نہین ہو سکتا۔ لیکن معترض کہہ سکتا ہے کہ "اگر تمثیل مفید یقین نہین۔ کم از کم مفید ظن تو ہے۔ اور اگر اسکی بنا پر کسی مسئلہ کا قطعی ثبوت نہین ہو سکتا۔ تاہم اسکی تائید مین ایک احتمال قوی تو ہو جاتا ہے"

یہ بالکل صحیح ہے۔ اور ہم بھی اس دعوی سے اپنا اتفاق ظاہر کر دیتے۔ لیکن تمثیل کی بنا پر ہمارا احتمال راجح صرف اس حالت مین ہو سکتا ہے۔ جبکہ مشبہ اور مشبہ بہ مین واقعی کوئی خاص خصوصیت مشترک ہو۔ اور افسوس ہے کہ مسئلہ زیر بحث مین یہ لازمی شرط نہین پائی جاتی۔ مولانا کے استدلال کا لب لباب یہ ہے۔ کہ

قوانین قدرت۔ اعضاے انسانی کے مماثل و مشابہ ہین۔ اور اعضاے انسانی ایک جداگانہ

بالاترقوت کے ماتحت و محکوم ہین۔ لہذا قوانین قدرت بھی کسی بالاترقوت کے محکوم و ماتحت ہونگے۔

مگر سوال یہ ہے۔ کہ خود روح کا وجود جسم سے علیحدہ کس کو مسلم ہے؟ اور کیا تمام اعضاے انسانی سے بالاتر کسی قوت کی ہستی کا ثبوت۔ وجود باری کے ثبوت سے کچھ کم غیر متیقن ہے؟

یہان تک ہم نے اس مسئلہ پر جس طرز سے بحث کی۔ صرف اسی طرز سے کسی مسئلہ کی صحت فلسفیانہ حیثیت سے جانچی جاسکتی ہے۔ اور اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وجود باری کے اثبات و نفی دونون پہلوؤن مین کسی جانب خفیف سی خفیف شہادت بھی نہین ملتی۔ لیکن عقلی دلایل و منطقی شہادت سے قطع نظر کرکے ہم اس مسئلہ پر محض قلبی و جدان و اندرونی جذبات سے متاثر ہوکر نظر کرتے ہین۔ تو ایک جداگانہ جواب ملتا ہے۔ اس حالت مین بلاشبہ۔ ایجاب کا پہلو سلب کے پہلو سے زیادہ قوی۔ اور اثبات کا پلّہ انکار کے پلّہ سے زیادہ بھاری ہو جاتا ہے۔ جب یہ مسلم ہے کہ آج قوی سے قوی دوربین بھی فضاے کاینات کے کل سیارون کی تہا نہین پاسکی۔ جب یہ مسلم ہے کہ ایسے متعدد اجرام فلکی موجود ہین۔ جنکی روشنی باوجود تقریباً دولاکھ میل فی سکنڈ[1] کی رفتار کے ابھی تک کرۂ ارض نہین پہنچی۔ الغرض جب عالم موجودات کی یہ مشکل سے تصور مین آنے والی وسعت و عظمت مسلم ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ یہ غیر محدود عظیم الشان سلسلہ موجودات چند مقررہ قوانین و ضوابط کی زنجیر سے جکڑا ہوا ہے۔ تو یہ خیال لازمی طور سے پیدا ہوتا ہے کہ

کوئی معشوق ہے اس پردۂ ظلمت مین نہان۔

لیکن فرض کرو کہ ہمکو اس بالاترقوت کے وجود کا اعتقاد ہے۔ تاہم اس ہستی کے خواص و اوصاف کی تفتیش کرنا۔ اور اسکی نوعیت و ماہیت دریافت کرنا۔ انسانی عقل و فہم سے بالاتر ہے۔ اور ہمارا مسلک تو وہی ہے۔ جسکو آج سے پانچسو سال بیشتر خواجہ شیراز نے دنیا کے گوش زد کر دیا تھا۔

[1] روشنی کی اصل رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہے۔

برو۔ اے زاہد خود بین کہ ز چشم من و تو
راز این پردہ نہان ست و نہان خواہد بود

آخر مین ہمارا روے سخن۔ الندوہ کے اُس وسیع النظر مضمون نگار کی جانب ہے۔ جسکا شمار ہمارے علامہ کے ممتاز ترین تلامذہ مین ہوتا ہے[1]۔ اور ہم اُس سے صرف اسقدر عرض کرنا چاہتے ہین۔ کہ "علم بردارانِ فلسفۂ جدید" وجود باری کے دلایل کی تردید کسی "غلط۔ کمزور۔ سفسطیانہ" استدلال سے نہین کرتے۔ اور نہ اس مسئلہ کے غیر یقینی ہونے کی بنا "بے بنیاد شہادت" پر ہے۔ بلکہ وہ اس کو غیر صحیح تسلیم کرنے کا باعث منطقی شہادت کا ناکافی ہونا قرار دیتے ہین۔ اور اس امر کا فیصلہ ہم اُسی مضمون نگار کے انصاف پر چھوڑتے ہین کہ کس فریق کے دلایل حقیقۃً "اصول منطق سے خارج" ہین۔

سامنے غیر کے تم فتنہ مجھے کہتے ہو
چھپائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کیسر؟

راقم ایک طالبعلم

خون تمنا

مزار بحر جہانین پایا حباب کی طرح سر اوٹھا کر
فلک نے محروم ہمکو رکھا ہے کاسۂ واژگون بنا کر

ہمین زمانہ نے آہ سمجھا کسی کے نقش قدم کا خاکہ
کبھی بنایا مٹا مٹا کر کبھی مٹایا بنا بنا کر

ملی نہ جینے سے ہمکو فرصت جہان مین انفاس ایک ساعت
کہان سے خاکستر جہنم ملی ہے مٹی مین اپنی آکر

یہ بخت واژونگے ہین کرشمے کہ کامیابی کی انجمن سے
کبھی اوٹھایا ہمین بٹھا کر کبھی بٹھایا ہمین اوٹھا کر

غضب کیا دہر بد سیر نے ستم کیا چرخ حیلہ گر نے
جھکائے صد جاہ نامرادی امید کے بام پر چڑھا کر

کبھی نہ ہوگی تا قیامت یہ گرمجوشی فلک کی ہمکو
جلائے ہین آرزو کے خرمن جو یاس کی بجلیان گرا کر

یہ شان فرسودہ طالعی ہے کہ نام کیا ہے مرا نشان تک
اوڑا دیا صفحہ جہان سے بے رنگ حرف غلط مٹا کر

گذر گئے دن اسی طرح سے بسر ہوئین یونہی اپنی راتین
کہ دلکو روکا پکڑ پکڑ کر جگر کو تھاما دبا دبا کر

[1] دیکھو الندوہ بابت جنوری ۱۹۱۰ء مضمون "مادیت"

میرس اے ہمنفس کس درد دل چہ سوز پنہان نہفتہ دارم — شرارۂ غم بود چراغے کہ زیر دامان نہفتہ دارم

ہوس ہو رہنے کی خاک ہمکو بھلا اب اے باغبان چمن مین — کہ پتے پتے کو آشیانہ ہوا ہے اپنا گران چمن مین

ہزار چلائین لاکھ روئین صدا نہ پہونچیگی گوش گل تک — وہ دن گئے باتگ صور تھی جب ہماری آہ و فغان چمن مین

یہ ڈر ہی گل ہو نہ جائین ہم ہم خطر ہے صیاد پر نہ کاٹین — یہی تقاضا ہے مصلحت کا کھلے نہ ہرگز زبان چمن مین

الٰہی یہ کس غضب کی آتش بھڑک رہی ہے تنور دل مین — کہ ہو گئے آہ سے ہماری چنار آتش فشان چمن مین

ہمارے حال زبون سے ہر دم نہین ہے لالہ ہی داغ پر دل — کہ چشم نرگس بھی ہو رہے ہین سرشک شبنم روان چمن مین

خفا ہین ہم اپنی زندگی سے خوش آئین کیا ہمکو گلون کے یہ خندہ ہائے بیجا صبا کی اٹھکھیلیان چمن مین

خدا کو مان اے سیاہ بختی بس اب تو سر کھلا نہ ہمکو — کہ نغمہ پیرا ہین عندلیبین غزل سرا قمریان چمن مین

کسی کی امیدین نہ ٹوٹے کسی کی تقدیر یون نہ پھوٹے — قفس سے جب ہم اسیر چھوٹے تو آئی فصل خزان چمن مین

یہ التفاتے کسے درینجا چو نشنود داستان مارا — نوازاے برق خاطف اکنون بہ شعلۂ آشیان مارا

نہ پوچھ اے ہم نشین کہ جور فلک سے کیا جان پر بنی ہے — کہ دن کو ہے کام دلخراشی تو رات کو شغل جانکنی ہے

رفیق کیونکر نہین نہ صدمے مصیبتین ہون نہ کیسے مونس — کہ ہمسے آرام کو عداوت فراغ بالی کو دشمنی ہے

نہ رند و زاہد نہ شہسوار ہمکو ضعیف عاجز شکستہ پا ہین — کہ پاے تمکین تراہی غافل مجھے لے آخر شکستی ہے

الٰہی کیون آجتک نہ آیا ہماری حالت مین کچھ تغیر — کہ وقت جو ہے گذشتنی ہے زمانہ جو ہے وہ رفتنی ہے

کیا دم خنجر حوادث نے ذبح یون بیدریغ ہمکو — کہ طائر روح شکوہ سنج ہاے ذبح قلقلتنی ہے

جو اپنے محبوب آرزو سے نہین ہے کچھ لطف زندگی کا — شمار زندون مین خاک ہون ہم کہ چھاتی چہرہ پہ مردنی ہے

ہوا نکو کو شغل اشک ریزی تو دلمین سوز الم کی تیزی — جو ایک جانب ہے آب پاشی تو اک طرف آتش انگنی ہے

ہمین اگر خاک پر گرایا تو اے فلک تو نے کیا گرایا — ہمارا شیوہ ہی خاکساری نیازمندی فروتنی ہے

قمر بجاے رسید اینک بہ معرض بخت پستی ما
ز رنگ صد نیستی نمود ند غازۂ روملی ہستی ما

ملک محی الدین احمد قمر

سوالات علمیہ کے جوابات

تمہید زندگی - دل - دماغ - اور پھیپھڑوں کے مشترک فعل کا نام ہے - ان تینوں مین سے خواہ کوئی عضو اپنا کام چھوڑ دے باقی دونوں ہی جلد بیکار ہو جاتے ہین - اور زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے - گویا زندگی کے لیئے یہ اعضاء ایکدوسرے کے لازم و ملزوم ہین - لیکن زندگی کے ان ارکان ثلاثہ مین جزوی نقص پیدا ہو تو نقصان ہی جزوی ہی ہوتا ہے مثلاً جب دل کمزور ہو جائے - یا اسکے عضلاتی ریشے چربی مین تبدیل ہونا شروع ہو جائین - یا دل کے دروازون مین نقص پیدا ہو جاے تو اختلاج قلب - ضعف اور اسی قسم کے دوسرے امراض پیدا ہو جاتے ہین - اس صورت مین دل دماغ اور پھیپھڑے کی مدد سے ساتھ ملکر کام تو کرتا ہے - مگر صحت اور عمدگی کے ساتھ نہین کر سکتا -

جواب دوم اسی طرح جب پھیپھڑے کی ساخت مین خرابی واقع ہو جائے تو ضیق الصدر وغیرہ لاحق ہو جاتے ہین - اور بالکل اسی طرح جب دماغی ساخت کو کوئی صدمہ پہونچ جاتا ہے تو عقل مین فتور آجاتا ہے - اس بیان سے ثابت ہو گیا کہ (۱) انسانی عقل کا مستقر دماغ ہے - اس امر کو ہم دو طرح ثابت کر سکتے ہین :- اول مشاہدہ سے - دوئم تجربہ سے -

مشاہدات

الف - جو لوگ فتور عقل یا دیوانگی سے مرجاتے ہین ان کے پوسٹ مارٹم کرنے سے ہمیشہ انکی دماغی ساخت مین خرابی پائی جاتی ہے - بعض بعض حصص دماغ خصوصیت سے ماؤف پاے جاتے ہین -

ب - سر کی شدید ضربون کے بعد عموماً عقل اور ہوش و حواس مین فتور آجاتا ہے -

جز۔ وہ لوگ جو دیوانے یا بے عقل مشہور ہین ان کے سر کی بناوٹ یا بالخصوص ان کے دماغ کی بناوٹ عام یا ایک صحیح یا تندرست انسان کے سر کی بناوٹ سے ضرور کسیقدر مختلف ہوتی ہے۔ حالانکہ انکے باقی اعضائے جسمانی پورے طور پر نشو و نما پاتے ہین اور بظاہر ہین کوئی نقص نظر نہین آتا۔ بلکہ بعض دیوانے تو خوب مضبوط اور قوی الجثہ یا تن و توش والے ہوتے ہین۔

تجربات

کسی بڑے ہسپتال کے آپریشن روم مین جاکر دیکھئے۔ ہر روز مختلف مریضون کے مختلف اعضاء کاٹے جاتے ہین مگر کسی کا نتیجہ دیوانگی نہین ہوتا۔

جناب مولانا شبلی نعمانی مدظلہ کا پاؤن بندوق کی ضرب سے بالکل علیحدہ ہوگیا۔ اور اسکے بعد شاید ٹانگ کے نیچے کے حصے کا آپریشن (Amputation) بھی کیا گیا مگر ان کی دماغی حالت اور قابلیت مین کوئی فرق نہ آیا۔ جیسا کہ اس حادثہ کے بعد کی تصنیفات سے ثابت ہوتا ہے۔ اگر اوسوقت کچھ بے چینی وغیرہ محسوس ہوئی تو وہ ضرب کے صدمے کا اثر تھا جسکو اصطلاح جراحی مین شاک (Shock) کہتے ہین۔ یہی وجہ ہے کہ کلوروفارم سونگھنے کے بعد مریض کو صدمہ محسوس نہین ہوتا کیونکہ قوائے حاسہ معطل ہو چکے ہوتے ہین۔

نتیجہ۔ سوائے دماغ کے جسم کے کسی اور حصہ پر چوٹ وغیرہ لگنے سے عقل مین فتور نہین آتا۔

جواب ح یہ امر مسلمہ ہے کہ عقل و بے عقلی مین اسوقت تک کوئی خاص مابہ الامتیاز قائم نہین کیا گیا۔ بے عقل آدمیون کے مرنیکے بعد اون کے دماغ کا ڈی سیکشن کرنے سے کوئی خاص بات نہین پائی جاتی سوائے اسکے کہ ساخت دماغ مین کچھ نقص ملتا ہے یا بعض حصص خصوصیت سے ماؤف پائے جاتے ہین جیسا کہ اوپر ذکر ہوچکا اور یہ تبدیلی تین طرح پیدا ہوتی ہے:۔ (۱) پیدائشی نقص کیوجہ سے (۲) امراض کے مرض سے اور (۳) ضربات۔ منشیات۔ غم اور خوشی کے اثر سے۔

ہم ہر روز دیکھتے ہین کہ ایک انسان ایک وقت مین ایک نہایت دانشمندانہ کام کرکے مشہور زمانہ ہوجاتا ہے اور دوسرے وقت وہی آدمی ایسی بیہودہ حرکت کربیٹھتا ہے کہ تمام دنیا اوسپر ہنستی ہے۔

ولایت کے ایک نہایت مشہور فلسفی کا ذکر ہے کہ وہ انگیٹھی کے سامنے بیٹھا بدن تاپ رہا تھا۔ اور غالباً اپنے فلسفیانہ خیالات مین محو تھا۔ آگ رفتہ رفتہ زیادہ تیز ہوگئی حتی کہ اوسے برداشت کی تاب نہ رہی۔ حیران تھا کہ کیا کرے۔ کوئی علاج سمجھ مین نہ آتا تھا۔ آخر تالبش نے نہایت ہی تنگ کیا تو لاچار ہوکر نوکر کو آواز دی۔ وہ کسی ضروری کام مین مصروف تھا۔ ہاتھ رکے ہوے تھے۔ مگر آقا کے زور سے چلانے پر دوڑا آیا۔ فلاسفر صاحب نے اسکو دیکھتے ہی کہا کہ انگیٹھی کی آگ فوراً کم کردو۔ کیونکہ مجھسے اسکی گرمی برداشت نہین ہوسکتی۔ نوکر نے خاص ضرورت کے لیے انگیٹھی مین کوئلے زائد دھکاے تھے اور اوسکے سلگ جانیکا منتظر تھا۔ اور اب اُس ضرورت کے پورا ہونیکا وقت آگیا تھا۔ پس اوس نے مسکراکر کہا کہ "حضور چار قدم پیچھے ہٹ کر بیٹھ جائین۔ تپش خود ہی کم ہوجائیگی۔ آگ کی ضرورت ہے"

فلاسفر اس معقول جواب پر حیران رہگیا اور دل مین نوکر کی عقلمندی کی بہت تعریف کی اور ساتھ ہی اپنی عقل پر تعجب کیا کہ ایسا سہل نسخہ میرے ذہن مین کیون نہ آیا۔!

اس بات کو سمجھنے کے لیے کہ عقل کے مرکزون مین خرابی پیدا ہوجانے یا عصبی رشتونکی ساخت بگڑ جانے سے بے عقلی خود بخود بطور نتیجہ کے ظاہر ہوتی ہے ایک مثال کا سمجھ لینا کافی ہے اور وہ یہ ہے۔

جب ہم سانس لیتے ہین تو تازہ ہوا داخل ہوجانے سے یا تازہ ہوا داخل کرنیکی غرض سے جوف سینہ کشادہ ہوجاتا ہے۔ حجاب حاجز جسے ڈایافرام کہتے ہین اور جو جوف سینہ اور جوف شکم مین حد فاصل ہے نیچے کی طرف دباؤ ڈالتا ہے اور سینہ کے دیگر عضلات

ایک خاص قسم کی حرکات کے ذریعے امداد کرتے ہین جون ہی سانس لیا گیا کافی ہوا داخل ہوگئی۔ پھر سانس نکالا جاتا ہے مگر اُسکے لئے کسی خاص عضو کو کوئی کام نہین کرنا پڑتا بلکہ وہی عضلات جو سانس لینے کیوقت پھیلے تھے اپنی جگہ واپس آجاتے ہین اور اُنکے اصلی جگہ واپس آجانے سے ہی برآمد تنفس مین خلل واقع ہوجاتا ہے اسی لئے علم فزیالوجی (Physiology) مین یہ مسئلہ تسلیم کیا گیا ہے کہ سانس لینے کے تو خاص عضلات ہین مگر سانس نکالنے کا کوئی نہین۔

اسی طرح عقل کے لئے تو قادر مطلق نے خاص حصص دماغ مقرر کئے ہین مگر بے عقلی کے لئے کوئی خاص ساخت ابھی تک تحقیق نہین ہوئی۔ بلکہ عقلی مرکزون مین خرابی پیدا ہوجانیکا نام ہی بے عقلی قرار دیا گیا ہے۔

جواب الف ایک صحیح اور تندرست دماغ کے اپنے افعال متعلقہ کو بصحت تمام ادا کرنیکا نام عقل ہے۔

جواب ب یہی قاعدہ حیوانات پر بھی عائد ہوسکتا ہے۔

جواب ج چونکہ حیوانی دماغ کی ساخت نسبتاً ادنیٰ قسم کے مادے سے ہوتی ہے اور اسمین وہ پیچیدگیان اور نشیب و فراز نہین ہوتے جو ساخت دماغ انسانی کا خاصہ ہین اس لئے حیوانات کی عقل بھی ادنیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔

جواب ط عقل بیشک واحد ہے۔ مگر ساخت دماغی کی تکمیل کے جدا جدا مراتب ہونیکی وجہ سے اور نیز تربیت۔ صحبت۔ تعلیم۔ غذا۔ آب وہوا۔ تجربات۔ مشاہدات۔ اور واقعات روزمرہ کے مختلف انسانون پر مختلف طریقون سے اثر پڑنیکی وجہ سے ایک قسم کا ظاہری تفاوت پیدا ہوگیا ہے۔ دراصل کوئی اختلاف نہین۔ مثلاً بھوک کا علاج ہر قوم وملک مین عقل نے خوراک تجویز کی ہے اور اس حد تک حیوان بھی اسی زمرے مین شامل ہین۔ لیکن ہر جگہ مخصوص مقامی حالات کیوجہ سے اسکی

مختلف صورتین قرار پائین۔ کیک۔ پلاؤ۔ چپاتی۔ پھل۔ گوشت وغیرہ اور حیوانی اور انسانی عقل مین فرق مراتب بھی پیدا ہوگیا۔

موسم کی تاثیرات سے بچنے اور بعض دلی جذبات وخیالات کو مستتر رکھنے کی غرض سے عقل نے جسم کو ڈھانکنے کی ضرورت محسوس کی مگر مختلف مقامی حالات وضروریات نے اسکی مختلف صورتین پیدا کردین۔ وقس علیٰ ہذا۔

جواب ی جس کام کو انسان دیر تک کرتا ہے اُس سے ایک قسم کی محبت سی ہوجاتی ہے جو فی الحقیقت عقل ہی کا تقاضا ہے۔ اس لئے اس عادت یا حالت کو چھوڑ دینا اوسے ناگوار گذرتا ہے۔ یہین سے تقادت کی بنیاد پڑتی ہے۔ ورنہ اصل الاصول سب کا ایک ہے۔ پنجابی زبان کی یہ مشہور مثل کس قدر صحیح ہے کہ "سو عقلمندونکی تو ایک ہی رائے ہوتی ہے مگر دو بیوقوفونکی رائے ہمیشہ ایکدوسرے کے مخالف ہوتی ہے"

ایک ہی قسم کے حالات مین پرورش پانیوالے لوگون مین اختلاف کیوجہ باریک دماغی ساخت کے تکمیل درجونکا اختلاف اور نیز روزمرہ کے پیش آمدہ واقعات وغیرکا اثر ہے اگر دوسری کمزوریان ساتھ شامل نہ ہون تو یہ اختلاف موجب برکت ہے۔ (ز) کا جواب ضمناً آگیا ہے۔

یہ جوابات بہ سبیل ایجاز طبعی نکتۂ خیال سے لکھے گیے ہین۔ فلسفیانہ بحث رہگئی۔ میدان وسیع باقی ہے جسے باقی اہل قلم حضرات کے تفنن طبع کیلیے چھوڑتا ہون آخری سوال خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔ امید ہے جس کسی بزرگ کو فرصت ہوگی قوم کو فائدہ پہونچانے سے دریغ نہ فرمائینگے۔

افسوس ہے کہ الناظر مین تصاویر کا انتظام نہین ورنہ دماغ کی تصویرین دیکر اور مواقع مقامات کے اثر دکھاکر مضمون کو اور واضح کردیتا۔ بہرحال اب بھی امید ہے کہ اہل ذوق یہ سطور قبولیت کی نظر سے دیکھینگے۔

جناب سائل کی ان سطور سے تسلی نہ ہوگی تو راقم الحروف زیادہ وضاحت سے بھی لکھ سکتا ہے فی الحال اختصار مدنظر رکھا گیا ہے۔

نوٹ۔ جوابات ترتیب سائل کے مطابق نہیں۔ مئی کا الناظر سامنے رکھکر جواب ملاحظہ فرمائے جائیں۔

ہیچمیرز عبدالحکیم بسمل ہوشیارپوری

جزیہ اور خراج

سرسری طور پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جزیہ اور خراج یہ دونون لفظ ایک دوسرے سے مضاً ملتے جلتے ہین۔ اور کیا عجب ہے کہ اسکا استعمال بھی ایک ہی جگہ۔ موقع اور محل پر ہوتا ہو لیکن حقیقتاً دونون لفظون کا مفہوم۔ استعمال۔ موقع۔ محل۔ اور معنے ایک دوسرے سے بالکل جدا اور الگ ہین۔

یون تو جزیہ کا رواج بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا ہے یہانتک کہ یونانیون نے پانچسو سال قبل مسیح باشندگان سواحل کو چک سے جزیہ وصول کیا تھا۔ اور جسکو اون باشندون نے اس بناء پر قبول کرلیا کہ جزیہ دینے والا نہ قتل کیا جائے۔ نہ کسی وقت جنگ مین بلایا جائے اور غیر دیگر سواحل کے باشندون کے خونخوار حملون سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ اسلام مین یہہ قاعدہ تھا کہ بعد قبول اسلام جزیہ لینا موقوف کردیا جاتا تھا۔ لیکن یہہ قاعدہ صرف اسلام ہی تک محدود تھا۔

اہل روما نے جزیہ کی مقدار فی کس ۹ گنی سے پندرہ گنی تک مقرر کردی تھی۔ فارس والون نے کچھ عرصہ تک اسی مقدار پر جزیہ کی تعداد کو قائم رکھا لیکن بعد مین اسقدر ترمیم کردی تھی کہ آمدنی کی حیثیت پر ۱۲۔ ۸۔ و یا ۴ گنی فی کس مقرر کردی تھین۔

عہد رسالت مین مسلمانون نے جو تعداد جزیہ قائم کی تھی اوسکی مختلف صورتین تھین۔ کسی جگہ کے باشندون سے سو دینار سالانہ اور کسی جگہ کے باشندون سے کپڑون اور پھلون پر چہارم لے لیا جاتا تھا۔ لیکن عہد عمرؓ مین بوجہ اسکے کہ اسلامی فتوحات ترقی پر تھین چار دینار سالانہ اسکی کمی کی انتہا مقدار تھی۔ لیکن پھر بھی

مالدار اور متمول اشخاص سے ۴۸ درم سالانہ

متوسط الحال " " ۲۴ " "

ادنی درجہ کے " " ۱۲ " "

لیکن عہد عبدالملک مین تمام درجے شکست کر دے گئے تھے۔ اور چار ہی دینار سالانہ تعداد قائم رہ گئی تھی۔ پھر عہد عمر بن عبدالعزیز مین جزیہ بالکل ہی اوٹھا لیا گیا تھا۔ اور اگر کچھ تھا بھی تو نشاندہ خاص خاص حیثیتون۔ اور حالتون مین جنکا ذکر اگر ضروری خیال کیا جائے گا تو تو کسی آیندہ موقع پر درج ہوگا۔

خراج۔ وہ شے ہے جو بحیثیت لگان سالانہ کسی اراضی پر لیا جائے۔ جسکی دو قسمین تھین۔ نقد اور بٹائی۔ یہ دستور بہت قدیم زمانہ سے مروج ہے۔ یعنے زمین چونکہ ملک شاہ تصور کی جاتی ہے اور اوسپر رہنے والے چونکہ زمین کی پیداوار سے نفع حاصل کرتے ہین اسلئے بحیثیت مالک ہونے کے پیداوار کا کوئی نہ کوئی حصہ بادشاہ کو پانا چاہئے۔ اسوجہ سے اس نفع کا نام جو مالک کو ملے خراج کہلایا ہے۔

عام طور پر تاتاری۔ جرمنی۔ رومانی۔ مصری۔ اور شامی اپنی اپنی سلطنتون کی اراضیات پر لگان باندھتے تھے۔ جسکے مختلف درجے اور مراتب تھے۔ لیکن صرف رومانیون نے اون رقوم کو جو بحیثیت لگان وصول کی جاتی تھین بہت باقاعدہ کر دیا تھا یعنی اس صیغہ کے متعلق الگ ایک دفتر قائم کر دیا تھا۔ جسمین ہر قسم کے اہلکار اعلی درجہ سے لیکر ادنی درجہ تک مقرر تھے۔

مسلمانون نے بھی یہ دفتر اوسی صورت و حالت مین قائم رکھا لیکن عبدالملک بن مروان کے

عہد مین اسقدر تغیر کیا گیا کہ دفتر عربی زبان مین ہوگیا۔ چنانچہ مسلمانون کے عہد مین ابتداً یہ کام خاص خلفاء کے سپرد رہا کرتا۔ مگر رفتہ رفتہ دار الخلافت سے متعلق کر دیا گیا۔ ابتداً عرب۔ شام۔ فارس مین بٹائی کا رواج تھا۔ اور سکے بعد ۳۰۰ گز مربع پر ایک درم نقد اور ایک قفیز جنس پیداوار لگان مین وصول کیا جاتا تھا لیکن اوس اراضی پر جو از سر نو قابل کاشت بنائی جاتی تھی (تو تو) پیداوار کا دسواں حصہ خراج قرار پاتا تھا۔

لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد اراضیات کی پیمائش کیگئی اور خراج کے درجے دوسرے طریقہ پر جاری کیے گئے۔

(۱) ایک جریب ایسی اراضی پر جسمین انگور بویا گیا ہو۔ دس درم سالانہ

(۲) " " " کھجور بوئی گئی ہو۔ آٹھ درم "

(۳) " " " جو بویا گیا ہو۔ دو درم "

لیکن عراق عرب مین جو طریقہ بٹائی کا جاری تھا اُسکی بنا صرف اسقدر تھی کہ منصور کے عہد مین نرخ طرہبت گھٹا اور اوسکی پیداوار لگان کے لیئے کافی نہین ہوتی تھی اسوجہ سے بٹائی کا طریقہ جاری کیا گیا اور بٹائی کی بھی کئی صورتین تھین یعنے نصف سے لیکر پانچوین حصہ تک۔

لیکن اونیسوین صدی کے آغاز مین جو سیاستی اصولون کے جاری ہونیکا بہتر زمانہ تھا (التمیرات) نے پھر رخ بدلا۔ یعنے تمام زمینین جو مختلف چھوٹے چھوٹے درجہ کے لوگون کے پاس زیر کاشت تھین نکال لی گئین۔ اور وہ تمام اراضیات ایک چک یا گاؤن یا مزرعہ کی صورت مین کرکے چند ذی مرتبہ بااثر اور ذی وجاہت لوگون کے قبضہ مین دیدی گئین۔ یہ لوگ اراضیات شکمی طور پر اوٹھا دیتے تھے اور پیداوار کی آمدنی سے۔ بعد ادائے خراج شاہ۔ خود فائدہ اوٹھاتے تھے۔

راقم ع ۔ ر ۔ اثر۔ علوی

در چشم محققان چہ زیبا و چہ زشت منزل گہ عاشقان چہ دوزخ چہ بہشت
پوشیدن بے دلان چہ اطلس چہ پلاس زیر سر عاشقان چہ بالین و چہ خشت

ہندوستان مغلونکی آمد کے وقت

مثل عربون کے مغل اپنی تہذیب و تربیت اور دنیاوی ترقیات کے لیئے اسلام کے احسان مند ہین۔ قبل اسکے کہ اونھون نے اسلام (جسمین قومونکو شائستہ بنانیکی انتہا درجہ کی قوت ہے) قبول کیا۔ اونکا شمار وحشی قوم من تھا۔ وہ بہادر ضرور تھے لیکن تعلیم یافتہ نہ تھے۔ اُنکے حملونکو لوگ اتفاقی اور وبائی بیماریون سے تشبیہ دیا کرتے تھے۔ ان حملون مین انسان قتل و غارت کئے جاتے تھے۔ اون سے تجارت کو نقصان پہونچا کرتا تھا اور کھیتی برباد ہو جاتی تھی جہان کبھین یہ جاتے تھے وہان کا تمدن بجاے ترقی پانے کے برباد ہو جاتا تھا۔ لیکن جب اُنھون نے اوس عجیب و غریب مذہب اسلام کو اپنا شعار بنایا تو اوسکی حالت بالکل متغیر ہو گئی۔ مسلمان مغل بادشاہون نے شائستگی پھیلانے مین کمال کیا ہے۔ ہندوستان کے مغل فاتح صرف سپاہی ہی نہ تھے۔ وہ عالم بھی تھے۔ وہ قلم کو بھی اوسی خوبی سے استعمال کر سکتے تھے جیسے تلوار کو۔ ہندوستان اور اوسکے باشندے کبھی اونکا پوری طور سے شکریہ ادا نہین کر سکتے مغلونے اس ملک کو مالدار بنایا اور باشندون مین شائستگی پھیلائی۔ ان مغل بادشاہون مین سے بعض زبردست عالم گذرے ہین۔ اورنگ زیب اپنے وقت کا بڑا عالم تھا اور دارا شکوہ اوسکا بدنصیب بھائی اگر لوگ یقین کرین تو اوس سے بھی بڑھا ہوا تھا۔ بڑے شاہان مغلیہ اپنے کارنامے چھوڑ گئے ہین جس سے نہ صرف اونکے ملکونکے فتح کرنیکا پتہ چلتا ہے بلکہ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے زبردست عالم تھے اور اُنکو کہان تک ملک کے شائستہ بنانے مین کامیابی ہوئی ہے۔

ہندوستان کا پہلا مغل بادشاہ بابر ہوا ہے اوس نے اپنے حالات خود لکھے ہین جو تزک بابری کے نام سے مشہور ہین۔ اوسکی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان اوسوقت بادی تہذیب کے ادنےٰ درجہ پر تھا۔ ہندوستان کی عربی اوس کا افسوس جب ذیل

تحریر بہت مشرح طور سے ظاہر کرتی ہے۔

اُس ملک مین نفیس گھوڑے نہین ہین عمدہ گوشت والے مویشی۔ انگور۔ ذائقہ دار تربوز۔ خربزے نہین ہین۔ اور نہ کوئی دوسرا خوش ذائقہ پھل ہے۔ عمدہ قسم کے چاول ہین نہ ٹھنڈا پانی۔ حمام ہین نہ مدرسے۔ لوگونکے گھرون اور باغون مین بہتا ہوا پانی نہین ہے اونکے مکانات مین بھی صفائی نہین ہے۔ نہ وہ خوبصورتی سے بنتے ہین اور نہ اونمین روشنی اور ہوا آنیکا کافی خیال رکھا گیا ہے۔ ہندوستانی لوگ تنگے پیرون چلتے ہین۔ آدھے جسم کو ڈھانکتے ہین اور اکثر صرف کمر کے حصہ کو ایک لنگوٹی سے باندھ لیتے ہین۔ عورتین بھی لنگوٹی استعمال کرتی ہین جس کا آدھا حصہ اونکی کمر پر ہوتا ہے اور آدھا اونکے سر پر"

مولانا شبلی نے اپنے نہایت ہی قابلیت کے مضمون مین جسے اُنھون خافی خان اور ابوالفضل کی تحریرات سے اخذ کیا ہے اور جو جولائی کے الندوہ مین چھپ چکا ہے بہت ہی مشرح طور پر ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان مین زراعت کو مسلمانون نے بیحد ترقی دی۔ جس کا ثبوت ایک دوسرے مغل بادشاہ جہانگیر کی تحریر سے بھی ملتا ہے۔ مسلمانون ہی نے درختون کے قلم لگانیکا رواج ہندوستان مین کیا جس کی وجہ سے مختلف اقسام کے آم پیدا ہوتے ہین جو لطیف نازک اور خوش ذائقہ ہونے مین تمام دنیا کے پھلون پر فوقیت رکھتے ہین۔

مسلمانون نے کشمیر کو فتح کرکے ایک بہشت کا نمونہ بنا دیا۔ اوسمین اونہون نے فارس اور یورپ سے پھول منگا کر نہایت نفاست سے باغ بنائے۔ مختلف اقسام کے میوہ جات کے پھل کابل اور فارس سے منگا کر لگائے گئے۔ اور جہانگیر نے لکھا ہے کہ سیب فرنگ سے منگا کر لگایا گیا ہے۔ کپڑون مین یہ تبدیلی ہوئی کہ بجاے لنگوٹی کے عمدہ قسم کے ریشمی کپڑے پہنے جانے لگے۔

ابوالفضل نے اپنی مشہور و معروف کتاب مین جو ہندوستان کیلئے ایک عجیب

کتاب ہے دو درجنون سے زیادہ ریشمی کپڑون کی فہرست دی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ان کپڑون کے کارخانہ کھولے گئے اور اوسکے ماہر فارس یورپ اور چین سے بلاکر اس فن کی تکمیل کیواسطے مقرر کئے گئے۔

مسلمانون نے مویشیو نکی نسل بڑہانیکا علم بھی رواج دیا ہے۔ اونٹ اس ملک مین پیدا ہونے لگے اور گھوڑونکی نسل مین بھی بہت ترقی ہوئی۔ جہانگیر لکھتا ہے کہ اکبر کی مبارک سلطنت کے پہلے لوگ صرف ایک قسم کا گھوڑا استعمال کرتے تھے جسے کونٹ کہتے ہین۔ یہہ بہت چھوٹے قسم کا جانور ہوتا ہے جو پہاڑی مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اکبر کے زمانہ مین عرب اور ترکی گھوڑے نسل بڑہانے کی غرض سے منگائے گئے۔

ہمارے مرحوم واجد علی شاہ کی طرح جہانگیر کو بھی چڑیون اور جانورونکا بیحد شوق تھا اُسنے اپنے عجائب خانہ مین مختلف اور طرح طرح کے جانور اور چڑیان جمع کی تھین۔ عمارت کے لحاظ سے تاج محل اور دوسری مشہور عمارتین مغلونکے فن تعمیر کو ظاہر کرتی ہین۔ امور سلطنت کے لحاظ سے اکبر کا جاری کیا ہوا طریقہ وصول مالگذاری ابتک ہندوستان مین رائج ہے۔ اور اُسے انگریزون نے بھی اس ملک کیلئے نہایت ضروری سمجھا ہے اور کوئی دوسرا طریقہ نکالنا مناسب نہین خیال کیا۔

مغلون نے زندگی کے ہر شعبہ مین خاطر خواہ ترقی کی اور اُنکے زمانے مین ہندوستان مہذب ملکون مین شمار کیا جاتا تھا۔ اور ملک مین مادی ترقی پھیلانا بھی انھین کا کام تھا کیونکہ ہندوؤن نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی تھی بلکہ روحانی ترقی کی شاہراہ پر قدم رکھا تھا۔ جسمین سچ تو یہہ ہے کہ کوئی قوم ابتک اونکے برابر دوڑ نہ سکی۔ لیکن اب تو مادی ترقی مین بھی ہندو آگے آگے جا رہے ہین۔

(ترجمہ) مضمون مسٹر میر حسین قدوائی
مطبوعہ مسلم ریویو ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء

عبدالرحمن ادہمی۔ بی اے

غزلیات

درنگارین خانۂ وصف جمیلت ۔ از ازل — نقش دیواریم ما تصویر حیرانیم ما
چشم تر آتش بجان اندر شبستانِ وجود — شمع گردیدیم و سوزانیم و گریانیم ما
مدتِ ہر دم ۔ فنا جوید ز ماشل حباب — در ہوائے ہستی عمرِ فراوانیم ما
زلف تعبیرش بروے مرگ بکشاید بلا — چشم ہستی را عجب خواب پریشانیم ما
کے بود یارب کہ از دنیا سوِ عقبیٰ شویم — در رہ عصیان ہنوز افتان وخیزانیم ما
قطرۂ ہستیم ۔ لیکن برامید مغفرت — این قدر جوشیم کز دریا فزاوانیم ما

داورا مالک رقابا خسروا پوزش پذیر
نیز چون فردوس از خیلِ غلامانیم ما

کسی سے بسکہ امید کشود کار نہیں — مجھے اجل کے بھی آنے کا اعتبار نہیں
سنبھالے کون کسے ۔ کون لے کسی کی خبر — تمام بزم میں کوئی بھی ہوشیار نہیں
جواب نامہ کا قاصد مزار پر لایا + — کہ جانتا تھا اسے تاب انتظار نہیں
یہہ کہکے اوٹھ گئی بالیں سے میری شمع سحر — تمام ہوگئی شب اور تجھے قرار نہیں
چلی جو خاک شہیدان یہ اوس گلی کی ہوا — چراغ لے کے بھی ڈھونڈا تو پھر مزار نہیں
خزاں کے آنے سے پہلے ہی تھا مجھے معلوم — کہ رنگ و بوے چمن کا کچھ اعتبار نہیں
کسی کے خون کا پیاسا ضرور ہے صیاد — کمان میں تیر ہے فتراک میں شکار نہیں
کسی کے جلوہ کو اس مشت خس سے کیا نسبت — وہ صاعقہ نہیں شعلہ نہیں شرار نہیں
قریب تر رگِ گردن سے پھر بھی اتنا دور — نظر کے سامنے وہ پھر بھی اشکار نہیں

جو تو ہو پاس تو حور و قصور سب کچھ ہو
جو تو نہیں تو نہیں بلکہ زینہار نہیں

لیڈیز کانفرنس

بیداری اور قومی نفع ونقصان کی حس کو یوماً فیوماً روبہ ترقی دیکھکر جسقدر مسرت ہوکم ہے۔ شکر ہے کہ میری تحریک لیڈیز کانفرنس کے متعلق ملک کی اکثر خواتین نے اپریل اور مئی کے پرچہائے الناظرمین اپنے خیالات ظاہر فرمائے ہین۔ مخالف آرا رمین یون تو دو از کار قیل وقال سے کام لیا ہی گیا ہے مگر سب سے زیادہ زور اسبات پر دیا گیا ہے کہ پردہ دری لازمی نتیجہ انعقاد کانفرنس کا ہوگا ہرگوشۂ ہندوستان سے خواتین کی نقل وحرکت اور اجتماع فی محل واحد مین ضرور پردہ دری ہوگی۔ چونکہ یہی اعتراض کسیقدر مغالطہ انگیز ہے اسلئے مین کچھ لکھنا چاہتا ہون۔

میری غرض مخالفت کی تردید نہین ہے اسلئے کہ تجربہ شاہد ہے تردید وتائید کی گرم بازاری ایک لامتناہی سلسلۂ مبہم پیدا کردیتی ہے اور اصل معاملہ خبط ہوجاتا ہے جسوقت بہ غلبۂ آرا ولایق خواتین اور حامیان ترقی تعلیم نسوان ہند کانفرنس کا وجود ضروری قرار دین گے یا غیر ضروری اوسوقت فیصلہ ہورہیگا۔ ہان تو وہ مغالطہ ہے کہ خواتین مخدرات کی بے پردگی شرکت کانفرنس مین دو ہی طریقون سے ہوسکتی ہے من جہۃ السفر یا من جہۃ الاجتماع۔ شق اول مین بے پردگی کا نوحہ بہت ہی مضحکہ خیز ہوگا اسلئے کہ ہمارا روزانہ مشاہدہ ہے کہ ہزارہا پردہ نشین خواتین ہندوستان کے ہر گوشہ سے سفر کے لئے نکلتی ہین اور نہ صرف لحاظ ضرورت شدید بلکہ معمولی خاندانی رسوم مین شمول شرکت تقاریب خوشی وغمی اور تفریح وتفنن طبع کے لیے سفر ہوا کرتے ہین ظاہر ہے کہ ایسے سفر پردہ دار نہین ورنہ شریف مستورات اور اونکے محافظین کیون گوارا کرتے۔ جو خاتون جسقدر پردہ دار ہے اوسیقدر پردہ سے سفر کرتی ہے۔ دنیا کے کام رکے نہین رہتے اونکی انجام پذیری لابدی ہے ضرورت مین ایجاد پنہان ہے۔ جب ضرورت پیش آتی ہے تو پردہ کی ترکیبین سوجھتی ہین

اور ادسی نوعیت پر دہ داری سے وہ ضرورت انجام پا جاتی ہے پھر کانفرنس کی شرکت مین وہم بجابی سفر کیون؟

شق ثانی بھی وہم کے قابل نہین۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ مین نے اپنے مضمون ماسبق مین لکھا ہے کہ ہندوستان کے کیپٹل مقامات اور آباد بستیون مین کانفرنس کا انعقاد ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسے مقامات مین لیڈیز دلیگیٹس کے لئے مستور مکانات بہ کرایہ ملسکتے ہین اور منتظمین کانفرنس جنمین پردہ نشین عورتین ضرور ہی ہونگی پورے طور پر پردہ داری سے انتظام قیامگاہ کا کرینگی۔ کانفرنس ہال مین بھی پورا بندوبست پردہ کا ہوگا۔ غرض مسلمان بہنون کا آپسمین ملنا جلنا بے پردگی قرار دیا جاے تو خیر ورنہ خارجی کل امور پورے پردہ کے ساتھ انجام پائینگے۔ پھر بھی اگر کسیکی یہہ راے ہو کہ کچھ نہ کچھ بے پردگی ضرور ہوگی تو یہ اپنا اپنا اعتقاد ہے۔

مین نے اپنے مضمون مین وعدہ کیا تھا کہ مین اوامر و نواہی کانفرنس کے بھی وقتاً فوقتاً لکھونگا۔ اون اوامر و نواہی مین مینے پردہ کی بحث کو بھی شامل کیا تھا اور مین کسی آیندہ مضمون مین ضرور لکھتا خیر اب لکھتا ہون کہ کانفرنس مین شریک ہونیوالی بی بیان پوری پردہ داری سے شریک ہونگی اور اپنے کو خوبی معاشرت نسوانی کا بہترین نمونہ ثابت کرینگی۔ مین پردہ کا بہت زیادہ حامی ہون اور اسبارہ مین سخت کنسرویٹیو ہون مین ابھی ہندوستانیون کو اسقدر مہذب نہین سمجھتا کہ بے پردگی یا بے حجابی کی اجازت دیجاسکے میری تو غرض یہ ہے کہ عورتین عورتین رہکر تعلیم و تربیت مین ترقی کرین۔ فائدہ حاصل کرین اور اپنی بجنسون کو فائدہ پہونچائین ہم عورتون سے مردانہ وار جرات کے طالب نہین اور نہ اوس ڈھنگ کی ترقی کو ہم عورتون کی حقیقی ترقی کہہ سکتے ہین ہر صنف انسانی کے خصوصیات امتیازیہ جداگانہ ہین اور اون خصوصیات کو سمیٹے بغیر اوس صنف کی ترقی نہین کی جاسکتی۔ آج اگر تمام خواتین ہند بیحجاب ہوکر یورپین زندگی کے اصول پر کام کرنا

چاہین تو اسقدر جدوجہد کی ضرورت ہی نہو۔ یہہ جدوجہد تو محض اسی وجہ سے ہے کہ پردہ ہاتھہ سے نہ جاے اور پردہ ہی پردہ مین عورتین زیور تعلیم وتہذیب معاشرتی سے آراستہ ہوکر ثابت کردین کہ انسان اگر کوئی کام کرنا چاہے تو کیسی ہی کچھہ بادی النظر مین رکاوٹین کیون نہون بہت ہی حسن وخوبی سے انجام دیسکتا ہے۔

مخالفین کانفرنس اسبات کو خوب ذہن نشین کرلین کہ ہندوستان یورپ نہین ہے جہان کی عورتین اپنی قومی ترقی مین کانفرنس کی محتاج نہین ہین۔ وہان آزادی وبیحجابی کے بدولت میل جول مُعمت ہے اور ہرایک خاتون ہرچیز کو بچشم خود دیکھکر سبق حاصل کرسکتی ہے۔ ہندوستان مین بہت شدید ضرورت ہے کہ بی بیان آپسمین ملین اور اپنے افادات کا انکشاف جاہل بہنون پر کرین۔ اور اس اہم کام کے اختیار کرنے مین بے پروگی کے اوہام سفر فرضہ سے سبک خیال ہوجائین

مجھے امید ہے کہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء تک ہندوستان کی سربرآوردہ خواتین ضرور اپنی اپنی رائین ظاہر کرینگی تاکہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے زمانہ انعقاد کی قربت پر بغلبہ آراء خواتین یہ مسئلہ طے ہوکر سکرٹری کانفرنس شعبہ تعلیم نسوان کے پاس بہیجا جاے اور باقاعدہ شکل اختیار کرے۔ مجھے زہرا فیضی صاحبہ کی اس راے سے اتفاق ہے کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھہ ہی یہہ کانفرنس بھی ہو تاکہ مرد اور عورتین ایک ساتھہ اپنی اپنی کانفرنس مین شریک ہوسکین اور سفر کی مشکلات مین بھی مردون کی ہمسفری سے سہولت پیدا ہوجاے۔

خاتون روشن خیال بیگم فیضی نے اپنے مضمون مندرجہ الناظر بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۱۰ء مین یہہ بھی لکھا ہے کہ مردون کو بھی چاہیئے کہ محض باتین نہ بنائین بلکہ عورتون کے اس معاملہ مین خصوصاً اور تعلیم وتربیت کے حوصلون مین عموماً فراخدلی کے ساتھہ مدد کرین۔ ہمکو اتفاق ہے کہ بیشک ایسا ہی ہونا چاہیے اور ابھی ہندوستان کی عورتین اتنی تعلیم فتہ نہین ہوگئی ہین کہ ہانکو مردون کی دستگیری کی ضرورت نہو۔ گرہم یہہ ضرور کہینگے کہ متفق ہوکر اپنے حقوق کا ظاہر کرنا اور مردون سے اپیل کرنا بھی عورتون کا فریضہ ہے۔ وہ جدوجہد کرکے اپنے شوق تعلیم کو ظاہر کرین آخر

مردون کے دل کو بھی نرم کرینگے اور بیشک وہ اپنی اور اپنی بہبود قوم کی خاطر عورتون کی تعلیم کے لیے

امین حسن رضوی۔ سیکرٹری

(۲)

لیڈیز کانفرنس

فلک نے ساز بدلا۔ ساز نے نغمون کی گت بدلی
گیتون نے رنگ بدلا۔ رنگ نے یارون کی مت بدلی

زمانہ کبھی کسی کو ایک چال پر نہین رہنے دیتا۔ نت نئے رنگ بدلتا ہی رہتا ہے۔ بس کسی کے قلون کی طرح۔ کل کچھ تھا آج کچھ ہے کل کچھ ہوگا۔ جو لوگ زمانہ کا ساتھ دیتے ہین زمانہ اونکا ساتھ دیتا ہے اور جو زمانہ کے خلاف ہین زمانہ اونکے خلاف ہے۔ اسی لیئے بڑے تجربہ کے بعد کہا گیا ہے۔ ؎

سدا ایک ہی رُخ نہین ناؤ بہتی
چلو تم اودہر کو ہوا ہو جدہر کی

اس اصول کا جس نے ساتھ دیا وہ دنیا مین کامیاب و بامراد رہا اور جس نے اس سے لاپروائی برتی زمانہ نے اوسکا نام و نشان تک صفحۂ ہستی پر باقی نہ رکھا۔

اپریل سنہ ۱۰ء کا الناظر پڑھکر مجھے ع اک خوشی ہے تو ایک ماتم ہے۔ خوشی و مسرت تو بنت نذر الباقر صاحبہ کے پاکیزہ و روشن خیالات پڑھکر ہوئی اور ماتم کا موقع حضرت ساغر لکھنوی کے تنگ و تاریک تخئیل کی بدولت ملا۔ افسوس ع بریں عقل و دانش بباید گریست۔ خیال تھا کہ لیڈیز کانفرنس جیسی ضروری۔ اہم۔ اور مفید تجویز کو لبتک کہنے کے سوا اقطاع و جوانب ملک سے کوئی مخالف صدا بلند نہوگی مگر ع خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم۔ ساغر صاحب کی نسبت اسوقت مین اس سے زیادہ کچھ نہین کہہ سکتا کہ اونھین ؎

نہ سمجھ نظم و نسق کی نہ خبر دنیا کی
نہین واقف کہ ہے رفتار کدہر دنیا کی

در پردہ گفتگو مین اوسقدر لطف کہان جو بے پردہ گفتگو مین ہے۔ ساغر صاحب اسمدعہ

پردہ کے موید معلوم ہوتے ہین کہ اونہون نے اپنا اسم گرامی بھی پردہ ہی مین رکھا ہے لہذا کسی پردہ نشین سے بے محابا گفتگو کا سب یہان معلوم ہوتی جسوقت وہ دیکھنے والون کے سامنے آئینگے اسیوقت انشاءاللہ کھل کر گفتگو کی جائیگی۔

اس پردہ نے تمہارا نام اور بھی نکالا
یہ بھی کوئی حیا ہے جو نام ہو حیا کا

بات یہ ہے کہ لیڈیز کانفرنس کے انعقاد کی آواز زمانہ کی آواز ہے اور زمانہ کی آواز کو کوئی روک نہین سکتا۔ اگر ایک جگہ سے بند کی جائیگی تو دوسری جگہ زیادہ زور شور کے ساتھ سنی جائیگی اور دوسری جگہ روکنے کی کوشش ہوگی تو تیسرے مقام سے وہی آواز زیادہ بلند لب ولہجہ سے سنائی دیگی وقس علی ذالک۔ زمانہ کی رفتار ترقی کسی سورما سے روکے نہین رک سکتی اور جس بات کا زمانہ معلم ہو وہ ایک روز پوری ہوکر رہیگی۔ سچ یہ ہے کہ لیڈیز کانفرنس کی ضرورت نے اب اسقدر جڑ پکڑ لی ہے کہ باوجود مخالفت اسکو بالکلیہ اوکھاڑ کر نہین پھینک سکتے میری ناچیز راے مین بنت نذر الباقر صاحبہ کی راے نہایت سہل الحصول اور مناسب معلوم ہوتی ہے کہ زنانہ صنعت وحرفت کی نمائش کے موقع پر لیڈیز کانفرنس بھی ہوا کرے اور ہماری خواتین کو تبادلہ خیالات کا سالانہ موقع دیگر قوم کی بگڑی ہوئی حالت کو سنوارنے کی بیش از بیش کوشش کی جائے۔ السعی منی والاتمام من اللہ۔

میرے خیال مین اس کام کی مستحکم بنیاد ڈالنے کے لیئے شیخ عبدالبصیر صاحب بی اے۔ سکریٹری تعلیم نسوان سیکشن وایڈیٹر خاتون سے زیادہ قابل "زیادہ پرجوش" اور سچی دلسوزی وہمدردی سے کام کرنیوالا کوئی نہین مل سکتا لہذا مین اپنے مکرم دوست اور فدائی النسوان شیخ صاحب موصوف سے باادب التماس کرتا ہون کہ جس طرح آپنے "خاتون" کو اوس زمانہ مین نکالا جبکہ چارون طرف سے یہ آواز آرہی تھی کہ "این ہم بچہ شتر است" اور مدرسۃ النسوان کی اوسوقت بنیاد ڈالی جبکہ ہر جانب اسکے خلاف شور وغل مچ رہا تھا اور آخرش کامیابی حاصل کی

آج کون ہے جو خاتون سے استفادہ نہین اوٹھاتا اور اوسکے احسان سے انکار کرسکتا ہی آج کون ہے جو مدرسۂ نسوان کے فیوض و برکات سے منحرف ہونیکی جرات کرسکتا ہے بیطرح آپ خدا پر نظر رکھکر آیندہ زنانہ نمائش کے موقع پر لیڈیز کانفرنس کی بنیاد ڈال دیجئے اور کوتاہ نظر و بدبین اشخاص کی مخالفت بے جا کی مطلق پروا نہ کیجئے ع پھر دیکھئے بہار کہ کیسی بہار ہو؟

فی الحقیقت آپ اوسوقت تک اپنے مشن مین نمایان کامیابی نہین حاصل کرسکتے جب تک کہ لیڈیز کانفرنس نہ قائم کی جائے۔ اسکے چلانے کی ذمہ دار جب بنت نذر الباقر صاحبہ اور بنت نصیر الدین حیدر صاحبہ جیسی بیدار مغز اور بارسوخ خاتونین موجود ہون تو آپکو یا قوم کو مایوسی کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی۔ انکی سرپرستی سے کامل یقین ہے کہ لیڈیز کانفرنس اپنا بار آپ اوٹھانے کے قابل ہوگی اور آپ سے مالی مدد کی توقع نہ رکھیگی اور بالفرض اگر ضرورت امداد پیش بھی آجائے تو ابتدائی حالت مین مین سمجھتا ہون کہ آپکو بھی اعانت و دستگیری سے دریغ نہوگا اور نہونا چاہیئے۔

آپ لوگون کی مخالفت اور زبان درازی کی کچھ پروا نہ کیجئے ع ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین۔ جس تندہی اور سرگرمی اور جیسی جانفشانی و جانکاہی سے آپ ترقی و تعلیم نسوان کا کام کررہے ہین اوسکو دیکھتے ہوئے مجھے ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ بسبب خاص مین آپ سے کچھ اور زیادہ عرض کرون۔ ہان وہ لوگ جو بے سوچے سمجھے صرف اپنی بات بالا کرنیکے لئے لیڈیز کانفرنس جیسی نفع رسان مخلوق تجویز کے خلاف اظہار رائے کرنے لگتے ہین اونکی خدمت مین مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے ؎

عورتون مین نہ اگر علم کو پھیلائینگے
لوگ پچھتائینگے پچھتائینگے پچھتائینگے

راقم خاکپائے نسوان
سید دلگیر اکبر آبادی

ام عمارہؓ

سنہ ۱۹۰۹ء میں سیرۃ ابن ہشام کا مطالعہ کرتے وقت جنگ احد کے بیان میں ان کا ذکر دیکھنے میں آیا۔ اوسیوقت سے میں انکے حالات کی جستجو میں پڑگیا۔ لیکن اکثر تاریخوں میں عورتوں کے حالات نہایت مختصر لکھے گئے ہیں۔ سیرۃ النبویہ اور سیرۃ محمدیہ میں وہی ابن ہشام والی روایت دہرائی گئی ہے۔ سیرۃ الحلبیہ میں بھی صرف وہی واقعہ ہے لیکن کسقدر تفصیل کے ساتھ۔

اصابہ۔ اسد الغابہ اور استیعاب میں انکے حالات اسقدر کم ملے کہ اس شبنم سے میری پیاس نہ بجھ سکی۔ تاریخ طبری۔ تاریخ الخمس اور بعض دوسری مستند تاریخوں میں بھی انکا نام آیا ہے لیکن مورخ انکے کارنامونکی طرف سرسری اشارہ کرتے ہوئے گزر جاتا ہے۔

انکے جنگ یمامہ کے کارنامہ کا ذکر اکثر مورخین نے کیا ہے لیکن تفصیل کسی نے نہیں لکھی البتہ فتوحات اسلامیہ کے مصنف نے اپنے معمول کے خلاف اس واقعہ کا کسی قدر بسط کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ریاض المستطابہ میں بھی کچھ حالات ملے لیکن نہ ملنے کے برابر۔ ابن سعد نے طبقات کی آٹھویں جلد میں انکا تذکرہ کیا ہے اور اگرچہ فی الجملہ دوسرے مورخوں سے زیادہ لکھا ہے لیکن پھر بھی ناکافی ہے۔ تاریخ وفات تک کا پتہ نہیں۔

تہذیب التہذیب کا خلاصہ تو صرف نامونکی فہرست ہے۔ اب اصل کتاب چھپ رہی ہے اسکی گیارہ جلدیں چھپکر آچکی ہیں مگر افسوس کہ انکا تذکرہ بارھویں جلد میں ہے اور وہ ابھی تک نہیں آئی۔

زینب فواد کی کتاب دار المنثور مصر میں چھپی ہے۔ اسکے لیئے دو خط بھیجے کہ شاید اسمیں کچھ مفصل لکھا ہوگا۔ ہر چند وہاں تلاش کی گئی لیکن بدقسمتی سے نہیں ملی۔ ان سب کوششوں کے بعد مجبور ہوکر جو حالات ملسکے ہیں بالفعل انھیں کو پیش کرتا ہوں۔

ابھی تک میں نے ہمت نہیں ہاری ہے جستجو کا سلسلہ انشاء اللہ جاری رکھونگا یہانتک کہ اس

شیر دل بہادر صحابیہ کی جو آنحضرتؐ کے لئے سینہ سپر ہو کر لڑی ہے مکمل سوانح عمری لکھنے کے قابل ہو جاؤں۔ ؎ مرا عہدیست با جانان کہ تا جان در بدن دارم ؛ ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم

ام عمارہ کا نام نسیبہ ہے لیکن یہ اپنی اسی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ باپ کا نام کعب تھا۔ وہ قبیلہ بنی نجار میں سے تھے۔ انکی والدہ رباب بنت عبداللہ قبیلہ خزاج میں سے تھیں۔ ولادت ہجرت سے تخمیناً چالیس سال پہلے مدینہ میں ہوئی۔ انکا نکاح انہیں کے چچازاد بھائی زید بن عاصم کے ساتھ ہوا۔ انسے دو بیٹے پیدا ہوئے عبداللہ۔ اور حبیب۔ زید بن عاصم کے انتقال کے بعد انکا دوسرا نکاح انھیں کے قبیلہ کے ایک شخص غزیہ بن عمر سے ہوا۔ انسے ایک بیٹا تمیم اور ایک بیٹی خولہ پیدا ہوئی۔

جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہوئی اور آپ نے لوگونکو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا تو مکہ کے اکثر لوگ دشمن ہو گئے۔ انھون نے اسلام کی سخت مخالفت کی۔ جو لوگ مسلمان ہوتے تھے انکو تکلیفیں پہونچاتے تھے۔ انکی ایذا رسانی کی وجہ سے کوئی مسلمان مکہ مین مشکل سے ٹھہر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ سبکو حبشہ کی طرف بھیجدیا کرتے تھے کیونکہ وہانکا بادشاہ مسلمانونکا بڑا حامی تھا اور انکو آرام دیتا تھا۔ جب آپ نے سالہا سال کوشش کر کے دیکھ لیا کہ اللہ تعالے نے انکے دلونپر مہر لگادی ہے اور انکی عداوت اور دشمنی برابر بڑھتی چلی جاتی ہے تو انکا پیچھا چھوڑ دیا۔ اور بڑے بڑے بازارون اور مجمعون مین جہان عرب کے تمام قبایل جمع ہوتے تھے لوگون کے سامنے اسلام کو پیش کرنے لگے۔ یہ خواہش بھی تھی کہ اگر کوئی دوسرا قبیلہ اسلام کی حمایت کیلئے آمادہ ہو جائے تو آپ ان لوگون کو چھوڑ کر انھین مین جا ملین۔

اتفاق سے ایک سال مدینہ کے چھ آدمی آپکا وعظ سنکر مسلمان ہو گئے۔ دوسرے سال چھ اور بڑھے۔ اب حضور نے ایک صحابی کو جنکا نام مصعب بن عمیر تھا ان مسلمانونکے ساتھ مدینہ کو روانہ کر دیا کہ وہان قرآن کی تعلیم دین۔ حضرت مصعب اور اون بارہ مسلمانونکی کوشش سے مدینہ کے بڑے بڑے سردار اسلام لائے اور بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ انھین اسلام لانیوالو

مین حضرت ام عمارہ اور انکا گھرانا تھا۔

تیسرے سال مدینہ سے ۵۰ مسلمان مکہ پہونچے۔ مشرکون کے خوف سے حج کے دو تین دن کے بعد رات کو پچھلے پہر ایک پہاڑ کی گھاٹی مین یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ وہان حضور کے ہاتھ پر ان سب لوگون نے بیعت کی اور یہ عہد و پیمان ہوا کہ "حضور مدینہ تشریف لیچلین ہم جان مال اور اولاد سب کچھ اللہ کے دین کی مدد مین قربان کرین گے" اسی بیعت کو بیعت عقبہ کہتے ہین۔ جو لوگ اسمین شریک تھے اُنکا درجہ تمام انصار مین بلند ہے اس بیعت مین دو عورتین بھی تھین ایک تو یہی ام عمارہؓ دوسری ام منیع رضی اللہ عنہا

اس عہد و پیمان کے مطابق آنحضرتؐ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے۔ کفار مکہ نے یہان بھی چین نہ لینے دیا کئی بار چڑھائی کرکے آئے اور لڑائیان کین۔ یہان تک کہ بدر کی لڑائی ہوئی جسمین مکہ کے کافرون کے اکثر بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور اللہ تعالےٰ نے اسلام کو کفر پر نمایان فتح عطا فرمائی۔ کفار نے اپنے سردارون کا بدلہ لینے کی غرض سے بڑی سخت تیاری کی۔ اپنے آس پاس کے تمام قبیلون کو جمع کیا۔ سب کو ہتھیار اور سواری دی اور تین ہزار سے کچھ زیادہ جنگی آدمی جمع کرکے بڑے جوش و خروش کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنکر مسلمانونکو جمع کیا۔ تقریباً ایک ہزار آدمی تھے۔ انکو لیکر جب لڑائی کیلئے نکلے تو انمین سے بھی تین سو منافق راستہ سے واپس چلے آئے۔ اب صرف سات سو مسلمان رہگئے منافقونکے بھاگ آنے سے اُنکا حوصلہ بھی پست ہوگیا تھا۔ مگر آنحضرتؐ نے انکو ہمت دلائی اور اللہ پر بھروسہ کرکے مقابلہ کیلئے بڑھے۔

مدینہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑ ہے جسکا نام احد ہے اسکے دامن مین شنبہ کے دن ۱۱ شوال سنہ ۳ کو مقابلہ ہوا۔ مسلمان اچھے موقع پر پہونچگئے تھے۔ ایک محفوظ درہ تھا۔ کفار کے سات آٹھ سو سوار تھے۔ خالد بن ولیدؓ جو اسوقت تک اسلام نہین لائے تھے اِن سوارونکے سردار تھے سوائے اِس درہ کے اُنکے آنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا آنحضرتؐ نے

اس درّہ پر ساٹھ ستر مسلمانونکو مقرر کردیا کہ اسطرف سے جب سوار حملہ کرین تو تم لوگ روکنا اُنکو آگے نہ بڑھنے دینا۔ اور جبتک ہم حکم نہ دین اُسوقت تک ہرگز اس جگہ سے نہ ہٹنا۔ یہ لوگ لوہے کی دیوار کی طرح وہین جمگئے۔ جب کفار ادھر سے آنے لگے تو ان تھوڑے سے مسلمانون نے اُنکو نیزو پر رکھ لیا۔ مجبور ہوکر رک گئے اور میدان مین نہ آسکے۔ اِدھر گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ قریب تھا کہ مشرکونکو شکست ہوجائے کہ اتنے مین اسلامی فوج کا علم بردار شہید ہوگیا۔ بعض کافرون نے سمجھا کہ یہی رسول اللہ تھے۔ اُنھون نے خوشی کا نعرہ لگایا کہ ہمنے نبی کو قتل کردیا مسلمانون نے جب یہ آواز سنی تو اکثر بدحواس ہوگئے۔ اُنکو کسی چیز کی خبر نہین رہی۔ کوئی جہان تھا وہین مایوس ہوکر بیٹھ گیا۔ کوئی گر پڑا۔ کوئی بیہوش ہوگیا۔ کسیکی آنکھین کھلی کی کھلی رہگئین اور ہاتھ سے ڈہال تلوار گر پڑی۔ مشرک خوشی کے جوش مین ٹوٹ پڑے۔ درّہ پر جو مسلمان تھے وہ بھی سراسیمہ ہوکر دوڑے کہ یہ کیا ماجرا گذرا۔ ان لوگونکا وہان سے ہٹنا تھا کہ خالدؓ نے اپنے سوارونکو لیکر حملہ کیا۔ اور قیامت برپا کردی۔ سرور کائنات کے عم محترم امیر حمزہ رضؓ اور بہت سے مسلمان شہید ہوگئے۔

اس سخت وقت مین حضور کے ارد گرد صرف چند مسلمان جنکی تعداد دس سے زیادہ نہ ہوگی حفاظت کیلئے رہگئے انھین مین ام عمارہ رضؓ انکے دونون بیٹے عبداللہ اور حبیب اور انکے شوہر عزیہ بن عمر تھے۔ خود حضرت ام عمارہ رضؓ کی زبانی مورخون نے اس واقعہ کی کیفیت لکھی ہے ہم اسکا ترجمہ کرتے ہین۔

"ام عمارہؓ نے کہا کہ مین اپنے کندھے پر مشک لئے ہوے پیاسون کو پانی پلا رہی تھی۔ یکایک مسلمانون نے شکست کھائی۔ اور انکے قدم اکھڑ گئے۔ کفار نے چارون طرف سے سخت یورش کیا۔ مین نے اسوقت مشک پھینکی۔ اور ایک تلوار اُٹھاکر آنحضرت کی حفاظت کیلئے کھڑی ہوگئی۔ میرے پاس ڈہال نہ تھی کسی لپٹ کر جانے والیکی طرف حضرت نے اشارہ کیا وہ اپنی ڈہال پھینکتا گیا۔ مین دشمنون کے تیرون اور تلوارون کو اسی ڈہال پر روکنے لگی۔ مصیبت یہ تھی کہ ہم پیدل تھے اور غنیم سوارون پر

اگر وہ ہماری طرح پیدل ہوتے تو ہم آسانی سے اُنسے بھگت لیتے۔ سوار اپنی پوری قوت سے ہمارے اوپر حملہ کرتے تھے۔ اُنکا رد کنا بہت دشوار ہوتا تھا۔ مین نے تو یہ ترکیب نکالی کہ جب کوئی سوار وار کرتا تو اُسکو روک لیتی اور جون ہی وہ آگے بڑھتا پیچھے سے ایک ایسا وار کرتی کہ اُسکے گھوڑے کا پاؤن کٹ جاتا اور وہ مع سوار کے وہین گر پڑتا۔ یہ دیکھکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیٹے عبداللہ کو زور سے آواز دیتے کہ اپنی ماں کی مدد کر۔ وہ فوراً آجاتا اور مین اور وہ دونون ملکر اس سوار کا خاتمہ کر دیتے۔"

حضرت ام عمارہ کے بیٹے عبداللہ کی زبانی روایت ہے وہ بیان کرتے ہین کہ

"مین اور میری ماں دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے۔ مین دوسری طرف مشغول تھا کہ ایک مشرک نے پیچھے سے آکر میرے بازو پر ایک تلوار ماری۔ زخم بہت کاری پڑا۔ مین نے مڑکر اسپر حملہ کیا لیکن وہ سیدھا نکل گیا۔ مین لڑ رہا تھا مگر میرا خون بند نہین ہوتا تھا۔ حضور نے ام عمارہ کو حکم دیا کہ اسکے زخم پر پٹی باندھو۔ وہ اپنے ساتھ اسی غرض کیلئے بہت سی پٹیان لائین تھین فوراً ایک پٹی نکالکر زخم کو خوب مضبوط باندھ دیا۔ اور بولین کہ بیٹا اٹھو اور لڑو۔ مین خون کے نکلنے سے بہت کمزور ہو گیا تھا اُٹھنے کی طاقت نہین تھی آنحضرت نے فرمایا کہ اے ام عمارہ ہر شخص مین وہ طاقت کہان ہوتی ہے جو تجھ مین ہے۔ اتنے مین وہ شخص جسنے مجھے زخمی کیا تھا پلٹ کر اسی طرف آیا۔ آنحضرت نے اُسکو دیکھکر فرمایا کہ اے ام عمارہ دیکھ وہی شخص آرہا ہے جسنے عبداللہ کو زخمی کیا ہے۔ ام عمارہ نے لپک کر اُسپر تلوار کا وار کیا۔ اُسکی ایک پنڈلی صاف کٹ گئی اور وہ اُسی جگہ دھم سے گر پڑا۔ پھر اُنھون نے آگے بڑھکر اُسکا سر کاٹ لیا۔ حضور مسکرائے اور فرمایا کہ ام عمارۃ اللہ تعالے نے بڑا تازہ بدلہ تجھکو عطا کیا۔"

کئی گھنٹہ تک یہی حالت رہی۔ حضرت ام عمارہ کے زخمونکا کچھ شمار نہ تھا لیکن انکے جسم مین پھولاؤ کے تارونکی رگین تھین۔ ذرا بھی تو ان زخمونکی پروا نہین کرتی تھین۔ اور برابر جسپتی اور چالاکی کے ساتھ

حضور کی حفاظت مین مشغول تھین۔ اسی درمیان مین کسی کافر نے ایک پتھر پھینک مارا جس سے سرور کائنات کا بھی نیچے کا لب زخمی ہوگیا۔ اور نیچے کے سامنے کے دو دانتون مین سے داہنا دانت شہید ہوگیا۔ پھر ایک مشہور کافر نے جس کا نام ابن قمئہ تھا اور جو بہت بہادر اور مشہور سوار تھا آپ پر تلوار کا وار کیا۔ جس سے خود کے دو حلقے رخسار مبارک مین دھنس گئے۔ حضرت ابی عبیدہ بن الجراحؓ نے ان حلقون کو نکالا۔ رخسار مبارک سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ یہ دیکھکر حضرت ام عمارہ نے نشتر کی طرح اچھلکر ابن قمئہ پر حملہ کیا۔ اسنے انکے مونڈھے پر بھی ایک تلوار ماری جس سے بڑا گہرا زخم آیا۔ باوجود اس زخم لگنے کے بھی حضرت ام عمارہ نے پیا پے اسپر تلوار کے کئی وار کئے لیکن وہ دشمن خدا دو زرہین پہنے ہوے تھا۔ ابن قمئہ تو بھاگ گیا۔ لیکن حضرت ام عمارہ کے بڑا کاری زخم لگا تھا۔ خون مین لت پت ہوگئین۔ حضور نے اپنے سامنے کھڑے ہوکر انکے زخم پر پٹی بندھوائی۔ اور فرمایا کہ واللہ ام عمارہ کا آج کا کارنامہ فلان فلان رجندہا در صحابہ کے نام لیکر کے کارنامو سے بہت بڑھکر ہے۔ ام عمارہ نے کہا کہ یا رسول اللہ میرے لیئے دعا فرمائے کہ اللہ تعالے آپکے ہمراہ مجکو جنت مین داخل کرے۔ آپ نے دعا فرمائی۔ ام عمارہ نے کہا کہ اب اسکے بعد دنیا مین جو مصیبت چاہے میرے سر پر گذر جائے مجھے ذرا بھی پروا نہین۔

میدان جنگ سے جن مسلمانون کے قدم اکھڑ گئے تھے انمین سے بعض بعض مدینہ کے قریب تک پہونچ گئے۔ ایک صحابیہ جنکا نام ام ایمن رضؓ تھا مدینہ سے مشک لیکر آرہی تھین کہ مسلمانون کو پانی پلائین۔ دیکھا کہ لوگ بھاگے آرہے ہین۔ کیفیت پوچھی۔ انہون نے واقعہ بیان کیا۔ حضرت ام ایمن نے زور سے چلاکر انکو ڈانٹا۔ اور مٹھی مین خاک بھر کر انکی طرف پھینکی۔ اور کہا کہ رسول اللہ کو چھوڑکر تم لوگ کس منھ سے یہان چلے آئے۔ مرد بنے ہو۔ لو۔ یہ ہماری چوڑیان پہنو۔ اور گرکا چوغا چکی سنبھالو۔ اور اپنی تلوارین ہمکو دیدو ہم جاکر لڑین۔ انکے اس کہنے سے وہ غیرت مند مسلمان پلٹے۔ ادھر یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم محفوظ ہین۔ اب انکی ٹوٹی ہوئی ہمت پھر بندہی اور میدان مین جم گئے ظہر کے وقت لڑائی ختم ہوگئی۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمرؓ اور بڑے بڑے صحابہ کے ساتھہ آپ پہاڑ پر گئے وہان نماز پڑھائی اور پھر مدینہ کیطرف روانہ ہوے۔

ایک دنیاوی بیوی کا حال سنئے۔ مدینہ مین جب آنحضرت کے شہید ہوجانیکی خبر اڑی۔ تو وہ رنج وغم سے بیتاب ہوکر نکل کھڑی ہوئین۔ دونون آنکھون سے آنسو جاری تھے اور گرتی پڑتی اُحد کی طرف چلی جارہی تھین۔ راستہ مین ایک شتر سوار ملا دوڑکر اس سے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ اوسنے کہا کہ خیریت ہے لیکن تمہارا باپ۔ بیٹا اور شوہر تینون شہید ہوگئے۔ انہون نے کہا اور رسول اللہ؟ کہا کہ وہ ٹیلے کے پاس دیکھو فوج کے ہمراہ تشریف لا رہے ہین۔ خوشی سے اُچھل پڑین اور کہا کہ جب رسول اللہ زندہ ہین تو ہمکو کسی کی کچھ پروا نہین ہے اللہ تعالی اپنے بندون مین سے جسکو چاہے شہادت عطا کرے۔

حضور کو ام عمارہ کا بڑا خیال تھا۔ آنیکے ساتھ ہی عبداللہ بن کعب کو انکے دیکھنے کیلئے بھیجا۔ معلوم ہوا اب حالت اچھی ہے۔ زخم مہلک نہین ہے۔ تب آپکو اطمینان ہوا۔ پورے ایک سال تک علاج کرنیکے بعد یہ زخم اچھا ہوا۔

بالاتفاق تمام مورخ لکھتے ہین کہ واقعہ حدیبیہ۔ خیبر اور حنین کی لڑائیون مین بھی ام عمارہ آنحضرت ؐ کے ہمراہ شریک ہوئین لیکن مجھکو ابتک کسی کتاب سے ان لڑائیون مین انکے کارنامون کی تفصیل معلوم نہین ہوسکی ہے۔ جنگ یمامہ کا حال جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ لکھتا ہون۔ اہل یمامہ کا سردار مسیلمہ کذاب ایک نہایت زبردست اور بڑا جابر شخص تھا۔ پہلے تو مسلمان ہوا لیکن پھر دنیا کی لالچ مین مرتد ہوگیا۔ آنحضرت کے انتقال کے بعد اُسنے بڑی سرکشی پر کمر باندھی۔ اسکا قبیلہ بہت بڑا تھا لڑنے والے تقریباً چالیس ہزار آدمی تھے اس نے اپنی اس قوت کے گھمنڈ مین آکر نبوت کا دعوی کردیا۔ اور سب سے اپنے آپ کو نبی کہلانا شروع کیا۔ جو نہ کہتا اوسکو طرح طرح کی سزائین دیتا۔

حضرت ام عمارہ کے بیٹے حبیبؓ عمان سے مدینہ شریف کو آرہے تھے۔ مسیلمہ نے راستہ سے انکو پکڑوالیا اور کہا کہ تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہین؟ انہون نے کہا کہ ہان۔ اسنے کہا نہین۔ یہ گواہی دو کہ مسیلمہ رسول اللہ ہے۔ انہون نے کہا ہرگز نہین۔ تب اسنے انکا ایک ہاتھ کاٹ ڈالا۔ پھر یہی سوال کیا۔ انہون نے پھر وہی جواب دیا۔ دوسرا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ الغرض پھر پاؤن کاٹے۔ رانین کاٹ ڈالین لیکن انہون نے اس کذاب کی نبوت کا اقرار نہ کیا پر نہ کیا۔ اور جان دیدی۔ حضرت ام عمارہ نے جب یہ واقع سنا تو کلیجہ تھام کے رگئین۔ اور اپنے دل مین ٹھان لیا کہ اگر مسلمانون نے لشکر کشی کی تو اس مرتد ظالم کو مین افشا اللہ خود اپنی تلوار سے جہنم مین داخل کرونگی۔

حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ نے جب مسیلمہ کذاب کے حالات سنے تو حضرت خالد بن ولید رضؓ کو چار ہزار فوج کے ساتھ اسکے مقابلہ کیلئے روانہ کیا۔ حضرت ام عمارہ حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس گئین۔ اور ان سے اجازت چاہی کہ اس لڑائی مین مجھے بھی جانے دیجئے۔ انہون نے فرمایا کہ ہم تمہاری بہادری اور جرات بہت اچھی طرح دیکھ چکے ہین اسلئے تم شوق سے جاؤ ہم تمکو روک نہین سکتے۔ مسیلمہ کذاب نے بڑا سخت مقابلہ کیا اور بڑی گمسان کی لڑائی ہوئی۔ قدم قدم پر لاشونکے ڈھیر لگ گئے بارہ سو مسلمان شہید ہوے اور آٹھ لو ہزار کافر مارے گئے۔ اسی کش مکش اور ہنگامہ مین حضرت ام عمارہ نے اپنی نگاہ کے سامنے مسیلمہ کو رکھ لیا۔ جنگی بہادرونکو اپنے سامنے سے ہٹاتی برچھی کی نوک اور تلوار کی دھار سے اپنا راستہ نکالتی ہوئی غنیم کی بیچ فوج مین گھستی چلی جارہی تھین نیزہ اور تلوار کے گیارہ زخم انکے لگے اور جب مسیلمہ کے بالکل قریب پہونچ گئین تو کلائی پر سے ایک ہاتھ بھی کٹ گیا لیکن مطلق پروا نہ کی۔ اور آگے بڑھین کہ مسیلمہ پر وار کرین۔ اتنے مین کیا دیکھتی ہین کہ ایکدم سے سپہ دو تلوارین پڑین اور وہ کٹ کر گھوڑے سے گر پڑا۔ انہون نے دیکھا تو انکے بیٹے عبداللہ رضؓ کھڑے ہین۔ پوچھا کہ تو نے اسکو قتل کیا۔؟ انہون نے کہا کہ ایک تلوار میری پڑی دوسری

وحشی رضؓ کی (یہ وحشی وہ ہے جس نے اپنی کفر کی حالت مین جنگ احد مین حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا تھا) اب معلوم نہین کس کے وار سے وہ مرا ہے۔ یہ دیکھکر ام عمارہ اسیوقت سجدہ مین گرگئین اور اللہ تعالی کا شکر یہ ادا کیا۔

زخمونکی وجہ سے اور خاصکر ہاتھ کے کٹ جانے سے وہ کمزور ہوگئی تھین۔ حضرت خالد رضؓ جو فوج کے سردار تھے اور جنکی بہادری ضرب المثل ہے وہ ام عمارہ کی شجاعت اور بزرگی کی وجہ سے انکا بڑا ادب کرتے تھے۔ انہون نے انکے زخمونکے علاج اور تیمارداری مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا۔ جب حالت کچھ ٹھیک ہوگئی تو عبد الرحمن رضؓ انکو مدینہ مین لائے۔ خود خلیفہ وقت حضرت ابوبکر رضؓ انکو دیکھنے کیلئے انکے گھر آتے تھے۔

حضرت عمر رضؓ خلیفۂ دوم کے زمانہ مین ایک مرتبہ مال غنیمت مین چند بیش قیمت کپڑے آئے۔ انمین سے ایک دوپٹہ مرکش نہایت قیمتی تھا۔ کسی نے حضرت عمر رضؓ کو یہ رائے دی کہ آپ اسے عبد اللہ بن عمر کی بی بی کو دین۔ کسی نے کہا فلان کو دین غرض مختلف لوگون نے مختلف رائین ظاہر کین۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ تمام لوگون مین مین سب سے زیادہ حقدار اسکا ام عمارہ کو سمجھتا ہون۔ انھین کو دونگا۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے احد کے دن سنا تھا آپ فرماتے تھے کہ مین جدہر نظر ڈالتا تھا ام عمارہ ہی ام عمارہ مجکو نظر آتی تھین۔ دائین دیکھتا ہون تو ام عمارہ۔ بائین دیکھتا ہون تو ام عمارہ۔ چنانچہ آپنے انھین کے پاس اسکو بھیجدیا۔

راقم کو اسوقت تک اس سے زیادہ حالات نہین معلوم ہو سکے۔ فقط

اسلم۔ جیراج پوری

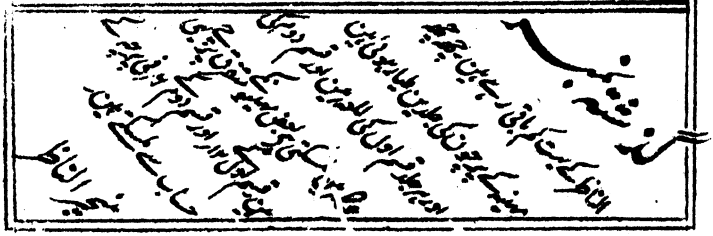

ریویو

تحقیقات قمیصیہ

اس نام کا ایک رسالہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہی جسکے مولف کا نام سرورق پر ان الفاظ مین درج ہی

"عالم امجد فاضل اوحد آیت من آیات اللہ الحاج مولانا شاہ قمیصی القادری حیدرآبادی سلمہ الہادی"

کچھ عرصہ سے حیدرآباد مین مولویون کی ایک انجمن (جسکو معلوم نہین کس لحاظ سے مولف صاحب "دنیا مین سب سے پہلی مجلس" قرار دیتے ہین) مجلس العلما کے نام سے قائم ہوئی ہی جسکے متعدد فرائض مین اگرچہ "بعض آزاد خیال مصنفون کی غلط بیانیون کا انکشاف" اور "آزادی کے طوفان بے تمیزی" کی روک تھام بھی داخل ہی مگر اسکا خاص مقصد یہ ہے کہ

"یورپ کے سائنس اور فلسفۂ حکمت کی رنگ آمیزیون نے بعض علما اسلام کو اسقدر دھوکے مین ڈال دیا ہے کہ وہ ان توہمات کی طلسم شکنی کی جگہ خود اصول اسلام مین انہین معتبر و مفید سمجھنے لگے ہین مجلس العلما اس غلط فہمی کے سرچشمہ اسرار کا انکشاف کریگی"

بلاشبہ یہ مقصد نہایت اہم نہایت نازک نہایت اعلیٰ ہی لیکن ہم مجلس العلما کے اراکین کی خدمت مین یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہین کہ

صیاد نہ تو نخچیر مکن چیزے کہ نخواندۂ تو تفسیر مکن

کے حکیمانہ اصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

"تحقیقات قمیصیہ" اسی انجمن کا آرگن ہے اس رسالہ مین علامہ شبلی کے ایک مضمون زیر عنوان "ملل و نحل" (مندرجہ الندوہ جلد ۲ نمبر ۸) کا جواب دیا گیا ہے اور ابن حزم اور علامہ موصوف کے خلاف حسب ذیل امور کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

(۱) انبیا علیہم السلام معصوم ہین (۲) نبوت تصوف باطل ہی۔ (۳) سحر حقیقی و واقعی ہے۔

یون تو سارا رسالہ مجتہدانہ معلومات و محققانہ قابلیت سے لبریز ہے لیکن جس امر نے نہ صرف مولانا

شبلی کو سکوت اختیار کرنے پر مجبور کیا ہوگا۔ بلکہ جس نے یورپ کے علمی طبقہ کو بھی محو حیرت کر دیا ہوگا۔ وہ مولف صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ "گویا جادو کا انکار فلسفہ کا انکار ہے" واقعی توہمات سائنس کے طلسم شکن کو اسی جرات۔ دلیری۔ اور وسعت معلومات کی ضرورت ہے! افسوس کہ لوگ اپنی ناواقفیت سے اسقدر بے بنیاد دعویٰ کر بیٹھتے ہین اور پھر متمنی رہتے ہین کہ ملک انکی جہالت کی داد دے۔

زیادہ افسوسناک یہ امر ہے کہ بعض مقامات پر الندوہ کی عبارت نقل کرنے۔ یا مولانا شبلی کے مفہوم کو ادا کرنے مین بد احتیاطی یا بد دیانتی سے کام لیا گیا ہے۔ ایک سے زاید موقع پر ایسے جوابات دئے گئے ہین جنکو ابن حزم یا مولانا شبلی کے دعوی سے مطلق ربط نہین طرز تحریر مجادلانہ و مخاصمانہ ہے۔ ضخامت ۱۶ صفحہ کتاب پر قیمت درج نہین۔

شاد یلیس کمپنی مالکان کارخانہ کوئلہ بنگال

ہمارا کوئلہ نہایت اعلیٰ قسم کا ہے تمام ریلوے کمپنیان خرید کرتی ہین
اسٹیم کول (کارخانون اور ریلوے کے واسطے)
کوک سخت (ڈھلائی کے کام کے واسطے)
کوک نرم (گھر مین جلانے اور کھانا پکانیکے واسطے)
کوئلہ کا چورہ (اینٹ اور چونے کے بھٹہ کے واسطے)
ہر قسم کا کوئلہ نہایت کفایت سے ملسکتا ہے۔ نمونہ طلب کیجئے اور نرخ طلب فرمایئے۔
موٹر کار کیلئے پٹرول (تیل) اس کارخانہ سے بڑھکر سستا اور بکفایت آپکو کہین نہ ملے گا۔
فرمایش پتہ ذیل سے آنی چاہئے۔
ایجنٹ شاد یلیس کمپنی نمبر ۱۳ اسول لائنز آگرہ

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین

باٹلیوالا کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجئے قیمت عہ
ہیضہ کیلئے باٹلیوالا کا لرل بہترین دوا ہے قیمت عہ
باٹلیوالا کا خضاب جس مین نئے اضافے ہوئے ہین بھورے بالون کو اپنی قدرتی رنگ مین لے آتا ہے قیمت سے ر
باٹلیوالا کی مقوی گولیان اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتا ہے قیمت ہر
باٹلیوالا کا سفوف دندان دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے۔ مایا پھس اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اسمین شامل ہین قیمت فی پیکٹ ۱۴
باٹلیوالا کا کیڑولنکاعرم ایکدن مین چاکر دیتا ہے قیمت ۱۴
یہ ادویہ ہر جگہ ملتی ہین اور مفت سے بھی ملتی ہین۔
ڈاکٹر ایچ ایل باٹلیوالا دارلی لیبوریٹری دادر بمبئی

"احوال واقعی"

الناظر کے مئی نمبر مین اور اس نمبر مین بھی رسالہ ربع مجیب کے اوراق کا شایع ہونا الناظر کے اہل ناظرین کیلئے باعث تشویش ہوگا جو اوسکے مطالب سے دلچسپی رکھتے ہین اور جاری سلامت روی اور استواری کے معترف ہین۔ لیکن ہم اون کو اطمینان دلاتے ہین کہ یہہ بے ترتیبی بالقصد نہ تھی اور عارضی تھی۔

مئی نمبر مین اسکے سوا اور بھی بہت سی فروگذاشتین تھین جسکا ہمین بہت افسوس ہے اصل یہہ ہے کہ مئی کا بڑا حصہ ہماری ایسی ذاتی مصروفیتون کی نذر ہوگیا جن سے ہم کسی طرح اس دنیا مین رہکر بچ نہین سکتے۔ اس وجہ سے اور نیز بعض دیگر مخالف اسباب کے جمع ہوجانے اور اتفاقی امور کے پیش آجانے سے اوس ماہ کے پرچہ کا وقت پر شایع ہونا ہی دشوار معلوم ہوتا تھا۔ پس جنس اگرچہ کسی قدر کاسد تھی لیکن ہمنے اسی کو غنیمت جانا کہ جو حضرات مہینہ کی ابتدا تاریخون مین الناظر کیلئے چشم براہ ہوتے ہین وہ ناامیدی کی زحمت سے محفوظ رہین اور جس حالت مین ممکن تھا رسالہ وقت پر شایع کردیا۔

اس نمبر مین ہمنے بہت کوشش کی کہ پچھلی فروگذاشتون کی تلافی ہوجاے اور یہہ کہنا بیجا نہوگا کہ ہم ایک حد تک اس سعی مین کامیاب ہوے لیکن ربع مجیب کے بارہ مین اب بھی وہی دقتین پیش آگئین بہرحال ہکو یقین واثق ہے کہ جولائی نمبر کی اشاعت سے پہلے اسکا پورا انتظام ہوجائیگا کہ آیندہ اس قسم کی بے ترتیبی نہونے پائے۔

اس نمبر کی اشاعت کے ساتھہ الناظر کا پہلا سال ختم ہوتا ہے۔ اور ہم خوش ہین کہ یہہ پہلا سال کامیابی اور ترقی سے دوش بدوش رہا۔ الناظر کی حالت مین فی الحال کوئی تغیر نہوگا لیکن ملک مین جو منزلت اوس نے حاصل کرلی ہے اوس پر اعتماد کرکے ہم امید کرتے ہین کہ پیش نظر تغیرات کا اعلان اسی سال کے اندر کیا جاسکے گا۔

رسالہ زمانہ کان پور

اردو کا بہترین باتصویر رسالہ ثابت ہوا ہے

اسکے مضامین کا چار دانگ ہند مین سکہ بیٹھا ہوا ہے۔ ہر قوم اور مذہب کے بہترین انشاپرداز اور شاعرون اور ملکی پیشواؤن کی قلمی عنایات اسکو حاصل ہین۔ اسکا حجم ۹۰ صفحات ماہوار ہوتا ہے۔ ہر مذاق کے اعلیٰ ترین مضامین اس مین شایع ہوتے ہین۔ اسکی لکھائی چھپائی انتہا درجہ کی نفیس اور دلپسند ہے۔ کاغذ بہترین قسم کا استعمال ہوتا ہے۔ ہر مرتبہ متعدد اعلیٰ درجہ کی دلکش اور دل پسند عکسی تصاویر شائع ہوتی ہین جنمین کم از کم ایک تین رنگون سے چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ آجکل مشہور اردو انشاپردازون اور ہندو مسلمان لیڈرون کی عکسی تصویرین کثرت سے شائع ہو رہی ہین۔

مئی ۱۹۱۰ء کا پرچہ شاہنشاہ عالم پناہ کی وفات حسرت آیات کی یادگار مین خاص اہتمام سے شائع ہوا ہے اسکا حجم سو صفحات سے زائد ہے۔ اور تیرہ اعلیٰ درجے کی تصاویر ہین جنمین نو تصاویر ملک معظم ایڈورڈ ہفتم جنت آرامگاہ کے متعلق ہین۔ عہد شیرخواری سے لیکر آخر وقت تک کی تصویرین درج کی گئی ہین اور چار اعلیٰ درجے کی مضامین بھی شاہنشاہ آنجہانی کی لائف پر ہدیہ ناظرین ہوئے ہین۔

باقی تصاویر مین شمس العلما مولانا آزاد دہلوی مرحوم کے دست خط کا عکس خاص طور پر دلچسپ ہے اور بھی کل مضامین و تصاویر حد درجہ دلکش ہین۔

بہرحال اسکے خصوصیات کو دیکھتے ہوے کہا جاسکتا ہے کہ آجتک کوئی رسالہ اس اہتمام سے ملک مین شایع نہین ہوا۔

جنوری فروری نمبر کے پرچے کوئی نہین بیچے۔ خریداری مارچ سے شروع ہو سکتی ہے۔

اردو کے شائقین فوراً خریداری شروع فرمائین قیمت سالانہ ۲ روپے نمونہ ۶ ر ارزان ایڈیشن عہ

یہ رسالہ زمانہ کی ترقی کا سال قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ہر نیا نمبر گذشتہ پرچہ سے بڑھ چڑھ کر شائع ہوتا ہے۔

منیجر زمانہ۔ کان پور۔

ڈاکٹر لالور کا فاسفوڈائن

نشان تجارت

اجمیری شیر

دماغی کمزوری فالج لکوا بی۔ ڈرا دنے واب
دیکھنا قوی کا قبل از وقت انحطاط اور نظام
جسمانی کی وہ تمام بد نظمی اور عوارض
جو قوت نامیہ کے کم ہو جانے سے
لاحق ہوتی ہیں امراض کے بے ضرر
اور فائق اعتماد علاج ہیں اس دوا نے
چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت
قائم رکھی ہے۔

اسکی قوت بخش تاثیر پہلے ہی روز محسوس کرنے
سنبھالا ہو جاتی ہے عصبی اور دماغی قوتوں میں
زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دماغ میں تازگی کے بالکل
خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے اضرمیں
قوت آجاتی ہے جھک پڑ جاتی اور تبض صاف ہو جاتا ہے نیند
آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ پر
جاتا ہے سرخ آنکھوں میں روشنی اور علامات اور

خبردار

"فاسفوڈائن" کا نام قانون تجارت کے
محفوظ ہو جانے کی وجہ سے یہ
مطابق محفوظ کرلیا گیا ہے اسلئے اسکی نقل (رنگ میں یا کسی
ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بعضے تقدیر پر کیا عظیم الشر
دوسرے صورت سے) فروخت کرنے والوں سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم اور نام کی
کرتی ہے۔ دنیا کے بیشمار ڈاکٹروں
مرکب عصبی کمزوری
اور اسی ذیل کی
حرف یہی ایک دوا ہے جسکو کلکتہ کی طاعون واقع ۱۸۹۸ء میں اعلیٰ سند ملی تھی۔
اور فن طبابت کے ماہرونکی
دوسری بیماریوں میں فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور
ہزاروں مستند شہادتوں سے عالمگیر فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ مانس کی تحقیقاتی
تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت
دنیا میں فاسفوڈائن کے کسی اور مرکب کو ایسی تمام اوصاف اور معززین
سے دور ہو جاتے ہیں۔
کی قدردانی نصیب نہیں ہوئی۔

ہندوستان بھر کے دواخانے اور ادویہ فروش بکس بی ویل (خورد) ہے رکھتے، پھر فروخت کرتے ہیں۔

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" واقع ہیمپ اسٹیڈ لنڈن انگلستان

مین بنایا جاتا ہے

مفید عام پریس محلہ اراضی نگر متصل آئیشن ڈ کشنوین باہتمام محمد علی طبع ہوا۔

جامیست جہان نمائے ہر صفحہ دریں
۲۷ ۱۳

الناظر

رجسٹرڈ نمبر ۷۸۷

نمبر ۱۷ | یکم نومبر سنہ ۱۹۱۰ عیسوی | قیمت سالانہ ۴ عدد

فہرست مضامین

		صفحہ
تنقید الکلام نمبر ۱ و ۲ کی اصلاح	بابو عطا محمد	۱
الکلام کی تنقید اور اُسکی تردید	منشی احمد علی۔ شوق۔ قدوائی	۳۶
نظم دلپذیر	مولوی محمد صدر الدین خان	۴۰
گلبرگہ	"دربرگے از گلبرگہ"	۴۱
اثبات واجب الوجود	منشی احمد علی۔ شوق۔ قدوائی	۴۹
غزلیات	منشی احسان علی فصیح۔ سید محمد علی اُمید۔ مولوی محی الدین تمنا عادی	۵۶
لیڈیز کانفرنس	مسز خدیو بنگ	۵۸
قرض (نظم)	مرزا محمد بہادر نایور	۶۴
تعلیم نسوان	ع۔ ر۔ علوی اثر	۶۷

منشی سخاوت علی کے الناظر پریس میں باہتمام ظفر الملک علوی طبع ہو کر
دفتر رسالۂ الناظر۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ سے شایع ہوا

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہیئے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے۔ کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہے اس لیے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے۔ تندرستی اور زندگی کیلئے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے

ہمارے کارخانے مین سٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حق مودکمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز

حضرت گنج لکھنؤ

الناس بالناس

مثل مشہور ہے "ایک نور آدمی ہزار نور کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت ۱۸۸۰ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود ہے صرف فرمائش کی دیر ہے جس قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ زنانہ ولایتی۔ یا ہندوستانی کسی طرز فیشن۔ یا وضع کی ہم نہایت کفایت اور خوبی کیساتھ تیار کرینگے۔ آزمائش کیجیے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ پیمائش کا فارم اور کپڑوں کا نمونہ طلب فرمائیے۔ قطب الدین منیجنگ پروپرائٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق — ساماں صد ہزار نمک دان کیے ہوئے

دی فونوا سینیما

لکھنؤ۔ متصل کوتوالی چوک

باتھی فون گرامونون راما گراف اوڈین بیکا چیمبر آپیرا

کچھ درد دہی مطربوں کی لے مین — کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے مین

وکلا اور بیرونجات کے خریدارونکی آسانی کے لیے خوش گلو یونکی تین ہزار ردسو مختلف گانون مین سے بہتر ریکارڈ دونکا انتخاب لکھنؤ مین صرف ایک یہی مرکز ہے جہان ہر مشہور کمپنی کے ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ مل سکتے ہین۔ ساختہ کی مشینون اور ریکارڈونکا نمونہ اور جانچ اسی تمام پیرایہ مین ہو سکتا ہے جو یورپ کے ڈیلرون کا ریگارڈ خاص طرز کی ترقی مین نہایت تبری سے مصروف ہین اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے خریداری سے پہلے ہماری دوکان کی نمایش گاہ تشریف لیجاکر ہر قسم مختلف ساخت کے ریکارڈ جدید اسٹائل کی مشینون اور تنگ برنگ کے خوشنما فلاور ہارن ملاحظہ فرمائیے۔ ضروری سامان متعلقہ ٹالنگ مشین۔ ہارمونیم ہیانو اسٹیل ٹیک گیٹار ٹیلیپ کیش بکس جاپانی منی بگ صابن اور ٹالکم پاوڈر۔ ذخیرہ بھی فروخت ہوتا ہے منیجر دی فونوا سینیما

الناظر

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-1

نمبر ۱۷ یکم نومبر ۱۹۱۱ء

تنقید الکلام نمبر ۱ و ۲
کی
اصلاح

مضمون نگار صاحب نے شہید جو تنقید نمبر ۱ مین تحریر فرمائی ہی ہمکو اس پر کچھ بحث نہین کیونکہ وہ مولانا شبلی صاحب کی مدح و ذم پر مشتمل ہی۔

ہمکو اس مضمون مین ان مسایل کی تردید منظور ہی جن سے اسلام کی صداقت پر حرف آتا ہی۔ اسکی پروا نہین ہی کہ زید و عمر کے اقوال کی تصحیح یا تغلیط کرین۔

ہربرٹ اسپنسر صاحب کی اس قول کے متعلق (مولانا شبلی نے الکلام مین نقل کیا اور اُس سے خدا کی ہستی پر استدلال کیا ہی اور جس کو ہم بھی تنقید سے نقل کرتے ہین کیونکہ اسوقت ہمارے پاس الکلام موجود ہی نہ ہربرٹ اسپنسر کی وہ کتاب جس مین انکا یہ مقولہ درج ہی) ان تمام اسرار سے جنکی یہ کیفیت ہی کہ جس قدر ہم اُن مین زیادہ غور کرتے ہین اسیقدر وہ اور غامض ہوتے جاتے ہین، اسقدر قطعی ثابت ہوتا ہی کہ انسان کے اوپر ایک ازلی و ابدی

قوت موجود ہی جس سے تمام اشیا رصادر ہوتی ہین" مضمون نگار صاحب کو ہربرٹ اسپنسر صاحب کے قول ہونے سے تو انکار نہین ہی لیکن وہ اس کی نقل و نقل ہونے کو اور اس کے جو معنی مولانا صاحب یا کسی اور بندہ خدا نے لیے ہین اسکو قابل اعتراض سمجھتے ہین اور فرماتے ہین کہ سرجان لیبک صاحب نے اس قول کو خدا کی ہستی کی ثبوت مین پیش نہین کیا بلکہ یہ ظاہر کرنیکو پیش کیا ہی کہ ہماری عقل رازہاے عالم کا انکشاف نہین کرسکتی اور اکثر امور مین اپنی ناواقفیت اور جہالت پر ہمکو قانع ہونا پڑتا ہی لیکن لیبک صاحب اس قول کو خدا کی ہستی کی ثبوت مین پیش کرتے یا نکرتے یہ جدا امر ہی۔ دیکھنا تو یہ ہی کہ اس قول سے کسی امر کا ثبوت ہوتا ہی۔ سو اس قول مین اسپنسر صاحب کا یہ فرمانا کہ "اسقدر قطعی ثابت ہوتا ہی کہ انسان کی اوپر ایک ازلی وابدی قوت موجود ہی جس سے تمام اشیا رصادر ہوتی ہین" اسبات کا کافی وقطعی ثبوت ہی کہ وہ کسی ایسی قوت کا قایل ہی جس سے تمام اشیا رجنکو ہم کسی حواس سے دریافت کرسکتے ہین یعنی موجودات عالم صادر ہوتی ہین۔

اب اسپر اگر کچھ بحث ہوسکتی ہی تو وہ صرف اسقدر ہی کہ آیا ایسی قوت جس کا اسپنسر صاحب کو اقبال ہی۔ اسلام کا خدا ہوسکتا ہی یا نہین۔

لیکن مضمون نگار صاحب اصل بحث کو چھوڑکر اس غیر متعلق بحث مین جا پڑے ہین کہ لیبک صاحب نے اسکو فلان امر کے ظاہر کرنے کے واسطے پیش کیا ہے نکہ خدا کی ہستی کے ثبوت مین۔ ہم مانتے ہین اور یہی کہتے ہین کہ بیشک عقل رازہاے عالم کا انکشاف نہین کرسکتی لیکن خدا کی ماہیت کا جاننا بھی تو منجملہ رازہاے عالم کے ہے اسکا انکشاف بھی عقل نہین کرسکتی لیکن اس مقولہ سے کہان لازمی طور پر یہ استشہاد کیا جاسکتا ہی کہ خدا کا وجود نہین ہے بلکہ اسپنسر صاحب اس بات کا صاف اقبال کرتے ہین کہ انسان کے اوپر کوئی ازلی ابدی قوت ہی جس سے تمام اشیا رصادر ہوتی ہین۔

جہان تک حکماے قدیم وجدید کی عقل نے کام کیا ہی اور جس نتیجہ پر وہ بعد طویل تحقیقات کے

پہونچتے ہین اسکا ماحصل صرف اسی قدر ہی جس قدر اسپنسر صاحب کا قول ہی اور بالخصوص اسکا آخری حصہ۔

سٹایک حکما کا بھی نسبت وجود باری تعالیٰ کے یہی عقیدہ تھا کہ بیشک ایک سب سے اعلیٰ قوت تو موجود ہی لیکن کوئی سب سے اعلیٰ شخص موجود نہین ہی اور نہ کوئی ایسی شی موجود ہے جسکو پراویڈنس Providence کہہ سکین۔ فطرت عالم یا نیچر خود اٹل قوانین کے ماتحت ہی لیکن کسی حکیم یا فلسفی نے ان قوانین کی موجودگی سے انکار نہین کیا بلکہ جو کچھ حکماے قدیم یا جدید نے کیا ہی وہ ان قوانین کا معلوم کرنا ہی۔

جب یہ قوانین موجود ہین تو بموجب اس قانون کے جو فطرت سے ماخوذ ہی کہ "جہان علت ہوگی اُسکا معلول بھی موجود ہوگا اور جہان معلول ہوگا وہان اسکی علت بھی موجود ہوگی" ان قوانین فطرت کی موجودگی کی صورت مین جو معلول ہین کسی علت کے انکی علت کا موجود ہونا بھی لازمی طور پر ماننا پڑیگا اور جو ان قوانین فطرت کی موجودگی کی علت ہی وہی اہل اسلام کا خدا ہی۔

اسلام کا خدا ایسا نہین ہی کہ اسکی ماہیت کسیطرح بھی جانی جاسکی بلکہ اسلام نے اسکو لفظ ہی سے تعبیر کیا ہی اور بس۔ اسکی ہستی کو بلاشبہ ہم عقل سے ثابت کرسکتے ہین لیکن اسکی ماہیت کو عقل نہین جان سکتے۔ اور نہ اسلام ہمکو اسکی ماہیت کے جاننے پر مجبور کرتا ہی۔ ہان اسلام نے ایسی ذات کے لیے جو مخرج یا منبع تمام کائنات کا ہی چند صفات ثبوتیہ لازمی طور پر ثابت کی ہین اور چند صفات سلبیہ سے اسکو بری کیا ہی لیکن یہ صفات ثبوتیہ اس وجود۔ قوت یا ہستی کی عین ذات یا مقتضاے ذات ہین اور اس لیے کسی ایسی صفت کو جس کا جاننا وجود کی ماہیت کی جاننے پر حصر ہو اس ذات سے متعلق نہین کرسکتے کیونکہ اس ذات کی ماہیت کا جاننا حد بشری سے خارج اور حواس کی طاقت سے اور صرف یہی ذریعہ ہمارے پاس مدرکات کا ہی باہر ہے۔

ہم دیکھتے ہین کہ کائنات مین بہت سے افعال صادر ہوتے ہین اور انکا مخرج و منبع وہی قوت

یا طاقت ہی اسلیے بسبب ان مصدورات کے جو عالم مین ہم دیکھتے ہین اس قوت یا طاقت سے متعدد صفات منسوب کرتے ہین اور کسی ایسی صفت سے جو اوسکی ذات یا کسی صفت مسلمہ کے برخلاف ہو اسکو ازلاً و ابداً بری کرتے ہین۔

مقناطیس مین کشش آہن کی صفت ہم پاتے ہین اسلیے بدون جاننے ماہیت مقناطیس کے کشش آہن کی صفت کو اوسکی طرف منسوب کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کشش آہن کی قوت مقناطیس کی ذات مین ہی اور یہ بھی ہم مطلق نہین جانتے کہ کیون مقناطیس مین آہن کی کشش کی قوت ہے اسیطرح پتھر مین بوجھ اور پانی مین رقت کا حال ہی اور یہ صفات عین ذات ہین عوارض یا زائد علی الذات نہین ہین۔

حکما اور مذہب اسلام کا عقیدہ نسبت وجود ایک بالاتر ہستی کے کہ جس سے تمام اشیاء صادر ہوتی ہین مشترک اور موافق ہی صرف صفات (جو اسلام اس ہستی سے منسوب کرتا ہی) کے بارہ مین خلاف ہی ان صفات کا اس بالاتر ہستی سے منسوب کرنا اسلیے ضروری ہی کہ بسبب صدور ان اشیاء کے جو کائنات مین دیکھی جاتی ہین لازمی طور پر ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ ان اشیاء کا صدور اُس طاقت سے بدون ایسی صفات کے جو اسلام نے اس طاقت کی طرف منسوب کی ہین نہین ہو سکتا اور لامحالہ وہ اُس طاقت مین ان صفات کا ہونا تسلیم کرتا ہی۔

اب طبقہ حکما رجنکو اُس طاقت مین ان صفات کے ہونے سے انکار ہے بتائے کہ جب اس طاقت مین یہ متعددہ صفات جو اسلام اس کی طرف منسوب کرتا ہی موجود نہین ہین تو پھر صدور افعال و اشیاء اس طاقت سے کیونکر ممکن ہے پس لازمی طور پر یہ یقین کیا جائیگا صدور اشیاء کے لیے اُس قوت مین ان صفات کا ہونا بھی لازمی اور ضروری ہی اسلیے یہ کہنا بالکل صحیح ہی کہ خداوند تعالی یا وہ بالاتر ہستی یا طاقت یا قوت جامع جمیع صفات کمال ہی کیونکہ جو کچھ اس سے صادر ہوا ہی اُس ہی ان صفات کمال کی طرف مکمور ہی ہوتی ہی لیکن ان صفات کی حقیقت اور ماہیت ہم بالکل نہین جانتے

اور اسیواسطے ہم کہتے ہین کہ صفات باری تعالیٰ ایسی صفات نہین ہین جنکو ہم انسانون مین روزمرہ مشاہدہ کرتے ہین۔

وہ ہستی جسکو ہم علت العلل یا واجب الوجود کہتے ہین اور جسکو حکما اور فلسفی بالاتر قوت یا طاقت کہتے ہین اسکو نہ وہ اور نہ ہم کسی طرح حواس سے جان سکتے ہین وہ اور ہم بجز اسکے کہ وہ موجود ہے اور کچھ اسکی حقیقت و ماہیت نہین جان سکتے اسیطرح صفات کو جو اُس کی عین ذات ہین بدون جاننے انکی حقیقت اور ماہیت کی ہم نے اُسکی طرف منسوب کیا ہی کیونکہ صدور اشیاء کے لیے جو عالم مین اُس صفات یا طاقت یا قوت سے ہوا ہی لازمی طور پر ایسی صفات کا اُس مین ہونا ضروری ہی۔

زندگی اور موت دو صفتین ہین جنکی مفہوم کو ہم نے جانداروں کے حالات سے اخذ کیا ہی پس کیا ہم یقین کرسکتے ہین کہ اس زندگی یا موت کا محل وہ ذات برتر یا واجب الوجود ہوسکتا ہی۔

دہریون یا اور لوگون نے مسلمانون کی مذہبی کتابون مین ان لفظون کو دیکھ کر جو صفات الٰہی کی نسبت لکھی گئی ہین خدا سے اسلام کو انھین مفہومات کا محل سمجھ لیا جو موجودات عالم سے ماخوذ تھے اور پھر ان صفات کے منکر ہوگئے اور کہنے لگے کہ کیونکر ان صفات کا محل ایسی ذات جو ہیچ اور دچیز ہی ہوسکتی ہی۔ ہم انکے جواب مین کہتے ہین کہ ہم کب ایسا یقین کرتے ہین اور کب ہم ان صفتون کا جنکو ہم جانتے ہین اُس ذات کو محل قرار دیتے ہین بلکہ یہ کہتے ہین کہ جن صفتون کو ہم جانتے ہین انمین سے کچھ جو اُس ذات کے لیے جس سے سب کچھ صادر ہوا ہے لازمی ہین اسکی طرف منسوب کرتے ہین اور یہ الفاظ جو ہم اسکے لیئے بولتے ہین ہرگز ہرگز انکا وہ مفہوم نہین ہی جو ان الفاظ کا ہی۔

مثلاً ہم اس طاقت کو حی کہتے ہین اور حی ہونے کی صفت کو ہم نے جانداروں سے اخذ کیا ہی اور وہ چونکہ علتون کی معلول ہی اسلیئے ہم ایسی صفت کو جو کسی علتون کی معلول ہو اس ذات

سے منسوب نہیں کر سکتے البتہ حیات کے سبب جاندارون سے افعال سرزد ہوتے ہین اور اس ذات سے یہی یہ سب کچھ جو کائنات مین ظہور پذیر ہوا ہی صادر ہوا ہی اسلیئے اسکا "مبدء" ہونا یقین کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہماری حیات کی سی اسکی حیات نہین ہی۔ چونکہ مردہ سے ایسی عجیب غریب اشیاء کا صادر ہونا محال ہی اسلیے اس ذات کو حی قیوم کہتے ہین۔

ان صفات کا جو اس بالاتر ہستی سے منسوب کرتے ہین زائد علی الذات ہونا بھی تسلیم نہین کرتے کیونکہ ایسی ذات محل حوادث بھی نہین ہو سکتی اس لیئے ان صفات کو عین ذات یا مقتضائے ذات سے تعبیر کرتے ہین۔ جب یہ صفات عین ذات یا مقتضائے ذات ہین تو انکی حقیقت اور ماہیت کا جاننا بھی ہماری فطرت سے اسیطرح خارج ہی جیسا کہ اسکی ذات کی ماہیت و حقیقت کا جاننا خارج ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہی کہ کمال توحید نفی صفات ہے یعنی صفات کا علیحدہ علیحدہ وجود اس مفہوم کے ساتھ جو انسان نے ان صفات کی نسبت دنیا مین اخذ کیا ہی اُس ذات کیطرف منسوب نکرو کیونکہ اس طرح تعدد قدما لازم آتا ہی اور وہ ذات محل حوادث ٹھہرتی ہی پس حکماء اور فلسفیون کی بالاتر ہستی۔ طاقت یا قوت اور اسلام کے خدا مین صرف یہی فرق ہی کہ اول الذکر ایک ایسی بالاتر ہستی کو جو ازلی و ابدی ہی اور جس سے تمام اشیاء صادر ہوتی ہین بلا صفات کے مانتے ہین اور موخر الذکر اس ذات کو موصوف بصفات متعددہ مانتے ہین لیکن اسبات کا کچھ جواب حکماء یا فلسفی نہین دیسکتے کہ اگر وہ طاقت بلا صفات مسلمہ اسلام کے ہی تو صدور فعال و اشیاء اس طاقت سے کسطرح پر ممکن ہی۔ کیونکہ صدور اشیاء کیواسطے ان صفات کا ہونا اس طاقت یا قوت مین لازمی ہی قدیم ہندو دھرم مین بھی خدا کی ذات دو حالتین "سر" اور "اسر" مانی جاتی ہین۔ "اسر" اُس ذات کی اُس حالت کا نام ہے جبکہ وہ صفات سے بالکل مجرد و منفرد ہو اس حالت مین سلسلۂ تکوین کا ہونا مقصود ہے اور جب سلسلۂ تکوین اور پیدائش شروع ہوتا ہے تو یہ حالت "سر" سے تعبیر کی جاتی ہے"

مذہب و عقل

اس عنوان پر جو بحث مولانا صاحب نے الکلام مین کی ہی اُسپر مضمون نگار صاحب تحریر فرماتے ہین کہ سائنس اور فلسفہ کی تعریف جو مولانا صاحب نے کی ہی کسیقدر قابل ترمیم ہے لیکن سر دست وہ مولانا صاحب کی تعریف کو تسلیم کرکے مذہب اور سائنس کے تعلقات پر غور کرتے ہین۔

افسوس مضمون نگار صاحب نے وہ ترمیم ظاہر نکی ورنہ ہم دیکھتے کہ کہان تک وہ ترمیم درست و نادرست کہی جاسکتی ہی۔

مولانا صاحب کی تعریف سائنس و فلسفہ نہایت صحیح ہی اور مضمون نگار صاحب کے اعتراضات کی بنا کو جب غور سے دیکھا جاے تو معلوم ہوجاے گا کہ وہ سائنس کے محققہ مسایل کے رو سے اعتراض نہین کرتے بلکہ فلسفیانہ قیاسات کو اسلام کے مقابلہ مین لاکر انکی جواب دہی مین ناحق لوگون کی تضیع اوقات کرتے ہین بلاشبہہ جو مسایل کہ تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر قطعی الیقینی ثابت ہوچکی ہین یا ہوتے جاتے ہین وہ سائنس ہی اور انکے سوا تمام وہ قیاسات جو تجربہ اور مشاہدہ کی حد سے باہر ہین وہ فلسفہ ہی اور انکا ماننا نہ ماننا خواہ مخواہ لازمی اور ضروری نہین ہے

ڈاکٹر دریپر صاحب کی کتاب "Conflict between Religion and Science" جسکا حوالہ مضمون نگار صاحب نے دیا ہی (مترجمہ مولوی ظفر علی خان بی اے)

اس سے صرف اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ رومن کیتھولک مذہب کے پیشواؤن نے سائنس کی مزاحمت نہایت برے طور پر کی۔ بڑے بڑے جلیل القدر حکماء و علماء کو شہید صداقت ہونا پڑا اور اسیواسطے کئی صدیون تک یورپ کو شائستگی و تہذیب حاصل نہوئی اور تمام براعظم مین جہالت و تاریکی پھیلی رہی یہ تو اسلام کے صدقے سے تھا کہ علوم اور سائنس نے یورپ مین دخل پایا اور تمام ملک کو جہالت کے عمیق گڑھے سے نکال کر اوج علمیت پر پہونچایا اسلیئے اس خرابی کا ذمہ دار انکا اپنا مذہب ہی۔ اور اگر چند علماء اسلام نے بھی

سائنس کے مقابلہ میں رواداری نہ برتی تو بلاشبہ ان علماء نے بہت برا کیا اور وہ ذاتی طور پر اسکے ذمہ دار ہیں لیکن اسلام کی تعلیم جو ہیں الدفتین موجود ہے وہ سائنس یعنی حقایق اشیاء کے جاننے والوں کی کسیطرح پر بھی مخالف نہیں ہے بلکہ قرآن میں انکو تعظیماً اولوالالباب۔ اولی الابصار وغیرہ سے یاد فرمایا ہے۔ قرآن کی تعلیم تو یہ ہے (وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا) اسلام کا پہلا عقیدہ یہ ہے (حقایق الاشیاء ثابتہ)

لیکن واضح ہو کہ مذہب اور علم کی دو جداگانہ حدیں اور سلطنتیں ہیں جیسا کہ تنقید الکلام کی اصلاح نمبر ۴ میں خاکسار نے یہ تفصیل ذکر کیا ہے۔

جہاں تک حواس کی رسائی ہو سکتی ہے وہ حد سائنس کی ہے اُس میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہے جو بات عقل اور حواس سے صحیح ثابت ہو اسکو ہر کوئی مانے اور عمل کرے مذہب مزاحم نہ ہوگا۔

حواس سے باہر جو عالم ہے یعنی جہاں حواس کی رسائی نہیں ہو سکتی وہ مذہب کی سلطنت ہے اُس میں سائنس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اگر سائنس اور مذہب اپنی اپنی حدود میں رہیں تو بلاشبہ آپس میں دوست رہیں گے لیکن جب ایک دوسرے کی حد میں دخیل ہوگا تو جنگ ناگزیر ہے۔ یہ مضمون نگار صاحب کا غلط خیال ہے کہ مذہب اپنی عملداری کو سائنس پر قائم کرنا چاہتا ہے اور اسکا یہ دعوی ہے کہ دنیاوی علوم وفنون کے علوم مراحل اسکی وساطت سے طے ہو سکتے ہیں۔ اور مذہب کہتا ہے کہ کل مطلب ولایابس الا فی کتاب مبین۔ قرآن کریم نے کہیں یہ دعوی نہیں کیا کہ اسلام علوم وفنون سکھانے کے واسطے آیا ہے یا جملہ علوم وفنون دنیاوی کے مراحل اسی کے وسیلے سے طے ہوں اور اُسی کا فتوی سائنس کی عملداری میں چلے۔ بلکہ وہ تو عقائد۔ مکارم اخلاق اور اسقدر حصہ معاشرت کا درست کرنے والا ہے جو عقائد حقہ اور مکارم اخلاق کا سد راہ ہو۔ علوم وفنون دنیاوی وجملہ قواعد معاشرت میں اسلام نے سب کو آزادی دے رکھی ہے

جسکا جی چاہے کرتا پھرے۔ لیکن عقائد حقہ اور مکارم اخلاق سے نہ ٹکرائے اسیواسطے بانی اسلام نے یہ فرماکر کہ "انتم اعلم بامور دنیاکم" (جیسا کہ مضمون نگار صاحب کو بھی تسلیم ہے) اس بات کا قطعی فیصلہ فرمادیا کہ دنیاوی تمام امور مین ہر شخص آزاد ہے۔ علوم وفنون مین تہذیب اور شائستگی مین جسقدر کوئی چاہے ترقی کرے اسلام اسکا مانع و مزاحم نہین ہے۔ اسلیئے زید و عمر اگر مذہب کو حدود علم مین دخیل کرین تو اسلام اسکا ذمہ دار نہین ہے۔ اور نہ اس سے اسلام مورد الزام ہوسکتا ہے۔ یہ زید و عمر کی شخصی رائے یا حرکت ہے۔ اور وہی اسکے ذمہ دار ہین۔ مولانا شبلی کا یہ دعوی کہ مذہب اسلام تمدن و ترقی کا اس حد تک پہونچانے والا ہے جو تمدن کا انتہائی درجہ ہے بالکل صحیح ہے کیونکہ واقعات سے اسکی تصدیق ہوتی ہے اور تواریخ عالم اسپر شاہد ہین۔ جہان جہان اسلام پہونچا وہان جس قدر علوم وفنون تمدن اور تہذیب کو ترقی نصیب ہوئی دوسری صورت مین ناممکن تھی۔

یورپ مین خود اسپین کی حالات پڑھو جب اسلام وہان تھا تو اس ملک کا باعتبار تمدن و ترقی علوم وفنون کے کیا حال تھا اور اب اسکی کیا حالت ہے۔ تمام یورپ مین اسی ملک کو باعتبار تمدن کے برتری تھی۔ لیکن جب وہان سے مسلمان خارج البلد ہوے تو اسکا کیا حال ہوا اور اب اسکی کیا حالت ہے۔ یورپ مین باعتبار ترقی تمدن وعلوم وفنون وہ ذلیل ترین ملک ہے۔ اس بیان کی تصدیق کے واسطے ہم مضمون نگار صاحب کی توجہ اسی کتاب کے ابواب ذیل پر مبذول کراتے ہین جسکا حوالہ انھون نے اپنے مضمون مین دیا ہے یعنی

"Conflict between Religion and Science"
Chapters III. IX, X and XI

اور پھر مضمون نگار صاحب سے دریافت کرتے ہین کہ کیا اسلام علوم وفنون اور تمدن کا دشمن ہے یا مدد گار اور کیا وہ تمدن تہذیب اور شائستگی کو اس انتہائی درجہ پر پہونچانے کے قابل ہے یا نہین جسکا مولانا نے دعوی کیا ہے۔

اور مولانا شبلی کا یہ فرمانا تناقض بھی نہین ہی کیونکہ جہان اور جب سائنس کا وجود ہی نہ پایا جائے تو بلاشبہہ وہان مذہب کو سائنس کے فرایض بھی ادا کرنا پڑے ہین اور مذہب نے بکمال فیاضی سائنس کی فرایض کو ایسے مقام اور حالت مین خود انجام دیا ہی جہان سائنس کا لوگ نام بھی نجانتے تھے اور اگر مذہب ان امور کو خود انجام نہ دیتا تو نہ تو وہ کبھی اپنے مشن مین کامیاب ہوتا اور نہ دنیا مین تہذیب وشایستگی اور علوم وفنون کبھی اس بلند درجے پر پہونچتے۔

یہی وجہ ہی کہ مذہب کے اغراض کی ساتھ مکارم اخلاق کا پھیلانا اور لوگون کی معاشرت کو صحیح معیار پر لانا مذہب کا جزو لاینفک ہی۔

پھر اخلاقی تعلیم مذہبی تعلیم ہی کیونکہ اسکے معاوی نتایج بھی حواس کے ادراک سے بالاتر ہین اور چونکہ عذاب وثواب عقبے کا تعلق اخلاق سے بھی ہی اسلیے لازمی طور پر مذہب کا اخلاق کے ساتھ ایک صحیح اور غیر منقطع رشتہ موجود ہے جو کسی طرح توڑا نہین جاتا۔

بلاشبہہ ہال مین عورتون کا نیم برہنہ ہوکر اجنبی مردون سے دست بدست اور سینہ بسینہ ناچنا مذہب کے نزدیک معیوب ہی کیونکہ اس سے خرابی اخلاق پیدا ہوتی ہی اور خرابی اخلاق سے مذہب کا مشن کامیاب نہین ہوسکتا۔

مذہب کی غرض وغایت اول انسان کا تعلق خدا سے دوم انسان کا تعلق انسان سے ہے پس اگر اخلاق کے مسائل مذہب تعلیم کرے اور ایسے اخلاق سے جو مذہب کی غرض وغایت کے منافی ہون روکے یا بضرورت لوگون کے معاشرتی قواعد کو اس صورت مین ترمیم وتبدیل کرے جبکہ وہ قواعد معاشرت اسکے مشن مین خلل انداز ہون یا اوس کی کامیابی کو مشتبہ کردین تو بلاشبہہ مذہب کو اپنی غرض وغایت حاصل کرنے کے لیے ایسا اختیار ضرور ہونا چاہیے خصوصاً جبکہ سائنس موجود نہو یا ان کامون کی وہ ذمہ داری نہ اُٹھائے اور اپنے اغراض کو انجام نہ دے۔

اب اُس مذہب کی دست اندازی پر کچھ اعتراض ہوسکتا ہی تو یہ ہوسکتا ہی کہ لوگون کی معاشرت مین مذہب نے جو ترمیم وتنقیح کی ہی وہ سائنس کے محققہ مسائل کی رو سے غلط ہی۔

اسلام کی نسبت اگر مضمون نگار صاحب ثابت کرین کہ وہ اخلاق یا طرز معاشرت جو قرآن پاک نے تعلیم کی ہے یا وہ تبدیلی یا تنقیح جو اسلام نے لوگون کی سابقہ طرز معاشرت مین یا لوگون کے اخلاق مین کی ہے سائنس کے رو سے غلط یا قبیح ہی تو بلاشبہہ اسوقت ہمکو ماننا پڑیگا کہ معاذ اللہ اسلام کی یہ غلطی تھی لیکن اس ان ہونی بات کا ثبوت محال بلکہ محال سے بڑھکر ہے۔

اسلام ہی ایسا مذہب ہی جو اسوقت تمام دنیا مین باعتبار اپنی خوبی کے پھیل رہا ہی اور یورپ کے سائنس دان یہی اس سے خوف کھاتے ہین اور لرزان وترسان ہین۔ یہ بلاشبہہ فطرت انسانی کے بالکل مناسب اور موافق ہی اور جسنے انسانی فطرت بنائی ہی اسی نے اسلام کو بھی انسانون کے لیے بھیجا ہی تاکہ انسان اسکو قبول کرکے دینی اور دنیاوی فلاح پائے۔

مذہب اور سائنس کے طریقہ استدلال کے مختلف ہونے پر مضمون نگار صاحب نے جو بحث لکھی ہی وہ شاید اور کسی مذہب مین درست ہو تو ہو لیکن مسائل اسلام کی تعلیم پر جو قرآن پاک مین یا صحیح احادیث مین ہوئے یہ درست نہین ہوتی۔ قرآن مجید مین مادہ کی عدم محض سے ہست کرنے یا عدم محض ہوجانیکا کوئی ذکر نہین ہی بلکہ قرآن کریم مین اسطرح پر مذکور ہے۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام اس مین ضمیر ھا کی ارض کی طرف راجع ہی پس ثابت ہوا کہ جو چیز زمین پر ہوگی وہ فنا ہوگی نہ خود ارض اس سے نفس مادہ کا فنا ہونا لازم نہین آتا بلکہ صور واشکال جو مادہ ہر وقت قبول کرتا رہتا ہی اور عوارضات سے ہین انکا فنا ہونا پایا جاتا ہی اور کسی زمانہ دور دراز مین جسکو نہ قرآن نے مقرر کیا اور نہ کوئی سائنس دان اور فلسفی مقرر کرسکتا ہی سب عوارضات

قوانین قدرت کے مطابق ضرور فنا ہو جائینگے اور اسوقت یہ مقولہ صادق آجاویگا کہ "یبقی وجہہ ربک ذو الجلال والاکرام" اس مین کوئی استبعاد نہین ہی۔ چاند پر اور زمین پر جو تغیرات عظیم اس سے پہلے واقع ہو چکے ہین اس کے وقوع کے لیے کافی ثبوت ہین اور جب یہ نظام موجودہ عالم فنا ہو جاویگا تو پھر اور کوئی نظام عالم وہی بالاتر ہستی جسکو ہم خدا کہتے ہین قائم کرے گی اور اسکے لیے کوئی اور اٹل قوانین اپنی مرضی سے تجویز کرے گی جنکے تحت اُس وقت کا نظام عالم اسیطرح کام کرے گا جیسا اب کر رہا ہے اور ذرہ بھر بھی اون قوانین سے جو وہ مقرر کریگا انحراف نکریگا اور اسوقت بھی قرآن کریم کا یہ مقولہ راست آئے گا کہ "لا تبدیل لخلق اللہ ولن تجد لسنتہ اللہ تحویلا" قرآن کریم کا استدلال ہر معاملہ مین عقل سلیم اور وجدان قلبی سے اپیل کرتا ہی خدا اپنی ہستی کے ثبوت کو مشاہدہ اور عقل سلیم پر حوالہ کرتا ہی۔ فطرت عالم پر اسکو نہین پیش کرتا ہی بلکہ خود اُس فطرت پر پیش کرتا ہی جو انسانون مین اُسکی طرف سے بنام حاسہ مذہبی ودیعت ہی جسکا ثبوت اسی مضمون کے اخیر حصہ مین درج ہی۔

قرآن کریم کی اس آیت کے مطلب سمجھنے مین مضمون نگار صاحب نے غلطی کی ہے کہ (رطب ویابس الا فی کتاب مبین مین کتاب مبین سے قرآن مجید مراد نہین ہے بلکہ اس سے لوح محفوظ جو مرادف علم الٰہی کے ہی مراد ہی۔ کیونکہ جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو رہا ہی اور جو کچھ ہوگا وہ سب کا سب رطب ویابس مع التفصیل کے اس لوح محفوظ مین منقوش ہی

پھر مضمون نگار صاحب نے اس آیت قرآن مجید کو (وما اوتیتم من العلم الا قلیلا) پیش کرکے فرمایا ہی کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی عقل و علم کو کسی مسئلہ کی صحت و عدم صحت کا معیار قرار نہ دو۔

کیون ایسے پیچ اور لچر اعتراضات مضمون کا حجم بڑھایا جاتا ہی اور اسطرح ایسے اعتراض

کی تردید مین لوگون کے اوقات ضایع کیے جاتے ہین۔

اس آیت سے غایت مافی الباب یہ مستنبط ہوتا ہو کہ جو لوگ اس آیت کے مخاطب تھے وہ اس بات کی جس کو وہ سمجھ نہ سکتے تھے تکذیب کرتے تھے۔ ظاہر ہو کہ معاد کے حالات جزا وسزا کا بیان سوائے وحی والہام کے کوئی کسطرح جان سکتا ہو اور سوائے تصدیق نبی کے کسطرح اسکی تصدیق ہوسکتی ہو اور یہ بات بالکل سچ ہے کہ جو بات کسی کی سمجھ مین نہ آئے اُسکی تصدیق وہ کیونکر کرے۔ اسلیے خدا نے ایسا فرمایا کہ: بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ اور اس مین بھی کوئی شک نہین ہو کہ فطرت عالم کے رازہاے سربستہ مین سے بڑے بڑے علما و حکما کو بھی ہنوز یکے از ہزار و اندکے از بسیار مین سے کچھ ہاتھ نہین آیا تو خدا کا یہ فرمانا بالکل سچ اور صحیح ہو کہ: وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نہین ہوسکتا کہ اپنی عقل وعلم کو کسی مسئلہ کی صحت وعدم صحت کا معیار قرار نہ دو۔

اگر مضمون نگار صاحب قرآن کی تلاوت بغور فرمائین تو انکو معلوم ہوجائے گا کہ قرآن ہمیشہ انسانی عقل۔ قوانین فطرت۔ وجدان صحیح اور فطرت کے آثار و ن سے کسی بات یا عقیدہ کے منوانے کی اپیل کرتا ہو۔ اسکا رویہ نہایت متملا نہ ہے تحکمانہ نہین ہے لیکن زید وعمرو کا کسی عقیدہ کے منوانے پر تحکم کرنا انکا اپنا قصور ہو نہ اسلام کا۔

مضمون نگار صاحب کی مجوزہ دو صورتون مین سے پہلی صورت کو اسلام قبول کرتا ہو لیکن اسمین اسقدر وسعت چاہتا ہو کہ جہان پر اور جسوقت معاملات معاشرتی کسی قوم یا ملک کے اسقدر ابتر حالت مین ہون کہ اونکی اصلاح کے بدون روحانیات اور معاد اور اخلاق مین اصلاح کی کامیابی کی امید نہو اور اسکے مشن کے فرایض بدون اصلاح معاشرت کے انجام پذیر نہوسکین تو اسکو سائنس کے فرایض بھی انجام دینا پڑینگے اور لازمی طور پر اسکے لیے ضرور ہے کہ وہ لوگون کی معاشرت کی بھی اصلاح کرے یا مخصوص الیسی حالت مین کہ وہان سائنس موجود نہو یا سائنس اپنے فرایض کو پس پشت ڈالدے۔

اسلام نے ابتدا ہی سے اسی صورت کو اختیار کیا ہی۔ جس قوم کی طرز معاشرت اور روزمرہ کے اخلاق اس درجہ خراب ہون جیسے کہ عربون کے تھے یا اونکے قوانین ملکی وسیاسی ایسے ذلیل ہون جیسے کہ عربون کے تھے تو لامحالہ اسلام کو سوائے اسکے اپنے مشن کی کامیابی کے لیے کیا چارہ تھا کہ بقدر ضرورت کے سائنس کے فرایض کو خود انجام دے اور سائنس کے اختیارات کو خود اپنے ہاتھ مین لیکر اونکی معاشرت۔ رسم ورواج اور انکے سیاسی۔ فوجداری اور دیوانی قوانین کی خود اصلاح کرے۔

لیکن جہان لوگون کی معاشرت صحیح معیار پر ہو انکے اخلاق اسدرجہ کے گرے ہوے نہون انکے قوانین عدل وانصاف پر مبنی ہون وہان اسلام کا کام صرف معاد سے متعلق رہجاتا ہی۔ اور خواہ مخواہ اسلام انکی طرز معاشرت۔ رسم ورواج اور قوانین کی ترمیم یا تنسیخ مین دست اندازی نہین کرتا۔

عرب اور جہان جہان اسلام پہونچا اور جہان قومون اور لوگون کی ایسی حالت تھی جیسی کہ عربون کی تھی تو قرآن نے وہان ہر طرح کی اصلاح کی اور سائنس کے فرایض کو اپنے ذمہ لیا اور ایسے طور پر اس کام کو انجام دیا کہ کسی بڑی سی بڑی شاہنشاہ سلطنت ریفارمر حکیم بلکہ بڑے اولوالعزم پیغمبر سے بھی نہو سکا۔

عربون کی حالت کا اندازہ اس صورت مین لگایا جاسکتا ہے کہ بخت نصر کی تاریخ کی غور سے ورق گردانی کی جاوے کہ وہ قوم کیسی جہالت کی عمیق گڑھے مین غرق تھی اور انکے معاشرتی سیاسی اور فوجداری قوانین یا رسم ورواج کی کیسی بدتر حالت تھی۔ اس بداعمال اور بدکردار قوم مین اسلام کو اپنا کام کرنا تھا وہان سائنس کا کوئی نام نہ جانتا تھا تہذیب وشائستگی کا اس قوم وملک پر سایہ بھی نہ پڑا تھا۔ ایسے ملک اور ایسی قوم کی معاد ومعاش کا اسلام نے بیڑا اٹھایا اسلیے اسلام کو اپنے مشن کی کامیابی کیلیے صرف انکی معاد کی اصلاح ہی نہین کرنا تھی بلکہ سائنس کے فرایض کو بھی اپنے ذمے لیا۔ انکی سیاسی

فوجداری۔ دیوانی قوانین کی درستی اور رسم ورواج مین اصلاحین کی یتیمون اور بیواؤن کے حقوق تنقیح کیے۔ عورتون کو قعر مذلت سے نکالکر اعلیٰ علیین پر پہونچایا عفت اور پاکدامنی اس قوم کا شعار بنگئی۔ طبعی حریت کا بحال رکھنا مقصود اصلاح قرار دیا۔

رسم غلامی کو بتدریج بیخ دین سے اوکھاڑ پھینکا۔ عورتون کی عفت وعصمت کے برباد کرنے والے جو رواج تھے ایک دم نیست ونابود کردیے۔ خودکشی۔ انسانی قربانی اور لڑکیون کا زندہ گاڑ دینا یہ ایسی خرابیان تھین کہ نہایت شائستہ اور مہذب ملکون مین ابتک بھی انکے آثار اور نشان پائے جاتے ہین مگر جہان جہان اسلام پہونچا۔ اُن کا یک لخت قلع وقمع ہوگیا۔

اسلام کے دو حرفی جملون نے انکے مٹانے مین وہ جادو کا کام کیا کہ ابتک باوجود تمو اور ان تھک کوششون کے سائنس انکے معدوم کرنے پر قادر نہین ہوسکا جوا۔ شراب خواری کی بدعادتین یک قلم ملک اور قوم سے ایسی مفقود ہوگئین جیسے گدھے کے سر سے سینگ ہر قسم کے جرائم کا وہ سدباب ہوگیا۔ کہ مخالفین کو بھی اسکا اعتراف ہی۔ اسلام نے جسقدر بنی نوع کی اصلاح کی ہی سائنس سے اسکا عشر عشیر بھی باوجود اُسکے اس عروج کے جو آجکل اسکو حاصل ہی نہین ہوسکا اگر مضمون نگار صاحب کو اس مین شک ہو تو جو وہ مقابلہ یورپ کی سوسائٹی اور اُسکے اندرونی اخلاق کا ایمانداری سے اسلام کے سلف سے نہین آجکل کے مسلمانون سے بھی فرمانیگے تو اُنکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ بیشک اسلام بنی نوع کے حق مین خدا کی رحمت ہی۔ مین اس موقع پر اسلام کے محاسن شمار نہین کرتا کیونکہ اس مضمون کا یہ عنوان نہین ہی بلکہ مضمون نگار صاحب کو اس عنوان کی طرف توجہ دلاکر کہتا ہون کہ کاش جسقدر وقت انھون نے تنقید پر صرف کیا ہی اگر اسلام کے محاسن دکھانیمین صرف کرتے تو بلاشبہ اہل ہند کو اس سے بڑا فائدہ پہونچتا۔ سائنس کو بجائے شکایت کے مذہب اسلام کا شکرگزار ہونا چاہیئے کہ جو فرائض اُسکے ذمے کے تھے وہ اسلام نے اس کی

عدم موجودگی مین تھوڑی سی مدت مین کس خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دیے سائنس کی کسقدر سرپرستی کی اگر اسلام نہوتا تو سائنس کا نام مٹ چکا تھا۔ اسلام ہی نے حکماے یونان کی مردہ حکمت کو از سر نو حیات بخشی اسلام ہی نے کسقدر اضافہ کرکے اسکو اس رتبہ پر پہونچایا اگر اسلام کی سرپرستی اسکو نصیب نہوتی تو کبھی کا یہ مرمٹا ہوتا۔ سائنس کی تجربہ اور مشاہدہ پر بنیاد رکھکے اسلام ہی نے اسکو اس قابل بنایا کہ اُس سے اِس زمانے مین ایسے حیرت انگیز اور تعجب خیز کام ہوئے۔

مضمون نگار صاحب اسلام کا کوئی ایسا حکم یا مسئلہ پیش کرین جو محققہ مسائل سائنس کی رو سے غلط اور قابل تنسیخ ہو اسوقت بلاشبہہ اسلام مورد الزام ہوسکتا ہی۔

جس خوبی سے اسلام نے لوگون کے دنیاوی رسم و رواج کی اصلاح کی ہی سائنس سے ابتک نہین ہوسکی اور نہ ہونا ممکن ہی سائنس ابھی تک اپنی بکھیڑون مین الجھا ہوا ہی۔ اسکو خبر بھی نہین کہ بنی آدم اپنے غلط رسم و رواج کے سبب کس تہ مذلت مین ڈوبے ہوئے ہین۔

بلاشبہہ اب بھی دنیا مین اگر قرآن کریم کے اصولون کی احتیاط سے پیروی کی جائے تو اُس منتہائے عروج پر پہونچ سکتی ہی جسکا ہر شخص آرزومند ہی۔

جس قوم نے اسلام کے اصول عاریتاً ہی لیے ہین انکی حالت بدرجہا بہتر ہوگئی ہی اور اس پر کافی سے زیادہ شہادتین مل سکتی ہین۔

ہم تسلیم نہین کرتے کہ خدا کو انسانون کے صرف امور معاد سے تعلق ہی اور امور معاش سے اوسے کوئی سروکار نہین بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ امور معاد کی تبلیغ کے لیے انبیا کو مبعوث کرکے انسانون کی دینی اور معاشرتی دستگیری فرمائی اور حکما کا گروہ پیدا کیا لیکن یہ حکما کی غفلت کا نتیجہ ہے کہ انھون نے اپنے فرضے کے فرائض کی بجاآوری مین سستی اور کوتاہی کی جہان یہ حالت ہوئی وہان پھر خدا نے اُس کی تلافی پیغمبرون کی معرفت کردی۔

ہر ایک سچا مذہب ہر ایک معاملہ مین صداقت کی پیروی کا نام ہی کوئی سچا مذہب صداقت کے برخلاف نہین ہوسکتا۔ سائنس نے جو آج صداقتین ذریافت کی ہین مذہب مین بہت مدت پیشتر وہ موجود ہین۔ صداقتین ہی تہذیب و شایستگی کا اصل اصول ہین وہ ویدقرآن۔ انجیل اور دیگر مذاہب کی کتابون مین اسیطرح پائی جاتی ہین جسطرح کہ ملٹن نیوٹن شیکسپیر سعدی اور خاقانی کے کلام مین پائی جاتی ہین۔

ہم کب کہتے ہین کہ سائنس کی تعلیم کے واسطے آپ لازمی طور پر کتاب اللہ کی طرف رجوع کرین۔ آپ بلاشبہہ سائنس کی تعلیم فطرت کے درسگاہ سے حاصل کرین ہم تو یہ کہتے ہین کہ کتاب اللہ اور فطرت اللہ کے مسائل سب موافق اور متحد ہین قرآن کریم کا کوئی مسئلہ یا حکم سائنس کے محققہ مسائل کے ایک ذرہ بھر بھی برخلاف نہین ہی۔ تمام رسوم و عادات اور طریقے جو انسانون مین بمقتضاے انکی فطرت کے قایم ہوجاتے ہین وہ ان چار اقسام پر منقسم ہین۔

(۱) جو خدا کی ذات و صفات سے متعلق ہین یعنی اُس قوت اعلیٰ کے وجود سے جسکو انسانون نے بمقتضاے اپنی فطرت کے تسلیم کیا ہے (حاسہ مذہبی کا ثبوت آگے آئے گا۔)

(۲) اس کی عبادت کے طریقون سے جو لوگون نے بمقتضاے فطرت انسانی کی اس کے لیے قرار دیے ہین اور یہی وہ امور ہین جن پر دین کا اطلاق ہوسکتا ہی۔

(۳) وہ امور ہین جو تہذیب نفس انسانی سے علاقہ رکھتے ہین اور جنکو نوع انسانی نے بطور بدیہیات کے حسن یا قبیح قرار دے رکھا ہی۔ مثلاً ریا۔ قتل۔ سرقہ۔ کذب وغیرہ کہ تمام نوع انسانی کے نزدیک قبیح ہین۔ یا جیسے صداقت۔ رحم۔ ہمدردی کہ تمام نوع انسانی کی نزدیک حسن ہین۔

انھین امورات کی نسبت جو طریقے قرار پاتے ہین انکا نام شریعت ہی۔

(۴) وہ امور ہین جو محض دنیاوی امور سے تعلق رکھتے ہین وہ دین ہین نہ انبیاء کو من حیث النبوۃ اُن سے کچھ تعلق ہی۔ اس مین وہ تمام مسائل بھی داخل ہین جو علوم و فنون و تحقیقات حقایق اشیا سے علاقہ رکھتے ہین۔

ان چار جداگانہ امور کا بحیثیت مجموعی صحیح معیار پر آجانا کمال تہذیب و شایستگی یا سویلزیشن ہے اور اسکی تکمیل کے لیے انبیا اور حکما مبعوث ہوتے رہے ہین۔

اگر ان چار گانہ امور مین کوئی بات خلاف عقل نہو تو انبیاء اس مین ترمیم نہین کرتے لیکن اگر عقل کلی کے کوئی امر خلاف ہو تو جو خرابی پائی جاتی ہے انبیا اسکو درست کر دیتے ہین اول امور سہ گانہ مین من حیث النبوۃ اور اخیر امر مین بحیثیت ریفارمر۔ یہان تک کہ عبادت کا جو طریقہ کسی قوم مین مروج ہو اگر وہ عقل کے برخلاف نہو تو قائم رہتا ہی لیکن اگر عقل کے برخلاف ہو تو انبیا اسکو تبدیل یا ترمیم یا تنسیخ کرکے بجاے اُسکے کوئی مستحسن طریقہ عبادت کا قایم کر دیتے ہین۔ مثلاً ہندؤن مین اور بعض دیگر مذاہب مین ایسے طریقے عبادت کے مروج ہین جنسے فطرت انسانی کو نقصان پہونچا ہے۔ اور وہ اُس غرض و غایت کے خلاف ہین جو فطرت نے انسان کی پیدائش مین مقصود رکھا ہی یا اس سے ہمیشہ کے لیے ہاتھ پاؤن یا دیگر اعضاے رئیسہ بیکار ہوجاتے ہین اس لیے ایسے طریقے عبادت کے چونکہ عقل و دانش کے برخلاف ہین منسوخ ہوکر مطرود و مردود ہوجاتے ہین۔

اسلام کے قواعد و قوانین جانچنے مین یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محمد رسول اللہ کی ذات مین دو حیثیتین تہین ایک تو وہ نبی اور رسول تھے دوسرے وہ قوم مین بمنزلہ بادشاہ کے تھے اور اس لیے اس قوم کے لیے بطور دنیاوی مقنن کے بھی تھے۔ آنحضرت کا کام جیسا اُنکی معاد کا درست کرنا تھا ویسا ہی اُنکی معاشرت کو بھی صحیح معیار پر لانا تھا اس لیے ہر ایک تنقید کرنے والے کا یہ کام ہونا چاہیے کہ ان حیثیتون کا لحاظ رکھکر اسلام پر نکتہ چینی کرے۔

مثالین جو مضمون نگار صاحب نے جن مین مذہب اور سائنس کا اختلاف ہی درج کی ہین

اسلام کی طرف سے انکا جواب ہر ایک مثال کے مقابل درج ہے لیکن بنظر اختصار صرف ہر ایک مثال کا نمبر لکھدیا ہی۔

مثال اول۔ قرآن کا طرز استدلال یہ ہی کہ لوگون کے مسلمات سے بحث نہین کرتا بلکہ اونکے اعتقادون اور اذعانون کو مانکر جو نتیجہ نکالتا ہی وہ مقصود کلام ہوا کرتا ہی۔

جہان جہان قرآن مین خدا نے یہ فرمایا ہی کہ زمین و آسمان و مافیہا کو خدا نے چھ دن مین پیدا کیا اُس سے زمین و آسمان و مافیہا کے چھ دن مین پیدا ہونے کی حقیقت کا بیان مقصود نہین ہے بلکہ مقصود کلام یہ ہے کہ بقول مخاطبین جس نے چھ دن مین اتنا بڑا عظیم الشان کارخانہ پیدا کردیا وہ کیسا صاحب عظمت ہے پس اسیکو مانو اور اُسی کی بلا شرکت غیرے عبادت کرو۔ اس سے سائنس کو اس مسئلہ کی تردید و تصویب مراد نہین ہی کہ کس قدر مدت مین یہ تمام کائنات پیدا ہوئی۔

کسیقدر مدت مین یہ سب کچھ پیدا ہوا ہو اس آیت مین صرف خدا کا صاحب عظمت و شان اور قادر مطلق ہونا مقصود ہی اسی کے مطابق مصنف تفسیر کبیر نے بھی اس آیت کی تفسیر کی ہی (و لقد خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ وما مسنا من لغوب) کہ خدائے تعالیٰ نے توریت کے شروع مین لکھا ہی کہ اوس نے چھ دن مین زمین و آسمان پیدا کیے۔ اور اہل عرب یہودیون کے ساتھ مخلوط ہو گئے تھے اور ظاہر ہے کہ انھون نے یہودیون سے یہ بات سنی تھی پس گویا خدائے تعالیٰ فرماتا ہی کہ تم بتون کی پرستش پر مشغول مت ہو کیونکہ تمھارا پروردگار وہی ہی جسکی نسبت تم نے عقلمندون سے سنا ہی کہ بے شک وہ وہ ہی جس نے آسمانون اور زمینون کو بے انتہا عظمت اور بہت بڑی منزلت پر چھ دن مین پیدا کیا ہے۔

اس آیت مین ایک اور لطیف بات ہی کہ توریت مین لکھا ہی کہ خدا نے ساتوین دن آرام کیا چونکہ اسلام کے رو سے تھکنا منافی صفات باری تعالیٰ کے تھا اس لیے یہ فرمادیا

"لغوب" یعنی ماندگی اور کسل نہین آیا۔ قرآن مین ستتہ ایام کا لفظ صرف نقلاً مخاطبین کے اعتقاد یا اذعان کے مطابق آیا ہی نہ بطور بیان حقیقت کی۔ یہ لفظ مقصود بالذات نہین ہی۔ ستتہ ایام سے اگر چھ زمانے مراد لیے جائین تو سائنس اور مذہب مین چندان اختلاف باقی نہین رہتا کیونکہ زمانے کی تعداد سنین پر محصور و محدود نہین ہی اور کلام عرب مین ایام کا استعمال زمانہ دراز پر ہوتا ہی۔

مثال دوم۔ قرآن مجید سے طوفان نوح کا تمام روے زمین پر آنا اور بڑے بڑے پہاڑون کی چوٹیون پر پانی کا پہونچ جانا پایا نہین جاتا بلکہ قرآن کے رو سے طوفان کا خاص اسی سرزمین مین آنا پایا جاتا ہی جہان پر حضرت نوح علیہ السلام اور اونکی قوم آباد تھی۔

مثال سوم اس مثال مین بھی وہی بات ہی کہ لوگون کے اعتقاد یا اذعان کی نقل ہی اس سے آفتاب کے غروب کی حقیقت بیان کرنا مقصود نہین ہی۔

مثال چہارم۔ اسلام نے معجزات اور کرامات کے وقوع کا خلاف قوانین قدرت دعوی نہین کیا بلکہ اسلام ایسی باتون سے بری ہے اور فرماتا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا معجزات کی نسبت اصلاح نمبر ۲ مین بحث کی گئی ہے حاجت اعادہ کی نہین۔

مثال پنجم۔ اس مثال مین سائنس کا دعوی ابھی حقایق کی حد تک نہین پہونچا ہنوز قیاس کے رتبہ سے نہین بڑھا۔ لیکن اسلام نے سوائے اس فطرتی غلبہ کے جو مرد کو عورت پر حاصل ہی اور کوئی حق مرد کو عورت پر ترجیح کا نہین دیا جو سائنس کے کسی محققہ مسئلہ کے خلاف ہو۔

مضمون نگار صاحب نے عورت کو مرد سے وراثت مین نصف حصہ ملنے کو اس کی ذلت کا باعث قرار دیا ہی لیکن نافہمی سے اسکے اصلی باعث پر غور نہین فرمایا اس کے وجوہات حسب ذیل ہین (۱) بصورت زوجیت کے وہ اپنے شوہر کی حیات مین

بہت سے ایسے فوائد حاصل کرتی ہی۔ جو اور کسی وارث کو بمشکل نصیب ہوتے ہین وہ گھر کی مالک ہی وہ شوہر کی کمائی مین جسطرح چاہے تصرف کرنے کوئی دوسرا شخص اسکو مانع نہین ہوسکتا۔ اسکا شوہر اپنی زوجہ کے خوش کرنے کو ہمیشہ اپنی جائداد سے طرح طرح پر اسکو مستفید کرتا ہی علاوہ اخراجات روزمرہ کے بطور ہدیہ وتحائف کے گران بہا زیورات۔ پارچات اور دیگر اشیاء اسکو نذر کرتا رہتا ہی۔

(۲) زوجہ کا ترکہ شوہر مین ایک مقررہ حصہ ہی علاوہ مہر معینہ کے اور وہ حصہ ورثاء متوفی کی تعداد قلیل وکثیر کے مطابق کم وبیش نہین ہوسکتا۔ بصورت اولاد ہونیکے شوہر کے ترکہ مین اُسکا ۱/۸ حصہ ہے علاوہ مہر کے اور بصورت اولاد نہونیکے شوہر کے ترکے مین اُسکا ۱/۴ حصہ ہے علاوہ مہر کے۔ یہ مہر اور اسکا حصہ دونون صورتون مین ترکہ سے پہلے علیحدہ کرکے پھر ترکہ مابقی دیگر ورثار مین جو ذوی الفروض نہین ہین تقسیم ہوتا ہی۔ اسلیے بعض صورتون مین جبکہ شوہر کی اولاد کثیر ہو زوجہ کو اسقدر مل جاتا ہی جو کسی اور وارث نرینہ کو نہین ملتا۔ کیونکہ باقی ورثار کا حصہ بعد منہائی مقررہ حصون ذوی الفروض کے تقسیم ہوتا ہی اور متوفی کی اولاد کی کمی بیشی تعداد پر ورثار دیگر کے حصون کی کمی بیشی منحصر ہے لیکن زوجہ کا حصہ کسی صورت مین کم نہوگا خواہ متوفی کی اولاد کتنی ہو۔

(۳) پھر زوجہ اپنے والدین اور دیگر اقارب کے متروکہ کا حصہ پاتی رہتی ہی عورت کا بصورت متوفی کی مان ہونے کے بھی حصہ مقررہ ہی اور وہ یہی کسی صورت مین کم نہین ہوتا البتہ بعض صورتون مین زیادہ ہوجاتا ہی اور اس لیے اگر متوفی کی اولاد کثیر ہو تو جسقدر حصہ کہ متوفی کی مان کو ملیگا اسقدر حصہ دیگر ورثار کو نہین ملسکتا۔ بصورت متوفی کی دختر ہونے کے اگر متوفی کی اولاد نرینہ نہو تو اسکو نصف ترکہ ملیگا لیکن اگر لڑکیان حد سے زائد ہون تو متروکہ جائداد کا دو ثلث اونکو ملیگا لیکن بصورت مخلوط

اولاد ہونے متوفی کے لڑکی کا حصہ لڑکے سے بلاشبہہ نصف ہی لیکن لڑکی کو بصورت کسی کی زوجہ ہونے کے وہ سب رعایتین اور فوائد حاصل ہو جاتے ہین جو اوپر مذکور ہوئے۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے وراثت کے بارے مین عورتون کے حقوق کا بہت لحاظ کیا ہی۔

شہادت مین دو عورتون کی گواہی ایک مرد کے مساوی رکھی ہی اس مین ذلت کی کوئی بات نہین ہی۔ بلکہ عورت کی جبلی کمزوری کو نظر رکھکر ایسا حکم صادر ہوا ہی۔ پھر دوسری عورت کی شہادت تائیدی شہادت ہی۔

چنانچہ قرآن مجید مین ہی کہ اگر ایک عورت اُس واقعہ کو جسکی شہادت وہ دی رہی ہی بھول جائے تو دوسری اسکو یاد دلا سکے یہ نہین ہی کہ پہلی عورت کی شہادت ناقابل اعتبار ہی۔ یہ عورت کے حق مین رعایت ہی نہ ذلت۔

باقی تمام امور مین ثواب مین۔ عذاب مین۔ آزادی رائے مین۔ اپنی جائداد کے تصرف مین عورت اور مرد کا درجہ اسلام نے مساوی رکھا ہی۔

جو فرایض عورت کے فطرت نے مقرر کیے ہین کیا ان مین مرد کی عورت پر ترجیح نہین ہے کیا عورت کا بچہ جننا اور درد زہ وغیرہ کی تکالیف کا اٹھانا مردون کے مرجح ہونے کی علامت نہین ہی۔ کیا سائنس والے فطرت پر اعتراض نکرینگے اور کیا سبیل کرین گے کہ یہ تکالیف بحصہ مساوی مرد و عورت مین تقسیم کردین۔

پھر جو کام طاقت اور قوت سے تعلق رکھتے ہین اونکے انجام دینے پر کسطرح سائنس عورتونکو قادر بنا دیگا۔ یہی تفاوت ہی جسکو قرآن مجید نے ان لفظون مین بیان فرمایا ہی کہ الرجال قوامون علی النساء للرجال علیھن درجہ اس تفاوت کو نہ سائنس مٹا سکتا ہی نہ تہذیب یہ ہمیشہ رہیگا اور قرآن مجید اپنے احکام مین ہمیشہ سچا رہیگا۔

مثال ششم۔ اس مثال مین بھی مضمون نگار صاحب نے قرآن کو غور سے مطالعہ نہین فرمایا اور صرف کا لفظ دیکھکر یا سنی سنائی باتون پر کان دھرکے یہ اعتراض قرآن کریم پر وارد کر دیا۔ قرآن کا ہرگز یہ دعوے نہین ہی کہ مسیح علیہ السلام بجسدہ آسمان پر اُٹھائے گئے تھے۔ بلکہ یہ زبان کا محاورہ ہی کہ فلانے کو خدا نے اپنے پاس بلا لیا یا آسمان پر اُٹھا لیا اس کے یہ معنی ہرگز نہین ہین اور نہ کوئی سمجھتا ہے کہ وہ شخص بجسدہ آسمان پر اُٹھا لیا گیا ہی اور اسکا صرف اسقدر مطلب ہی کہ وہ شخص فوت ہو گیا اور تقریباً ایسا محاورہ استعمال ہوتا ہی۔ اگر عیسائی مذہب ایسا دعوی کرتا ہی کہ مسیح علیہ السلام بجسدہ آسمان پر اُٹھائے گئے ہین تو اسکا جواب اسپر ہے۔ لیکن اسلام کا ایسا دعوے نہین ہی بلکہ اسلام مسیح علیہ السلام کی وفات کو فطرت کے قوانین کے مطابق واقع ہونا بتاتا ہی نہ وہ بجسدہ آسمان پر اُٹھائے گئے اور نہ سائنس کے اس مسئلہ کی تردید قرآن مجید سے ہوئی۔

مثال ہفتم۔ اس مثال مین مضمون نگار صاحب نے ایک دعوی بے دلیل سائنس کی طرف منسوب کر دیا ہے مادہ کے ازلی و ابدی ہونے کی کوئی دلیل درج نہین کی جب تک وہ اسکا ثبوت پیش نکرین نہین کہا جا سکتا کہ یہ محققہ مسئلہ سائنس کا ہی۔

لیکن پھر بھی قرآن کی کسی آیت سے اسکے عدم محض سے پیدا ہونے پر یا اُسکے فنا ہونے پر کوئی قطعی دلیل نہین لائی جا سکتی۔ کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام اس مین اگر نظر کیا جاوے تو ثابت ہوگا کہ مادہ کا فنا لازمی امر نہین ہے۔

مثال ہشتم۔ اس مثال مین بھی مضمون نگار صاحب نے غور نہین فرمایا۔ قرآن مجید سے انسان کا مٹی سے پیدا ہونا اس اعتبار سے بولا گیا ہی۔ کہ عرب سی وشیون اور بدوون کے لیے انسان کی بناوٹ کا سائنٹفک مسئلہ انکی سمجھ اور دانش سے بہت ارفع تھا البتہ وہ یہ سمجھ سکتے تھے کہ انسان کی ساخت بتدریج اسی زمین کے مسالہ سے ہوئی ہی۔

اور اس لیے وہی مدارج انسان کی ساخت کے جو قریب الفہم تھے قرآن مین مذکور ہوے ہین جیسا کہ اس آیت شریف مین مذکور ہی ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا۔ مضمون نگار صاحب نے قرآن پر تو اعتراض کر دیا لیکن یہ نہ بتایا کہ سائنس کا کا پہلے انسان کی پیدائش کی بابت کیا محققہ مسئلہ ہے اور کس طرح سے ثابت کیا ہے۔ صاحب من سائنس ایسے حالات مین خاموش ہے اور "ندانند کہ چون کردی آغاز شان" کہنے کے سوا کچھ نہین بول سکتا۔

مثال نہم - کہان قرآن مین موجود ہی کہ آسمان ایک مادی شے ہی جس مین خرق والتیام ہوسکتا ہی جہان جہان آسمان کا ذکر قرآن مین آیا ہی اسی معنی کر کے آیا ہی جو اسوقت کے اہل عرب اسکے سمجھتے تھے یعنی وہ لوگ وہ صرف اس نیلی چھت کو جو ان کے سروں پر ہی لفظ سما سے سمجھتے تھے۔ یونانی آسمان کا انکو خیال بھی نہ تھا اور نہ انھون نے یہ لفظ یونانی اصطلاح کے معنی ملحوظ رکھکر وضع کیا تھا۔ قرآن بندون کو ریاضی۔ جیالوجی۔ اسٹرانمی یا اور کوئی علم تعلیم کرنے کو نہین اتارا گیا۔ ہان فطرت کی ہر ایک چیز سے خدا کی ہستی پر اس مین استدلال کیا گیا ہی اور کس خوبصورتی سے کہ دل پر نقش ہوجاے۔ ایک جگہ فرماتا ہے کہ کیا ہمنے تمھارے لیے زمین کو بچھونا یا فرش نہین بنایا اور آسمان کو چھت یا سائبان پس اس سے نہ زمین کا مسطح ہونا مقصود ہی نہ آسمان کا مادی چھت یا سائبان جب قرآن پاک نازل ہوا تھا تو اسوقت تمام دنیا مین یونانیون کے یہ غلط مسایل جاری تھے کہ ستارے آسمان مین جڑے ہوے ہین اور آسمانون کی حرکت کے ساتھ ستارون کو بھی گردش ہوتی رہتی ہی لیکن قرآن کریم کی اس آیت سے وکل فی فلک یسبحون جسکا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب مرحوم دہلوی نے یہ فرمایا کہ ہر کوئی ایک ایک گھیرے مین پھرتا ہی اور حاشیہ پر صاف لکھدیا کہ ہر ایک ستارہ ایک ایک گھیرا رکھتا ہی اسی راہ پر پھرتا ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ستارے آپ

گردش کرتے ہین یہ نہین کہ آسمانون مین جڑے ہوئے ہین اور نہ آسمان چلتا ہی۔
نہین تو ترجمہ مین شاہ صاحب پھر نا نفرماتے۔ فلک کا ترجمہ شاہ صاحب نے گھیرا یعنی دایرہ کیا ہی۔ اقلیدس کا دائرہ نہین بلکہ آربیٹ Orbit کا ترجمہ ہی سرسید مرحوم ومغفور کے رسالہ تفسیر السماوات کا حوالہ دیا جاتا ہی اسکا مطالعہ اس قسم کے جملہ اعتراضونکا کافی وشافی جواب ہی
لفظ عدم علم۔ عدم ثبوت۔ عدم یقین جو چاہین آپ استعمال کرین اور چاہے آپ دہریہ۔ اگناسٹک کسیکا پہلو اختیار کرین لیکن اس سے نہ آپ اور نہ آپکے سائنس دان علماء انکار کرسکتے ہین کہ ایک بالاتر ہستی موجود ہی جس سے جملہ اشیاء کائنات کا صدور ہوتا ہی پس اس ہستی کو جسکی ماہیت کا علم ویقین نہ تو اہل مذاہب کو اور نہ حکماء کو حاصل ہوا ہی نہ ہوسکتا ہی جس نام سے چاہو تعبیر کرو مگر یاد رکھو کہ یہ نقرہ بھی اسکے ساتھ ضم ہی کہ جملہ اشیا کا صدور اُس سے ہوتا ہی تو بلاشبہہ اُس ہستی یا قوت کو موصوف باوصاف متعددہ ماننا پڑیگا اور یہی خدائے اسلام ہے۔ لیکن اگر وہ قوت ایسی ہوتی کہ اُس سے کچھ صادر نہوتا تو وہ محض بے کار ہوتی اور کسی ایسے وجود کا موجود ہونا جو محض بے کار وعبث ہو محال ہے
وجود عالم کے متعلق جو دو رائین مضمون نگار صاحب نے درج فرماکر پہلی کو حامیان مذہب اور دوسری کو دہریون سے منسوب کیا ہی اونمین سے آپ کا اول الذکر رائے کی تردید مین یہ فرمانا کہ مادہ عالم کا عدم محض سے وجود مین آنا ہمارے تجربات ومشاہدات کے منافی ہے ٹھیک ہی۔
بلاشبہہ ایسے واقعات کے ثبوت مین، جو انسان کی پیدائش سے پہلے کے ہون اور جن کی کوئی تاریخ موجود نہین ہوتی۔ ایسے دلائل کا جو تجربات۔ مشاہدات یا اقرار پر قایم ہون ملنا محال ہی کیونکہ صرف ایک ذریعہ ہوسکتا ہی اور وہ بھی انسان کی پیدائش سے بہت قبل اور پھر دوبارہ انکا وقوع جب تک وہ قوانین قدرت کے تابع ہین نہین ہوسکتا اس لیے کوئی تجربہ اور مشاہدہ اُن کے وقوع کے ثبوت مین موجود نہین ہوتا۔ مثلاً اس مین

کسیکو کلام نہین کہ سب سے پہلا انسان جو موجود ہوا ہوگا وہ ضرور اس موجودہ قاعدہ کے سوا اور کسی قاعدہ سے پیدا ہوا ہوگا۔ کیونکہ دور تسلسل محال ہی۔ اب مضمون نگار صاحب سے دریافت کیا جاتا ہی کہ آپ بتائین کہ سب سے پہلا انسان کس طرح پیدا ہوا ہوگا اور اسطرح پر اسکے پیدا ہونے کا ثبوت مشاہدات اور تجربات سے کیا ہی کیونکہ اس مین کوئی شک نہین ہی کہ سب سے پہلا انسان اس قاعدہ کے مطابق تو پیدا نہین ہوا کسی اور جداگانہ قاعدہ پر اسکا پیدا ہونا یقینی امر ہی جس سے مضمون نگار صاحب کو بھی انکار نہوگا پس جب ایسی ایک یقینی واقعہ کا ایسا ثبوت موجود نہین ہی تو پھر مادہ کو عدم محض سے ہست ہونیکا ایسا ثبوت اگر مذہب ندی سکے تو کیون مذہب مورد الزام ہی۔

بلاشبہہ ایسے قیاسی دلائل اس بارے مین موجود ہین اور پیش کیے جا سکتے ہین جو یقینیات تک رسائی سے بہری کر سکتے ہین۔ خاکسار نے اس بارے مین تنقید نمبر ۳ کی اصلاح مین جو رسالہ الناظر ماہ جولائی ۱۹۱۰ء مین چھپی ہی وہ دلائل درج کر دیے ہین جو مضمون نگار صاحب دیکھ سکتے ہین۔

کیا یہ خیال ذہن مین آسکتا ہی کہ اتنا بڑا اعظیم الشان کارخانہ کائنات کا جو اس نظم و ترتیب سے کروڑون بلکہ اربون شانون سے چل رہا ہی بدون کسی صانع کے خود بخود موجود ہوگیا ہی جب یہ خیال مضمون نگار صاحب یا اور کسی فلسفی کے خیال مین آسکتا ہی تو کیون عدم خلاء کا خیال اور کسیکے ذہن مین نہین آسکتا۔ بلاشبہہ عدم خلاء کا خیال بھی انھین دماغون مین آسکتا ہی جنکے دماغون مین کائنات کا خود بخود موجود ہوجانا اور لاتعداد مدت تک انتظام اور ترتیب سے چلتے رہنا آسکتا ہے۔

پھر مضمون نگار صاحب ان سب سے گریز کرکے فرماتے ہین کہ آخر اس ہستی مطلق کی علت کیا ہی جب آپ علت و معلول کے سلسلہ کو جو بالکل صحیح ہے منجملہ قوانین قدرت کے مانتے ہین تو اس سلسلہ کا کسی وجود پر ختم ہونا بھی یقینیات سے ماننا پڑیگا کیونکہ دور تسلسل محال ہی

پس جس وجود پر یہ سلسلہ علت و معلول کا ختم ہوگا وہ ذات ہستی مطلق۔ واجب الوجود۔ خدا۔ اللہ۔ گاڈ ہے اور بس۔

حاشیہ پر جو آپ نے ایک لایق عربی دان دوست کا مقولہ لکھا ہے اس سے قرآن کریم پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور نہ یہ مسایل ضروریات دین میں سے ہیں کہ انکی اقرار یا انکار پر اسلام میں کوئی نتیجہ مترتب ہو سکے۔

اسلام میں خدا کا ماننا ہی صرف فرض ہے باقی امور نسبت تکوین عالم کے ضروریات دین سے نہیں ہیں اگر آپ خدا کا وجود تا نکر کہیں کہ مادہ عالم عدم محض سے وجود میں نہیں لایا گیا کیونکہ سائنس سے ایسا ثابت ہوتا ہے تو ہم پھر بھی آپ کو دایرہ اسلام سے خارج نہیں کرینگے کیونکہ آپ نے کسی ضروریات دین کا انکار نہیں کیا۔ لیکن اگر آپ خدا کی ہستی کو تو نمانیں اور مادہ کی تکوین کی نسبت یہ کہیں کہ یہ ازلی و ابدی نہیں ہے بلکہ کسی علت کا معلول ہے اور حادث ہے تو اسوقت آپ دایرہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ آپ کو خدا کی ہستی کا اقرار نہیں ہے اور اسلام کا اولین اصول یہ ہے کہ خدا موجود ہے اور وہ ازلی اور ابدی ہے اسلام کے اصولوں میں یہہ بات ماننا یا نماننا کہ مادہ حادث ہے یا قدیم داخل نہیں ہے۔ یہان تک تو تنقید نمبر ۱ کے جواب میں لکھا گیا ہے اسکے بعد اب تنقید نمبر ۲ پر لکھا جاتا ہے۔

تنقید نمبر ۲ کا جواب

حاسہ مذہبی کا فطری نہونے پر مضمون نگار صاحب نے بہت طول طویل لکھا ہے مگر اسکا ماحصل اور خلاصہ یہ ہے کہ یہ حاسہ فطری نہیں ہے بلکہ محض بچپن کی تعلیم و تربیت کا اثر ہے اور اسکی نفی کے دلائل چند یورپین سیاحوں کے بیان ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحشی قبائل میں مذہب کا خیال تک موجود نہیں پایا جاتا چہ جائیکہ اسکو حاسہ فطری کہا جاے۔ ان سیاحوں کے بیانات کو ماننے کے واسطے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس امر کی تنقیح کی جاوے کہ یہ وحشی قبائل جنکا سیاحوں نے ذکر کیا ہے سورج۔ چاند ستاروں۔ زلزلہ۔ کسوف خسوف

بارش۔ رعد۔ برق۔ صاعقہ اور دیگر مظاہر فطرت کو جو یکایک خلاف عادت مستمرہ ظہور پذیر ہوتے ہین کیا سمجھتے ہین اور انکے کیا اسباب اپنے خیال مین قایم کرتے ہین اور ان سیاحون نے اُن وحشی قبایل سے ایسا سوال کرکے کچھ جواب حاصل کیا تھا اور وہ کیا تھا لیکن اگر ان سیاحون نے یہ سوال ان وحشی قبایل سے نہین کیا اور اگر کیا ہے اور انکا جواب ان کے بیان مین مذکور نہین ہے تو ان سیاحون کے مجرد بیان سے ہم کیا نتیجہ نکال سکتے ہین۔

لیکن اسی سوال کو اگر اب بھی وحشی قبایل کے روبرو پیش کیا جاے تو بلاشبہہ انکا جواب یہ تو نہین ہوسکتا کہ سائنٹفک اسباب اسکے وہ وحشی بیان کرینگے بلکہ وہ بیان کرینگے کہ ان کا پیدا کرنے والا ایک لامعلوم شخص ہی جو بڑا قدرت والا ہی یا وہ جواب دینگے کہ یہی چیزین براہ راست انکی قسمتون کی مالک ہین اور انکی تنگی و خوشحالی کی پیدا کرنے والی اور انکو مصیبت مین پھنسانے والی یا راحت و خوشی کی بحال کرنے والی ہین اور بلاشبہہ انکی خفگی سے بچنے اور انکی خوشی حاصل کرنے کے واسطے کچھ نکچھ رسومات ضرور عمل مین لاتے ہونگے۔ پس یہی مذہب ہے اور اسیکا نام حاسہ مذہبی ہی۔ لیکن افسوس ہی کہ مضمون نگار صاحب نے اور ان مصنفون نے جنکا حوالہ دیا گیا ہی اس سوال کا جواب لیے بغیر حاسہ مذہبی کا انکار کردیا ہم ذیل مین چند مصنفون کی کتابون سے اقتباسات کا ترجمہ پیش کرتے ہین جو لارڈ ایوبری صاحب سے زیادہ ذی قابلیت ہین۔ ان اقتباسات سے معلوم ہوگا کہ حاسہ مذہبی کے فطری ہونے پر وہ کسقدر مستحکم دلائل پیش کرتے ہین ٹیلر صاحب کی تصنیف مین سے ایک پیراگراف کا ترجمہ حسب ذیل ہی۔ مضمون نگار صاحب اسکو اصل سے مقابلہ کرلین اور اگر ترجمہ مین کچھ سقم ہو تو اسکو درست کرلین "فطرت نے ہر ایک انسان کی ساخت مین وہ ذرایع پیدا کئی ہین جو روح کا غیر فانی ہونا اور موت کے بعد آیندہ حیات کا نقش نہایت موثرانہ طور پر انسان کے دل پر منقش کرتے ہین۔

یہانتک کہ سیاہ فام حبشی خواب مین نظارہ کی مضمحل ہوتی ہوئی شکلین دیکھتا ہو جو شاید اسکی نہایت خوش آیند یاد سے تعلق رکھتی ہین اور ان غیر واقعی تصویرون سے امکانا اور کیا نتیجہ سوائے اسکے وہ نکال سکتا ہو کہ یہ تصویرین ایک دوسری زمین کے لوگون کا سایہ ہین جو اُس زمین سے جس مین وہ خود رہتا ہو دور ہو۔ پھر وقتاً فوقتاً وہ ان اشخاص کی تمثال کو بھی دیکھتا ہو جنکو جب وہ زندہ تھے پیار کرتا تھا یا انسے متنفر تھا اور یہ مظاہر اسکے لیے غیر مشتبہ دلائل روح کی بقا اور غیر فانی ہونے کے ہین۔

نہایت عمدہ اور مہذب معاشرتی حالات مین بھی ہم ان مظاہرات کے پیش کرنے سے سبکدوش نہین ہوسکتے۔ (یعنی یہ مظاہرات ہمکو نظر نہ آئین) اور ان سے ہم بھی وہی نتائج نکالتے ہین جو ہمارے غیر مہذب اجداد نکالا کرتے تھے ہماری مہذب و اعلیٰ حالت معاشرت بھی ہمین خود ہماری ساخت کے ان اصل افعال و اثرات سے کسی طرح پر اس سے زیادہ سبکدوشی نہین دیسکتی جسقدر کہ وہ ہمین نخاست اور بیماری سے نجات دیتی ہو۔ ان حالات مین تمام روے زمین کے انسان برابر ہین وحشی ہون یا مہذب ہم سب مین ایک ایسی بناوٹ موجود ہے جو ہمکو نہایت سنجیدہ واقعات کی یاد دلاسکتی ہو جن سے ہمکو سابقہ پڑ سکتا ہو۔

اسکو صرف چند لمحات آرام یا بیماری کے درکار ہین جبکہ بیرونی اشیاء کے اثرات مستحکم ہوجائین تاکہ یہ اپنے مکمل عمل کرنے پر قادر ہو اور ٹھیک۔ ٹھیک یہی لمحات ہوتے ہین جبکہ ہم اُن صداقتون کے سمجھنے کے لیے نہایت عمدہ طور پر تیار ہوتے ہین جو صداقتین ہمکو یہ سمجھاتی ہین۔

یہ بناوٹ یا ترکیب اعضا شخصون کا احترام نہین کرتی یہ نہایت سرکش شخص کو بھی بات سننے و نصیحت حاصل کرنے سے آزاد ہونے نہین دیتی اور نہ غریب سے غریب شخص کو ایک اور آنیوالی زندگی کو علم سے تسکین دینے سے باز رہتی ہو۔ یہ کسی خود غرض شخص یا غرض مند کو تحریک کرنے یا انکساری کا موقع نہین دیتی اور نہ اپنے اثر مین کسی بیگانہ یعنی جداگانہ انسانی مدد کی محتاج ہوتی ہے

بلکہ یہ ہمیشہ ہر شخص کے ساتھ موجود ہی جہان کہین وہ جاے۔

یہ عجیب طور پر گذشتہ نقوش کے نشانون سے آیندہ زندگی کی اصلیتون کے کثیر دلائل اخذ کرتی ہی اور نہایت نا اغلب منبع سے اپنی طاقت فراہم کرتی ہے یہ نا معلوم طور پر باقی اور غیر فانی آیندہ زندگی کے گہرے یقین کی طرف راہ نمائی کرتی ہی ان خیالات سے جو بھی پورے ظاہر بھی نہوئے تھے کہ معدوم ہوجاتے ہین۔

Page 135-136. Conflict between Religion and Science by Draper Published in 1896 at London

اب مضمون نگار صاحب ذرا ٹھنڈے دل سے سوچین کہ روح کی بقا اور آیندہ زندگی کا یقین مذہب نہین تو کیا ہی اور وہ ہماری بناوٹ مین مثل دیگر حواس کی مضمر ہی۔ مذہب کی بنیاد اور اُسکا دارمدار صرف روح کی بقا اور آیندہ زندگی کے خیال پر ہے اگر روح کا فنا ہوجانا بمجرد موت واقع ہوجانے کے مانا جاے تو بلاشبہہ نہ کسی مذہب کی ضرورت ہی اور نہ خدا کے ماننے کی حاجت۔ کیونکہ آیندہ زندگی کی خوشی اور رنج۔ عذاب وثواب صرف روح کی بقا پر منحصر ہی اور جب روح ہی فنا ہوگئی اور نہ کوئی آیندہ زندگی ہے تو بلاشبہہ مذہب بالکل بیکار چیز ہے۔

جب روح کی بقا اور آیندہ زندگی کا یقین ہر ایک انسان مین خواہ مہذب ہو یا غیر مہذب وحشی ہو خواہ شہری فطرتی طور پر اسکی ساخت مین موجود ہے تو پھر اسکو حاسہ مذہبی نہ کہیے تو اور کیا کہین یہی حاسہ مذہبی ہی جسکا مضمون نگار صاحب نے اسقدر اصرار سے انکار کیا ہے۔

امید ہی کہ اب مضمون نگار صاحب کو حاسہ مذہبی کے فطری ہونیکا انکار نہوگا کیونکہ یہہ ڈریپر صاحب کی کتاب کا اقتباس ہی جو بڑا زبردست حکیم اور یورپ کے اساتذہ مین سے ہی

اور جسکو خود مضمون نگار صاحب نے بڑی تعریف کے ساتھ انٹروڈیوس کیا ہی۔
لیکن اگر وہ اسپرچوس نکرین اور مزید شہادت ہم سے طلب فرمائین تو لیجیے وہ بھی حاضر ہے۔ ذیل مین۔

{ Religion, its Origin and Aims } کے صفحہ ۱۴ سے صفحہ ۱۷ تک

کا ترجمہ درج کیا جاتا ہی جس سے الکلام کے حامیہ مذہبی کے فطری ہونے کا ثبوت اور ان سب لوگون کے بیانات کی تردید ہوتی ہی جو مضمون نگار صاحب نے عدم وجود خیال مذہب کے ثبوت مین پیش کیے ہین۔

مذہب کی اصل کی مدت سے تلاش ہو رہی ہی۔ بعض اسکی اصل ابتدائی الہام مین پاتے ہین اور اسبات پر کافر۔ یہود عیسائی سب متفق ہین۔

وہ اشیاء جو انسان اور ادنی حیوانون مین سب سے زیادہ مایہ الامتیاز ہین وہ یہ ہین کہ انسان مین نفس ناطقہ کا ہونا جس کے سبب سے وہ تعقل کرنے والا وجود ہی اور اسمین لیاقت یا استعداد مذہبی کا ہونا ہی۔

انسان ابتدا ہی سے سوچنے اور تفکر کرنے والا شخص ہے گو اسکو معلوم نہین ہی کہ کیون وہ ایسا وجود ہے۔

اسیطرح ہم خیال کرسکتے ہین کہ انسان کی مذہبی استعداد یا قوت یا قابلیت Faculty ابتدا ہی سے کام مین لائی گئی تھی اور اسنے اپنی ہستی کے وجود کو جان لیا تھا گو دہندلی نظر سے سہی مگر دیکھ ضرور لیا تھا۔

جب انسان نے اپنے اردگرد کے مظاہر کا مطالعہ کیا صرف اپنی ظاہری حواس سے ہی نہین بلکہ اپنی اندرونی استعداد اور قابلیت سے تو اسکی مذہبی استعداد نے اُسکو اُنکی تعلقات سے واقف ہی نہین کیا بلکہ سابقہ بھی ڈالا۔

اس خیال کی تائید اس امر واقع سے بھی ہوتی ہے کہ جہان کہین انسانون کا وجود پایا گیا ہے خواہ وہ کیسی ہی وحشیانہ حالت مین ہون اور خواہ انکی قوت مدرکہ نہایت ہی ادنی کیون نہو مگر مذہبی خیالات اون مین پائے گئے ہین لارڈ ایوبری صاحب Lord Avebury کا یہ بیان کہ یہ فرض کرلینا مشکل ہے کہ جو لوگ اسقدر وحشی ہون کہ اپنی انگلیون کو بھی نہ گن سکین وہ اسقدر کافی ترزیرک ہون کہ ان مین کوئی ایسا سلسلہ پایا جاے جسپہ مذہب کا نام صادق آسکے۔ انکا یہ قول اب مطرود و مردود ہو چکا ہے ہم ایسے وحشی لوگون مین بھی مذہبی اور اخلاقی خیالات جو عجیب طرح سے ترقی یافتہ قسم کے ہین پاتے ہین۔

جب انسان ہر مقام اور ہر درجہ پر مذہبی رہا ہے تو اس سے اس خیال کی بھی تائید ہوتی ہے کہ ہمیشہ سے انسان مذہبی شخص رہا ہے۔

لیکن اس خیال مین اس بات کا جواب موجود نہین ہے کہ انسان اپنی قوت مدرکہ مین خدا کا جس سے اسکو اسکے مذہبی حاسہ نے واقف کرایا ہے کیا خیال کرتا ہوگا یہ خیال معقول نہین ہے کہ پہلا انسان اپنے قوا کی فطرت سے یا خبر یا اپنی شخصیت سے واقف تھا۔ وہ صرف یہی جانتا ہوگا کہ وہ ایک زندہ شخص ہے۔ اپنے وجود مین روح کا احساس کرنے سے اسکو خدا کے روحانی شخص ہونے کا خیال نہین آسکتا تھا۔ غالبًا خدا کو اسنے ایک شخص سمجھا ہوگا خواہ وہ کیسا ہی عالیشان ہو اور انسانی فطرت سے کیسا ہی بالاتر ہو۔ مذہبی حاسہ نے ایسے خدا کی ہستی انسان پر منکشف کرکے اس خدا کو اسکا معبود بنا دیا۔

اس قیاس کی تائید نہایت ادنی درجہ کے وحشیون اور جنگلیون کے مذہبی خیالات کی تحقیقات سے ہوتی ہے۔ متقدم الذکر لوگون مین جہان نہایت اوہام باطلہ کے سوا فطرتًا اور کچھ پایا جانا نچاہیے تھا وہان کام کرنے والا اعتقاد پر تر خدا کا موجود ہے جو خدا بطور قاعدہ کے مکان سے پاک۔ موت سے بری اور حی و قیوم ہے ملکموت کے دنیا مین آنے سے پہلے موجود تھا جسنے کائنات اور انسان کو پیدا کیا جسکی مرضی ہے کہ انسان خاص اخلاقی قواعد کا پابند رہے

اور جو اسپر نچلے اسکو وہ سزا دیتا ہی اور موت کے بعد انسان کا ملجا و ماوا وہی ذات ہی۔
ادنی درجہ کے لوگون مین اس اعتقاد کی موجودگی کی شہادت حال کی تصنیفات سے
جو علم الانسان پر تحریر ہوئی ہین پائی جاتی ہی نیز مشنریون اور سیاحون کی تحریرون
مین اسکا ثبوت موجود ہے (اب مضمون نگار صاحب اسکو پڑھکر فرمائین کہ اس سے زیادہ
اور کیا ثبوت حاسہ مذہبی کے فطری ہونیکا اور ابتدائی خداپرستی کا درکار ہی کیا یہ اس آیت
سراسر ہدایت کی تصدیق کے لیے کچھ کم ہی الست بربکم قالوا بلی)
لیکن مسٹر لینگ صاحب Mr Lang نے ان واقعات کو تفصیل وار لکھا ہی
جس سے یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہی۔ صاحب موصوف یہ بھی تحریر فرماتے ہین کہ یہ خدا جسکو وحشی
لوگ یقین کرتے ہین آنی مزم Animism کا پیدا کیا ہوا نہین ہی کیونکہ یہہ
خدا بطور روح کے یقین نہین کیا جاتا بلکہ بطور شخص کے (جسمین متعدد وہ صفات ہون)
جو انسان کی شخصیت سے قریب قریب ہی اور اس لیے یہ خدا روح کے خیال آنے سے پیشتر
کا ہی اور نہ یہ خدا بھوتی اور جیسے کہ مانگنے والی ارواح سے ترقی پاکر خدا بنا ہے کیونکہ اس
خدا کے لیے قربانیان نہین کی جاتین۔

See Mr Lang's "Making of Religion" and the last edition of "Myth, Ritual and Religion". See also "Comparative Theory" by J. A Macculloch

اب ان شہادتون کے بعد مضمون نگار صاحب کو چاہیئے کہ اس امر کا اعتراف فرمائین
کہ بلاشبہہ حاسہ مذہبی فطری ہی اور الکلام مین جو استدلال اسپر کیا گیا ہے وہ صحیح ہے
اور انھین شہادتون سے مولانا شبلی کا یہ فرمانا بھی صحیح ہی کہ مادیئین کے سوا نام محققین کے

یہ فیصلہ کیا ہی کہ انسان نے پہلے خدا کی پرستش کی تھی نہ اصنام کی اور مشہور محقق میکس مولر کی کتاب کے حوالہ سے یہ درج کیا تھا کہ "ہمارے اسلاف نے خدا کے آگے اُسوقت سر جھکایا تھا جب وہ خدا کا نام بھی نہ رکھ سکتے تھے"

صرف یہی نہین کہ حاسہ مذہبی کا فطری ہونا یا پہلے خدا پرستی کا اس سے ثبوت ہے بلکہ اس امر کا بھی ثبوت ہے کہ قرآن مجید مین نسبت فطرت انسانی کے جو یہ سوال وجواب درج ہی کہ الست بربکم قالوا بلیٰ یہ بھی بالکل سچ اور حق ہی۔

امید ہی کہ مضمون نگار صاحب اب ہٹ دھرمی نکرینگے اور جیسا انھون نے میکس مولر کی کتاب کی موجودگی کا بعد انکار رشید اعتراف فرمایا ہے اُسیطرح ان مسایل کا بھی صدق دل سے اقرار کرینگے۔

مسٹر لینگ Mr Lang نے اس کا بھی مکمل جواب اُسی کتاب مین دیا ہی جسکا حوالہ مذکور ہو چکا ہی کہ ہرگز یہ معبود مشنریون کی تعلیم سے ماخوذ نہین ہوے ان معبودون مین اُس برتر ہستی کا دھیما عکس بھی نظر آتا ہی جسکو حاسہ مذہبی نے فطری ارواح کی پرستش یا حیوانات کی عبادت سے بہت پیشتر واقف کیا تھا۔

ایسے خدا کی ہستی کا اعتقاد باشندگان آسٹریلیا۔ انڈیمان۔ جزائر فیوجی اور ویشن مین مین پایا جاتا ہی۔ اُن سے ذرا زیادہ مہذب لوگون مین وہ عقاید جنکو وہم پرستی کہا جاتا ہی۔ بہولون حیوانون۔ قدرتی مظاہر وغیرہ کی عبادت گو پوری طاقت مین پائی جاتی ہی لیکن جو بات نہایت قابل غور ہی وہ یہ ہی کہ ادنے درجے کے وحشیون مین بھی برتر ہستی کا اعتراف اور اعتقاد پایا جاتا ہی۔ اور وہ برتر ہستی اسقدر بلند ہی کہ اس تک انسان کی رسائی ناممکن ہی اور وہ اسقدر بلند و بے پروا ہے کہ انسانون کا خیال تک بھی وہ نہین کرتی۔ اس لیے اسکو بالکل علحدہ اور منفرد رکھا جاتا ہی۔

ایک سیموئیڈی نے "نوم" کی بابت جو باشندگان آسٹریلیا وغیرہ کے آسمانی خدا کی مانند

ہی یون ذکر کیا "میری رسائی تجھ تک نہین ہوسکتی - میری رسائی سے تو بہت ارفع ہی اور اگر میری رسائی تجھ تک ہو بھی جاے تو بھی مین تجھ سے الحاح و التجا نکرون"

عموماً ایسی نسلون مین اس خدا کی نسبت انکا یہ خیال ہی کہ اُسکی ہستی کا اعتراف کیا جاتا ہی - اکثر اسکو خالق کائنات مانا جاتا ہی - لیکن اُسکی پرستش نہین کیجاتی -

بعض حالات مین ایسے معبود دیومالا کی موضوع قرار پاگئے ہین اور باقی کل حالات مین بھوت اور ہر قسم کی ارواحین انسانون کی حق مین عملاً مفید قرار پائی ہین - اغلباً اس مین اس معمے کی کلید موجود ہے کہ کیون انسانون نے رفتہ رفتہ اُس برتر خدا کو چھوڑ دیا اور اُس سے کم درجہ کے معبودون کی پرستش کا رواج اُن مین بتدریج بڑھتا گیا -

چونکہ وہ برتر ہستی اپنی خود پسند اوقات مین انسان کی رسائی سے ارفع اور نیک ہی نہ تو اسکو نذرانے گزار کر خوش کیا جاسکتا تھا اور نہ اسپر احکام جاری کیے جاسکتے تھے اور نہ وہ انسان کی کمینہ خواہشون کی معین و مددگار ہوسکتی تھی اسلیے جب کائنات کی حیات بخش طاقت نے انسانون کو ایک بہت بڑے گروہ بھوتون اور ارواحون سے واقف کیا تو یہ بھوتے اور ارواح انسان کے فائدہ رسان معبود بن گئے - کیونکہ انسان کے سلسلہ خیالات نے اسکو یہ سکھایا کہ وہ معبود اُسکے مساعد ہوسکتی ہین اور اُسکی خواہشون کے برلانے پر بذریعہ نذر و قربانی کے مجبور کیے جاسکتے ہین - اس حالت مین بھی وہ پہلا خدا فراموش نہین کیا گیا - اور اس لیے ایسی نسلون مین جیسے کافر حبشی - باشندگان پایوان - پولینشیا - اسکیمس - تاتار - باشندگان گھیٹنا وغیرہ جو سب کے سب بھوتون فیطرتی ارواحون وغیرہ کی عبادت کرتے ہین اس بالاتر ہستی کا اعتراف کیا جاتا ہی لیکن جیسا کہ وہ بیان کرتے ہین وہ بالاتر خدا انسان کی رسائی سے بہت ارفع ہی اور وہ انسانی معاملات مین مداخلت نہین کرتا اسلیئے اسکو نہ قربانیون کی ضرورت ہی اور نہ اُسکی عبادت کی جاتی ہی -

مختلف وحشی قومون مین خدا کی ہستی کے اعتقاد کے ثبوت دیکر وہی مصنف لکھتا ہی -

کہ انسان کے حاسہ مذہبی نے ایک قسم کا توحیدی مذہب شروع کیا جس مین خدا کی روحانی ہستی نہ تھی۔ پھر مختلف اسباب سے انسانون کو موجودگی روح کا علم حاصل ہوا۔ اس نے خیال کیا کہ تمام اشیاء مین ذی حیات ہون یا غیر ذی حیات سب مین ویسی ہی روح موجود ہے جیسی کہ خود اُس مین۔ اس حیاتی فلسفہ نے بھوتون۔ فطرتی مظاہر اور حیوانات کی پرستش کا خیال پیدا کیا اور اس سے ذلیل طریقہ قتی سزم کی طرف رہنمائی ہوئی پھر جس قوم یا نسل مین کثرت الارباب مانا جاتا ہے وہان بالضرور ایک خدا سب خداؤنکا سردار بھی مانا جاتا ہے۔ غرضکہ وہان ابتدائی توحید از سر نو تازہ ہو گئی ہے۔

بعض نسلین اور بہت سی نسلون کے زیادہ بلند خیال دلون نے کثرت الارباب کو چھوڑ کر صرف ایک خدائے واحد کی پرستش اختیار کی اور آخرش زمانہ کی زیادتیون سے الگ تھلگ ہو کر توحید پرستی پر آ گئے۔"

"Religion. its Origin and Forms" by J. A. Macculloch Page 176 to the end of the chapter

راقم عطا محمد عفی عنہ امرتسری

"الکلام" کی تنقید

اور

اوس کی تردید

مولوی عطا محمد صاحب امرتسری کا مضمون جو "تنقید الکلام نمبر ۴ کی اصلاح" کے نام سے "الناظر" نمبر ۱۵ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۱۱ء مین چھپا ہوا ہے اوسکے آخر مین وہ تحریر فرماتے ہین کہ

"اس مضمون کا پہ تسلسل میرے سابقہ مضمون کے جو الناظر کے رسالہ ماہ جولائی ۱۹۱۱ء

مین چھپا ہو۔ پڑھنا چاہیئے کیونکہ اس مضمون مین یہ فکر تردید کی گئی ہو کہ واجب الوجود کی ہستی کا اقرار
ہی جیسا کہ مین ذسابق مضمون مین ثابت کیا ہو اور ابھی تک اسکی تردید مضمون نگار صاحب نے نہین فرمائی۔

مین نے "طالب علم" صاحب کی تنقید اور مولوی عطا محمد صاحب کے جواب تنقید کو سلسلے کے ساتھ دیکھا ہو میری سمجھ مین جواب تنقید کی تردید اوسی طرح "طالب علم" صاحب پر ضروری نہین ہے جس طرح تنقید کی تردید مولانا شبلی نعمانی ضروری نہین ہے۔

مین پہلے بھی قبول کر چکا ہون اور اب بھی قبول کرتا ہون کہ "طالب علم" صاحب" الکلام" کی تنقید مین بہت قابلیت۔ واقفیت اور جودت صرف کر رہے ہین۔ یہ تعریف جو مین کھر رہا ہون بہ اعتبار علمی مذاق کے ہی جسکو اس سے کچھ مطلب نہین کہ مذہب کیا چیز ہی اور اس پر کیا گذری ہی لیکن دوسری نگاہ سے تنقید دیکھی جائے تو اوس کی وقعت اس سبب سے کچھ بھی نہین رہتی کہ "طالب علم صاحب" "اگناسٹک بنکر قلم کو مثل اوس لکڑی کے ہاتھ مین لیے ہوے چلا رہے ہین جو لکڑی کسی نابینا کے ہاتھ مین ہو اور وہ اسکو چارون طرف گھما کر یہ کہہ رہا ہو کہ "اندھے کی داد نہ فریاد۔ اندھا مار بیٹھیگا" تنقید کا لطف تو جب تھا کہ "طالب علم صاحب" مذہب کا قلم سنبھالتے لیکن کسی مذہبی آدمی سے مذہب کے خیالات کو لیکر بیبا کی ممکن نہ تھی اس سبب سے "طالب علم صاحب" سے (جن کو شاید کوئی خاص وجہ ہو) سوا اس کے اور کوئی بات بن نہ پڑی کہ وہ اس تنقید کی ضرورت سے مذہب کو خیرباد کہکر اگناسٹک بن جائین تاکہ ہر دلیل کا جواب نفی مین آسان اور ہر قسم کی آزادی کے لیے قلم کا میدان وسیع ہو جاے۔

میرے خیال مین مولانا شبلی نے "الکلام" سے یہ مطلب نکالنا چاہا تھا کہ سینس کے اثر سے جو پراگندگی طلبا کے مذہبی دماغون مین پیدا ہو رہی ہی وہ دب جاے اس لیے کہ سب طلبا جو انگریزی حاصل کر رہے ہین۔ وہ اگناسٹک نہین ہین۔ لیکن "طالب علم" صاحب نے تنقید سے یہ نتیجہ پیدا کرنے کا ارادہ کیا کہ جتنے طلبا سائنس کو حاصل کرین وہ سب اگناسٹک ہو جائین

مگر مین کہتا ہون کہ ایک اگناسٹک خدا۔ رسول۔ اوتار اور ہر معبود یا مقتدا کو انکار کی لاٹھی سے ہانک کر خود سر بن جاتا ہم وہ کسی نہ کسی مذہب اور ملت کی زنجیر سے دنیا مین نہین چھوٹ سکتا۔ اوسکی مثال مثل اوس کپڑے کے ہے جو کسی رنگ مین نہ رنگا جاے لیکن کسی نہ کسی رنگ کے ساتھ ضرور منسوب کیا جائے گا۔ کچھ نہ سہی۔ سپید ہی سہی۔ یہ بھی ایک رنگ ہی انسان کوئی مذہب نہ اختیار کرے مگر سوسائٹی کے طریقون اور ملک کی روشون سے بچکر کہان جاسکتا ہے۔ اوسی طریقے اور اوسی روش کی پابندی مذہب اور ملت کی پابندی ہوگئی جن فلسفیون نے مذہب کو فطرت کی جانب منسوب کیا ہی اونکا مطلب غالبًا یہی ہی ایسے صحرائی باشندے جنکے کانون تک الہامی آواز کبھی نہین پہونچی ہی۔ وہ بھی بود و باش کے طریقون مین ہی کسی نہ کسی خاص قانون کے پابند ہین اور وہی انکا مذہب ہی۔ حضرت "طالب علم" نے تنقید مین جو اعتراض مذہب کے فطرتی تسلیم کرنے پر کیا ہی۔ مین نے اوسکو دیکھکر یہی خیال کیا کہ وہ سطحی نظر سے مذہب کو دیکھ رہے ہین۔

دنیا کی تمام مذاہب الہامی نہین کہے جاتے۔ تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ جس مذہب نے الہامی ہونیکا خلعت نہین پایا ہی کیا اوس پر مذہب کا لفظ نہین بولا جاتا۔ اس کا انکار مشکل ہی تو اسکا اقرار لازمی ہوگا کہ صحرائی وحشیون کی رفتار جسکے وہ اپنے قانون اخلاقی سے پابند ہین۔ مذہب کے احاطے مین داخل ہی اور یون یہ بات تسلیم کرنی پڑیگی کہ فطرت انسان کو ایک نہ ایک صورت سے اخلاق کا پابند ضرور کرتی ہی اور وہی مذہب ہی۔

مولانا شبلی نے "الکلام" مین یورپ کے اون حکماء مذہب کے اقوال کی تائید ضرور قبول کی ہی جنکے قلمون سے مذہب کی خوبی یا اوسکی پابندی کے الفاظ نکلے ہین۔ یہ شکل بھی عام طلباء پر جو کسی مذہب سے لگاؤ رکھتے ہین۔ اثر ڈالنے کے واسطے اچھی ہی اگرچہ وہ ایک اگناسٹک یا دہری کے خیال مین ضعیف ہی کیون نہو۔

جو صورتین مین نے بیان کین انکے لحاظ سے مولانا شبلی کو "طالب علم" صاحب کی تنقید کا

جواب دینا کچھ ضرور نہین ہے اسلیے کہ اگناسٹک جب اصول کا پابند ہی نہین تو جو کچھ اوسکے منھ مین آئے۔ کہی۔ اور جو کچھ اوسکے دل مین آئے قلم سے لکھ دے۔ وہ تو مرفوع القلم ہے۔

اب رہی مولوی عطا محمد صاحب امرتسری۔ اونکی تردید جو تنقید پر اونکے خیال مین حملے کرتی ہوئی نکلی ہی اوس کے سب نمبرون کو مین نے دیکھا۔ میری سمجھ مین (اور مین نے اوس کے سمجھنے مین شاید قصور نہین کیا ہی) وہ ایسی نہین ہی جسکا جواب "طالب علم صاحب" پر لازم ہو۔ وہ اپنی کمزوریون سے خود ہی اپنا جواب ہی۔

مولوی عطا محمد صاحب۔ اسلام کے مذہبی علماء کی تحریرون کو پیش کرتے ہین۔ کہین وہ شاہ ولی اللہ صاحب کے قول کو دور وحون کی تائید مین لاتے ہین۔ کہین وہ شیخ محب اللہ الہ آبادی کا قول جبریل اور روح کے متعلق بیان فرماتے ہین۔ کہین وہ واجب الوجود کے تسلیم کرنے والون کے خیالات پر بحث کرتے ہین۔ ان باتون کو مانتا ہی کون ہے "وُہ قال" پر جتنی گفتگو فرمائین سب بیکار ہی۔ سائنس تو مشاہدات اور بدیہیات کو لرہا ہی۔ اور اگناسٹک جو نہ دہری کے دلائل نشو و مادہ کو مانے نہ اسلام کے دلائل خلق و خالق کو۔ وہ مولوی صاحب کی مسلمہ عقائد یا کسی عالم کے خیال کو کیا تسلیم کرسکتا ہی۔

مینے کسی گذشتہ "الناظر" مین "طالب علم صاحب" کی تنقید کو بہت تعریف کے الفاظ سے صرف اس بنا پر یاد کیا ہی۔ کہ علمی معلومات کے لحاظ اور تحقیقی نگاہ کی قوت سے اوسکی بہت حصہ اس قدر پر زور اور دلچسپ ہین کہ دل بیساختہ داد دیتا ہی اسکے برخلاف مولوی عطا محمد صاحب کی تردید کو مین دیکھتا تو ضرور ہون لیکن دیکھنے کے بعد صرف اتنا ہی اثر ہوتا ہی کہ کاغذ پر لکھی ہوئی ایک چیز تھی۔ خیر دیکھ لی۔

ایسی تردید کے جواب کا انتظار میری رائے مین کچھ فضول سا ہی اور نہ "طالب علم صاحب" کو اسکی جانب متوجہ ہونے کی ضرورت ہی۔ یہ تو دراصل تنقید کی تردید ہی نہین ہی اسلیئے کہ تنقید اگر آسمان پر ہی تو تردید زمین پر۔

راقم۔ احمد علی۔ شوق۔ قدوائی۔

نظم دلپذیر

بعنوان تقریر نظم سخن

سپاس خداوند چرخ کہن

درود پوخشور یزدان پاک

کہ گردندہ گیتی از و تابناک

بترسید گفتار یاران دہر

بجوشید طبعم چو پہنای بحر

بیاتا درین شیوہ جانش کنم

سر خصم را سنگ بالش کنم

بتقسیم عقلی جہات وجود

وجوب است امکان بنظر شہود

ثبوتی ز امکان بزور قلم

نخیزی بحکمت چنین زور قسم

کہ عالم ز ترکیب خالی نے است

نیاز مرکب بلخت دی است

ہر آنکو با جز انیازش بود

بواجب ہمین لیتیازش بود

باثبات واجب بذہن متین

بود نور ہان معنی دلنشین

ثبوتی از و وانمایم بتو

نقاب از رخش بر کشایم بتو

کہ اینک ہمہ سلسلہ کائنات

بود ہست و ممکن بترکیب ذات

ہمہ ہست و ممکن ز بالا وزیر

ز مبدء ز علۃ بود ناگزیر

اگر علتش درج در نادر است

وگر مبدء بیرون نادر بود

تقدم علی نفسہ اظہر است

ہمان واجب بندہ پرور بود

بعلم حضوری بسیط جہان

جدا نیست از پرتو جان جان

زہی جان جان گوہر فرد الجلال

فروزندہ مہر سپہر کمال

ہمہ پاک و پاکیزہ از عیب و شین

معرا ز تقیید و از کیف و این

بتنزیہ گوہر ز تشبیہ پاک

فروغ جہان گوہر تابناک

بجود و عطا ہمچو باران و بحر

بمہر و کرم چہرہ بالائے مہر

پر و بال بکشا تو اے مرغ روح

بزن حلقہ بر در بزور فتوح

در دولت خسرو کائنات

کہ فرش نہان در شیون و صفات

پر و بال بکشا تو اے مرغ جان

سراپردہ بکشا بزور توان

سراپردہ دلبر کائنات

کہ حسنش نہان در شیون و صفات

ظہور شیونش بہ پہنائے دہر

ز مفہوم اسما بود ہشت نہر

مرید و مکون سمیع و بصیر

زہی حی دانا کلیم و قدیر

بہ پایان تقریر ختم کلام

رسد بر نبی ارمغان سلام

محمد صدر الدین خان

گلبرگہ

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را

گلبرگہ! آہ گلبرگہ! - وہ ملکہ امصار جسے سلاطین دکن نے بڑے ناز و نعم سے پرورش کیا تھا - جو ہر وقت پھولون مین لدی ہوئی حسن و لفریب کے ساتھ لباس ظاہری سے آراستہ رہتی تھی جسکے حسن کی صنو شیراز و قرطبہ تک پہونچتی تھی - جسکے جذب مقناطیسی نے حافظ و سعدی جیسے سحبان وطن کو اپنی جانب مائل کرلیا تھا - افسوس! آج اسکی یہ حالت ہی - ! وہ دکن کا نازک پھول بہمنیون کی زندہ لیکن مردہ یادگار -

اے ملکہ امصار تجھے مردہ کہنے کو جی نہین چاہتا - مگر افسوس - مردہ نہ کہون تو پھر کیا کہون - قالب بیشک تیرا وہی ہے مگر روح نہین اے دکن کی ملکہ - دکن کی جان - دکن کی تصویر خوبی - بہمنیون کے باغ کی گلبرگ تر - تجھے کس بیرحم کی نظر لگی - یا کسی ناکردہ گناہ مظلوم کی آہ نے تیری رعنائی زیبائی خاک مین ملادی جیساکہ بلبل شیراز کہہ گیا ہے - ؎

بترس از آہ مظلومان کہ بنگام دعا کردن اجابت از درحق بہر استقبال می آید

این یہ تیری کیا حالت ہوگئی - کیا زمانہ کو اسیطرح کجرفتاری دکھانا منظور تھی - اسلام کے سینکڑون گھر ایک سے ایک بڑھکر تھے جنکا اب نام و نشان بھی نہین رہا - کاش تو بھی انکی طرح باقی نہ رہتی جو آج یہ حالت دیکھنا نصیب ہوتی - جہان قرطبہ اور اوسکے سلاطین کے نام صرف صفحات کاغذی پر رہ گئے ہین - تیری بھی پرانی عظمت و شان صرف کتابون

---

* یہ زندہ ہے کہ ابتک چھ سات صدیون کے بعد بھی اپنے بانیون کی یاد ہم سیاہ بختون کے دلون مین تازہ کرتی ہے اور مردہ اسلیے کہ اپنی اگلی شان و شوکت کے مقابلہ مین اب محض قالب بیجان کے مانند ہے جسمین کیڑے لگ گئے ہین گوشت گل گیا ہے - ہڈیان الگ ہوچکی ہین اور پور پور سے بوسیدگی ظاہر ہوتی ہے -

پڑھکر خوش ہولیتے لیکن اب امین کیا کہون کہ اب تیری کیا حالت ہی کیا کیا باتین تیرے در و دیوار سے سنائی دیتی ہین۔ کلیجہ منھ کو چلا آتا ہی مگر سننا پڑتا ہی۔ ایک طرف سے یہ آواز آتی ہی کہ حسن گنگو میرا بانی تھا۔ میرا نام حسن آباد تھا۔ بارہ بارہ میل ادہر اُدہر میری آبادی تھی۔ قلعہ ناف شہر مین واقع تھا۔ آبادی تھی کہ تل دہرنے کی جگہ نہ تھی علما۔ فضلا۔ شجاع و حسین۔ پریچہرہ۔ سبھی طرح کا جگھٹ تھا۔ لیکن اب کیا ہی۔ جہان قلعہ تھا وہان صرف اس کے آثار منہدمہ باقی ہین۔ کل حسن آباد زیر زمین ہی۔ کہین کھودئی تو بنیادین نظر پڑجاتی ہین۔ ہاے! کل جو کچھ بھی ہو مگر اب تو شہر خموشان ہی جہان تل دہرنے کی جگہ نہ تھی وہان اب ایک ہوکا عالم ہی۔ حسن آباد کے بسنے والون کے اب تو نشانِ مرقد بھی باقی نہ رہے۔ دوسو سے زیادہ گنبد ہونگے جنمین امرا و سلاطین کی قبرین تھین۔ مگر اب صرف کہین کہین بوسیدہ قبرین بے کتبہ و نشان۔ ان گنبدون مین رہ گئی ہین اور اکثر جگہ تو محض گنبد ہی گنبد زیر گنبد گردان رہگئے ہین۔ قبرون کا پتہ بھی نہین۔ انمین سلفیٹ آف لائم کی استرکاری تھی۔ اور اُسمین خوشخط آیات قرآنی کندہ تھین۔ انکا بھی اکثر جگہ نشان نہین۔ جہان کہین ایک شاہنشاہ کی قبر تھی جسکو دیدہ سے زمین تھراتی تھی۔ یا کسی بیگم کی قبر تھی جسکے حسن جہان سوز نے نورجہان سے زیادہ نام پیدا کیا تھا۔ اب وہان گائے بیل اور گدھے سرگین کرتے ہین تفو بر تو اے چرخ گردان تفو۔ حسن آباد کے پھاٹکون مین سے اب صرف دو پھاٹک باقی رہ گئے ہین ایک جانب شمال۔ سلطان پور۔ نام قلعہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر اور دوسرا ہیرا پور سلطان علاء الدین حسن گنگو بہمنی کی پیاری بی بی ہیرا کے نام سے ابتک ہیرا پور مشہور ہی۔ آہ محبت تیرا بول بالا ہو۔ تیرے زخم آجتک تازے ہین اور ہیرا پور تیرے کارنامون مین سے ایک کارنامہ اس ویرانی و تباہی مین بھی ابتک بیان کر رہا ہی۔ درحقیقت تیرا زخم حیات بخش ہی اور تیرے کشتہ کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہی۔

حسن آباد کی سرگذشت ابھی ختم ہی نہین ہوئی تھی۔ اور کیسے ختم ہوسکتی تھی صدیون کی کہانی کہین لمحون مین کہی جاسکتی ہی۔ سمندر کہین کوزے مین سما سکتا ہی۔ خیر مین ابھی انھین باتون مین محو تھا کہ قلعہ نے اپنی داستان شروع کی "سنئے میرا نام قلعہ احتشام ہی جوانی مین میرے بڑے دم خم تھے۔ بڑے بڑے شہزور۔ لاؤلشکر والی بادشاہون کو مین نے ڈھکیل ڈھکیل دیا ہے۔ بڑے بڑے۔ اُلوالعزم سلاطین میرے نام سے کانون پر ہاتھ دھرتے تھے۔ بادشاہ مجھے اپنا مامن وملجا سمجھتے تھے۔ میرے بانی بڑے اچھے تھے اُنکی شانین اور شوکتین مین اپنی منھ سے کیا بیان کرون۔ تاریخین انکی حالات سے بھری پڑی ہین مگر اب میری حالت کو دیکھو اور عبرت پکڑو ؎

بیک گردش چرخ نیلوفری نہ نادر بجا ماند و نے نادری

مین خاصکر تمسے مخاطب ہون۔ اے بعد مین آنے والو۔ تمپر مادہ پرستی کا بھوت سوار ہی۔ عیش وعشرت تمھارا شعار ہی زمانہ کی گردش سے کانون مین تیل ڈالے پڑے ہو۔ ؎ ڈرو اس سے جو وقت ہی آنے والا ہے مین پہلے کیا کچھ تھا مگر اب ایک منہدم کھنڈر ہون۔ جہان نازنینان ماہ پیکر اور شجاعان شمشیرزن میرے آغوش مین آرام کرتے تھے۔ اب وہان چند وبوم کا نشیمن ہی ؎

پردہ داری میکند بر قصر قیصر عنکبوت چند نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

جہان محلات شاہی تھے اب وہان چپل سین اُگے ہوے ہین اور سانپ اور بچھوون کا گھر ہی۔ میرا بالاحصار جہان ایک زمانہ مین توپونکی گرج سنائی دیتی تھی اب وہان خس و خاشاک کا اتنا ڈھیر ہے کہ راستہ نہین ملتا۔ جہان میرے عنفوان شباب مین بادشاہ بیٹھکر نیچے ہاتھیون کی لڑائی دیکھا کرتے تھے اب وہان اگر ہے تو حشرات کا مسکن ہے۔ میری شان وشوکت کوئی ہمیشون کے زمانہ مین دیکھتا۔ اب مین کیا بیان کرون۔ لوگ جھوٹا سمجھینگے۔ مگر ہان جو تباہی ہوئی اسکا حال سنکر شاید کچھ باور کرلین اور کیونکر نہ باور کرینگے

جبکہ مین خود صورت حال بنا ہوا اپنی بیتی آپ کہہ رہا ہون۔ بہمنیون کے زمانہ مین جیسی کچھ میری حالت تھی اب اسکا ذکر ہی کیا۔ ان کے بعد قطب شاہیون نے بھی میری اکر و بہت کچھ قائم رکھی مگر مین اسپہ قانع نہ تھا۔ اور آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ آگے چل کر اور کیا کیا بیتے گی۔ قطب شاہیون کے بعد مغلون نے بے توجہی کی اور مرہٹے میرے کپڑے ہی نہین اتار لیگئے بلکہ بدن کا گوشت تک کاٹ کر لیگئے۔ انکے بعد ریاستین ہوئین خود مختاریان شروع ہوئین۔ بالآخر اب شاہ دکن نے اپنا دست شفقت میرے سر پر رکھا ہے خدائے بزرگ و برتر اوسکا بھلا کرے۔ اسکے نام سے کچھ میرا بھی نام ہی ورنہ کہان مین اور کہان حوادث ایام!

مین یہین تک سننے پایا تھا کہ قلعہ کے اندر ایک عالیشان مسجد نظر پڑی اور مین بیساختہ اُدہر جھکا۔ مسجد کی سرگذشت بڑی ہی دردناک ہی۔ مجھسے سنی نہین گئی مگر جو کچھ بھی سن سکا وہ یہ ہی۔ وہ کہتی ہی کہ سلاطین بہمنی میرے بانی تھے۔ مین ہو بہو قرطبہ کی مسجد کی نقل ہون اُسے دیکھنا ہو تو مجھے دیکھ لو۔ سلفیٹ آف لائم کی استرکاری میرا سفید لباس تھی۔ میرے حسن و خوبی کا ایک عجیب عالم تھا۔ جمعہ تو جمعہ کسی وقت میرا صحن مصلیون سے خالی نہ رہتا تھا۔ مگر اب۔ ہائے مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب۔ نماز پڑھنا! یہ انکے لیے بالکل نئی بات ہی۔ یہان آکر عبادت کیا کرینگے۔ میری سمت ہی راست نہین بتاتے۔ مگر کبھی تحقیق کی توفیق نہین ہوتی حیران سی میری کیا لڑائی۔ مین اب یہی غنیمت سمجھتی ہون کہ اندرونی اگر نہین تو۔ ظاہری حالت میری کسی قدر درست ہی۔ مرہٹہ گردی کی مصیبت آصف جاہ سادس کے سایہ مین اب یاد نہین۔ مگر ہان۔ اب بھی کبھی کبھی زخم لگ جاتا ہے تو جگر تھام کر بیٹھ جاتی ہون۔ میرے روبرو ایک حوض تھا جسکی نظیر تمام ہندوستان مین نہ ملیگی۔ ابھی آٹھ نو برس ہو ہی کہ ایک پارسی بچہ نے جو یہان حاکم تھا اسکے پتھر اکھڑوا کر نیلام کر ڈالے اور اب کہین غار اور کہین ڈھیر کے سوا کچھ نہین دکھائی دیتا ع۔

قدیمان خود را بیفزائے قدر

کے عوض مین ہم نے مسلمانون سے یہ پایا۔ خیر پھر بھی حالت غنیمت ہو اگر اتنی توجہ بھی نہ ہوتی تو مین کیا کر لیتی"۔

اب اس شہر کی کہانی سنئے جس اس چودھوین صدی ہجری مین ہم گلبرگہ کہتے ہین۔ یہ در حقیقت قلعہ احتشام کی بیرونی آبادی تھی گلبرگہ دراصل حسن آباد تھا جواب زیر زمین ہے شہر کہتا ہے کہ "ہمارا تھا راخدا بادشاہ۔ ہم بھی کبھی اپنی جگہ پر ناز کرتے تھے۔ خوش تھے کہ بادشاہون کے پڑوسی ہین۔ قلعہ شاہی کی زینت ہین۔ اور واقعی ایک زمانہ تک یہ کیا اس سے بہت کچھ اچھے رہے۔ مگر جب چکی چلنا شروع ہوئی تو ہم کیونکر بچ سکتے تھے بہنیون کے ساتھ ہماری عظمت و زینت سب نے خیر باد کہا۔ قطب شاہیون نے ہزار آنسو پونچھے مگر نہ پونچھے۔ مغلون نے انکے بعد محض ضرورتاً ہم سے تعلق رکھا اور اب ہم ہین کہ عجب کس مپرسی کی حالت مین پڑے ہین۔ ہماری سڑکین ہین کہ گویا پتھریلی زمین ہے جو درست ہی نہین ہوسکتی۔ صفائی ہی کہ اسکا کوئی اسلوب ہی نہین۔ مکانات پر ادبار برس رہا ہی۔ ہمارا ایک باغ ہے۔ محبوب گلشن۔ ہائے۔ ایسی نازک چیز کو کیسی متبذل حالت مین رکھا ہی اس زمانہ کے لوگون مین حسن و قبح کسی کی تمیز ہی نہین رہی سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکتے ہین۔ ہان کچھ عرصہ ہوا جب نواب اکرام اللہ خان اور عبدالباقی خان صوبہ دار تھے میری باغ مین ہر طرف فوارے اڑتے تھے۔ سڑکین نہایت عمدہ تھین۔ جگمگاتی روشنی تھی تالاب کے کنارے سبزہ ہی سبزہ تھا اور نجیین بچھی رہتی تھین۔ بازار مین بجلی کی روشنی تھی مگر اب ہ کچھ مت پوچھیے۔ روشنی کا ٹھیکہ دیدیا گیا ہے۔ باغ سخت بے مرمت ہی تالاب کے کنارے کی منڈیر تک گر گئی ہے۔ بس مین کیا کہون۔ نام کو گلبرگہ ہون۔ در اصل "بدنام کنندہ نکونامے چند" ہون"۔ یہ باتین سنتے سنتے مین دیوانہ ہو گیا۔ قلب پر ہجوم یاس تھا کہ یکایک پورب سے ایک نسیم جان افزا آئی جسنے دماغ کو عرش معلی پر پہونچا دیا اور

بندہ نواز بندہ نواز کی آواز کانون مین گونجنے لگی - بندہ نواز کی ہے - یہ ایسی آواز تھی کہ روح تازہ ہوگئی - کہان یہ فقیر اور کہان حضرت بندہ نواز یہ میرے نصیب تھے کہ گلبرگہ اور اوسکے بندہ نواز کی زیارت کرون یہان شان ہی جدا ہے - یہ شان کبریائی ہے - شان بندہ نوازی ہی - یہ انکی شان ہی جنھین حیات ابدی حاصل ہی - جنکی سلطنت جب بھی تھی اور اب بھی ہی - حضرت بندہ نواز کا نام بچہ بچہ کی زبان پر ہی ؎

بادشاہِ دین و دنیا حضرت بندہ نواز

آپکا مزار مقدس گلبرگہ کے شمال و مغرب مین واقع ہی - ایک بڑا احاطہ ہی جسمین خانقاہ مبارک ہی اور حضرت کے تمام اعزا و اقربا اور اکثر وابستہ دامانون کے مزار ہین - آپکا روضہ روضۂ بزرگ کے نام سے مشہور ہے اور آپکے پوتے کا روضہ روضۂ خورد کے نام سے - روضہ کے باہر بھی بہت سے مزار ہین جانب غرب ایک مسجد ہی اور اس سے نیچے اُتر کر حضرت بندہ نواز کے پرپوتے کا مزار مقدس ہی - یہ وہ مقام ہے جسے سجدہ گاہ ملائک کہنا چاہیئے - اس سلطان دکن کی سلطنت کا جلوہ اب بھی نظر آتا ہی - سنا جاتا ہی کہ ابتداً حضرت قلعہ کے پس پشت رہا کرتے تھے - محمد شاہ بہمنی کے کہنے پر آپ وہان سے اُٹھ کھڑے ہوئے - ایک جوگی آپکا معتقد تھا اور خود اس جگہ پر رہا کرتا تھا - جہان اب آپکا روضۂ مبارک ہی - یہ جگہ اسنے آپکے لیے خالی کردی اور خود ایک پہاڑ کی چوٹی پر چلا گیا - اسوقت سے یہ مقام آپکی اولاد و احفاد کا مسکن ہی -

حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جب عزم دکن فرمایا اسوقت ایک جلیل القدر بزرگ حضرت سید رکن الدین تولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہان بقید حیات تھی - حضرت رکن الدین رحمہ کی عمر اسوقت سو سے متجاوز تھی اور اسقدر محویت غالب تھی کہ جلد بدن زمین سے چپک گئی تھی اور آپ اُسی حالت بیخودی مین سرشار و مستغرق تھے - حضرت بندہ نواز جب آپکی خدمت مین تشریف فرما ہوئے تو آپ تعظیم کو اُٹھے - اوسوقت

جلد پھٹ گئی اور خون جاری ہوگیا حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے کرتے سے پوچھنا شروع کیا اور تکلیف دہی کی معذرت چاہی۔ آپنے فرمایا کہ تم دنیادارون سے ملنے مین یہی تکلیف ہوتی ہی۔ اللہ اکبر۔ حضرت رکن الدین تولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار مقدس کے پاس ایک اور مزار ہی جو ایک برہمن بچہ کا ہی۔ کہتے ہین کہ آپ کی خدمت مین ایک برہمن بچہ رہا کرتا تھا۔ وہ اپنے علوم سنسکرت مین کامل تھا اور آپسے عربی و اسلامی علوم پڑھتا تھا۔ آپ اسپر بہت مہربان تھے ایک مرتبہ اُسنے کہا مجھے اجازت عطا فرمائیے کاشی جی اشنان کو جاونگا۔ آپنے فرمایا۔ اشنان کیسا۔ اسنے کہا وہان گنگا جی مین اشنان کرنے سے آدمی پبتر ہوجاتا ہی۔ آپنے فرمایا پہلے مجھسے بحث کرلو۔ تم ہمارے اور اپنے دونون علوم سے واقف ہو۔ پھر جانا۔ اسنے کہا مین بحث وحث نہین کرتا۔ آپنے فرمایا اچھا اگر بحث نہین کرتے تو میری سنو۔ اگر کاشی جی یہین آجائین تو پھر تو نہ جاؤگے۔ اوسنے تعجب سے کہا اس سے کیا بہتر آپنے اسے اپنی چادر کے اندر لے لیا اور خود دیگر حاضرین سے ہم کلام رہے۔ برہمن بچہ نے چادر کے اندر داخل ہوتے ہی۔ یہ دیکھا کہ وہ گنگا جی مین نہا رہا ہی۔ یہی نہین بلکہ وہان نہایا۔ دریا سے نکلکر کپڑے سوکھائے اور دن بھر شہر مین گشت لگایا اور شام کے وقت پھر نہانے کے خیال سے دریا مین غوطہ لگایا تھا کہ یہان اپنے تئین حضرتؒ کی چادر کے اندر پایا۔ چادر سے اُسی باہر نکال کر آپنے پوچھا کہ اب تو کاشی جی نہ جاؤگے اُسنے کہا کاشی جی جانا کیسا۔ اب مجھے مسلمان کیجیے مگر ایک شرط ہی کہ تمام عمر گوشت نہ کھاؤنگا۔ آپنے فرمایا گوشت کھانا ہمارے ہان جزو مذہب نہین ہی بہت سے بزرگون نے ترک حیوانات کیا ہی۔ اور تم کیا۔ لو آج سے ہم بھی گوشت نہ کھائین گے۔ آپنے بھی اُسکی خاطر گوشت چھوڑ دیا حتیٰ کہ اب بھی جو لوگ آپکے مزار پر زیارت کو جاتے ہین اوسدن گوشت نہین کھاتے اور اتفاق سے اگر کھا لیتے ہین تو نہا کر جاتے ہین۔ حضرت رکن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے زبردست عالم تھے اوقات عبادت کے علاوہ

درس و تدریس مین مشغول رہتے تھے آخر مین جب ضعف زیادہ ہوگیا تو آپنے اُسی لڑکے کو حکم دیا کہ تم پڑھایا کرو اور خود سنا کرتے تھے۔ آخر کار اسی برہمن بچہ کو اپنا خلیفہ کرکے آپنے اس عالم جاودانی مین رحلت فرمائی۔

جانب مشرق حسن آباد مین ایک اور بزرگ کا مزار ہے یعنی حضرت سراج الدین جنیدی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا۔ آپ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے اور بڑے ذی علم تھے۔ آپکا کتب خانہ کئی لاکھ کتابون کا اوسیطرح بند رہا اور اب اسمین سے کسی کتاب کا نشان بھی نہین ہے۔ آپ حضرت بندہ نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے بہت پہلے یہان تشریف فرما ہوے تھے۔ آپکے بعد آپکے پوتے خلیفہ ہوے جو اتنے بڑے ادیب تھے کہ عبد اللہ نحوی نے کئی برس انکے حضور مین نحو کی شاگردی نہ کیا ہے انکے علاوہ آپکے اچھے شاگردون مین سے حبیب عجمی بھی تھے جو اپنے زمانہ کے بہت بڑے نحویون مین مشہور ہین۔ یہان ایک مقام ہے جہان حضرت بندہ نواز نے آکر چلہ کھینچا ہے۔ حضرت سراج الدین و حضرت رکن الدین تولہ رحمۃ اللہ علیہما کا مزار حسن آباد مین ہین جہان مکانات کی جگہ اب میدان ہی میدان اور تمام چپل سین اوگا ہوا ہے۔

اُف! اے زمانہ! یہ تیرے انقلابات ہین۔ یہ تیری گردش کی نمونے ہین۔ ان باتون پر غور کرو۔ سیکڑون ہم سے ہزارون درجہ بہتر آئے اور چلے گئے اور ہم بھی اسطرح چلے جائینگے مگر نام زندہ رہیگا صرف انھین بزرگون کا جنھون نے موتو اقبل ان تموتوا کی حدیث پر پورا پورا عمل کیا اور دنیاے دنی پر لات مارکے اوس عالم علوی کی طرف نظر جمائی ہے جہان کا ادنی مشاہدہ ہمارے قواے مدرکہ اور واہمہ کی منتہاے پرواز سے بھی بلند ہے۔ انھین حیات ابدی حاصل ہوئی۔ انکا انتقال انتقال مکان ہے مسرت کے ساتھ۔ اس شوق مین کہ حبیب کا وصال حبیب سے ہوگا نہ کہ ہمارا سا حال جنکی موت سرتاسر اندوہ و حسرت ہوتی ہے ایسی موت پر ہمارے عزیز و اقربا ہی نہین روتے بلکہ خود ہم آٹھ آٹھ آنسو روتے ہین۔ لیکن کوئی دیکھ نہین سکتا جو عبرت پکڑے۔

لے گلبرگہ - تیرا بول بالا ہو - میرے بندہ نواز کا بول بالا ہو - تیرا بندہ نواز ہمیشہ رہیگا اور تو بھی اسکی نام پاک کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہیگا اگر تجھ مین شاہان سلف کی شان باقی نہ رہی نہ سہی - وہ سب فنا ہو ہوے اسباب تھے - مگر تجھ مین وہ گوہر نایاب پوشیدہ ہو جسکی آب وتاب زمین کے پردہ سفلی کو قطع کرکے اب بھی اس عالم مین اسی طرح ضو افگن ہو جسطرح آج سے پانچ چھ سو برس پہلے تھی - تیری جے ! اور تیرے بندہ نواز کی جے !

راقم "برگے از گل برگہ"

اثبات واجب الوجود

مینے جو سرخی اوپر لکھی ہو یہ ایک نہایت عمدہ کتاب ہو جسکا وجود علم ادب کے عالم اور مذاہب کی دنیا مین خدا کی شان دکھا رہا ہو اور جس پر مین اسوقت ریویو کا ارادہ کر رہا ہون - مذاہب کا لفظ صیغہ جمع کیساتھ مین نے اس سبب سے لکھا ہو کہ یہ کتاب صرف مسلمانون ہی کے خدا سے تعلق نہین رکھتی بلکہ وہ تمام مذاہب جو الہامی کہے جاتے ہون یا نہ کہے جاتے ہون لیکن خدا کو مانتے ہون - اونکے لیے اس کی حالت ویسی ہی ایک ہو جیسی سبھون کے لیے خدا کی ذات ایک ہے -

کتاب کے قابل مصنف نے جو ایم - اے اورنٹلی فاضل کی ڈگریان حاصل کیے ہوے ہین - خود مولف کا لقب اختیار کیا ہو - ہان - تالیف کی صفت اس سبب سے ضرور صادق آتی ہو کہ زیادہ تر حصہ اس کتاب کا سینس اور فلسفہ کے ان یوروپین علما اور حکما کی تصنیفون کا کھنچا ہوا جوہر ہو جو واجب الوجود کی بحث مین اقرار یا انکار کے ساتھ کوئی نہ کوئی حصہ لے چکے ہین لیکن مین اون کو مصنف ہی کے لقب سے یاد کرونگا اس لیے کہ کتاب کی ترتیب مین خود قابل مصنف نے اپنی قابلیت اور دماغی قوت کا حصہ اس قدر صرف کیا ہے جسنے تالیف کے جسم کو تصنیف کا خوش نما لباس پہنا دیا -

قابل مصنف کے دماغ مین اس کتاب کے مرتب کرنے کا علمی جوش اس سبب سے پیدا ہوا کہ کسی فاضل اور مشہور واعظ نے اونکی موجودگی مین ذیل کی تقریر کی۔

عقلی دلائل سے اثبات ہستی واجب الوجود ممکن نہین۔ صفات باری تعالیٰ بار ثبوت کی متحمل نہین ہوسکتین ان کو طبیعۃً ماننا چاہیئے اور عقیدۃً تسلیم کرنا چاہیئے۔ ان مین رد و قدح کی گنجائش نہین ہے۔ یہ باتین اسرار مذہب مین ہین۔ اور اگر ان پر عقلاً بحث کیجائے گی تو انکی تائید کی جگہ تردید اثبات کے بجائے انکار کا زیادہ احتمال ہے۔"

تالیف اور تصنیف کے جوش کی یہ بنیاد خود اس بات کی شہادت ادا کرسکتی ہے کہ ایک ذی علم شخص نے کتاب کی ظرف کو کن قوتون اور خوبیون سے بھر دیا ہوگا۔ اور کیسی کیسی مضبوط دلیلون سے واعظ کے اوس خیال کی تردید کی ہوگی جسنے اپنی عقل کی کمزوری سے خدا اور اوسکی خدائی کو مذہب کا ایک بھید قرار دیدیا تھا اور جسکا مطلب یہ نکلتا ہے کہ عقل تو نہین مانتی ہے مگر تم خدا کو عقیدۃً مان لو۔

قابل مصنف نے واعظ کے قول سے اختلاف کرکے ذیل کی عبارت سے اپنے علم کی قوت اور عقل کی ہمت کو "اثبات واجب الوجود" پر متوجہ کیا ہے۔

"ہم کو فاضل مقرر (واعظ) کے قول کے تسلیم کرنے کی ضرورت نہین ہین چاہتا ہون کہ محض دلائل عقلی سے ذات واجب الوجود کی ہستی کا ثبوت دون۔ کیونکہ میرے نزدیک فی الحقیقت خدا کو ہم مانتے ہی اس لیے ہین کہ عقل سلیم ہمکو اوسکے ماننے پر مجبور کرتی ہے اور تجربۂ صحیح، وہ تجربہ جس پر تمام علوم و فنون انسانی کی ترقی مبنی ہے عقلی دلائل کے سوچنے اور ان پر غور کرنے کی قابلیت پیدا کرتا ہے۔ وہی ہم سے اوسکی ازلیت کا اقرار کراتا ہے۔"

(اس عبارت مین "ہم" کے لفظ کا اطلاق جمہور خدا کے ماننے والون پر ہے۔ اور "مین"

کا اطلاق صرف مصنف کی ذات پر قابل مصنف نے "ایمان" پر جو بحث لکھی ہی اوس مین سے مین صرف یہ ایک چھوٹا سا لطیف جملہ نقل کرتا ہون۔

"اگر ایمان یا اعتقاد کے معنی یہی ہین کہ کوئی بات خلاف عقل اور خلاف تجربہ تسلیم کر لی جاے تو یہ کہنا چاہیئے کہ ایمان ایک بے معنی لفظ ہی جو دنیا کی کسی شے پر صادق نہین"

یہ چند الفاظ اپنے وسیع مطالب کے لحاظ سے "اثبات واجب الوجود" کے فلسفیانہ خیالات کو اس جملے مین اوسی طرح لیے ہوئے ہین جسطرح خدا کا ماننے والا خدا کی ذات اور صفات کے یقین کو اپنے قلب مین لیے ہو۔

باب اول مین صفحہ ۱۱ سے صفحہ ۲۰ تک قابل مصنف نے جو بحث "مذہبی اثر" اور "جسمانی اثر" پر کی ہی اسکو کہان تک نقل کرون۔ اسکا لطف ذی فہمون کے دیکھنے ہی کا طالب ہی۔ یہان صرف دو سوال اسکے مین لکھے دیتا ہون جن سے بحث شروع ہوئی ہی اور جنکو ملاحظہ فرماکر ارباب فراست اندازہ کر لین کہ "جسمانی اثر" کی تحت مین وہ تمام محسوسات خارجی داخل ہین جنکو انسان کی کوئی نہ کوئی حس محسوس کرتی ہی۔ خواہ وہ لامسہ ہو یا باصرہ یا اور کوئی۔ ان محسوسات خارجی کو (اگرچہ یہ یقینی ہین) فلسفیانہ حجتون سے اوسی طرح مشتبہ قرار دیا ہے جسطرح مذہب کے منکرون نے "مذہبی اثر" کو۔

"تم مجھ سے کہتے ہو کہ "تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ تمھارے مذہبی اثر محض وہم نہین ہین"
اسکے جواب مین مین تم سے کہتا ہون کہ "تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ تمھارے "جسمانی اثر" محض وہم نہین ہین"

آخری سوال مذہب کے منکرون سے فلسفیانہ بحث کرکے یہ نتیجہ نکالتا ہی۔ کہ یا تو تم "مذہبی اثر" کو تسلیم کرو یا "جسمانی اثر" کے منکر بنو۔

صفحہ ۱۳ مین اثبات واجب الوجود کے واسطے کتنی معقول یہ منطقی دلیل موثبوت کے پیش

کی ہی کہ دنیا کی بہت سی باتون کو ثابت کرنے کے لیے ہمکو پہلے مفروضات عقلی سے کام لینا پڑتا ہی وہ لکھتے ہین -

"دنیا مین کوئی شے بھی ایسی نہین ہی کہ اوسکی بابت کسی قسم کا علم حاصل کرنے سے پہلے ہم کو بہت سی باتین بلا ثبوت صحیح نہ مان لینی پڑین - اقلیدس جسمین ایک خط بھی بے دلیل عقلی نہین کھینچا جاسکتا اس مین بھی بہت سی تعریفون - علوم متعارفہ اور اصول موضوعہ کو پہلے سے فرض کرنا پڑتا ہی - اسی طرح ہر ایک محسوس یا غیر محسوس شے کی بابت کچھ جاننے کے لیے پہلے بہت سے علوم متعارفہ کی ضرورت ہی"

اس جگہ مجھے اتنا ظاہر کر دینا چاہیئے کہ غیر محسوس شے کے واسطے تو علوم متعارفہ کی ضرورت فوراً خیال مین آسکتی ہی لیکن محسوس شی کو علمی دلائل کی قوت سے مشتبہ قرار دیکر اوسی علوم متعارفہ کی تحت مین لانا قابل مصنف ہی کا کام تھا اور اس سے جو نتیجہ نکالا ہی اوسکا وسیع نقشہ ریویو کے قلم سے جسکا میدان بہت تنگ ہی - نہین کھینچ سکتا ہی - ارباب فہم نظارے اور دماغ سے کام لین - البتہ - مین مختصر الفاظ مین اتنا بتائے دیتا ہون کہ اس فلسفیانہ بحث کا حاصل مذہب کے اثر اور خدا کے وجود کا ان لوگون کو عقلاً قبول کرا دینا ہی جو لامذہب بنکر سوا محسوسات ظاہری کے محسوسات باطنی کے منکر بنے بیٹھے ہین -

صفحہ ۲۹ سے اس کتاب کا دوسرا باب شروع ہوا ہی جسکا حاصل مطلب یہ ہی "احساس قدرت باری تعالیٰ" قابل مصنف نے اس باب کو جس عبارت سے شروع کیا ہی - اوسکو مین ذیل مین لکھتا ہون جس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہی کہ پہلے باب مین کس قدر علمی قوت سے یہ بات ثابت کی گئی ہی کہ دنیا کی ہر شے کا وجود احساس ہی سے مانا جاسکتا ہی - یعنی - چاہے وہ احساس باطنی ہو چاہے احساس ظاہری - اور یہ اندازہ بھی ہو سکتا ہی کہ دوسرے باب مین "احساس قدرت" کی مضبوط اور وسیع عمارت کی تعمیر کے لیے کس قدر علم کا خزانہ اور عقل کا سامان صرف کرنا ہوگا - وہ لکھتے ہین

گذشتہ باب کی تقریر سے یہ امر ناظرین کے دلنشین ہوگیا ہوگا کہ دنیا کی ہر ایک چیز کی تصدیق ہمارے چند حواس کی شہادت پر مبنی ہی اور اسی شہادت کی وجہ سے ہم تمام باتون کو بلا ثبوت عقلی اور بلا حجت منطقی تسلیم کرنے پر مجبور ہین۔ اگرچہ خود اس شہادت کی صحت کا اوسکی قابل عمل ہونے کے سوا اور کوئی ثبوت کبھی بھی ممکن نہین۔

قابل مصنف نے "علت و معلول" کے اہم مسئلے پر جان اسٹیورٹ مل۔ ہیوم۔ اور ڈاکٹر وارڈ کی فلسفہ سے بحث کرتے ہوے صفحہ ۳۴۳ و ۳۴۵ مین خود نہایت ہی معقول بحث کی ہی جس کے ایک بہت چھوٹے سے ٹکڑے کو یہان نقل کرکے مین نتیجے کا پتا دیے دیتا ہون۔ وہ لکھتے ہین۔

"علت و معلول کے مسئلے کے متعلق ہم کو کچھ غلط فہمی الفاظ کی غلط استعمال کی وجہ سے بھی ہوگئی ہی۔ عوام ہمیشہ اس بات کا خیال نہین رکھ سکتے کہ اپنی روزمرہ کی گفتگو مین جو لفظ وہ بول رہی ہین وہ اپنی فلسفیانہ پہلوؤن اور منطقیانہ حیثیتون سے بالکل درست ہون۔ عوام ہی پر موقوف نہین۔ یہ غلطی بعض اوقات اہل فلسفہ بھی کرجاتے ہین۔ اور اس سے اکثر معاملات پیچیدہ ہوجاتے ہین۔ مثلاً کسی سے پوچھین کہ پتھر اچھالو تو ہم کیون آپڑتا ہی وہ چھوٹتے ہی کہیگا کہ کشش ثقل کیوجہ سے۔ سوال کیجئے کہ عطر کی خوشبو اتنی تیز کیون ہی وہ جواب دیگا کہ قانون انتشار الہوا یہ The law of diffusion of gases کے سبب سے۔ مگر حقیقت مین یہ اوسکی غلطی ہی کہ کشش ثقل یا انتشار الہوا کے قانون کو ان فعلون کی علت قرار دیتا ہی۔ یہ درست ہی کہ یہ فعل ان قانون یا ان قاعدون کے مطابق واقع ہوتے ہین مگر ان کی وجہ سے واقع نہین ہوتے۔

یہ بحث علمی دلیلون اور عقلی مثالون کے ساتھ جتنی بڑھتی گئی ہی اتنی ہی پرزور اور دلچسپ ہوتی گئی ہی۔ جسکا نتیجہ یہ نکلا ہی کہ ان افعال کی فاعل حقیقی اور ان قانون اور قاعدون کی مرتب کرنے والی کوئی زندہ قوت ارادی ہی نہ کہ ذی روح اشیاء کی کشش وغیرہ۔ اس قوت ارادی کو زندہ اور افعال حقیقی تسلیم کرلینے پر چاہو۔ علت العلل قرار دو چاہو ذات واجب الوجود خدا۔

اسی دوسرے باب مین آگے چلکر سینس اور فلسفہ ہی کی دلیلون سے مادے اور مادیین کے عقائد کی تردید کی گئی ہی جس سے نشو کا مسئلہ باطل اور خلق کا مسئلہ ثابت ہوا ہی۔ فی نفسہ یہی خلق کا مسئلہ ہی جس سے خدا کی خدائی ثابت ہوتی ہی۔

صفحہ ۵۰ سے تیسرا باب شروع ہوا ہی جس مین "حس اخلاقی" کا فطرتی ہونا ثابت کیا گیا ہی اور "یوٹیلیٹی" (Utility) یعنی مسئلہ افادہ کے حامیون کے خیالات باطل کیے گئے ہین جنکی فلسفہ افعال انسانی کے حسن و قبح کو صرف اون افعال کے مفید یا مضر ہونے پر مبنی کرتی ہے۔

اسی باب مین مل کے خدا پرستانہ اقوال کو جو بہت ہی پر جوش اور دلاویز ہین۔ استدلال مین لاکر "حس اخلاقی" پر جو عالمانہ اور محققانہ بحث کی گئی ہی اور جا بجا مسئلہ ارتقاء۔ خدا کی حب خیر۔ خدا کی نیکی اور احسان پر جو فلسفیانہ حجتین قائم کی گئی ہین۔ وہ اپنی لطافتون کا جادو ڈالکر دلکو مسخر کر رہی ہین۔

"حس اخلاقی" کے فطرتی ہونے مین کچھ شبہ نہین۔ اور اخلاق کو وسیع معانی مین مذہب بھی داخل ہی۔ اسی بنا پر ہمنے اون "طالب علم صاحب" کی تحریر کو حیرت سے دیکھا جو مولانا شبلی کی کتاب الکلام پر تنقید لکھ رہے ہین اور جنھون نے مذہب کو سطحی نگاہ سے دیکھکر شاید اونھین کتابون کے دائرے مین محدود خیال کیا ہی جو الہامی اور سماوی کہی جاتی ہین۔ حالانکہ مذہب کے معانی بہت وسیع ہین۔ انڈمن کے صوائی باشندے جو برہنہ پھرتے ہین وہ بھی بود و باش کے طریقون اور شادی وغمی کی رسمون مین کسی نہ کسی اخلاقی اصول کے پابند ہین اور وہی انکا مذہب ہی "طالب علم صاحب" جو اگناسٹک (Agnostic یعنی شک کے ساتھ خدا کے وجود سے منکر) بن بیٹھے ہین وہ بھی (Agnosticism) کے وصف سے مستثنے نہین ہو سکتے۔ اور یہ بھی ایک مذہب ہی۔

چوتھا باب صفحہ ۱۱۵ سے شروع ہو کر صفحہ ۱۱۱ پر ختم ہوا ہی۔ اور یہی اس کتاب کا آخری حصہ

اس مین "مصائب دنیوی کی ماہیت" سے بحث کی گئی ہے۔ اس بحث کی ضرورت "اثبات واجب الوجود" کے لیے۔ اس سبب سے پیش آئی کہ سٹرونوڈریٹ بکسلے۔ اور مل کی فلسفہ جو خدا کے وجود سے انکار کر رہی ہے اوس مین انکار کی ایک یہ دلیل بھی اختیار کی گئی ہے کہ دنیا کے مصائب کو دیکھکر یہ نہین کہا جاسکتا کہ اسکی حکمران طاقت (یعنی خدا) رحیم ہے۔

قابل مصنف نے اس باب مین منکرون کے فلسفہ کو رد اور بعض دوسرے مذاہب کے اون ناقص عقائد کو جو اسی بحث سے تعلق رکھتے ہین۔ باطل کرتے ہوے۔ جبر و اختیار کے اہم مسئلے کو زیر بحث لیا ہے اور برائیون کا بار انسان کے اختیار پر ڈالا ہے۔ جہان گناہ اور تکلیف کے فرق امتیازی پر عقلی دلائل سے بحث کی ہے۔ اور تکلیف کو گناہ سے بہتر ثابت کیا ہے۔ وہان بے ساختہ دماغ اور دل لطف کے جوش سے بھر جاتے ہین۔

اب مین اس ریویو کو ان الفاظ پر ختم کرتا ہون کہ فی الحقیقت اس کتاب کی فلسفیانہ بحثین اور اردو کے بہتے ہوے دریا کی صاف اور شفاف لہرین دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہین۔ ریویو کی چھوٹے سے ظرف مین کہان تک سما سکین۔

اس عمدہ اور یہ کارآمد کتاب کے مصنف حضرت مفتی محمد انوار الحق صاحب۔ ایم۔ اے منشی فاضل ہین جو بالفعل ریاست بھوپال مین چیف سکرٹری کے معاون اور صیغہ تعلیمات کے اعلی کارکن ہین۔ حق یہ ہے کہ اون کو اس کتاب کی تصنیف مین پوری کامیابی ہوئی ہے اور قوم اون کے اس احسان سے سبکدوش نہین ہوسکتی کہ انھون نے اپنی دماغی قوت اور علمی جودت سے خدا کی قدرت کا کرشمہ دکھا کر اردو علم ادب کے خزانے مین ایک انمول موتی کا اضافہ کیا ہے۔

کتاب مطبع آگرہ کی چھپی ہوئی بہت صاف۔ کاغذ سپید نہایت عمدہ اور قیمت فی جلد عہ ہے۔ تاج محل بھوپال کا پتا لکھکر حضرت مصنف سے مل سکتی ہے۔

راقم احمد علی شوق۔ قدوائی۔

غزلیات

ہوگا حبیب خالق سمجھا یہ راز تیرا — کیون تجھپہ یون ہے مفتون وہ پاکباز تیرا
اسریٰ کی شب کو تجھسے کی دید کی تمنا — گو حاجتون سے اب ہی وہ بے نیاز تیرا
مخلوق مین ہی انسان تیری سبب مشرف — دین مین کیا ہوا ہی یہ سرفراز تیرا
ہی منتہائی شفقت اُمت پہ اے شہ دین — خالق سے کم کرانا وقتِ نماز تیرا
کیونکر نہ ہوگی ہمکو بخشش مین کامیابی — تو کارساز امت حق کارساز تیرا
طوفانیان بحر قہر و عتاب حق کو — تو ناخدائے برتر دین ہے جہاز تیرا
تو ہی مشیر خالق دیتا ہی یہ شہادت — شاہا ہے شفاعت ہونا مجاز تیرا
تیرے سبب ہوا ہے یہ افضل الممالک — ہوگا زمین منت ملک حجاز تیرا
ذہن بشر کو کیونکر وان تک ہو پھر رسائی — رتبہ کیا ہی حق نے غیر امتیاز تیرا
زیر لوائے محمود اوسکو خدا بٹھاتا — ہوتا کہین جو اے شہ بلندہ ایاز تیرا
اسریٰ کی شب کو پوری تیری ہر آرزو کی — اللہ نے اُٹھایا کیا کیا ہے ناز تیرا
کیا بیم حشر جسکا اُمت نواز تو ہے — اور غافر الخطایا بندہ نواز تیرا
شکر خدا فصیحا ہی نعت مصطفےٰ مین — توصیف کا نرالا طرز و طراز تیرا

ہمارے سامنے بلبل نوا سنج فغان کیون ہو — چمن مین بے زبان اہل زبان کا ہمزبان کیون ہو
تکلم خیز ہے ہمدم مرا انداز خاموشی — بیان درد دل منت کش تاب بیان کیون ہو
تماشائے مظاہر ہے گل دامان نظارہ — عیان ہو جو چمن پیرا وہ آنکھون سے نہان کیون ہو
ہوا جو خاک جلکر آگہی آتش مزاجی سے — رہین برق و سوز آشنائے جاودان کیون ہو
نہین جب اعتبار آنکو مرے افسانۂ غم کا — یہ قصہ امتیاز آرائے ظرف رازدان کیون ہو

ستم بھی مشترک اے ولے غیرت اور ناکامی
عدو کو آزمانا ہی تو میرا امتحان کیون ہو

جسے بیتاب کردے اک نگاہ ناز کی بجلی
وہ دل رہن فریب مشق صبر رائگان کیون ہو

حرم اور دیر کیا کم ہین عدو کی جبہہ سائی کو
یہ داغ اے بت لگے جسکو وہ تیرا آستان کیون ہو

نہین جب کوئی مطلب خرمن ہستی سے حاسد کے
تو نذر برق نالہ کشت زار آسمان کیون ہو

کوئی پہلو جفا کا ہو نہو اسمین بھی ہے مضمر
یہ آج امید پر آخر تم اتنے مہربان کیون ہو

نہ آئیگی مجھے زیر لحد بھی نیند راحت کی
کہ بعد از مرگ بھی اک فکر باقی ہی قیامت کی

یہی حالت رہی گر حشر مین بھی دست وحشت کی
عجب کیا دھجیان اڑجائین دامان قیامت کی

دیا ہی غسل ہم کو آپ آب تیغ قاتل نے
ہماری لاش کو حاجت نہین ہی غسل میت کی

ہین وہ درد آشنا ہون کچھ جگہ پاتا اگر دل مین
خدا سے اور حاجت پیش کرتا داغ حسرت کی

کفن سے منھ چھپا کر لوگ کیا جاتی ہین دنیا سے
پس مردن اگر سوجھی بھی تو کیا سوجھی امت کی

مریض عشق اے عیسیٰ اب اچھا ہو گیا مرکر
لحد مین دیجیے جاکر مبارکباد صحت کی

ہری ہو تیر باران بلا سے کشت دل اپنی
اگر مانگون مین رو رو کر دعا ابر رحمت کی

تجلی طور سینا کی ہی تیرے مستفیض نہین
ترے نقش کف پا پر ید بیضا نے بیعت کی

مثال شیشۂ فانوس ہی سنگ مزار اپنا
او جالا ہی لحد مین روشنی سے شمع تربت کی

طواف کعبۂ وسعی صفا مین سخت چکر ہے
تری کوچے سے سیدھی راہ ہی گلزار جنت کی

در مسجد پہ ناؤ نوش کی محفل جو قائم ہے
ترشح ہو رہی ہی دو پہر سے ابر رحمت کی

جہان ملتے ہو خنجر ہاتھ کے بدلے اٹھاتے ہو
کہان سیکھی ہی تم نے یہ ادا صاحب سلامت کی

غلام احرار ہوتے ہین خصوصاً پیشدستی سے
عجب اعجاز رکھتی ہی ادا صاحب سلامت کی

شہید عشق کو ہر وقت نظارہ ہی جنت کا
کہ ہر زخم دل صد چاک اک کھڑکی ہی جنت کی

کسی کی ابروئے پرخم نے زاہد مجھکو مارا ہے
مری مٹی سے ہو تعمیر محراب عبادت کی

دنو ضعف سے الجھا رہا ہی گریبان مین — وہ جوشِ جنون کرنا ہمارے دست وحشت کی
طریقے پر چلے کسدن نہین ہم قیس و وامق کے — بتاؤ ہم نے شروع عشق مین کس روز عجلت کی
بتاؤ واعظ کہان پائینگے ایسے خوبرویون کو — اگر حورین بھی ہونگی تو نہونگی ایسی صورت کی
ترقی تو نہین طباعیِ طبع تمنا مین — مگر ہان روز افزون ہی پریشانی طبیعت کی

لیڈیز کانفرنس

ذیل کے مضمون کے لیے ہم الناظر کے ہموطن کرمفرما مولوی سید علی حیدر طباطبائی نظم کے ممنون ہین کہ اونھین کی توجہ اور توصل سے یہ بیش بہا خیالات الناظر کی زینت افزا ہوے ہین - مولانائے ممدوح نے اس مضمون کو بھیجتے ہوے اپنے گرامی نامہ مین مسز خدیو جنگ کا تعارف ان الفاظ سے فرمایا ہی -

"مین آپ کو ایک ایسا مضمون روانہ کرتا ہون جو رشحات قلم بانوے محترم مسز خدیو جنگ بہادر ہے جنکی علمی لیاقت پر خاتونان اسلام فخر کرین تو بجا ہے - انگریزی و اردو کے علاوہ عربی و فارسی زبان مین بھی دست و قلم ہین - ادب انشا مین کامل دستگاہ ہونیکے علاوہ علوم سیاسی و تمدنی مین بھی صاحب راے ہین اور حدیث و تفسیر مین بھی صاحب نظر جس طرح ہکسلے اور ڈارون - اڈیسن اور میکالے کی تحریرات سے واقف ہین - اوسی طرح سعدی - خیام اور ابو الفضل کے مقولات پر بھی عبور رہے مستورات مین کون ایسا ہوگا جو شیکسپیر اور میر انیس کی ٹریجڈی مین موازنہ کرسکے اور فردوسی اور امرؤ القیس کی نواسنجی سے بھی بیگانہ نہو - رسالہ الناظر مین جو مستورات کی تہذیب اخلاق و ترغیب علوم و فنون کے مضامین اکثر نظر سے گذرے اس سبب سے اس بحث مین تفصیل خامہ فرسائی کرنا انھین معلوم ہوتا

جناب من آپکا قابلِ قدر رسالہ وصول ہوا جسکے مطالعہ سے نہایت سرور ہوا تاخیر جواب کی وجہ یہ ہی یہان چھوٹے بڑے سب عیال تھے کسی کو کوئی کام کسیکو بخار میری تو وہ مثل ہی کہ ہم لے گرفتار بلائے بند عیال ؛ دگر آزادگی مبند خیال ؛ جب تک انسان دنیا کے جھگڑون مین نہین پڑتا اُسکا دماغ صاف رہتا ہی۔ اور عقل مکروہات کے گرد و غبار سے پاک رہتی ہی مگر جسوقت خانہ داری کے کھیڑے مین پڑا آٹھ پہر لون تیل لکڑی کے سوا کچھ نہین رہتا۔

آپکی کانفرنس قایم کرنیکی تجویز بیشک بہت قابلِ تحسین ہی اسمین بیشمار فائدے ہین۔ یہ کہنا چاہیئے کہ ایک قسم کا حج ہی۔

جسطرح شارع اسلام نے حج کے قیام مین ایک بہت بڑا اصول یہ رکھا ہی کہ ہر سال تمام دنیا کے مسلمان ایک جگہ جمع ہون جس سے مسلمانونکی تعداد کا کچھ اندازہ ہو اور باہم اخوت اور محبت قایم ہو۔ اور صدہا طرح کے اور فوائد بھی اسی قسم کے اس سے حاصل ہون۔ میرے خیال مین اسیطرح عورتونکا بھی کانفرنس مین شامل ہونا اور انکی واسطے علیحدہ انتظام ہونا ایک بڑا قدم ترقی کی راہ مین بڑھنا ہی اور ایک چھوٹے سے حج کا قایم کرنا ہی۔ جو تعلیم یافتہ پی بیان ہین اگر اس کو ایک تمدنی رسوم کا حج سمجھکر سال مین ایک دفعہ جمع ہوا کرین تو بلاشبہہ بڑی ترقی کا باعث ہوگا اور آپسمین عورتونکو بھی ایک دوسرے کی ملاقات سے بڑا فائدہ ہوگا اور بہت کچھ اخلاق پر اسکا اچھا اثر پڑیگا ہر ایک دوسرے سے کچھ سیکھے گا۔

ہمارے یہان کا دستور تو آجتک یہی رہا ہی کہ مردون مین کتنی ہی دوستی کیون نہو عورتون کی آپسکی ملاقات وہی گاہے ماہے ہوا کرتی ہی کسی تقریب شادی یا غمی کے سوا ایک دوسرے کے یہان جانا ایک قسم کا ہلکا پن سمجھا جاتا ہی۔ اس قسم کی پابندی مین اگر کانفرنس کی بنا ڈالی جائے اور عورتین سفر کرکے ایک شہر سے دوسری شہر کو قومی کام کے لیے جائین تو سبحان اللہ بیشک یہ بات انکے دلون مین قومی جوش پیدا کریگی اور انکو اپنے نسبت بھی خیال بہتر پیدا ہوگا

ابھی تک تو ہمارے خیرخواہ اور پیارے بھائیون نے ہمکو یہی سمجھا کر گوشہ نشین کر رکھا ہی کہ تمکو خدا نے کھانا پکوانے اور کھلوانے کو پیدا کیا ہی اور یہی چار دیواری تمھاری دنیا ہی اب اگر ہمارے سامنے یہ کہا جاے۔ جیسے آپ فرما رہے ہین کہ چار دیوار کو چھوڑ کر باہر قدم رکھو اور قومی و تعلیمی مسئلون مین اپنی رائے بھی ظاہر کرو تو بیشک اس خوشخبری سے ہم پھولے نہ سائینگے اور سمجھینگے کہ ہم بھی کچھ ہین جسکا اثر ظاہر ہے کہ طبیعت پر بہت کچھ ہوتا ہے۔

یہ عجب بات ہی کہ انسان کی طبیعت پر دوسرون کے حسن ظن کا بہت بڑا اثر ہوتا ہی دو بچون کو لیجیے ایک کو اگر ہر وقت میان صاحبزادے کہکر پکارا جائے اور دوسرا بیچارا چھوکرا کہلایا جائے اور حقیر سمجھا جاے تو پہلا اپنے کو معزز اور دوسرا اپنے کو حقیر سمجھے گا۔ یہی حالت عورتون کی بھی ہی قرنون سے وہ اپنی برائی سنتے سنتے اسکی ایسی عادی ہوگئی ہین کہ اب اگر انکو کوئی بطفیل انگریزی تعلیم کے اچھا بھی کہتا ہی تو وہ سمجھتی ہین کہ انکو بناتا ہی۔ اور خود داری کا مادہ انکا اسقدر زایل ہوگیا ہی کہ اپنی مذمت خود کرنے مین انکو کوئی تامل نہین ہوتا غلامون اور کنیزون مین جو خاص ناپسندیدہ صفات پیدا ہو جاتے ہین انکا بھی یہی باعث ہے۔

عورتون کی تعلیم ہو یا نہو اس سوال کا تو ایک ہی جواب ہر ذی عقل کے نزدیک ہوسکتا ہی کہ ہو اور ضرور ہو مگر مشکل مسئلہ یہ ہے کہ کسی قسم کی تعلیم ہو یونیورسٹی کا کورس مثل مردون کے انکو بھی پڑھایا جاے۔ یا صرف تھوڑی سی انگریزی فارسی پر اکتفا کیجاے میری رائے ناقص مین قبل اسکے کہ کوئی تصفیہ تعلیم کی نسبت کیا جاے۔ تربیت کی طرف پوری توجہ ہونا چاہیئے۔ عورتون کے لیے بڑی چیز تربیت ہی ہی اور اسکی خوبی یا برائی پر انکی آئندہ زندگی کا دارومدار ہے۔ اور اچھی تربیت ماں باپ کے اختیار مین ہے سچائی۔ رحمدلی۔ غمگساری۔ بے غرضی۔ نیکی یہ سب باتین بچہ دیکھکر سیکھتا ہی۔ اور یہی

اصل بنیاد ہی۔ یہ اگر اچھی ہو تو سبحان اللہ ورنہ تعلیم کچھ اثر نہین کرتی۔ تھوڑی سی انگریزی فارسی پڑھکر تعلیم یافتہ کہلانا۔ نیم حکیم خطرۂ جان کا مصداق بننا ہے۔ یونیورسٹی کی تعلیم میرے خیال مین عورتون کے لیے موزون نہین۔ اسلیے کہ میرے خیال مین وہ ایک ایسا کورس ہی جو نہایت پریشان کنندہ خاطر ہے جسمین بہت اصلاح کی ضرورت ہی۔ عورتین جو ابھی تک علم و فضل کی عاری نہین ہوئی ہین تھوڑی سی نوشت و خواند مین "ہم چو من دیگرے نیست" کے خیال مین اکثر غلطان و پیچان ہوجاتی ہین اور ان مین وہ عیوب پیدا ہوجاتے ہین جنکو مین یہان بیان کیے بغیر نہین رہ سکتی مگر مین امید کرتی ہون کہ میری ذی فہم بہنین اس صاف گوئی سے برا نہ مانینگی ع من آنچہ شرط بلاغ است باتو می گویم: تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال۔

ایک تو یہ کہ اپنے سے کم لیاقت بی بیونکو بنظر حقارت دیکھنا اور انکی باتون پر نکتہ چینی و اعتراض کرنا۔ مثلاً کوئی بہن جو سادہ مزاج ہی یا آجکل کے حسن افزا طریقون سے ناواقف اور بناؤ سنگھار کے فن سے بے بہرہ یا سادہ پسند طبیعت ہونے کی وجہ سے ایسی چیزون سے متنفر ہی اونکی سادگی پھر معترض ہونا اور کسی کی باتون اور کسی کے کپڑون کی نسبت اس قسم کی نکتہ چینی کرنا جو باعث اذیت و رنجیدگی خاطر ہو۔ اس قسم کے سوال کرنا کہ آپ ایک ہی لباس کیون ہمیشہ پہنتی ہین یا ایک ہی زیور مین کیون ہمیشہ نظر آتی ہین۔ یا کسی کلب یا مجمع مین کم معاش و متوسط الحال لوگون کی بی بیان مال دار بی بیون کی حرص کرکے لباس و زیور مین زیادہ اپنی حیثیت سے خرچ کرین۔ اب مسلمانونکی مالی حالت ایسی نہین ہی کہ دوسری متمول و دولت مند اقوام کی نقل تو مونکی روش کو اختیار کرین۔ سیکڑون ہزارون صرف نمود اور ظاہرداری مین خرچ کر ڈالین۔ اگر ہم مہذب طریقے اختیار کرکے اس قسم کا اسراف کرین تو پھر پرانی رسمونکا رونا کیون روئین۔ پرانی رسمون مین پھر بھی اقتصاد و کفایت کا اصول مدنظر ہے ہر پڑھے لکھے خاندان کے میراثی صدہا سال سے نسلاً بعد نسلاً ہوتے آتے ہین جسپر

چوڑی والی۔ درزی۔ لوہار سنار کمہار جنکو شادیون مین امید لگی رہتی ہی اور رسمون سے ان سب کا فائدہ ہوتا ہی۔ مثلاً کمہار سے ضرور ہی سیکڑون گھڑے ٹھلیان طباق ساچق کی رسم کے لیے لینا ہوتا ہی جسمین کمہار غریب کا بھلا ہو جاتا ہی۔ اسیطرح اور سب رسمین ہین کسی چیز کو صرف اسلیے اختیار کرنا کہ دوسرے کرتے ہین محض عامیانہ تقلید ہی۔ ممکن ہی۔ جو دوسرون کے لیے مفید ہی ہمارے لیے مضر ہو۔ ہمکو اپنی اصلاح تمدن مین اپنے ملک کی آب وہوا اور رسم وعادات کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اور ہمیشہ اپنی مالی حالت کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ ہمارے اوپر ہمارے غریب بھائی بہنون کا حق ہی۔ ہمکو اسراف کرنا کسیطرح جائز نہین۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ۔ اگر خرچ سے بچے تو بطور زکوٰۃ ہم تعلیمی امداد مین دین اور اپنی قوم کی حالت کو بہتر کرین نہ کہ عیش وعشرت مین اوڑائین۔

سب سے اہم سوال جو غور طلب ہی وہ پردہ ہی۔ بیشک پردہ مین بہت سے نقصان ہین مگر بے پردگی وآزادی کے بارے مین کہا جاسکتا ہی کہ اثمھما اکثر من نفعھما۔ جیساکہ شراب اور جوے کے بارے مین خدا نے فرمایا ہی۔ ہمارے یہان کی مستورات ابھی آزادی کی عادی نہین۔ اور دفعۃً آزاد ہونے مین الکا چندان فائدہ نہین۔ اس لیے کہ ہمارے یہان کوئی قاعدہ بے پردگی کیساتھ پھرنے کا بندہا ہوا نہین ہی۔ پہلے ہم اپنے لیے ایک دستورالعمل بنالین اور اُسکی سختی کے ساتھ پابند کرائین۔ پھر پردہ چھوڑنیکا نام لین۔ انگریزونکے یہان بہت سخت قاعدہ کی پابندی ہی۔ کبھی لڑکیان کسی بن بیاہے شخص کے گھر مہمان نہین رہتین اور اسیطرح کی ہزارہا تین ہین بن بیاہی لڑکیان مردون کے ساتھ بغیر کسی بوڑھی بڑی عورت کے نہین بیٹھتین یا ساتھ نہین نکلتین۔ آزادی اختیار کرنا اور ان سب قواعد کی پیروی نہ کرنا۔ اس مثل کا مصداق ہوگا۔

زلے مجھے روش کبک دری مے آموخت

لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ کے نص برحق مین ایک بہت بڑا حکیمانہ نکتہ مخفی ہی حقیقت مین اگر مسلمان قرآن کو سمجھین اور اس سے فائدہ اٹھائین تو اس سے بہتر کوئی دستور العمل نہ اونکے نہ اور کسی قوم کے لیے ہوسکتا ہی۔ کوئی حکم اور کوئی حرف قرآن کا ایسا نہین ہی جس مین رد وبدل کی ضرورت ہو۔ کوئی مذہب دنیا مین ایسا نہین ہی جسنے انسان کے نفس کو یہ عزت بخشی ہو اور انسان کو فرشتہ سے بڑہ کر درجہ دیا ہو۔ کل مذاہب کا یہ طریقہ رہا ہی کہ انسان کے نفس کو ناپاک اور بدتر از سگ سمجھین۔ اور اسکے دبانے اور زیر کرنے کے لیے طرح طرح کے ریاض کرین ہندو ایک پاؤن پر کھڑے رہتے ہین اور صدہا طریقے نفس کشی کے اختیار کرتے ہین بدھ مذہب والے یہاری اور یہود سب کا یہی حال ہی مگر اسلام نے برعکس اسکے یہ سکھایا ہی۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه

عورتون کے حقوق کو سب سے پہلے اسلام نے سمجھا اسلام سے ساری دنیا نے سیکھا مہر خود ایک بہت بڑی چیز ہے جو عورتون کے واسطے اسلام نے مقرر کی۔ خواہ وکسی درجہ کی کیون نہو ایک رقم اسطرح کی ملجاتی ہی جو خاص اسکی ہی کسی مذہب مین تارک الدنیا ہونا ثواب ہی۔ خانقاہون مین گوشہ نشینی اختیار کرنا شادی نہ کرنا دنیا کے کام مین جی نہ لگانا۔ مگر ہمارے مذہب مین یہ سب ثواب ہی شادی کرنا بی بیونکو آرام سے رکھنا بچے پالنا بچون اور بی بیونکے دلون کو خوش کرنا گھر کو آراستہ کرنا عطر لگانا پھول پہنا دعوت کرنا تعلیم مین عمر صرف کرنا یا علم سیکھنا ایک ساعت تحصیل علم مین بسر کرنا ستر برس کی عبادت کا ثواب رکھتا ہی۔ من اوتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا حق ہمسایہ صلۃ الرحم اور قول الزور سے پرہیز دشمن کے ساتھ بھلائی کرنا ماں باپ کے حقوق کو پہچاننا اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ۔

کس کتاب مین اور کس مذہب مین یہ صاف صاف لکھا ہی لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ان اخلاق سے قوم کی عزۃ ہی قوم کی ترقی ہی

اور آخرۃ مین مغفرۃ ہی اور خاص منشاے اسلام یہی ہی۔

غرض کہ ہمکو لازم ہی کہ قرآن کیطرف توجہ کرین غور کرین اور اپنے لڑکیون کو شروع سے اوسکا پابند بنائین اور اوسکے احکام سے آگاہ کرین اور مذہبی تعلیم کو اُس اصول پر جاری کرین جو دراصل منشاء اسلام تھا نہ یہ کہ سارا دن تسبیح بدانا منہ کو خوب دینا ہو گا منشاء اسلام سے کسقدر دور آپڑے ہین یہ بین تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا۔ ہمارے کل مشکلات کا حل قرآن مین ہی اور ہمکو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اوسپر عمل کرنا چاہیئے ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین۔

مسٹر خدیو جنگ

قرض

قرض بھی دنیا مین ہی اک بد بلا — کون کہتا ہی بھلا اسکو بھلا
اس کا چسکا پڑ گیا جس شخص کو — اس برائی کو وہ کیا سمجھا بھلا
قرض لینے کی جو عادت پڑ گئی — اپنے ہاتھون سے پھنسایا خود گلا
کچھ نہ آیا ہاتھ جز شرمندگی — گو کفِ افسوس پھر برسون ملا
لے لیا جو کچھ ملا بے دغدغہ — دیدیا سودی تمسک پر ملا
بند کر لی آنکھ لیتے ہی گئے — کوئی ساہو مل گیا جب منچلا
مال موروثی کی کچھ سمجھے نہ قدر — قدر کیا ہو جبکہ بے محنت ملا
ہنڈیان لکھ لکھ کے قرضہ لے لیا — پھر تو بگٹٹ سود کا گھوڑا چلا
رات دن بڑھتا گیا آندھی کی طرح — بادِ صرصر ساتھ کیا دے گی بھلا
قرض مین گو بندہ گیا ہو بال بال — اور تقاضے سے ہمیشہ دل جلا
دل نے فیشن پر بس اہلوٹ ہے — گھر کا فرنیچر ہو گو اچھا بھلا

آنکھ مین کھبتا نہین کوئی لباس — گر نہ فیشن کے سانچے مین ڈھلا
ہو تو ہو ٹھنڈا نہ لب تک آسکا — برف مین جبتک نہ ہو ساغر بھلا
فیشن ایبل لکڑیان لندن کی لین — رہن رکھی تیغ تیچا پہ گلا
گھر مین ہین گو گھیان ہر قسم کی — شوق موٹر کا نہ ٹالے سے ٹلا
گھر کا زیور بیچ ڈالا بہر رنج — تا پنے کیواسطے سب گھر جلا
دل مین ٹھنڈک پڑ گئی چین آگیا — جب ڈریو تیز موٹر لیچلا
کان پر جون بھی نہ رینگی آپ کی — غیر کا ان حرکتون سے دل جلا
لون ہے جو قرض لیکر خوش رہا — قرض کا لیا بھلا کسکو پھلا
حیف ہے کسوقت مین آنکھین کھلین — قرض خواہون نے دبایا جب گلا
نالشین ہونے لگین گھبرا گئے — نام سے وارنٹ کے تھرا گئے
ہو گئے دعوون پہ دعوے بے شمار — لگ گئی سمن پہ سمن کی قطار
خاندان سے نام تھا مشہور خلق — اب عدالت مین لگی ہونے پکار
پھر رہے ہین اتو بغلین جھانکتے — دل ہی سینہ مین نہایت بیقرار
بات بھی کوئی نہین اب پوچھتا — چند دن پہلے جمے رہتے تھے یار
دوستون کو روز دیتے تھے ڈنر — وعدے ہوتے تھے پے سیر وشکار
جگمگٹے باغ نہین تھے احباب کے — ناچ گانے مین کٹے لیل ونہار
تھے درختون مین کہین جھولے پڑے — اور بیفکری سے گاتے تھے ملار
تھاپ طبلے پر پڑا کرتی تھی روز — قصر مین ہر روز بجتا تھا ستار
ہارمونیم ارغنون فونوگراف — دل کی بہلانیکو تھے سامان ہزار
جب خزان آئی ہوے ناسازساز — ختم آخر ہو گئی فصل بہار
تھی بٹیرون کی کہین پالی جمی — جنگجو مرغون کی تھی اک سو قطار

روز اوڑاتے تھے کبوتر شام تک
تھے کبوتر باز نوکر بے شمار

بچپنے سے تھا جو کنکوے کا ذوق
بے بدی میدان نہ آتا تھا قرار

گھر کی دولت اور اثاثہ پھونک کر
رہگیا تھا قرض ہی پر بس مدار

تھانہ لینے کے سوا دینے کا نام
اک خزانہ غیب کا سمجھے اور ہار

شاپ[1] والون نے بھی دھوے کر دیے
قرقیان آنے لگین انجام کار

تھی جو مرہونہ بکی وہ جائداد
پھر بھی قرضہ رہگیا ہے بے شمار

رنج و غم کا ہر گھڑی ہے سامنا
اپنی حالت پر ہوئے آپ شکبار

قید ہو جانے کی نوبت آگئی
فائدہ کیا اب ہوے گر شرمسار

کون ہے ڈھارس جو دی اس وقت مین
قرض خواہون کا ہی نرغہ بیشمار

روز بد آخر دکھایا قرض نے
قعر ذلت مین گرایا قرض نے

قرض ہی ہی ذلت وخواری کا گھر
قرض کی راہین ہین پر خوف وخطر

الحفیظ اے قرض تجھسے الحفیظ
الحذر اے قرض تجھسے الحذر

قرض ہے مقراض الفت لا کلام
قرض ہی تو قرض سے ہر وقت ڈر

راستہ کو قرض کے کترا کے چل
قرض کے جادہ مین ہین لاکھون خطر

قرض کا انجام ہے شرمندگی
قرض ہے تخم اور ندامت ہی ثمر

آج قرضہ سے چٹورا پن کیا
گل یہی قرضہ ہے اور خون جگر

نام دہر نے کون تجھکو آئے گا
پاون پھیلا اپنی چادر مین اگر

تو دوشالہ اوڑھے قرضہ سے آج
کل تو ہی ہی اور کمل دوش پر

ٹھوکرین کھاتا پھرے گا کو بکو
بھیک منگوائے گا قرضہ دربدر

قرض ملتی ہو اگر لیلےٰ تجھے
تو نہ مجنون ہن خدا کو مان کر

آپے آپے سے گذر جائے گا تو
قرض نے مفتون کیا تجھکو اگر

[1] دکن کی محاورہ مین سوداگر کی سجی ہوئی دکان۔

پھر کہین کا تجھکو رکھے گا نہ قرض — دین و دنیا سے رہیگا بے خبر
اپنے سر پر ہاتھ رکھکر روئے گا — رہن ہو جائے گی جب دستار سر
قرض شیرین دیکھنے مین ہو تو ہو — تو سر فرہاد ہے اور وہ تبر
قرض کو جان آتش صد خانمان — ہے تماشا دیکھنا گھر پھونک کر
کس نظر سے دیکھتا ہے قرض خواہ — منصفی سے اپنے دل مین غور کر
جب تقاضا قرض کا تجھسے کیا — سچ بتا گذری جو تیرے قلب پر
قرض کی نعمت کو تو پھر کر نہ دیکھ — دے خدا نان جوین تو شکر کر
کر قناعت قرض سے رہ دست کش — ہر طرح ہو جائے گی آخر بسر
دیکھ اے غافل بہت پچھتائیگا — قرض گر لیتا رہا تو بیخطر
قرض سے اپنے تئین آزاد رکھ — دیکھ یاور کی نصیحت یاد رکھ

مرزا محمد بہادر یاور خیرآبادی وکیل ہائیکورٹ

تعلیم نسوان

تعلیم نسوان کی اہم مسئلہ پر کثرت کیساتھ ملک کے قابل اور لایق انشا پردازون نے قلم اٹھایا اور بہتر سے بہتر تجویز اور عمدہ سے عمدہ خیال ظاہر کیا۔ لیکن یہ بھی ملک کی ایک طرح کی بدقسمتی سمجھنا چاہیے۔ کہ ملک نے اون مضامین کی کچھ قدر نہین کی۔ گو اپنی بے قدری کے خیال پر یہ قیاس بھی ہوتا ہے۔ کہ جس تجویز کا پیش کیا جانا ملک کی سامنے ظاہر کیا جاتا ہے حقیقتاً وہ تجویز ملک اور قوم کی نگاہ سے گذری بھی یا نہین پس ایسی صورت مین ملک کی بیقدری قدردانی پسندیدگی و ناپسندیدگی دونون ایک صورت اور شکل مین آجاتی ہین لیکن علم اس سے کہ کوئی بھی وجہ کیون نہ پیش آئی ہو یہ مسئلہ ابھی تک صاف طور پر طے اور حل نہین ہوا۔ ستمبر ۱۹۱۱ء کی الناظر مین قابل انشا پرداز مولوی عزیز احمد صاحب بی اے کے قلم سے بھی ایک مراسلہ اسی بحث پر نکلا ہے۔ اور کچھ شک نہین ہے کہ لایق انشا پرداز نے

جس قابلیت کے عنوان سے تعلیم نسوان کے مسئلے پر لکھا ہے۔ وہ حد درجہ قدر کی قابل ہے اور سچ یہ ہے کہ تنہ خوبصورت پہلو اس مراسلہ میں دکھائے گئے ہیں۔ بہت کچھ قبولیت کی قابلیت رکھتے ہیں۔ پس اس آسانی پر بھی اگر قوم کے متعصب حضرات بیخبری کی نیند میں پڑے ہوئے خراٹے لیتے رہیں۔ تو حیرت کے ساتھ افسوس۔ افسوس کے ساتھ قلق۔ اور قلق کے ساتھ قوم کی جہالت پر بے انتہا رنج کرنیکی بات ہے۔ اس مضمون کی تمہیدی فقرہ خصوصیت کے ساتھ کچھ شک نہیں ہے کہ ایسے بہتر ہیں کہ اون کو اس جگہ بغیر نقل کیے ہوئے ہم نہیں رہ سکتے زمانہ کی ضرورت اور مغربی خیالات کی اشاعت نے یہ خیال عام کر دیا ہے کہ قومی ترقی اسوقت تک ممکن نہیں ہے جبتک کہ قوم میں سے ہر فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس میں حصہ نہ لے۔ اور یہ عموماً تسلیم کیا جاتا ہے کہ قوم میں زندگی اور زندہ دلی ہونے کے لیے تعلیم نسوان بھی اوسی قدر ضروری ہے جسقدر مردوں کے لیے تعلیم۔ چنانچہ اس تمہید کا ہر فقرہ اپنی جگہ پر واقعات سے اسدرجہ ملتا جاتا ہے۔ کہ جسکی وجہ سے ہم اس تمہید کو ایک حد تک۔ واقعہ کہہ سکتے ہیں لیکن جو لوگ عام تعلیم کے موافق ہیں مگر تعلیم نسوان کی جانب کسی قدر اختلافی پہلو سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم تعلیم کا شور شغف توعرصہ سے سن رہے ہیں لیکن ابھی تک قوم اور ملک نے مردوں ہی کی تعلیم کے لیے کچھ نہیں کیا یہ تعلیمی حالت سنبھالی نہ ہزاروں اور لاکھوں گریجویٹ پیدا کیے۔ بلکہ ابھی تو قوم کی ہزاروں اور لاکھوں بچے جہالت کی تاریک کوٹھری میں پڑے سسک رہے ہیں پس جب تک ان سسکتے ہوئے بچوں کا گور و کفن ہو جاوے تعلیم نسوان کی بابت کوئی بنیادی پتھر موجودہ زمانہ میں رکھنا قبل از وقت ہے۔ موجودہ صدی میں جسقدر تعلیم نظر آرہی ہے۔ زمانہ کی رفتار کا اثر ہے۔ مگر اکثر برائے نام مصلحان قوم ذاتی حکومت ذاتی ناموری ذاتی شہرت کے متعدی مرض میں اس درجہ مبتلا ہیں کہ انکا مرض لاعلاج ہو گیا ہے۔ اور نیز مریض ایسے لوگ ہیں جو بڑے بڑے وجیہہ اور لایق بھی ہیں اور صرف خود غرضی کی عینک ہی آنکھوں پر نہیں چڑھائی ہے ہیں۔ بلکہ خود غرضی کی رنگ میں از سر تا پا ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور بے غرضی سے کسی قومی کام میں حصہ لینا نہیں چاہتے آئے دن انھیں جھگڑوں سے غرض اور بحث رہتی ہے۔ پس ایسی حالت میں تعلیم نسوان کا اہم اور نازک مسئلہ اسوقت تک ہرگز ہرگز نگاہ بھی ڈالنے کے قابل

نہین ہی۔ جبتک کہ کوئی قومی ہمدرد اور لیڈر اپنے آپ کو خاص اسی کام کے لیے وقف نہ کردے۔ اس صورت مین شاید یہ خیال کچھ بیجا نہین ہی۔ کہ یہ مسئلہ آج کوئی اہم اور ضروری مسئلہ نہین تسلیم کیا جاسکتا ہی چونکہ زمانہ اور زمانہ کی ہر چیز۔ ہر شی کو خود اپنے موافق بنالیا کرتی ہی اس لیے اگر آج عورتونکو اپنی تعلیم کی ضرورت خود محسوس ہوئی ہی۔ تو ہماری کوششون سے بڑھکر اونکی ضرورت اونھین تعلیم یافتہ ہونیکی بابتہ خود توجہ کرلیگی۔ اور بلا ہماری کوشش کے وہ تعلیم یافتہ ہوجائینگی۔

کون بتا سکتا ہی کہ آج جسقدر تعلیم یافتہ لڑکیان ملک مین موجود ہین کیونکر تعلیم یافتہ ہوگئین اور کیونکر تعلیم یافتہ ہوتی جاتی ہین جسکی بہت سی صورتین اور شکلین اور وجوہ ہین۔ بعض خاندانون نے اپنے طور پر خود پڑہایا۔ بعض نے اوستانیون کے ذریعہ سے اور بعض نے اپنے عزیزون اور رشتہ دارون کے ذریعہ سے تعلیم دلاکے اور اونھین تعلیم یافتہ بنادیا ہی جس سے اور تو جو کچھ فائدہ ہوا ہو وہ ابھی ہم کو محسوس نہین ہوتا۔ لیکن اسقدر ضرور معلوم ہوگیا۔ کہ لڑکیون مین عام طور پر خودسری اور خودآرائی نے ایسا گھر اور تکلیف دہ مادہ جمع کردیا۔ جو حقیقتاً بے انتہا تکلیف دہ ہی اور جسکو ہم فائدہ کے نام سے تعبیر نہین کرسکتے۔

مردون مین عام طور پر روشن خیالی خود اونکی تعلیم کا اثر اور مردانہ تعلیم کا ایک بڑا جزو ہے اسلیے خاص طور پر لایق انشاپرداز کے خیال کی ہم سیطرح تائید نہین کرسکتے۔ کہ "چون کہ ہم تعلیم یافتہ ماؤن کی شفقت آمیز۔ ابتدائی تربیت سے محروم رہی ہین۔ اسلیے ابھی تک وہ صفات ہم مین پیدا نہین ہوے ہین جو اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگون کے خصایص مین داخل ہین" اگر اس فقرہ سے لایق انشاپرداز کا یہ مفہوم ہی کہ واقعی جن صفات کا ذکر اس موقعہ پر کیا گیا ہی۔ وہ وہی صفات ہین۔ جو آج مسلمانون کی کسی اعلیٰ سے اعلیٰ سوسائٹی مین نہین پائی جاتے۔ اور اگر یہ صفات پاے جاتے ہین۔ تو صرف اونھین قومون مین جو تعلیم یافتہ ہین۔ تو ہم بھی اپنی جگہ پر اسکا تصفیہ کرچکے ہین کہ ان اوصاف کی کمی ہماری قوم کے لیے کچھ بھی تکلیف دہ نہین ہی دوسرا قابل قدر خیال جو لایق انشاپرداز نے ظاہر کیا ہی۔ کہ لڑکیان بجاے اسکے کہ چھ سال کی عمر مین پردہ مین بٹھادیجاتی ہین۔ اب گیارہ سال تک پردہ مین نہ بٹھائی جائین اور انھین اجازت دیجائے۔ کہ وہ معمر اوستادون کے پاس اور مدرسہ مین جاکر تعلیم حاصل

کرسکین کچھ قبل از وقت ہے۔ عورت مین شرم ایک ایسی فطرتی شے ہے۔ جو اوسکی عمر اور سن کے ساتھ رفتہ رفتہ قدرتی طور پر ترقی کرتی جاتی ہے پھر کوئی ایسا خیال جو بچپن سے کسی دل مین قایم ہوتا ہے۔ یا خود بخود پیدا ہوتا رہتا ہے۔ وہ جوانی کی عمر تک پہونچکر اور بھی پختگی پر آجاتا ہے۔ اور پھر وہ خیال کسیطرح مٹاے سے مٹ نہین سکتا۔ پس جو بچے معمر اوستادون کے پاس بیٹھکر اور مدرسہ مین جاکر تعلیم حاصل کرین گے اون مین پردہ کا قایم رہنا یقینی غیر محال بلکہ غیر ممکن ہو جائیگا اس طریقہ سے تعلیم کی آڑ مین پردہ اُٹھ جانا یقینی ہے۔ اور جب پردہ قایم نہین رہیگا۔ تو جسطرح آج ہم بعض مہذب اقوام کی۔ آزادی پر جنمین پردہ نہین ہے اپنی جگہ پر مضحکہ کیا کرتے ہین اوسیطرح کے مضحکہ کے لیے ہمکو بھی ابھی سے طیار ہو رہنا چاہیئے۔ اسکے علاوہ موجودہ تجویز مین یہ خیال بھی آج ہمکو کچھ کم تکلیف دہ نہین ہے۔ کہ ہم اپنے بچون کو ایسے مردون کے پاس تعلیم کی غرض سے بیٹھنے اُٹھنے کی اجازت بہت رضامندی اور خوشی سے دیدین۔ جنکے چال چلن۔ اطوار حرکات۔ عقیدہ اور خیال۔ پایۂ اعتبار کی بابتہ ذرہ برابر تجربہ اور واقفیت ہمکو نہین ہے۔ اور نہ جنکی بابتہ ہمکو کوئی ذاتی واقفیت ہے۔ کہ حقیقت مین وہ معمر ہین بھی یا نہین۔ اور ان بچون کے لیے محرم ہونے کی کوئی استطاعت اون مین ہے یا نہین یہ دوسری چیز مدرسہ کی تعلیم ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسی تمام مدرسہ یقینی بلا قید مذہب اور قوم کے قائم ہونگے۔ اور جب کہ یہ صورت ہوگی تو ہمکو کیا امید ہو کہ مختلف اقوام کا خلط مبحث ایسی مدارس مین نہ ہوگا۔ اور ہمارے بچے جن کی اخلاقی حالت آج کل قوم کی نگاہ مین بہت بے قدری کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ مگر ہماری نگاہ مین اوس حالت سے جسکا نقشہ ہماری نظر مین ابھی سے قائم ہے۔ ہزار درجہ اچھی ہے اور زیادہ برتر لیاقت مین نہ ہو جائینگے ایسی صورت مین ہم کسیطرح یہ فیصلہ نہین کرسکتے ہین۔ کہ ان بچون کا اخلاق موجودہ صورت کے مقابلہ مین کسی اچھے اسکیل پر قائم ہو سکے گا۔ مگر زمانہ کی موجودہ روش آج

اس بات کی ضرورمحتاج ہی۔ کہ تعلیم نسوان ہو۔ لہذا اس تعلیم کو ہم اسی حدتک ضروری خیال کرتے ہین۔ جس حدتک۔ کہ پردہ کی حد حائل رہے۔ اور استقلال اور مضبوطی سے قائم بھی رہ سکے۔ لیکن اگر تعلیم ہوئی۔ اور پردہ قائم نہ رہا تو ایسی تعلیم ہمارے کسی کام مین آنے والی نہین ہے۔ اور ہمارے تمام اطوار اور افعال جو آج بعض دوسری قومون کی نگاہونسے پوشیدہ ہین۔ اور جن سے دوسری قومون کے لوگ اچھی طرح سے واقف بھی نہین ہین۔ پردہ کے ساتھ ہی نکتہ چین نظرون مین مورد ملامت ٹھہرینگے۔ اور ہماری اچھی سی اچھی بات ہمارا عمدہ ساعمدہ خیال بھی نکتہ چینی اور اعتراض کی نظر سے دیکھا جائے گا۔ اور بجاے اس کے کہ ہم اپنی قوم کی اصلاح کی جانب متوجہ ہون۔ ہمپر اس قدر نکتہ چینیان ہون گی۔ جو ہمارے اُٹھانے سے بھی نہ اُٹھین گی۔

پس پردہ کا قایم رہنا ہماری قوم کے لیے اوسیطرح ضروری ہے جسطرح پردہ کا نہ قائم رکھنا بعض روشن خیالون کے لیے۔

راقم ع۔ ر۔ علوی اثر

۱۔ بیوقوف لوگ سایہ کے پیچھے دوڑتے ہین۔

۲۔ بیوقوفونکو بکنے دو۔ علم کی ہمیشہ اتنی ہی قیمت رہتی ہی۔

۳۔ پوشاک بدل جاتی ہی لیکن انسان کا دل تبدیل نہین ہوتا۔

۴۔ شادی کا پھل اکثر محبت ہوتی ہی۔

۵۔ اپنا کام کرو اور اپنے آپ کو بچاؤ

۶۔ بدنصیبی گھوڑے پر سوار ہوکر آتی ہے مگر پیدل چلی جاتی ہی

۷۔ وہ شخص جو اپنی بی بی کو عزت سے نہین دیکھتا اپنے تن کی بی عزتی کراتا ہی۔

۸۔ پیٹ بھر کر بھوکے کے سامنے وعظ کرنا بہت آسان ہی۔

پنجاب سے ایک نئی علمی و ادبی رسالے کا اجرا

"اُردو"

آجکل اُردو زبان مین جتنے رسالے شایع ہو رہے ہین اُن مین اکثر ایسے ہین کہ قطع نظر اس سے کہ نہ اُنکا موضوع معین ہو نہ وہ کسی اصول پر جاری ہین الفاظ کو دیکھو تو غلط اور رکیک عبارت کو دیکھو تو غیر فصیح و بے لطف محاورات کو دیکھو تو نادرست و سخیف مضامین کو دیکھو تو پست و مبتذل یعنی بجاے اسکے کہ اُن سے زبان کو فائدہ پہونچے الٹا نقصان پہنچ رہا ہے۔ حالانکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اسکی تصحیح و تہذیب مین کوشش کیجائے۔ ایسے حالات پر نظر کرکے ارادہ کیا گیا ہے کہ ایک ماہوار رسالہ جاری کیا جائے جو ہر حیثیت سے زبان اُردو کے لیے نافع ہو اور اُسکی شستگی و آراستگی مین تا حد امکان سعی کرے

اس مین نظم و نثر دونون طرح کا کلام ہوگا مگر نفیس و پاکیزہ اور انتخاب و برگزیدہ۔

کلام منظوم طرح کی قید سے آزاد ہوگا۔

اسکا نام اُردو اور اسکا اجرا ذیل کے مقاصد کے لیے ہوگا۔

(۱) اُردو کے علم ادب کو ترقی اور وسعت دینا۔

(۲) اُن اغلاط و اسقام کی جن سے زبان بگڑتی اور اسکی صحت و فصاحت دور ہوتی ہے اصلاح و تصحیح کرنا اور شایقین اردو کو صحیح و فصیح اردو سکھانا۔

(۳) کتابون پر نقادانہ ریویو کرنا یعنی بلحاظ اصول فن ان کی تنقید کرنا۔

(۴) زبان اُردو کے مسائل مختلف فیہا اور قابل نظر پر محققانہ نظر کرنا۔

(۵) محاورات تحقیق طلب کی تحقیق اور فصیح و غیر فصیح پر بحث کرنا اور اسکی نسبت قول فیصل لکھنا۔

قیمت سالانہ مع محصول تین روپیہ ہوگی اور خدا نے چاہا تو پہلا نمبر نومبر ۱۹۱۰ء مین شایع ہوگا۔

فتح محمد خان مصنف مصباح القواعد وغیرہ

شہر جالندھر (پنجاب)

رجسٹری شدہ

ڈاکٹر لالور

نشان تجارت

فاسفوڈائن کا

دماغی کمزوری۔ فالج۔ لخوا۔ بی ڈراؤنے خواب دیکھنا۔ قوتِ کا قبل از وقت انحطاط۔ نظام جسمانی کی روز تمام بد نظمی اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہو جانے سے لاحق ہوں۔ ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج ہیں

اسکی قوت بخش تاثیر پہلی ہی بار استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ عصبی اور دماغی قوتوں میں یا تی کے ساتھ ہی مریض کے دماغ اور جسم کے بالکل خلاف قوت اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ اضمحلال قوت آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی ہے اور قبض رفع ہو جاتا ہے نیند آرام سے آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے چہرہ بھرا ہوا اور صاف اور صحت مند ہو جاتی ہے

اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم رکھی ہے۔

خبردار

"فاسفوڈائن" کا نام قانوناً رجسٹرڈ ہے۔ ہر شیشی پر اس نام کا لیبل ہونا چاہیے۔ جو اس کے مطابق محفوظ کر لیا گیا ہے۔ اس لیے اسکی نقل یا نام میں کسی لفظ سے فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو گلکنہ کی نمائش واقع ۱۸۶۲ء میں اعلیٰ سند ملی تھی دوسری حیثیت سے فروخت کرنیوالوں سے عدالتی چارہ جوئی کیجائیگی اس قسم ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعصاب کے لیے عظیم اثر

اور اسی ذیل کی دوسری بیماریوں میں فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز سرعت سے دور ہو جاتے ہیں۔

کرتی ہے دنیا کے تمام حصوں کے باشندوں اور خون طبابت کے اعلیٰ ماہرین کی ہر ایک مستند شہادت سے یہ فیصلہ بخوبی ہو گیا ہے کہ اس دوا کی تحقیقاتی خوبیاں فاسفورس کے کسی مرکب کو اس شہرت اور مقبولیت کی قدر دانی نصیب نہیں ہوئی۔

ہندوستان بھر کے دواساز اور ادویہ فروش بحساب فی بوتل (فورد) ہے (کلان) ۱۲ فروخت کرتے ہیں

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن لیبوریٹری" ہیمپ اسٹیڈ۔ لندن۔ انگلستان۔ میں بنایا جاتا ہے

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر الیس کے برمن کی بنائی ہوئی فصلی بخار اور طحال کی دوا

یہ دوا چھتیس ۳۶ برسوں سے ہندوستان مین استعمال کیجاتی ہے۔ اگر آپ بخار مین مبتلا ہون اور سب قسم کے علاج کر کے تھک گئے ہون تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ منگا کر ضرور استعمال کیجیے۔ اس دوا مین چند فائدہ الاجواب ہین۔ یہ ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی ہے اس لیے اسکی چار پانچ خوراک پیتے ہی بخار آنا بند ہو جاتا ہے اور یہ خون کو گاڑھا کرتی اور اسکی خرابیون کو مٹاتی ہے اور تلی کو گلاتی ہے۔

قیمت - بڑی شیشی چودہ آنہ ۱۴ر محصول ڈاک ۶ر دو شیشی تک آٹھ آنہ ۸ر

قیمت - چھوٹی شیشی آٹھ آنہ ۸ر محصول ڈاک ۵ر دو شیشی تک چھ آنہ ۶ر

جناب دہن راج گوپال بھاوی ہیڈ ماسٹر مرہٹی اسکول بیلا گاؤن کالیا پار سی لکھتے ہین کہ آپکی بخار کی دوا مین اپنے دوستون اور طالب علمون کو دو برس سے دیتا رہا ہون بڑی خوشی کی بات ہے کہ کہین بھی یہ ناکامیاب نہین ہوئی اسکی یہی تعجب خیز صفت ہے۔ مفصلات کے غریب آدمیون کیلئے آپکو یہ آمیجات بنانا چاہیے جناب پنڈت شیام لال ہیڈ ماسٹر اسکول ہنڈور ضلع باندہ سے لکھتے ہین۔ چار شیشی جو آپکی بھیجی ہوئی دوا آئی اس سے بہت مریض اچھے ہوے جناب بابو بھیمن نرائن سٹیشن ماسٹر سکندرہ راؤ علی گڈھ سے لکھتے ہین کہ آپکی دوا سے بہت فائدہ ہوا جناب بلدیو پرشاد مدرس کناسی ضلع فرخ آباد سے لکھتے ہین دو شیشی تاپ تلی کی آپکے یہان سے منگوائی تھین اس سے دونون مریض اچھے ہو گئے جو قریب مرگ تھے۔ دوا سے جان بچگئی آپکو مریض دعا دیتے ہین۔ جناب شیو دت پرشاد ہیڈ ماسٹر اسکول ہردے نگر سے لکھتے ہین بخار جاڑے کی دوا جو مین نے منگوائی اپنے مریض کو جو تین تین مہینے سے مبتلا تھے دی تین خوراک دوا کھانے سے فائدہ نظر آیا اور سات خوراک مین مریض مرض سے نجات پا گئے۔ اسمین شک نہین کہ یہ دوا بخار کے دفع کرنے مین قابل تعریف ہے۔ آپ ایسی نیکی کرنے والے کا ازبسکہ شکر گزار ہون جناب کالی رام نند برہمن بھیرون ضلع مندسور سے لکھتے ہین آپکی جو فصلی بخار کی دوا بھیجی بہت فائدہ مند ہے ہم کہانتک تعریف کرین جناب رام پرشاد انسپکٹر آفس مرزا پور سے لکھتے ہین مین آپکا ازبسکہ شکریہ ادا کرتا ہون کہ میرا دو سال کا پرانا بخار تھا وہ صرف دو یوم مین جاتا رہا۔

ڈاکٹر الیس کے برمن نمبر ۵۰۶ مارچند اسٹریٹ کلکتہ

جامعیت جہان نمائے ہر صفحہ دریں

الناظر

اڈیٹر ظفر الملک

نمبر ۱۸ | یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۰ عیسوی | قیمت سالانہ ۶ عے

فہرست مضامین

عورت کی عزت	مسٹر امیر احمد علوی بی اے	۱
فضا (نظم)	منشی احمد علی شوق - قدوائی	۲۱
علم الشہب	مفتی محمد انوار الحق ایم - اے	۲۲
فلسفۂ خیال	سید علی اصغر بلگرامی - ایم - آر - اے - ایس	۲۹
شخصی سلطنت مین سازش کا اثر	سید میر محمد طباطبائی خلف سید علی حیدر	۴۱
سبزہ زار کی شام (نظم)	منشی محمد حسین محوی لکھنوی	۴۵
غزل	ڈاکٹر عبد الحکیم بسمل	۴۶
مسئلہ ازدواج	مولوی رشید احمد ارشد تھانوی	۴۷
		۵۹

خبردار

منشی سخاوت علی کی الناظر پریس مین باہتمام شفاعت علی علوی طبع ہوکر دفتر رسالۂ الناظر - فلاور ملز - لکھنؤ سے شایع ہوا

کوپر کمپنی کا ولایتی پانی

غیر خالص ہوا سے اتنا ہی بچنا چاہیے جتنا سانپ بچھو یا زہر سے۔ کیونکہ ایسی ہوا تندرستی کو بالکل بگاڑ دیتی ہے۔ ہوا پانی مین شامل ہوتی رہتی ہے اس لیے غیر خالص پانی سے بھی اتنا ہی بچنا فرض ہے جتنا غیر خالص ہوا سے۔ تندرستی اور زندگی کے لیے ہوا کے بعد پانی کا مرتبہ ہے۔

ہمارے کارخانے مین سٹیم انجن سے پانی تیار ہوتا ہے اور ہر قسم کا پانی جس تعداد مین درکار ہو ہر وقت مل سکتا ہے۔

حضرت گنج متصل حضور دیہ کمپنی

شہاب الدین اینڈ سنز

حضرت گنج لکھنو

الناس بالملباس

مثل مشہور ہے "ایک نور آدمی ہزار نور کپڑا" اور کپڑے کی ساری رونق عمدہ تراش اور سلائی پر ہے۔ ہمارا کارخانہ پبلک کی خدمت ۱۸۶۵ء سے کر رہا ہے۔ ہر قسم کا کپڑا موجود رہتا ہے صرف فرمایش کی دیر ہے۔ جسم قسم کی پوشاک درکار ہو مردانہ زنانہ ولایتی۔ یا ہندوستانی کسی طرز فیشن۔ یا وضع کی ہم نہایت کفایت اور خوبی کیساتھ تیار کر دینگے۔ آزمایش کر لیجئے خدا سے امید ہے آپ خوش ہونگے۔ پیایش کا فارم اور کپڑے کا نمونہ طلب فرمایئے۔ قطب الدین ملینگ پرو پرائٹر

پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق — سامان صد ہزار نمک دان کیے ہوے

دی فونوا گیسینج۔ لکھنو۔ متصل کوتوالی چوک

ہاتھی فون گراموفون راما گراف اوڈین بیکا چیمبر آپرا

کچھ درد ہے مطربون کی لے مین — کچھ سوز بھرا ہوا ہے نے مین

لوکل اور بیرونجات کے خریدارونکی آسانی کے لیے خوش گلو یونکی تین ہزار دو سو مختلف کانون مین سے بہتر ریکارڈ ونکا انتخاب لکھنؤ مین صرف ایک ہی مرکز ہے جہان ہر مشہور کمپنی کی ہندوستانی ریکارڈ ایک ہی جگہ مل سکتی ہین۔ ساخت کی مشینون اور ریکارڈونکا موازنہ اور جانچ اسی مقام پر آزادی سے ہو سکتا ہے یورپ کے ذہین کاریگر اس خاص لائن کی ترقی مین نہایت تیزی سے مصروف ہین اور ہر سال کچھ نہ کچھ نئی ایجاد ہوتی رہتی ہے۔ خریداری سے پہلے ہماری دکان کی نمایش گاہ مین تشریف لا کر ہمارے مختلف ساخت کے ریکارڈ مع بیداسٹائل کی مشین اور رنگ بنگ کے خوشنما فلاور ہارن ملاحظہ فرمایئے۔ ضروری سامان متعلقہ ٹاکنگ مشین یا مرغیم پیانو اسٹیل ٹرنگ گیس لایٹ۔ لمپ کیش بکس۔ جاپانی منی بیگ۔ صابن اور ٹوتھ پاؤڈر وغیرہ بھی نہایت عمدہ درست ہوتے ہین۔ منیجر دی فونوا گیسینج

الناظر

نمبر ۱۸ یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۰ء

عورت کی عزت

مندرجۂ ذیل مضمون ہمارے پاس اوس زمانہ مین آیا تھا جبکہ الناظر نے ابھی بہی ششماہی بھی نہ ختم کی تھی اور ہمنے دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء کے پرچہ کے لیے اوسکو چھپوایا بھی تھا بعدازان مصلحت اسکی مقتضی ہوئی کہ اوسکی اشاعت ملتوی کی جائے۔ نہ اس خیال سے کہ اس مضمون مین جو خیالات ظاہر کیے گئے ہین وہ نتیجۃً اوس پالیسی کے بالکل خلاف ہین جسکی تصریح ہم نے بسلسلۂ تمہید الناظر کے پہلے نمبر مین اوس کے اجرا کی تیسری غرض کے ذیل مین کی تھی بلکہ اس بنا پر کہ ہمین اندیشہ تھا کہ الناظر کے

ناظرین عموماً اور اوسکی ناظرات خصوصاً اوس طرز تحریر کی تاب نہ لاسکین گی جو اس مضمون مین بعض مقامات پر اختیار کیا گیا ہی اور چونکہ ہمین اوسوقت تک اپنی محدود دیگر موقر پبلک کا تجربہ نہوا تھا اس لیے ہم بمشکل یہ امید کرسکتے تھے کہ وہ اس مضمون کو ٹھنڈے دل سے پڑھکر رواداری کے بہترین اصول پر قایم رہ سکیگی۔ ہم اس موقعہ پر اپنے اون احباب کو بھی یاد کیے بغیر نہین رہ سکتے جنھون نے اوسکی اشاعت ملتوی کرانے مین خاص انہماک ظاہر کیا۔

یہی اسباب تھے کہ ان مطبوعہ اجزا سے ہم اب تک الناظر کے اوراق کو مزین کرنے سے محروم رہے مگر اب چونکہ صورت حالات بہت کچھ بدل گئی ہی۔ الناظر کے قدردانون کے حلقہ مین ہمین معلوم ہوگیا ہی کہ عموماً ایسے ہی بزرگ ہین جو اپنی روشن ضمیری کی وجہ سے ہر مسئلہ کے متعلق موافق اور مخالف کہنے والون کی سن سکتے اور نکتہ چین کے سخت سے سخت حملون کو اپنی کوہ وقاری اور دلیرانہ بردباری سے نیچا دکھا سکتے ہین۔ فرقہ اُناث کے بھی خواہون پر ہماری پالیسی بصراحت و تکرار واضح ہوچکی ہی جسکی وجہ سے کسی قسم کی غلط فہمی پیدا ہونیکا خطرہ نہین رہا۔ تو کوئی سبب نہین کہ ہم اس دلچسپ اور مفید مضمون کی اشاعت کو مزید زمانہ تک معرض التوا مین رکھین۔

سلسلۂ نوع انسانی کی سلک اول "آدم وحوا" تھے۔ اون کا باغ بہشت سے کرۂ ارض پر ایک ممنوعہ شے کے کھالینے کی پاداش مین بھیجا جانا اگرچہ بروایات مختلفہ تمام الہامی کتابون مین مسطور ہے لیکن ان مذاہب کے ماننے والون کا اس بارہ مین اتفاق کلی ہی کہ اون کا اخراج اسی قسم کی عدول حکمی کے باعث ہوا تھا۔ ہندوستان کا طوطی بیان شاعر اپنے خاص طرز ادا مین اس نکتہ کو یون بیان کرگیا ہی۔

میری تعمیر مین مضمر ہی ایک صورت خرابی کی
ہیولی برق خرمن کا ہی خون گرم دہقان کا

چنانچہ اسی غلطی اول پر انگلستان کی مشہور ناولسٹ اور قابل انشا پرداز مس میری کارلی نے دو سبق آموز مضامین لکھے ہین جو اوس کے مجموعہ مضامین مین شایع ہو گئے ہین۔ ایک مین ارتکاب جرم کی اصلی اور ساری ذمہ داری "بزدل آدم" کے سر تھوپ کر یہ ثابت کرنیکی کوشش کی گئی ہے۔ کہ تمام لغزشون۔ خطاؤن اور جرمون کا منبع مرد کی ذات شریف ہے اور دوسرے مین "خود غرض حوا" پر الزام کا بار ڈالکر یہہ باور کرایا گیا ہے کہ ہر قسم کی برائیون۔ کمزوریون اور گناہون کا سرچشمہ عورت کی ناپاک طینت ہے۔

ہمارے لایق انشا پردازنے قدیم و جدید گروہ کے درمیان فرقہ اناث کے متعلق اسی قبیل کا مجادلہ کرایا ہے جس مین افسوس ہے کہ عورتون کا فریق مخالف جادۂ اعتدال سے گزر کر اوس انتہائی حد پر پہونچ گیا ہے کہ اگر اوس گروہ کو اپنے دعاوی مین کامیابی ہو جائے اور نظم و نسق عالم اوس کے ہاتھ مین ہو تو لکھو کہا سال کی ارتقائی جد و جہد کے کارنامے ایک دم مین حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے محو ہو جائین اور ہیئت اجتماعیہ کا شیرازہ ہمیشہ کے لیے بکھر جاے۔ مگر شکر ہے کہ ایسا ہوتے نظر نہین آتا۔

روانی مضمون اور سلاست بیان سے جو انشا پردازی کی جان ہے اس مضمون کی ادبی حیثیت نہایت ارفع ہو گئی ہے اور صاحب مضمون کی سحر نگاری اور جادو بیانی کا اعتراف کیے بغیر نہین رہا جا سکتا لیکن ہمارے کرم فرما کی جولانی طبع سے بعض مقامات پر ایسے شرر بار جملے نکل گئے ہین کہ متانت اور سنجیدگی کا

خرمن اون کی زد سے محفوظ نہین رہ سکتا اور ثقاہت و پاکیزگی کے دربار سے وہ کبھی سند قبول نہین حاصل کر سکتے۔

حامیان فرقۂ نسوان کے غور و خوض کے لیے اس مضمون مین کافی سے زیادہ سامان ہے لیکن جدید تعلیم یافتہ گروہ کے مذہبی رجحانات پر جو تیز روشنی ڈالی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ بزرگان ملت اوسکے اُجالے مین اپنی بے خبری اور لاپروائی کی تصویر کا نہایت صاف عکس دیکھ لین۔ کیونکہ اگر اس قسم کے خیالات کی روز افزون اشاعت کا معقول طریقہ پر سدباب نہ کیا گیا تو اوس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مذہب کی شاندار عمارت کی بنیادین ایسی متزلزل ہو جائین گی کہ پھر اس رفیع الشان قصر کا مسمار ہونا اور اس عالی منزلت محل کا انہدام خیالی پلاؤ نہ رہے گا۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنین افسانۂ کہن اور قصۂ ماضی ہون تو ہون مگر مذہب کی حکومت کا اُٹھنا ایک ایسی قیامت برپا کریگا کہ بعد اوسکے پردیسی طالب علم کی روح تازہ ہو جائے گی اور اوس کے جوف مزار سے یہ نغمہ پھر سنائی دیگا کہ

حق بود گر آسمان ہم خون ببارد بر زمین

اس مضمون کی وجہ سے اب کی پرچہ کی ترتیب و نظم مین جو اسقام رہ گئے ہین اونکے لیے صراحت کی حاجت ہے نہ غالباً عذر خواہی کی ضرورت۔

ایڈیٹر

یہ سب دوائین فقیرون کے مجربات سے ہین

بلاخون اطبا کو نفع پہونچانا منظور ہے

دواخانہ مجربات جڑی بوٹی لکھنؤ

کی

ادویہ اپنے سریع الاثر اور کثیر المنفعت ہونیکی وجہ سے ہر حصہ ملک مین مشہور ہین

عرق ممیرہ - امراض چشم کے واسطے اکسیر الخاصیت - دافع نزول ماء - جاذب طوبات جالی - مقوی بصر - ہر طرحکی شکایات متعلقہ بصارت کا قطعی علاج اور ہر عمر کے آدمی کیلئے مفید ہی - حالت صحت مین بھی اسکا استعمال بیحد فائدہ دیتا ہی - قیمت فی تولہ عدد

سفوف سامری - مقوی معدہ و اعصاب و دماغ و مولد خون صالح ہی - مثانہ اور گردہ کی بیماریون مین مفید ثابت ہوا ہے اور سرفہ کہنہ - ضیق النفس اور اختلاج قلب کا دافع (خوراک ۲ رتی سے ۲ ماشہ تک) قیمت فی تولہ للعہ

حبوب بخار - تپ فصلی کے واسطے اکسیر کا کام کرتی ہین - بخار کی حالت مین بھی استعمال ہوسکتی ہین (خوراک ایک گولی) فی ڈبیہ جسمین ۱۲ گولیان ہوتی ہین ۴ ، ۳۰ گولیان

حبوب تپ کہنہ و سرفہ کہنہ - یہ ایک نہایت بیمثل چیز ہے - مگر اسکے استعمال کیوقت سخت پرہیز کی ضرورت ہے کیسی ہی مزمن تپ ہو گیارہ دن مین اکسیر کا کام کرتی ہے اور ایک عجیب قوت پیدا کر دیتی ہے (خوراک ایک گولی) گیارہ گولیان ایک ڈبیہ مین فی ڈبیہ عدد

حبوب نادرہ - بواسیر کو مفید - دافع قبض - مصفی خون - اخلاط فاسد کی دافع چند روز کے استعمال سے بہت فائدہ ہوسکتا ہی - بیحم صاحب کی گولیان اور اس قسم کی سب ادویات کو مات کرتی ہی (ایک گولی سے پانچ گولی تک خوراک ہی) فی ڈبیہ ۳۲ گولیان قیمت عہ

روغن حیات نادر الوجود چیز ہی - دافع قبض - مفرح - مفتح - مقوی معدہ

مقوی گردہ و مثانہ - مقوی اعصاب - مقوی دماغ - مولد خون صالح
مقوی جگر - دافع سلسل بول - عام طور پر تمام اعضاے رئیسہ کو تقویت دیتا ہے
۳ قطرہ سے ۳ ماشہ تک انتہاے مقدار ہے قیمت فی تولہ عہ

روغن بواسیر - بواسیر خونی و بادی دونون کے حق مین اکسیر ہے پھولے
ہوے ہون لگاتے ہی فوراً دھجا جائین گے اور مرض دفع ہو جاے گا
قیمت فی تولہ عہ

روغن دافع امراض گوش ایک قطرہ ڈالنا چاہیے - کان کے
تمام امراض دانہ اور درد کے واسطے نہایت مفید ہے - اکسیر کی خاصیت رکھتا ہے
قیمت ایک تولہ عہ دو تولہ بھر تین تولہ عہ پانچ تولہ عہ

ان چند ادویات کے علاوہ کارخانہ مین صدہا قسم کے اعلیٰ سے
اعلیٰ مجربات تیار رہتے ہین - اور چونکہ اکثر ادویہ مریض کی حالت پر لحاظ کر کے
تجویز کی جاتی ہین - لہذا جو صاحب خط و کتابت کے ذریعہ سے
اپنے مفصل حالات سے مطلع فرماوین گے مرض اُنکا چاہیے کیسا ہی سخت
اور کٹھن کیون نہ ہو ہم دعوے کیساتھ اُن کو اپنے مجربات سے فائدہ پہونچانیکے
واسطے تیار رہین - نمونہ کے طور پر معمولی بلکہ ادویہ صرف ارٹکٹ آنے پر روانہ
کی جا سکتی ہین -

ترکیب استعمال و پرہیز ہر دوا کے ہمراہ روانہ ہوگی - محصول ڈاک و وی پی
ہر صورت مین ذمہ خریدار رہے گا -

پروپرائٹر - جناب منشی محمد احتشام علی صاحب رئیس و مالک کارخانہ
آئس فلاور اینڈ آئل ملز لکھنؤ -

جملہ فرمایشات - منیجر دواخانہ مجربات جڑی بوٹی - لکھنؤ کے پتہ سے آنا چاہئین -

منشی علیم اللہ صاحب کے مطبع انوار احمدی میں چھپا

النظر

نمبر ۶ — یکم دسمبر ۱۹۰۹ء / ۱۹۱۰

عورتون کی عزت

(شیاد ظلمت اور فرشتۂ نور کا مکالمہ۔ جدید تعلیم یافتہ گروہ کا ایشیا کی عظمت سے انکار۔ اس بنا پر کہ ایشیا میں فرقۂ نسواں کو وہ آزادی نہین دی گئی جو آج یورپ مین اس جنس کو حاصل ہے۔ قدامت پرستون کا سخت جواب۔ عورتون کی سچی حالت)

فلسفۂ جدید کی گھنگھور گھٹا چھائی۔ مغربی تہذیب کا بادل گرجا۔ نئی روشنی کی بجلی چمکی اور اعلیٰ تعلیم نے کاستان ہند مین نشہ کا سا عالم پیدا کر دیا۔ بزرگون کی نصیحتین اگلے وقتون کی کہاوتین۔ مقدس کتابون کی ہدایتین سب فراموش۔ اب اسی مین شبہہ ہے کہ ایشیا والے کبھی تہذیب کے اس درجہ تک پہونچے بھی تھے کہ اُن کے اقوال یا افعال قابل استناد اور لایق تقلید ہون۔

"ایشیا[1] کے باشندون مین سے زمانۂ قدیم مین ہندؤن نے سب سے پہلے ترقی کی۔ پتھرون کو کاٹکر راجاؤن کے محل بنائے۔ اپنے خداوندون کو

---

[1] ہندوستان کی تعریف قدامت پرستون کی طرف سے ہے اور حسین نقائص نکالنا نئے تعلیم یافتہ گروہ کا کام ہے۔ چین۔ ایران وغیرہ کے متعلق بھی یہی قیاس کرنا چاہیئے۔

ہوائی جہاز یا یمان (بیلون) پر اڑایا۔ موسیقی مین کمال حاصل کیا۔ ریاضی اور حساب مین مہارت پیدا کی۔ جوتش اور نجوم مین دستگاہ بہم پہونچائی۔ جزیرہ لنکا پر عجیب وغریب پل بناکر چڑہائی کی اور کوکشتر کے مشہور میدان مین فنون جنگ کا تماشہ دکھایا مگر عصمت و وفاداری جو عورت کے فطرتی جوہر ہین اُنکی آزمایش کے وحشیانہ طریقے ایجاد کئے اور اس معصوم جنس کی دانشمندی اور زیرکی کو تر یا چرتر کے ذلیل نام سے موسوم کیا۔ غنیمت ہے کہ اُن کے وحشیانہ تمدن کا اثر ہندوستان کی چاردیواری سے باہر نہین پہونچا ورنہ ستی اور دخترکشی کی ظالم رسمین نصف عالم کو برباد کردینے کے لئے کافی تھین۔ ایسی نامہذب قوم کی طرف بھگوت گیتا کی عالی منزلت فلاسفی منسوب کرتے بھی شرم آتی ہے اُسکے فرسودہ اقوال اور بیہودہ نصائح پر کوئی تعلیم یافتہ روشن خیال ہرگز ہرگز توجہ نہین کرسکتا۔

"ایشیائی قومون مین سے میدان ترقی مین ہندوستان کے بعد چین کا نمبر ہے جسنے صناعی اور کاریگری مین درجۂ کمال حاصل کیا۔ ریشم کے کیڑے کی پرورش تمام دنیا کو سکھائی۔ اپنے ملک کی مٹی کو شیشے سے زیادہ قیمتی بنایا۔ کاغذ سازی کی ایجاد سے تمام عالم کو زیر بار منت کیا۔ ازمنہ مظلمہ کی دھندلی تاریخ مین روشنی کے مینار قائم کئے۔ ڈرامے تصنیف کئے۔ نظمین لکھین۔ اور کنفیوکس کا سا دانشمند فلاسفر پیدا کیا۔" مگر تہذیب و شایستگی کی رفیع الشان منزل سے اُنکا لشکر بہت دور خیمہ زن رہا کیونکہ بقول یوروپین سیاحون کے جو قوم بلّی۔ چوہے اور گلہری کا گوشت لذت سے کھائے۔ ابابیل کا جھونجھ نعمت سمجھے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ وزنی لوہے کے کڑے پہناکر عورتون کے پیر چھوٹے بنائے اُسکی تقلید سوائے وحشیون کے کوئی نہین کرسکتا۔

"اچھا۔ اسکو بھی جانے دو۔ ایران کی ترقی تو مسلم ہے جسنے تاج کیانی اور درفش کاویانی کی آب وتاب سے چاردانگ عالم مین اپنی ہیبت وجبروت کا غلغلہ ڈالا۔ دولت

وحشمت۔ عظمت و وقار کے دبدبہ سے قیاصرۂ روم کو آب آب کیا۔ مصر سے خراج لیا۔ فلسطین پر حکومت کی پنجاب کو باجگزار بنایا۔ ترکستان کو مسخر کیا۔ بخت نصر کے محمود عالم دارالسلطنت کا نام و نشان مٹا دیا اپنی ایک شاہنشاہ کا جشن اور دوسرے تاجدار کا عدل تمام ایشیا اور اُسکے زیر اثر ممالک مین ضرب المثل بنایا۔ رستم و سام کے سے شیر افگن اور زردشت و بزرجمہر کے سے مقنن و حکیم پیدا کئے۔ علم مجلس۔ اخلاق و آداب مین تمام دنیا کو شاگرد کیا اور کلیلہ دمنہ کی بے نظیر اخلاقی داستان سے اصول جہانداری اور رعیت پروری کا تمام حکمرانون کو سبق دیا" مگر جس قوم نے ضحاک کا سا شریر ظالم پردۂ ہستی پر ایک مدت تک زندہ رہنے دیا۔ جسکے ایک نامور تاجدار نے ذرا سے شبہہ پر اپنی باعصمت۔ نازکبدن۔ اور شیرین گفتار ملکہ کو قید خانہ کی مصیبتون مین گرفتار کیا۔ اور ان سب کو چھوڑ کر جسنے ماں بیٹی۔ اور بہن کے ساتھ شادی بیاہ مذہبًا اور قانونًا جائز قرار دیا۔ اُسکا وحشیانہ عروج کسی شایستہ گروہ کے سامنے نظیر کے لئے پیش کرنا اُس سوسائیٹی کی سخت توہین اور ہتک عزت ہی۔

" خیر۔ اس سے بھی قطع نظر کرو۔ بنی اسرائیل کی عظمت سے تو انکار نہین ہوسکتا جسنے معرفت و حق شناسی کے سربستہ راز تمام عالم پر آشکارا کر دیئے۔ دنیا کی پہلی مستند تاریخ تیار کی۔ اصلاح اخلاق کے وہ مقدس اصول قائم کئے جو " خداوند کے دس احکام" کے نام سے یاد کئے جاتے ہین۔ موسیقی اور شاعری مین وہ درجۂ کمال حاصل کیا کہ اُسکے راگ اور غزلین طاقت بشری سے اعلیٰ اور الہامی متصور ہوتی ہین۔ آلات حرب سے عمالقہ کی زبردست حکومت کو برباد کیا۔ حکمت عملی اور ہوشمندی سے یمن کے زرخیر صوبے پر تصرف کیا۔ اپنے دارالسلطنت کو مسجود عالم بنایا اور اُسکی وہ عظمت اقوام عالم کے قلوب مین راسخ کردی کہ سلطنت کی تباہی کے بعد بھی وہ قریب قریب نصف دنیا کا قبلہ ہی۔ جسنے ہوا اور پانی۔ وحوش و طیور پر حکومت کی ——— " بس بس

یہ لفاظی موقوف کرو۔ ہوا اور پانی پر حکومت ممکن ہے کہ ایک نازک شاعرانہ خیال ہو لیکن زمین پر تو اس قوم کا رقبہ حکومت اسقدر محدود تھا کہ اُسکو ترقی یافتہ قوم کے نام سے یاد کرنا بھی غلطی ہے۔ چند ایکڑ زمین اُسکے تصرف مین تھی جسکو ہر طرف سے بابل مصر اور روم کی عظیم الشان سلطنتین گھیرے ہوے تھین اور تاریخ قدیم سے کوئی زمانہ ایسا دریافت نہین ہوتا جسمین اس مختصر ریاست نے عروج و اقبال کا کوئی قابل لحاظ مرتبہ حاصل کیا ہو یا تہذیب و تمدن مین کوئی نمایان ترقی کی ہو۔ ظاہر ہے کہ جو قوم رسم و رواج کی سخت زنجیرون مین جکڑی ہو۔ قانوناً عورت کو صرف افزایش نسل کا آلہ سمجھے۔ دنیا کو خلاف وضع فطری جرائم کی تعلیم دے تعدد ازواج کو مستحسن خیال کرے اور جسکے تمام اصول اخلاق و معاشرت کی بنیاد ایسے ریفارمرون کے اقوال و افعال پر ہو جنکا وجود ہی مشتبہ ہے۔ وہ تہذیب و شایستگی کے اعلیٰ مدارج تک کیونکر پہونچ سکتی ہے۔

"خیر۔ اسکو بھی الگ کرو۔ مسلمانون کی تہذیب سے کیونکر انکار کروگے جنکی عجیب و غریب ترقی نے تمام شایستہ دنیا کو متحیر و مبہوت کر دیا۔ کہتے ہین کہ جب فارس کے نامور شاہنشاہ اور عاشق مزاج تاجدار خسرو پرویز نے قیصر روم کو شکست دی۔ ایشیاے کوچک۔ شام فلسطین و مصر کو برباد کیا۔ اور بے شمار مال غنیمت ہمراہ لیکر اپنے دارالسلطنت کو واپس چلا۔ تو ایک روز دریاے گراسو کے کنارے اُس کے

۱؎ لندن کے اخبار ٹائمس نے ابھی حال مین دنیا کی ایک ضخیم تاریخ ۲۵ جلد مین مین شایع کی ہے۔ اسمین ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم کا وجود خیالی ہے کیونکہ بابل مین زمانہ قدیم سے ایک کہانی جسکے چند واقعات قصہ ابراہیم سے ملتے ہین مشہور چلی آتی تھی اور اُسکو بنی اسرائیل نے اپنی مذہبی کتاب مین شامل کرکے اپنے سلسلہ نسب کا آغاز ابراہیم سے کیا۔ !!

حضرت یوسف اور حضرت موسیٰ سے اسلئے انکار ہے کہ مصر کے قدیم کتبے جو اسوقت تک دستیاب ہوے ہین۔ انمین نہ تو کوئی یوسف نام وزیر ہے نہ کوئی ایسا فرعون ہے جو دریاے نیل مین غرق ہوا ہو اور نہ بنی اسرائیل کا مصر مین ظلم بتایا جانا ثابت ہے۔

لشکر کے ڈیرے تھے۔ بادشاہ فتح وظفر کے نشہ مین جھوم رہا تھا کہ ایک خستہ حال قاصد نے ایک خط پیش کیا جو حجاز کے ریگستان سے ایک گمنام اور غیر مشہور باشندے محمدؐ نام نے بھیجا تھا اور جسمین کاتب نے ادب کے خلاف فرسیندہ کا نام سلطانعالم کے القاب سے پہلے تحریر کیا تھا۔ خط کا مضمون یہ تھا کہ محمدؐ کو خدا نے دنیا کی ہدایت کے لئے مامور کیا ہے اور شاہ ایران کو لازم ہو کہ اُس مجہول الاحوال مرسل کے جدید مذہب مین داخل ہو۔

نازک مزاج بادشاہ یہ گستاخ خط دیکھکر آگ ہوگیا۔ نامہ کو پرزہ پرزہ کرکے دریا مین پھینک دیا اور حجاز کے گورنر کو حکم دیا کہ اس بے ادب کو گرفتار کرکے فوراً دارالسلطنت کی طرف بھیجدے تاکہ اُسکو ایسی عبرت انگیز سزا دیجائے کہ کوئی دوسرا مجنون ایسی گستاخی کا مرتکب نہو۔ محمدؐ نے یہ سخت جواب سنکر کہا کہ خدا خسرو کی سلطنت سے ایسا ہی سلوک کرے گا جیسا اُسنے میرے خط سے کیا ہے۔ ان واقعات کے چند ہی روز بعد خسرو اپنے بیٹے کے ہاتھ سے ہلاک ہوا اور چند سال کے اندر نہ فارس کی سلطنت رہی نہ اُسکا تخت و تاج۔ عراق وعجم وعرب کی جمہوری حکومت کے صوبے بن گئے۔

ایک صدی بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ مغرب مین قرطبہ اور مشرق مین سندھ ان کے دارالاقامۃ کہلائے اور ان دونون کے وسط مین ایک تاجدار دمشق کی جامع مسجد مین بیٹھا ہوا شایستہ دنیا کے تمام فرمانرواؤن کو کٹھ پتلی کیطرح اشارون پر نچاتا تھا۔ ایشیا۔ شمالی افریقہ۔ اور جنوبی یوروپ کے ہر ایک حصہ مین اُنکی تہذیب وتمدن کا اثر پہونچا بلکہ بیشتر معتدل اور زرخیز جزائر مین بھی خواہ بندابیر آشتی یا بقہ حرب انہون نے رسائی حاصل کی اور چونکہ حکومت کرنے کے قابل دماغ اور رعیت پروری کے لایق دل قسام ازل سے لیکر آے تھے اسلئے جہان رہے مخدوم

معظم - معزز و مقتدر بنکر حکومت کرتے تھے لیکن اپنے قوانین کے خود محکوم تھے سلطنت کرتے تھے لیکن سید القوم خادمہم اُنکا نقش خاتم تھا - ملک گیری اور جہانداری کی ہوس پوری کرکے تحصیل علوم کی طرف توجہ کی تو یونان - ہند - فارس اور مصر کے قدیم دفینون مین نئی روح پھونکدی - ریاضی اور ہندسہ مین مہارت پیدا کی منطق مین کمال حاصل کیا - فلسفہ و ہیئت مین حیرت انگیز نکتے ایجاد کئے - اپنے فتوحات کی ضخیم تاریخین لکھین دنیا کا جغرافیہ مرتب کیا - ابن رشد - بوعلی سینا - اور غزالی کے سے فلاسفر و حکیم ابن خلدون اور ابن اثیر کے سے مورخ و محقق - فرزدق و متنبی کے سے شاعر و شیرین گفتار پیدا کئے - اور الف لیلہ کی وہ دلچسپ کہانی شایع کی جسکی عظمت کے آگے اسوقت تمام تہذیب یافتہ دنیا سر تسلیم خم کرتی ہے - غرض علوم و فنون مین اُس درجہ کمال تک پہونچے کہ بقول عالی پانی پتی کے

وہ فن مین جو ہین آج تلامذہ سبکی کہونڈی رہینگی ہمیشہ عرب کی "

مگر سیدھے اور بھولے مسلمان اپنی خیالی عظمت و شوکت کا دردانگیز مرثیہ پڑھتے وقت بھول جاتے ہین کہ وہ شرمناک صدیان جنمین اُنھون نے اتفاقات زمانہ سے کسیقدر عروج پایا تاریخ کے صفحون پر خون کے حرفون سے لکھی ہوئی ہین - جس نامبارک تاریخ سے اُنکی شخصی اور جابرانہ سلطنت کا آغاز ہوا ہر طرف فساد - بغاوت ظلم و جور - کشت و خون کا بازار کھل گیا اور تمام تاریخ اسلام مین آغاز سلطنت سے تباہی دہلی تک کوئی دس ورق بھی ایسے بتائے نہین جا سکتے جن مین خون کے بدنما دھبے موجود نہون ہر ایک متمدن قوم اور مہذب سلطنت کا پہلا کام امن قائم کرنا ہے اور یہ ضروری خدمت جس جماعت سے سرانجام نہ ہوسکے وہ ہرگز حکومت کے قابل نہین اور ترقی یافتہ گروہون مین اُسکا شمار کسیطرح نہین کیا جا سکتا -

مسلمانون کی قومی ترقی کی داستان سنتے سنتے کان پک گئے مگر جب نظر غور

وتحقیق سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ مختلف اقوام کے افراد اور مختلف ممالک کے مختلف الالوان اور مختلف اللسان باشندے اگر بوجہ اتحاد مذہب کے ایک قوم کہے جا سکتے ہین تو مسلمانون کی "قوم" نے کبھی کوئی قابل یادگار ترقی نہین کی۔ ممالک اور صوبے جو اندرونی نزاعون اور خانہ جنگیون سے کمزور ہو گئے ہون اُنپر سرعت سے تصرف حاصل کر لینا کوئی کمال نہین ہے اور اگر ہے تو ونڈال اور گاتھ مسلمانون سے زیادہ قابل تعریف ہین کیونکہ اونھون نے وسط ایشیا سے چلکر چند سال کے اندر رومۃ الکبریٰ کے دھوئین اوڑا دیئے۔ برخلاف اسکے مسلمان اپنی تمام قوت قسطنطنیہ کی فصیلون پر صرف کر رہے اور اُسکی دیوار آہن مین آٹھ سو برس تک سرمو رخنہ نہ کر سکے۔ یا تاتاری مغل ان سب سے زیادہ قابل قدر ہین جنھون نے چشم زدن مین عرب کی سلطنت کا چراغ گل کر دیا اور دارالسلام بغداد مین وہ قیامت برپا کی کہ دہان کا ایک پردیسی طالب علم آجتک غل مچا رہا ہے کہ

دیدہ بردار اے کہ دیدی شوکت بیت الحرام — قیصران روم بر سر خاک و خاقان برزمین
خون فرزندان عم مصطفےٰ شد ریخت — ہم بران خاکے کہ سلطانان نہادند جبین
اے محمدؐ گر قیامت را ببینی سر بخاک — سر برآرد دین قیامت درمیان خلق ہین

الغرض۔ مصر و شام کا فتح کر لینا دربار تہذیب مین جگہ پانے کے لئے کافی نہین ہے کیونکہ مسلمانون سے پیشتر اور بھی بہت سی غیر مشہور قومون نے وقتاً فوقتاً اپنی حکومت کی تھی اگر مسلمانون نے ان ممالک مین رفاہ خلایق کے کوئی خاص ذرایع پیدا کئے ہون۔ اشاعت تہذیب کی کوئی نمایان کوشش کی ہو۔ تجارت کی ترقی مین کوئی خاص حصہ لیا ہو۔ آبپاشی اور زراعت کے آلات مہیا کرنے مین کوئی قابل ذکر امداد کی ہو یا کم سے کم یہ کہ اگلی بہ نسبت زیادہ امن و امان اپنے مقبوضہ ممالک

لہ۔ یہ محاورہ اب متروک ہی اور اردو کے قواعد غلط ہے لیکن نئی روشنی والے کہتے ہین کہ جو الفاظ اساتذہ قدیم نے استعمال کئے ہین انکو ترک نہین کرنا چاہیئے۔ اس سے وسعت زبان مین خلل پڑتا ہے۔
ر۔ مرا صل آپ نے انگلستان کی بہ نسبت امن ... انگلستان کی بہ نسبت تو کچھ کمال ہو۔

مین قائم کیا ہو تو بیشک کہا جا سکے گا کہ اس قوم نے متمدن اور مہذب بننے کی سعی کی تھی مگر لفاظی اور شاعری چھوڑ کر تاریخ کے سچے واقعات پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کے صرف تین دلچسپ مشغلے تھے۔ لوٹ مار (یا ملک گیری) عیاشی اور یاد خدا۔ جب ایک سے جی گھبراتا تھا دوسرے کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور اسی دائرہ کے اندر گردش کرتے کرتے ازمنہ متوسط کی تمام صدیان گذار دین۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

عراق و مصر کے زرخیز صوبے جو سلاطین بابل اور فراعنہ کے عہد مین دولت و فراغت کے معراج کمال تک پہونچ چکے تھے اِن کے جبر اور ظلم سے کنگال ہو گئے۔ شام و فلسطین کے سبزہ زار جو قیاصرۂ روم کی حکومت مین تہذیب و شائستگی کے جواہر سے مالا مال تھے ان کی خونریزی سخت گیری اور زیادہ ستانی سے تباہ ہو گئے ایشیاے کوچک کا گلزار ان کے صوائف یا سالانہ حملون کا نشانہ بنا۔ اور ارمن و گرجستان عصمت فروشی کی دوکان مشہور رہے۔ دور کیون جاؤ۔ عرب جو انکا آبائی وطن اور اُن کے مذہب کا سرچشمہ تھا ہمیشہ تباہ و برباد رہا۔ نہ اسکے رفاہ و فلاح کے تدابیر سوچنے کی مہلت ملی اور نہ وہان غارتگری۔ بردہ فروشی۔ قزاقی۔ اور قطاع الطریقی کے عام پسند پیشے مسدود کئے جا سکے۔

یہ تو وہ جگہ تھی جہان آفتاب تیز بتایا جاتا ہے۔ علوم و فنون کو دیکھو تو انکی حالت اس سے زیادہ شرمناک ہے۔ یونان اور مصر کی چند کتابین ترجمہ کر لینے سے کوئی قوم عالم نہین بن سکتی۔ جسطرح سفارت خانہ کا ترجمان کانسل جنرل نہین کہا سکتا اُسیطرح کوئی مترجم۔ مصنفون اور موجدون کے اعلیٰ طبقہ مین جگہ نہین پا سکتا ایجاد و تصنیف کو پیش نظر رکھو تو مذہب کا محدود دائرہ چھوڑ کر انھون نے نہ کوئی ایسی حیرت انگیز ایجاد کی جس سے دنیا کو نفع پہونچتا اور نہ کوئی ایسی عجیب و غریب تصنیف کی

جسمین دیگر اقوام کے خیالات سے سرقہ نہ ہوتا - یہین سے بعض دانشمندون نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ عرب کے دماغ مین ایجاد کی قابلیت ہی نہ تھی اور عربی النسل قومین ہمیشہ تقلید کی مہلک آفت مین گرفتار رہینگی -

تاریخ جسپر مسلمانون کو سب سے زیادہ ناز ہے - اُسکی یہ حالت کہ عرب کے ایام جاہلیت سے دنیا کا آغاز ہوتا ہے اور سوائے بنی اسرائیل یا پیغمبرون کی کہانیون کے ازمنہ مظلمہ کا کچھ پتا ہی نہین - ابن خلدون کو فلسفۂ تاریخ کا امام بتاتے ہین جو دیگر ممالک کا کون ذکر کرے یونان اور روم کے اُن واقعات سے بھی آشنا نہین جو آج بچہ بچہ کی زبان پر ہین - اصول سیاست اور آئین حکومت کی کتابین یونانی زبان مین بے شمار موجود تھین لیکن اُنکا ترجمہ دلچسپ نہین سمجھا گیا - کاش یونان کے قصون اور ڈرامون ہی کا ترجمہ کیا ہوتا تو ان ممالک کی عظمت و بزرگی سے کسیقدر آگاہی ہو جاتی اور عربی علم ادب فنون لطیفہ مین ویسا ناقص نہ ہوتا جیسا کہ اس وقت ہے -

جس قوم نے علم و فضل سے اسقدر بے توجہی کی ہو اُس سے کون شکایت کرے کہ بابل و نینوا کے کھنڈرون مین قدیم آسیریا کے وہ وہ قیمتی دفینے موجود تھے کہ اگر اُن مین سے ایک بھی مسلمانون کی کوشش سے دریافت ہو جاتا تو دنیا کی تاریخ اولٹ جاتی - بادشاہ ہیسڈرو پال کا کتب خانہ جسمین عہد اسلام سے کئی ہزار برس پیشتر کی مکمل تاریخ موجود ہے اسی بابل کے کھنڈرون سے ابھی حال مین یوروپ کے سیاحون نے حاصل کیا ہے -

مصر پر تیرہ سو برس تک حکومت کی لیکن کبھی یہ توفیق نہ ہوئی کہ فراعنہ مصر کی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش کرتے جسکا کافی مسالہ قدیم کتبون اور پرانے قبرستانون مین موجود تھا اور آج لندن کے برٹش میوزیم مین جمع کیا جاتا ہے -

ابتدائی عہد مین مسلمانون کے دیندار خلیفہ بابل کے قریب ہو کر گذرتے ہین تو لشکر کو حکم دیا جاتا ہو کہ یہان سے دور خیمہ زن ہو کیونکہ یہ جگہ مغضوب الٰہی ہے۔ اخیر زمانہ مین عیش پسند حاکم قبرستانون کے قریب ہو کر نکلتے ہین تو ساقی و مطرب کو حکم ہوتا ہے کہ یہان سے دور مجلس نشاط قائم کرو کیونکہ یہان قبطیون کے مدفن عیش کو منغض کرتے ہین دولت کی طمع اور خزانہ کی لالچ مین اہرام مصری کے کھدوانیکا حکم صادر ہوتا ہو لیکن علوم و فنون کے لازوال دفینون کے لئے نینوا کی سرزمین مین ہاتھ نہین لگایا جاتا۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ شرم۔ یہی وہ قوم ہے جسکے علم و فضل کے تم نتاخوان تھے اگر غیرت دار ہو تو آج سے اس جھوٹی عظمت کا نام نہ لینا!!!

اصول اخلاق اور طرز معاشرت کو دیکھو تو پردہ کی وحشیانہ اور ظالمانہ رسم اسی قوم نے ایجاد کی۔ بردہ فروشی کی عام اجازت اور لونڈیون کی غیر محدود تعداد سے مردون کے لئے عیاشی مباح کردی اور انکو اختیار دیا کہ ایک ہی وقت مین تین چار بیویان رکھ سکین لیکن عورتون کو اس لطف سے محروم رکھا کہ وہ ایک ہی وقت مین تین چار مردون کی خانہ آبادی کر سکین۔

غرض مساوات حقوق جو ہر ایک مہذب قوم کی پہلی خدمت ہونا چاہیئے مسلمانون نے قطعاً فراموش کی اور عورتون کے متبرک گروہ کو جو نوع انسانی کا نصف غالب ہی بہایم۔ مویشیون اور چوپایون کے برابر سمجھا۔

"لاحول ولا قوۃ الا باللہ"۔ نتیجہ اب ظاہر ہوا۔ مسلمانون سے بیزاری کی وجہ صرف یہ ہی کہ انکے یہان عورتون کی عزت یوروپ سے کم کی گئی ہندوستان چین۔ فارس فلسطین۔ اور عرب کے تمام کارنامے میزان عمل مین صرف اسوجہ سے سبک ثابت ہوے کہ وہ یا تو ایسے رسوم کے پابند تھے جو آج یوروپ مین نہین پائے جاتے یا انھون نے عورتون کو مطلق العنان کرکے دریاے ٹیمس مین غوطہ دیا

کے لئے نہین بھیجا۔ اُنپر یہ الزام لگانا کہ وہ علم وفضل۔ ایجادات واختراعات مین اُس درجہ سے دور رہے جسپر آج یورپ اور امریکہ کی رسائی ہے۔ ویسا ہی ہے جیسے کوئی کہے کہ قدیم ایشیائی مومین دھوپ کی طاقت سے ناواقف تھین۔ ریل کی سواری اُنھون نے ایجاد نہین کی۔ تار برقی کی اُنکو خبر نہ تھی۔ کوئی ڈریڈناٹ (جدید جنگی آہن پوش) اُنھون نے نہین بنایا۔ کوئی چھاپہ خانہ اُن کے پاس نہ تھا۔ روزانہ اخبارات اُنھون نے جاری نہین کئے یا ہوٹلون کے دلکش مناظر قدرت سے وہ محروم رہے۔ آج سے پانچسو برس بعد جو قومین شایستہ اور سرآوردہ کہلائینگی وہ یورپ کی موجودہ مکمل تہذیب مین اس سے بھی زیادہ نقائص بتاسکینگی۔

"مین جنگ ٹرائے کے ہیرو ایکیلیز کی قبر پر دیر تک کھڑا رہا اور سنا کہ لوگ ٹرائے کی لڑائی کو افسانہ بتاتے ہین۔ زمانہ رومۃ الکبریٰ کے وجود مین بھی شک کریگا"

البتہ یہ مسلم ہو کہ ایشیا مین عورت کو وہ غیر معمولی عزت اور نامناسب آزادی کبھی نہین دیگئی جو فی زمانہ یوروپ مین اس دلچسپ فرقہ نے حاصل کرلی ہے۔ ہمنے تو اس خیال سے کہ یہ نازک اندام جنس آرام سے گھر بٹھانے کے لئے وضع کیگئی ہے نہ کہ جنگلون اور چراگاہون مین دھوپ کی سختیان برداشت کرنے کیلئے اور اس مجبوری کو پیش نظر رکھکر کہ اُنکی مجموعی تعداد دنیا کی مردم شماری مین مردونسے زیادہ بتائی جاتی ہو اس کمزور جماعت کے لئے یہ جائز سمجھا کہ دو دو تین تین ملکر اپنی آسایش کا بار ایک مرد پر ڈالدین اور اس اندیشہ سے کہ عورت جسکو فطرت نے کمزور اور مرد کا ماتحت بنایا ہو نوع انسانی مین آتش رقابت مشتعل کراکے تنازع للبقا سے بالکل فنا نہوجاے مردون کو اس کم عقل جنس پر شفیق حاکم قرار دیا تاکہ وہ اس نحیف ونا توان نوع انسانی کی ویسی ہی پرداخت کرین جیسی ہی دلدہی اور دلجوئی کا برتاؤ اس فرقہ سے کرین جیساکہ وہ اپنے پروردہ

جانورون - یا چھوٹے اور ناسمجھ بچون - یا بوڑھے اور قریب مرگ مفلوج بزرگون سے کرتے ہین اور انھین اسباب کا نتیجہ تھا کہ ہمنے مردون کو اجازت دی کہ وہ عورتون کے کل افعال و حرکات کی ویسی ہی سخت نگرانی کرین جیسی کہ شفیق اوستاد اپنے شاگرد کی - ہمدرد حاکم اپنی رعایا کی یا مدبر پرنسپل بورڈنگ ہوس کے طالبعلمون کی کرتا ہے -!!

تم کہوگے کہ عورت مرد کی ماتحت کیون قرار دیگئی کیونکہ ہندوستان کی یہ ایک شامت ہو کہ یہان کے باشندے سکھانے اور تعلیم دینے پر مستعد ہوجاتے ہین قبل اسکے کہ وہ خود کسی علم و ہنر مین کافی پختگی حاصل کرچکے ہون اور اسیطرح عورتون کے حقوق اور اُنکی آزادی مین مساوات پیدا کرنے کی کوشش کرنے والے بیشتر وہی لوگ ہوتے ہین جنکو یا تو عورتون کا مطلقاً تجربہ نہین ہے یا جنھون نے ایک خاص قسم کی عورتونکی جزوی حالت دیکھکر تمام فرقۂ اناث کے لئے کلیہ قواعد بنانیکی کوشش کی ہو - تمکو اس مجبور و محکوم جنس کے سچے حالات کی جستجو ہے تو کسی واقف کار عورت سے پوچھو وہ بتلائیگی کہ کن کن ضروریات جسمانی مین وہ مرد کی تابع ہو اور اس اعلیٰ جنس کا اتباع نہ کرنے سے اُسکو کسقدر سخت مضرت رسان تکلیفین پہونچتی ہین اور اُسکا جسم کیسے مہلک آلام و امراض مین گرفتار ہوجاتا ہو - یہ تو بدیہی امر ہے کہ نوع انسانی کی دو مختلف جنسین بنانیکی ضرورت صرف توالد و تناسل ہے ورنہ دنیا مین فقط مردون یا صرف عورتون کا بغیر دوسری جنس کے زندگی بسر کرسکنا ممکن تھا - اب دونون جنسون کا اجتماع کرو تو بغیر مرد کی رضامندی کے عورت کی پیدائش کی علت و غایت پوری نہین ہوسکتی برخلاف اسکے عورت پر جبر کرنا ممکن ہے اگرچہ ایسی حالت مین جدید تحقیقات کے موافق صرف اولاد ذکور پیدا ہوگی -

یہ دلیل زیادہ روشن اور واضح اسوقت ہوجاتی ہے جب معلوم ہو کہ مرد اور عورت دونون راغب اور راضی ہین لیکن جنس اعلیٰ کے ناگہانی ضعف سے فرقۂ محکوم حصول شادمانی سے محروم رہا اور عورت کی کمزوری سے حاکم جائز کے رعب و دبدبہ مین کچھ خلل پیدا نہ ہوسکا !!

یہ قوی دلائل زیادہ صاف الفاظ مین بیان کرنا مناسب نہین لیکن جنکو خدا نے عقل دی ہو وہ ان اشارون سے سمجھ سکتے ہین کہ عورت کو کم رتبہ اور ذلیل بنانا فطرت کا قصور ہے نہ کہ ایشیا کا اور اگر یوروپ عورت کو مرد کے برابر عزت دینا یا اسکو مردونکی حکومت سے آزادی عطا کرنا چاہتا ہے تو وہ فطرت کا قانون شکست کرنیکی ہمت کرتا ہے۔

جو نحیف و ناتوان جنس ہر مہینہ اور ہر سال مین کچھ عرصہ کے لئے دوڑ دھوپ کو دھچاندے۔ اور محنت مشقت کے ناقابل ہوجاتی ہو جس کمزور اور بے بس گروہ مین فطرتاً یہ طاقت نہ ہو کہ دشمنون سے سینہ سپر ہوکر لڑسکے۔ جو ضعیف مخلوق نازک چڑا اور کمزور دل قسام ازل سے لیکر آئی ہو اور فنون شہسواری اور سپہ گری سے خلقتاً معذور رہو۔ وہ قوی الجثہ۔ شجاع۔ جفاکش اور دانشمند حکمرانون پر کسی طرح کسیوقت اور کسی حالت مین غلبہ نہین پاسکتی۔ اگر مساوات حقوق ان فاتح و مفتوح غالب و مغلوب حاکم و محکوم جنسون مین قائم کردگے تو اسکا یقینی انجام رقابت ہے اور رقابت سے وہ عظیم فتنہ و فساد پیدا ہوگا جو فلسفۂ تمدن کی الواح زبرجد پر خون کے حرفون سے لکھا ہوا ہے اور جسکا نام لیتے میرا دل لرزتا اور روح کانپتی ہے۔ وہ کیا ہے۔ انقطاع نسل آدم یا دنیا کی دائمی موت !!!

یہ کوئی شاعرانہ خیال یا معنی آفرینی نہین ہے بلکہ فرانس و امریکہ کی اموات و پیدائش کے نقشے جو وقتاً فوقتاً انگریزی اخبارون مین شایع ہوتے رہتے ہین

اس دعوے کے شاہد ہین کہ عورت کی آزادی سے ترقی نسل مین کمی شروع ہوگئی ہے اور یہی کمی ایک دن ترقی یافتہ دنیا کو نسل آدم سے بالکل خالی کرکے رہیگی

"اے آسمانی باپ تو ہمکو اُس قوم سے بچا جو تیری پہلواری کو برباد کرین"

المختصر جب مرد کا مغلوب ہونا غیر ممکن ثابت ہوا اور مساوات حقوق سے جنگ و رقابت کا اندیشہ پیدا ہوا تو اسی فرسودہ رسم کی طرف مجبوراً آنا پڑا کہ عورت مرد کی محکوم ہے اور معاشرت انسانی مین اُسکا مرتبہ مرد سے کمتر ہے۔

اس بدیہی اور فطرتی واقعہ کو تسلیم کرنے کے بعد پردہ کو ظلم قرار دینا ایسا ہی لغو ہے جیساکہ کسی عاقبت اندیش باپ پر یہ الزام لگانا کہ وہ اپنے عزیز بیٹے کو ہمسایہ کے آوارہ لڑکون سے بچانے مین اُسکی آزادی غصب کرتا ہے جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچگیا اور متواتر تجربات و مشاہدات سے اسکی تصدیق ہوگئی کہ کہ دنیا مین کوئی عورت ایسی موجود نہین ہے جو عصمت کی خاطر سے باعصمت ہو اور موقعہ پاکر اپنے دل پر جبر کرے تو اس بے حیا گروہ کو باہر نکلنے کی اجازت دینا دراصل اُسکی عصمت فروشی مین امداد کرنا ہے اور کوئی غیرت مند مرد ایک لحظہ کیلئے بھی اسکو جائز نہین رکھ سکتا ۔ مینے کیا کہا ؟ عصمت عصمت عصمت کہان ہے !!! بلکہ عصمت کا نام زمانۂ حال کی عورتون کے ساتھ لینا فی الحقیقت اس شایستہ اور متین لفظ کی سخت ذلت ہے ۔ !!

ہندؤن کے مقدس رشیون کا قول ہے کہ " دنیا مین عصمت دارونکی تین قسمین ہین ۔ اول تو وہ جو سوائے اپنے شوہر کے تمام دنیا کے مردون کو ناقص اور ناکارہ سمجھین اور انکو یقین کلی اور اعتماد واثق ہو کہ جو لطف انکو اپنے شوہر کی بدولت میسر ہے وہ کسی دوسرے انسان سے ممکن ہی نہین ہے۔

دوسرا درجہ عصمت کا یہ ہے کہ اپنے سوامی کی محبت مین اسقدر مستغرق رہین

کہ جو عمر واُس سے سن وسال مین بزرگ نظر سے گذرے اُسکو اپنا باپ سمجھین اور جو اُس سے چھوٹا ہو اُسکو اپنا حقیقی بھائی یا بیٹا خیال کرین۔ اور تیسرے درجہ کی عصمت یہ ہے کہ شوہر کی الفت کا نشہ ایسا تیز ہو کہ اُسکی تصویر خیالی ہر وقت پیش نظر رہے اور سفر وحضر۔ خلوت وجلوت مین ہر لحظہ اور ہر ساعت خاوند کو اپنے پاس حاضر اور اپنے اقوال وافعال حرکات وسکنات کا نگران تصور کرین۔ شوہر کے سوا ہر ایک مرد کو بہائم اور چوپایون برابر سمجھین بلکہ بعض اوقات اپنے عزیزون سے بھی بات چیت کرنے مین تامل ہو اس اندیشہ سے کہ اتنی دیر تک سوامی ساجن کی یاد سے غفلت ہوتی ہے اور زندگی کی وہ ساعت بے کار اور بے مزہ گذرتی ہے۔

ان تین کے سوا جو عورتین چار بھائی بندون کے ڈر سے یا موقعہ نہ ملنے کی وجہ سے یا خطرناک انجام کے اندیشہ سے یا پسند کے قابل مرد دستیاب نہونے سے یا ان دلچسپ امور کی طرف خیالات منعطف کرنے کی فرصت نہ ملنے سے اپنی شرم اور آبرو کی حفاظت کرین اُنکی نگرانی موت کے وقت تک کرو کیونکہ جب تک سانس باقی ہے اور آنکھ مین دم ہے اُنسے بدکاری کی آس اور توقع رکھنا چاہیئے"

اب بتاؤ۔ اس زمانہ مین وہ کون عورت ہے جو مندرجہ بالا آخری اسباب کے سوا اور کسی وجہ سے اپنی عصمت وحیا کی حفاظت کرتی ہو۔ دنیا کا تجربہ کیلئے ملکون ملکون کی سیر کی۔ قرین قرین کی خاک چھانی اور ہمیشہ یہی جستجو رہی کہ کوئی عورت پردۂ عالم پر ایسی دستیاب ہو جاے جو فی الحقیقت عصمت کی خاطر سے باعصمت ہو تاکہ نوع انسانی کی اس معظم جنس کے چہرے سے بدکاری کا داغ دھل جاے مگر افسوس ہے کہ ایک جوان عورت بھی ایسی دریافت نہوئی جو موقع پاکر انکار کرتی اور جسکے فتح کرنے کی باقاعدہ کوشش بیکار ثابت ہوتی آنکھون سے دیکھا کہ حسین عورت اپنے جان نثار شوہر کی گود مین بیٹھی

ہوئی اغیار سے نظرین لڑا رہی ہے - ظاہر مین تو ہنس ہنس کر شوہر سے باتین کرتی ہے لیکن دراصل آشنا سے نظرون مین سو طرح کی حکایات ہو رہی ہے -

چشم دید واقعہ ہے کہ ایک عورت حیا اور وفاداری کی دیبی سمجھی جاتی ہے - ناز بردار شوہر اُسکے پاؤن دھو کر پیتا ہے لیکن ایک مسافر ہمسایہ مین فروکش ہوا اور تین ہفتون کے اندر عصمت وحیا کا ہلکا برف عشق جدید کی تیز نگاہون سے پگھل گیا -

کل کی بات ہے کہ ایک جفاکش نوعمر نوجوان فاقہ کشی کی زحمتین برداشت کرکے اپنی خوبصورت بیوی کی آرام وآسایش کا نگران رہتا تھا - صبح سے شام تک وہ محنت شاقہ کرتا کہ دیکھنے والون کو اُسپر ترس آتا تھا - اور یہ بوجہ اس امید پر ہلکا ہوجاتا تھا کہ سورج ڈوبنے کے بعد گھر پہونچکر معشوقہ کی ایک مسکراہٹ سے یہ سارا غم غلط ہو جائیگا - بیوی نے ایک آرسی کی فرمایش کی تو معمول سے زیادہ دیر تک محنت کرکے اپنے مختصر کیسہ کو تعمیل ارشاد کے قابل بنایا گھر پہونچا تو معلوم ہوا کہ ایک خوبصورت اور قیمتی چاندتارے کی جگمگاہٹ سے بیتاب ہوکر وہ ناپاک عورت فرار ہوگئی - !!!

زن دوست بود وے زمانے تا جز تو نیافت مہربانے
چون در بر دیگرے نشیند خواہد کہ ترا دگر نہ بیند

بیشک عورت کو دو بہت بڑے کمال حاصل ہین - اول تو یہ کہ وہ اپنی بدکاری شوہر سے خوب چھپاتی ہے اور دوسرے یہ کہ مردونکی شناخت مین اُسکو بڑا ملکہ ہے پہلے وصف کے متعلق تو انگلستان کی ایک معزز لیڈی[1] کی شہادت ہو کہ "شوہر کو کبھی اپنی عورت کی آوارگی کا یقین آہی نہین سکتا - وہ ہمیشہ اسی دھوکے مین مبتلا

[1] - دیکھو گبن حاشیہ تاریخ دوم -

رہیگا کہ اُسکی بیوی باعصمت اور حیادار ہے بشرطیکہ "عورت فریب دینے کی ذلت برداشت کرنا گوارا کرے" اور دوسرے کمال کی یہ کیفیت ہے کہ عورت چند فقرون چند ساعتون اور چند لمحون مین شناخت کرلیتی ہے کہ جس مرد سے وہ گفتگو کر رہی ہے وہ کس طبیعت اور کس پایہ کا آدمی ہے - یہ دنیا کا ایک مسلمہ ضابطہ ہے کہ کوئی عورت رنگین مزاج اور عاشق تن مرد سے کبھی نفرت نہین کرتی - اُسکے فتوحات اور تسخیرات کی داستانین سنکر وہ ظاہر مین ممکن ہے کہ خاموشی اختیار کرے لیکن دل مین اُسکی عظمت و وقار کی زر خرید کنیز بجاتی ہے اور جب اُس سے ملاقات کی نوبت آتی ہے تو اپنے حسن عالم افروز کا سب سے بہتر جلوہ اُسکو دکھاتی اور اپنی اداؤنکا سب سے اعلی ذخیرہ اُسکے سامنے صرف کرتی ہے"

"دیوانہ - بدکار - بدنگاہ - اور خطرناک" یہ پہلے الفاظ تھے جو لیڈی میلبورن نے بائرن کے متعلق اپنے روزنامچہ مین تحریر کئے لیکن جب وہ فیشن ایبل اپالو[1] ملاقات بازدید کے لئے میلبورن ہوس مین آیا تو فوراً سنگار میز کی طرف دوری تاکہ زیبایش اور آزمایش سے اپنے حسن کو وہ چند بنا کر دلایتی کنھیا کے سامنے جائے برخلاف اسکے جو شریف مرد اپنی آنکھونکی حفاظت کرنیوالے اپنی حیا کی نگہداشت کرنے والے اور دامن عصمت کو آلودگی سے پاک رکھنے والے ہوتے ہین یا جنسے بوجہ قریبی رشتہ داری کے رسم وراہ مین بے باکی مناسب نہین ہوتی اونکے سامنے یہ مکار فرقہ ایسی خوبصورتی سے گریہ مسکین بجاتا ہے کہ وہ اسکے خبث نفس سے سالہاسال مین بھی آگاہ نہین ہوسکتے -

دیکھو روما کے ایک مدبر شہنشاہ نے اپنی بی بی کو مسجود عالم بنوایا اور عصمت کی دیبی کا خطاب دیکر تمام شرفا سے اسکی پرستش کرائی اور دوسرے

[1] - سورج کا دیوتا - دیکھو نکلس لاف آف بایرن -

الوالعزم قیصر نے اپنی صاحبزادی کو مقدسہ کے باعزت لقب سے سرافراز کیا اور مذہبی عبادتگاہون مین اُسکے سنگین بت نصب کرائے حالانکہ انکی آوارگیونکی شرمناک داستانین آج تاریخ روم کو گندہ کر رہی ہین اور اُسوقت بھی سوائے باپ اور شوہر کے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان دونون کی بدکاری سے آگاہ نہ ہو۔

ہندوستان کی بدقسمتی سے آج ایسے ہی ناواقف اور ناتجربہ کار عورتون کے ساتھ حسن سلوک کے مشیر یا واعظ یا ناصح مشہور ہوتے ہین۔ ہمدرد نسوان عالم کا خطاب منظور فرماتے ہین اور ظریفون کا یہ چبھتا ہوا قول اُن کو بالکل یاد نہین رہتا کہ عورتون کے لئے مساوات حقوق کی کوشش کرنے والے پچھلے جنم مین خود عورت تھے ورنہ اس بدکار فرقہ کی اسقدر حمایت نہ کرتے۔ کل شیئ یرجع الی اصلہ۔

غرض اس نجس اور ناپاک جنس کی مکاریان۔ بدکاریان۔ بے وفائیان اور بے حیائیان کہان تک بیان کی جائین۔ دنیا کی تاریخین ان کی گندہ کہانیون سے بھری ہین۔ فلسفہ اخلاق کی کتابین ان کی شرمناک داستانون سے پر ہین اور معاشرت انسانی کے صحیفے ان کے بیہودہ افسانون سے لبریز ہین بلکہ عالم کے تمدن مین قابل اعتراض خامی باقی رکھنے کا باعث یہی بےشرم فرقہ ہے کیونکہ ابتداے افرینش آدم سے اسوقت تک دنیا مین جتنے فسادات جتنے نقایص۔ جتنے عیوب جتنی برائیان۔ جتنی لڑائیان۔ جتنی خونریزیان اور جتنے گناہ سرزد ہوئے ہین اُن سب کی سچی اور پوشیدہ تاریخ دریافت کرو تو ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک بدی کی علت العلل عورت ہی کی ذات والاصفات ہے۔

توان در بلاغت بہ سحبان رسید نہ در کنہ بیچون سبحان رسید

حقیقت یہ ہے کہ مشرق مین عموماً اور ہندوستان مین خصوصاً عورتون کی عزت اُس سے بہت زیادہ کی گئی جتنی کہ اس ناپاک جنس کی کرنا چاہیئے تھی۔ مناسب تھا کہ ہم اسکو لوہے کی زنجیرون سے باندھکر رکھتے۔ اس کے پیرون مین ایسے وزنی کڑے ڈالتے کہ اسکو حرکت کرنا محال ہوتا۔ اسکی آنکھون کی خطرناک اور مہلک چمک دمکتے ہوے لوہے کے انگارون سے ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیتے۔ اسکے گلابی رخسارون پر نیل کے بدنما اور ڈراونے ٹیکے لگواتے۔ اسکے نازک ہونٹھ جنکا قیامت خیز تبسم زاہد صد سالہ کو تسبیح و مصلا فراموش کرادیتا ہے سوئی اور ڈورے کی مدد سے ہمیشہ کے لئے بند کر دیتے۔ اُسکی مشکین زلفین جو آج نوجوانون کے کلیجون پر سانپ کی طرح لوٹتی ہین مقراض سے تراش کر آگ مین جلا دیتے اور اُسکے منڈے ہوے سر پر صبح شام روزمرہ گرم لوہے سے داغ دیتے تو بیشک ہم عورت کے حقوق سے کسیقدر سبکدوش ہوتے اور دنیا تہذیب و شایستگی کی سر بفلک منازل کو نہایت سرعت سے طے کرتی۔ مگر ہمنے غلطی سے اس مہیب دیو نی کو پری سمجھا۔ معشوق بنا کر رکھا۔ سر اور آنکھون پر جگہ دی۔ اسکی بے حیائیون کو فراموش کیا۔ بیوفائیون پر خاک ڈالی۔ لڑکپن مین ماں سمجھکر تعظیم کی۔ بہن خیال کرکے پیار کیا۔ جوان ہوے تو محبوبہ اور یار غمگسار اسی جنس سے تلاش کیا۔ بڑھاپے مین بیٹی بنا کر سینہ سے لگایا غرض مدت العمر اسکو آنکھون کا نور۔ دل کا بہلاؤ۔ اور کلیجہ کی ٹھنڈک سمجھتے رہے۔ جو خود کھایا وہ اُسکو کھلایا جو آپ پہنا اُس سے بدرجہا بہتر ہمیشہ اُسکو پہنایا بلکہ یہی فکر دامنگیر رہی کہ اس کمزور جنس کو کسی قسم کی کوئی ایذا نہ پہونچنے پائے۔ اور اسکو یہ حسرت خیز خیال نہ پیدا ہو کہ

معاشرت عالم مین فی الحقیقت وہ نہایت ہی ذلیل اور کم رتبہ سمجھے جانے کے قابل ہے۔

مثل ہے کہ جھوٹ پر جھوٹ سچ ہوتا ہے۔ ہمنے غلطی پر غلطی کی کہ اس بد دماغ گروہ کو روشن خیال بنانے کے لئے لکھنا پڑھنا بھی جائز قرار دیا۔ پہلے تو مذہبی عقائد اور ضروری مسائل پر اکتفا تھا اب میدان اجازت کو یہانتک وسیع کیا کہ تاریخ و جغرافیہ۔ ریاضی و طب کی تحصیل بھی بشرط فرصت و موقع مباح کر دی لیکن اس مکرر غلطی کا انجام یہ ہوا کہ مساوات حقوق کا خیال پیدا ہونے لگا اور کمینہ عورتین ہماری ہمسری کا دعویٰ کرنے لگین۔ کس نیا موخت علم تیر از من + کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد۔ خیر کیا مضائقہ ہے۔ ہمنے بھی سمجھ لیا ہے کہ ہانڈی پھوٹی تو پھوٹی۔ اب اسی فلسفیانہ تعلیم پر کاربند ہونا چاہیئے۔ جو شیخ شیراز نے چھ سو برس ہوے سکھائی تھی جسپر اگر ہم برابر عمل کرتے رہتے تو آج یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ یعنی۔

اگر نیک بودے سرانجام زن زنان را مزن نام بودے نہ زن

بس۔ بس۔ جناب یہ گفتگو موقوف کیجئے۔ بندہ رخصت ہوتا ہے۔ اب آپ مارپیٹ پر تیار ہو گئے تو مین آپ سے کچھ بحث نہین کر سکتا۔ عورتون کی طرف سے صرف اسقدر جواب دئے جاتا ہون کہ

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے بایں ہمہ
ذکر میرا مجھسے بہتر ہے کہ اوس محفل مین ہو

بقلم امیر احمد علوی۔ بی۔ اے
لکھنؤ۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

راقم
نہ ستائش کی تمنا نہ صلہ کی پروا
گر نہ خوش ہو مری تحریر سے کوئی نہ سہی

فضا

سمان کیا شب کو دلکش ہی فضائے آسمانی کا
ہی کون اوڑھے ہوئے آبی دوپٹا کامدانی کا

دوپٹا تو نہین ہی یہ مقیشے چھت مین لٹکتے ہین
چراغان یا کسی گھر مین ہی یا جگنو چمکتے ہین

نہین دیکھے مگر اس قدر کی جگنو آج تک مین نے
بہت دیکھی مگر اُن مین نہ دیکھی یہ چمک مین نے

ارے توبہ ستارون پر ہوی کیا کیا گمان دیکھو
خیالات ایشیا کے لے گئے مجھکو کہان دیکھو

تو کیا صرف ایشیا ہی نے فلک کو شقف مانا تھا
وہ ہی یونان جسکے سینس نے ایسا ہی جانا تھا

یہی قصے زبانون پر یہی علمی بیانون مین
کہ سب تارے نگینے سے جڑے ہین آسمانون مین

وہ شیشے کی سی اک چھت ہی فلک یہ ہی گرچہ نام اُسکا
نہ ممکن خرق اُسکا ہی، نہ ممکن التیام اُسکا

یقین یہ تھا کہ گردش فطرتی ہی چرخ کی مین
زمین ساکن ہی اور ہی چرخ اسکے گرد چکر مین

یقین یہ تھا کہ تارے چرخ کے ہمراہ پھرتے ہین
فقط تارے ہی کیا ہین بلکہ مہر و ماہ پھرتے ہین

وہ ناواقف کہ سیارون کو گردش ہی خلا ہی مین
معلق زور قانون کشش سے ہین فضا ہی مین

وہ ناواقف شہابون سے کہ کیا کیا اُن مین اجزا ہین
ستارے ٹوٹتے کیونکر ہین شعلے جن سے پیدا ہین

بڑا تارا اگر کوئی زمین تک ٹوٹکر آیا
تو اُسکے مادی اجزا سے لوگون نے حجر پایا

نظر آتا ہی تارا ٹوٹتا پھر اُس مین شک کیا ہی
کہان وہ گرز ملا کا ہی جو شیطان پہ چلتا ہے

جو گرز آتشین ہی پر کرو تم ضد تو لا حاصل
بدیہی امر سے مذہب پہ حرف آئی تو کیا حاصل

نظر تارا کہے، تم گرز سمجھو، ہی خرد حیران
یقین سے ضد تو مشکل ہی مگر تاویل ہی آسان

فضا مین سیکڑون دُم دار سیارون کی لشکر ہے
ہین مشکلین جنکی نظرون مین لون پر انکی ہیبت ہے

کروڑون میل طول انکا ہی لاکھون میل عرض اُن کا
مٹے دنیا، بوٹکرا کر زمین کو ہو گذر اُنکا

قوی ہین بعض ایسے جنکی قوت رہتی ہی غالب
نہین آتے ہین بس مین گو کشش سے شمس طالب

وہ گرد شمس پھرتے ہین کشش غالب کی چنبر
کشش مین جو نہ آئے وہ الگ ہی کھاتے ہین چکر

بہت ہی فاصلہ رہتی ہین دور آنکھوں سے اکثر وہ
کبھی نیچے، کبھی اوپر جو گردِ شمس تارا ہو
نظر جو سمر کے اوپر ہمکو نیلی رنگت آتی ہے
کرہ ہی ماہ اُسی گرد زمین گردش خلا میں ہے
بر و دت کی نہین کچھ حد، یہ ہی ایک طرفہ بات ہے
مگر یہ نیچ مین دنیائی حالت پائی جاتی ہے
فضا کتنی ہی، اسکو عقل انسان پا نہین سکتی
جو ہین دم دار سیارے فضا مین دو نظر وہ سے
نہین اے شوق لیکن نیلگون رنگت مسقف شے

لطیف و رقت جن کی ہی نظر آتے ہین کمتر وہ
تو سقف آسمان کا کس طرح قائل نظارا ہو
شعاعون کے ہوا لتی ہی تو یہ رنگ پاتی ہے
پہاڑ اُس مین نظر آتی ہین لیکن شک ہوا مین ہی
یقین یہ ہی کہ رہتا ہو نہ کوئی ذی حیات اُسمین
وہ ایک ایسا کرہ ہی جسمین خلقت پائی جاتی ہی
نظارے کی احاطہ مین حد اُسکی آنہین سکتی
تو ممکن ہی کہ ہون افلاک بھی مسطور نظرون سے
فلک ہو تو کہین ہو، یہ فضا ہی ہی، ہوا ہی ہے

احمد علی۔ شوق۔ قدوائی

علم الشہب

آج ہر نہایت قوی کے ساتھ جناب مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم۔ اے منشی فاضل کا ایک مضمون "الناظر" مین درج کرتے ہین جسکو میٹیارالک استرانومی یعنی "علم الشہب" پر ہے۔ جناب موصوف الصدر اردو کی علمی قابلیت سے لوگون کو واقف کرنے کی زیادہ ضرورت نہین ہی اسلیے کہ "اثبات واجب الوجود" اور "قوت خیال" ان دونون کتابون نے اردو کی علمی دنیا مین آفتاب کیطرح چمکا دیا ہی۔

"اثبات واجب الوجود" پر حضرت۔ شوق۔ قدوائی کا ریویو اسی نومبر کے "الناظر" مین شایع ہو چکا ہی اور "قوت خیال" پر بھی انھین کا ریویو نظارہ طلب ہی۔ امید حضرات ناظرین اور بھی جناب مفتی صاحب کی علمی عظمت اور قلمی قوت سے واقف ہو گئے ہونگے۔

"الناظر" کے صفحے "علم الشہب" کے اس بلند پایہ مضمون سے ایسی بلندی پر پہونچے ہین جو گو یا شہابون سے بھی اوپر نکل گئی ہم جناب مفتی صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے بعد یہ امید کرتے ہین کہ آیندہ بھی وہ "الناظر" اون کے عالمانہ قلم اور فاضلانہ مذاق سے عزت پاتا رہیگا۔

ایڈیٹر

زمنجنیق فلک سنگ فتنہ می بارد
من ابلہانہ گریزم بہ آبگینہ حصار

شاید یہ بات عرفی نازک خیال کے وہم و گمان مین بھی نہ گذری ہوگی کہ اسکا وہ مضمون جو آج اپنے مجازی معنون مین بھی مبالغہ آمیز معلوم ہوتا ہی۔ ایک دن مشاہدہ اور تجربہ ثابت کردیگا کہ وہی مضمون حقیقت مین حقیقت کے ادا کرنے سے بھی قاصر ہی۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر اہل مغرب انصاف کو ہاتھ سے ندین تو جو بات انکے علما و فضلا آج ہزارون کوششون اور لاکھون محنتون کے بعد ثابت کرتے ہین وہ بات مشرقی شعرائے بلند پرواز کے خیال مین سیکڑون برس پہلے گزر چکی ہے۔ مثال کی طور پر اسی ایک مسئلے کو لیجئے۔ ایشیا والے تو خیر بیچارے جاہل نادان ہین۔ مگر یورپ کے اہل علم بھی کتنے ہین جو اس شعر کی بلا مبالغہ صداقت اور لغوی معنون کی سچائی کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہین۔ اور فی الواقع یہ بات بھی اتنی عجیب معلوم ہوتی ہی کہ اگر ایسٹرانومی۔ یعنی موجودہ علم نجوم کے فاضلون کے مشاہدے ہماری تائید کے لیے مستعد نہ ہوتے تو ہم خود بھی ہرگز اسکو صحیح نہ مان سکتے۔ مگر موجودہ علوم و فنون کی روز افزون ترقی نے جہان اور بہت سی نئی نئی باتین معلوم کی ہین۔ وہان ایک یہ بھی ہے۔ اسکی توضیح کے لیے ضرور ہے کہ ہم ان مشاہدون کا اجمالی ذکر کرین جو ہمارے بیان کے لیے شاہد صادق ہین یہ تو ظاہر ہے کہ خدا نے اس چھوٹے سے کرۂ زمین کے ننھے ننھے آدمیون کے حوصلے بڑے اور دماغ عالی بنائے ہین۔ اور یہان والون کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ اس عظیم الشان آسمان اور اوسکے بیشمار چمکتے ہوئے تارون کا حال دریافت کرین۔ اسی فراخ حوصلگی اور عالی خیالی نے علم نجوم کو شروع ہی سے دلپسند بنا رکھا ہی اور اگرچہ آجکل اسکے بہت سے نتائج جو ایک زمانے مین صحیح اور مستند مانے جاتے تھے غلط اور ناقابل

اعتبار سمجھے جانے لگے ہین - مگر انکی بجائے اور بہت سی نئی دلچسپیان پیدا ہو گئی ہین - جنکی وجہ سے اسکی مقبولیت مین اسکے سوا اور کچھ فرق نہین آیا کہ اب اسکا مرکز مشرق سے مغرب اور ایشیا سے یورپ بنگیا ہی - بہرکیف اس علم کی معلومات اب بھی بہت کچھ دلکش ہین اگرچہ وہ ہماری آیندہ زندگی کے حالات کی نسبت خاموش ہین - ان معلومات مین شاید نہایت عجیب و غریب مشاہدے علم نجوم کے اس شعبے مین کیے گئے ہین - جسکا تعلق شہابون سے ہے اور جو اسی وجہ سے علم الشہب (میٹیارک اسٹرانومی) کہا جاتا ہی - اور یہی مشاہدے یہان ہمارے بیان کی تصدیق بھی کرتے ہین -

علم الشہب کے محققین کا سب سے عجیب مشاہدہ پہلے ہی بیان کر دینا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ کرۂ ارض اپنے دورۂ شمسی مین بے انتہا شہابون مین سے ہوتا ہوا گزرتا ہی - اور انمین سے کثیر التعداد شہابے اس ناخوش آیند اور ناخواندہ مہمان کو نشانہ بنایا چاہتے ہین - لطف یہ ہے کہ انکا نشانہ گویا نشانۂ تقدیر ہی کہ کبھی بھولکر بھی خطا نہین کرتا - وجہ ظاہر ہے - خود زمین کی کشش ثقل ہی اس فضاے جو مین پرواز کنان اجرام کو اپنی طرف کھینچتی ہی - اور وہ بیتحاشا اس سے بغلگیر ہونے کے لیے دوڑتے ہین - اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی - یہ بھی نہین ہے کہ وہ محض کرۂ ہوا کو چھوتے ہوے نکل جاتے ہون - جیسا کہ چند دنون پہلے خیال کیا جاتا تھا - بلکہ وہ سیدھے زمین کی طرف آکر یہان کے رہنے والون سے ملنا چاہتے ہین - اُنکی رفتار اگرچہ اجرام فلکی کی تیز گردیون کے سامنے گرد سے - مگر پھر بھی انسانی صنعت کے تیز سے تیز گولون سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے - حجم مین اگرچہ انمین سے اکثر بہت چھوٹے ہوتے ہین - یہان تک کہ بعض معمولی توپ کے گولون کی برابر بھی نہین ہوتے - مگر یہ امر کچھ تسلی بخش نہین - کیونکہ انکی سرعت رفتار اس

کوتاہ قامتی کی تلافی کر دیتی ہے۔ اور انمین سے چھوٹے سے چھوٹے شہاب ثاقب کی قوت [illegible] بھی کس طرح بڑی سے بڑی توپ کے گولے سے کم نہین ہوتی۔

یہان پہونچکر دل مین آن آسمانی گولون سے کچھ ڈر سا پیدا ہونے لگتا ہے۔ مگر ابھی تک ایک وجہ تسلی کی باقی ہے۔ ہر شخص خیال کرتا ہے کہ ٹوٹنے والے تارے ایسے کثرت سے نہین ہوتے ہین۔ چاندنی رات مین آسمان پر نظر ڈالیے تو کبھی کبھی ادھر ادھر کسی حصے مین ایک آدھ تارا ٹوٹتا نظر آتا ہے۔ اور وہ بھی کبھی سیدھا گرتا معلوم نہین ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ ایک طرف کترا تا ہوا نکلا جاتا ہے اور دم بھر مین نظرون سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس طرح اگر رات بھر مین دس بیس یا سارے دن رات مین تمام آسمان پر سو پچاس تارے ٹوٹتے ہون تو کیا زمین وسیع ہے اور ہم جیسے انسان خفیف الجثہ ایسے چھوٹے چھوٹے ہون مین پڑے ہوئے ہین۔ گرتے ہوئے تارون کی آماجگاہ بننے کے لیے پانی کی کروڑون [illegible] میل سطح کھلی پڑی ہے۔ گریں تو زیادہ تر وہین گرینگے۔ اگر کہین خشکی پر گرے بھی تو سوڈان جیسے بہت سے صحرا اور ریگستان خالی پڑے ہین۔ بلکہ آسمان سے دل کا ٹکڑا وہین گرے جہان سے گوشہ عزلت مین دبکا پڑا رہنے دے۔ ظاہر ہے کہ دل کو تسلی کے لیے یہ استدلال بہت کافی ہے۔ مگر اُن مشاہدہ کرنے والون کو کیا نہ کہین۔ انھون نے اطمینان کی یہ وجہ بھی نہ چھوڑی۔ حقیقت مین ان ٹوٹنے والے تارون کی تعداد کا صحیح اندازہ ہم لوگ تو کیا۔ زیادہ سے زیادہ مبالغہ کرنے والے ایشیائی شاعر کے تصور سے بھی زیادہ ہے۔ بلکہ بہت دنون تک محققین علم الشہب بھی اُنکی کثرت پر حیران رہے۔ اور سچ بھی ہے۔ آدمی کا قیاس کہان تک جائے گا دن بھر مین سو پچاس نہین ہزار سہی۔ اچھا یہ شمار بھی اگر کم ہو تو لاکھ سہی۔ اب تو

ہمنے بے انتہا بڑھا دیا بیشک بہت بڑھا دیا۔ مگر ابھی تک واقعی تعداد کے عشر عشیر تک بھی نہین پہونچے۔

امریکہ کے ایک نامور پروفیسر سائمن نیوکومب نے نہایت یقینی اور ناقابل شک طریقے سے یہ تخمینہ کیا ہے کہ ہر سال زمین پر ایک کھرب ۶ ہم ارب شہابے گرتے ہین۔ یا یون کہیے کہ روز چالیس کرور۔ اس مین کلام نہین کہ انمین سے اکثر ایسے ہین کہ دوربین کی غائر اور تیز نظر کے سوا نظر نہین آسکتے مگر یہ ہم پہلے ہی کہہ چکے ہین کہ مورا شنبم طوفان۔ آدمی کی جان لینے کے لیے انمین سے کوئی بھی میکسم توپ کے گولے سے کم نہین ہے۔

یہان طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان آسمانی گولون کی اس بہتات کے باوجود بھی کیا وجہ ہے کہ کئی برسون مین بھی یہ بات سننے مین نہین آتی کہ آج فلان شخص ایک شہابے کے گرنے سے مرگیا۔ حالانکہ انکی تعداد اسقدر زیادہ بتائی گئی ہے۔ کہ اگر سو مین سے ایک بھی آدمیون پر گرتا تو ایک ہی سال مین صفحہ زمین پر سے انسان کا نام و نشان غلط کی طرح مٹ جاتا۔ آخر یہ عظیم الشان ذرہ جو آگ کے دریا کو روا ندارون کو لیے برق و باد کی رفتار سے فضا سے نیچے مین آڑا جاتا ہے جس سے زمین کو قیام ہے نہ رات کو قرار ہے جب اس پر چوبیس گھنٹون مین آسمانی گولہ انداز چالیس کرور فیر کریگا تو اسکے رہنے والون کا کہان پتہ ملے گا بیشک یہ سوال بجا ہے۔ مگر جو کچھ ہمنے کہا ہے وہ بھی غلط نہین۔ ہان یہ ہے کہ سنگ نشتہ کی دھوان دہار بوچھارون کا تو ذکر ہوا۔ مگر ابھی آبگینہ حصار کا بیان نہین آیا۔

جس صناع لایزال و لم یزل نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان ضعیف کی چشم [illegible]

اُسی خلاق ذوالجلال و بے بدل نے اپنی حکمت بالغہ سے اسکے گرد ایک ایسی عجیب ڈہال قائم کی ہو کہ کوئی بحری جہاز اپنے ایک گز کے دل کی فولادی چادر مین بھی اتنا محفوظ نہ ہوگا - یہ ڈہال واقعی ایک عجیب چیز ہے - اور وہ ہے کیا - کرہ باد - کیا شان ایزدی ہے کہ اسنے ہوا جیسی رقیق اور بے جسم شے کو اجرام فلکی اور اجسام سماوی کی روک کے لیے دیوار بنا دیا ہے - اور کرہ خاک کو اس حصار سے مضبوط کیا ہی - بات یہ ہے کہ ہوا اگرچہ نہایت رقیق اور لطیف چیز ہے - مگر سریع السیر اشیا کی سخت مخالفت کرتی ہی - اور جسقدر رفتار تیز ہوتی جاتی ہی - اسیقدر اسکی یہ طاقت مقابلہ بڑھتی جاتی ہے - اب یہ تو ہم لکھ ہی چکے ہین کہ ان ٹوٹنے والی تارون کی رفتار توپ کے گولون سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہی - چنانچہ اندازہ کیا گیا ہے کہ یہ اجسام کرۂ باد مین آکر زمین کا رخ کرتے ہین تو انکی رفتار عموماً ۲۰ اور ۳۰ میل فی سیکنڈ کے درمیان ہوتی ہی - بس جب یہ گولے کرۂ ہوا مین داخل ہوتے ہین تو ہوا کی مخالفت اور رگڑ سے حرارت پیدا ہوتی ہی - جو آناً فاناً بڑھ جاتی ہے - اور چونکہ اجسام کا زیادہ تر حصہ آتشگیر دون اور بخارات کا بنا ہوا ہوتا ہے - اس لیے فوراً ان مین آگ لگ جاتی ہی اور انکی وہی سرعت رفتار انکو فنا فی النار کر دیتی ہی یہ شہاب اکثر ہوا کی بیس پچیس میل سے زیادہ موٹے پرت کو نہین چیر سکتے اور بالعموم یہ سب کچھ کام ایک دو سیکنڈ مین ہو جاتا ہے - زیادہ تر یہ ستارے زمین سے ستر میل کی بلندی پر اگر مشتعل ہو جاتے ہین اور نظر آنے لگتے ہین - اور پچاس میل تک آتے آتے جل بھسکر خاک ہو جاتے ہین -

انکی زمین سے دوری ہی دور فنا ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہی کہ چونکہ ان پر کشش ثقل کی طاقت کے علاوہ خود انکی رفتار کی سمت کا بھی اثر ہوتا ہے - اس لیے انکا راستہ بالکل عمودی نہین ہوتا - بلکہ وہ کرۂ ہوا کو ترچھا کاٹتے ہوے جاتے ہین

اور اس طرح اپنے بنیس تیس میل لمبے سفر زندگی مین وہ ۸۰ - ۱۰ میل سے زیادہ نیچے نہین اُترتے - ہان کوئی کوئی شہابہ جو بہت بڑا ہوتا ہے اور جس مین کچھ فلزاتی اجزا بھی زیادہ ہوتے ہین - اُسکی روشنی بڑی تیز اور اکثر اوقات رنگین ہوتی ہے برسون مین کبھی کوئی شہابہ بھی گر جاتا ہے - جسکے اجزا اتنے سخت ہوتے ہین کہ وہ اس آگ مین بالکل بھسم نہین ہوتے اور آخر زمین پر گر پڑتے ہین لیکن ایسا بہت کم اتفاق ہوتا ہے - اور عموماً یہ کثیر التعداد ٹوٹنے والے ستارے کرہ ہوا ہی مین جل بھُنکر خاک ہو جاتے ہین - انکی خاک چونکہ نہایت ہی باریک ہوتی ہے اس لیے بہت آہستہ آہستہ نیچے اُترتی ہے - لیکن اُترتی ضرور ہے - اور آخر کار فرش زمین پر اس کا نہایت باریک اور ہلکا سا پرت جم جاتا ہے - علمائے سائنس نے بعض بلند مقامات کی خاک جمع کی ہے اور اُسکا کیمیائی امتحان کرنے پر ثابت ہوا ہے کہ وہ بعینہٖ انہی اجزا یعنی نکل - کوبالٹ لوہا اور فاسفورس سے مرکب ہے - جن سے شہابے بنے ہوئے ہوتے ہین اور جن کی ترکیب ان پتھروں سے دریافت کی گئی ہے - جو وقتاً فوقتاً زمین تک پہونچتے ہین -

بہرکیف خدا کی قدرت ہے کہ اس نے اس کرۂ خاک کو کیسے عجیب و غریب گرد و نواح کا نشانہ بنا کر کیسی رقیق اور لطیف شے سے محصور اور محفوظ کیا ہے - سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا -

محمد انوار الحق

فلسفۂ خیال

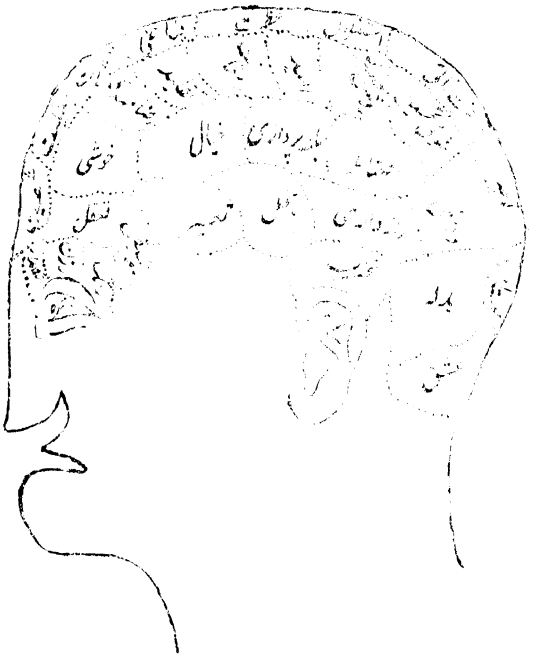

مطالعہ ڈھس کا خیال بالکل صحیح ہے کہ "انسان کے لیے اپنے ذاتی تجربات اور ذہنی تصورات کا حال معلوم کرنا بیشمار فوائد کا موجب ہوتا ہے" بعینہٖ ہر کسی عمدہ ایجاد کو دیکھتے ہیں تو موجد اور صانع کی اس تخیلی اور تیز نظری کی داد تحسین آنکھوں کے راستہ سے پھر جاتی ہے دیکھئے دن کی سرسبز پھولوں کی خوبصورتی۔ پرندوں کی سریلی آواز اور خود حضرت انسان صانع قدرت کی بہترین صنعت کا بالکل نمونہ ہونے کی حقیقت سے اس حکیم علی الاطلاق کی کمال فراست و دانائی کو ثابت کرتا ہے ؎

کسی نے صانع قدرت کی داد کیا ملتی خود اپنے ہاتھ کے ہونے تجھے بنا کر لیے

خالق عالم کی عجیب و غریب صنعتون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر ایک صنعت انواع و اقسام کے فوائد سے معلو ہی۔ قوت خیالیہ ہی کو لیجئے۔ اس سے انسان کو روزمرہ کی کاروبار مین کسقدر فوائد حاصل ہوتے ہین۔ اگر یہ مفید قوت انسان کو عطا نہ کی جاتی حواس ظاہری کی ساری محنت برباد جاتی۔ انسان کسی صورت اور واقعہ کو بھی اعادۂ خیال مین نہ لاسکتا اور نہ کسی مفید و غیر مفید شئی۔ یا دوست و دشمن مین فرق کرسکتا۔

واضح ہو کہ خیال کا کام یہ ہی کہ ان ظاہری صورتون کو جو بذریعہ حس مشترک معلوم ہوتی ہون اور اون صورتون کو جو حس مشترک مین جمع ہوگئی ہون اور اُن محسوسات کو جو انمین سے غائب ہوجائین۔ ان سبکو بحالت اصلی اوسی کیفیت پر حاضر کرسکے۔

قوت خیالیہ کے دو اقسام ہین **تخئیل** اور **تخیّل**:-

تخئیل کے لغوی معنی ہین۔ خیال کرنا۔ اور یہ خیال صرف عقلی اور ذہنی ہوتا ہی یعنی تخلیل قوت خیالیہ کے ایک ایسے طریق عمل کا نام ہی۔ جو معقولات۔ اور مرئی و غیر مرئی امورات سے متعلق ہو۔ عام ازینکہ اونکی ابتدائی حالت معقولی ہو یا محسوسی۔ مرئی ہو یا غیر مرئی جیسے ہم نے ایک کل ایجاد کی جو اس سے پہلے دنیا مین رائج نہ تھی۔ اور کبھی ہم نے اوسکا نام تک نہ سنا تھا۔ گویا ہماری قوت متخیلہ نے عقلی طور پر ایک عجیب اور نادر خیال پیدا کرکے ایک نئی بات ایجاد کی۔

تخئیل باعتبار حالات دو قسم پر ہی۔ تخئیل عقلی اور تخئیل حسی

تخئیل عقلی۔ جسکے حالات صرف عقل ہی سے منضبط ہون۔ جیسے کسی شخص کا کسی نئے خیال کا پیدا کرنا۔

تخئیل حسی۔ جسکی ابتدائی حالت صور محسوسہ سے شروع ہوتی ہو اور اوس کا نتیجہ معقولات پر ختم ہوا ہو جیسے آفتاب کو بذریعہ حس باصرہ دیکھنا اور پھر اوسکی بابت عقلی طور پر نئے نئے خیالات پیدا کرنا۔

تخیل کے معنے ہین خیال مین لانا۔ اور وہ صرف صور اور امورات محسوسہ سے متعلق ہوتی ہے یعنی تخیل قوت خیالیہ کی اوس حالت کو کہتے ہین جو محسوسات اور مرئی اشیاء سے متعلق ہو۔ جیسے ہم نے کسی شخص سے سنا۔ کسی کتاب مین پڑھا یا اپنی آنکھون سے دیکھا کہ فلان شخص نے فلان کل ایجاد کی، اور اس نئے واقعہ کو ہماری قوت خیالیہ نے اپنے طبعی خزانہ مین داخل کرلیا تخیل کی پانچ قسمین ہین۔

باصرہ ۔ شامہ ۔ سامعہ ۔ ذائقہ ۔ لامسہ

باصرہ۔ آنکھ سے متعلق ہے۔ جیسے۔ کسی جانور وغیرہ کو دیکھ کر اوسکی صورت مرئیہ کو خیالی خزانہ مین لانا۔

شامہ۔ ناک سے متعلق ہے۔ جیسے پھول کا سونگھنا۔ اور اوسکی حالت محسوسہ کو خیال مین جالینا۔

سامعہ۔ کان سے متعلق ہے۔ جیسے۔ کسی راوی سے کسی موجودہ یا گذشتہ واقعہ کو سننا اور اوسکی حالت مسموعہ کو خیال مین جمع کرنا۔

ذائقہ۔ زبان سے متعلق ہے۔ جیسے۔ کسی چیز کا چکھنا اور مزہ معلوم کرکے خیال کو اوس سے مانوس بنانا۔

لامسہ۔ چھونے سے متعلق ہے۔ جیسے۔ کسی شئے یا حالت شئے کو بذریعہ لمس معلوم کرنا اور اوس حالت ملموسہ کو خیال مین لانا۔

ذیل کے نقشہ سے ہمارا مضمون بخوبی ذہن نشین ہوجائے گا

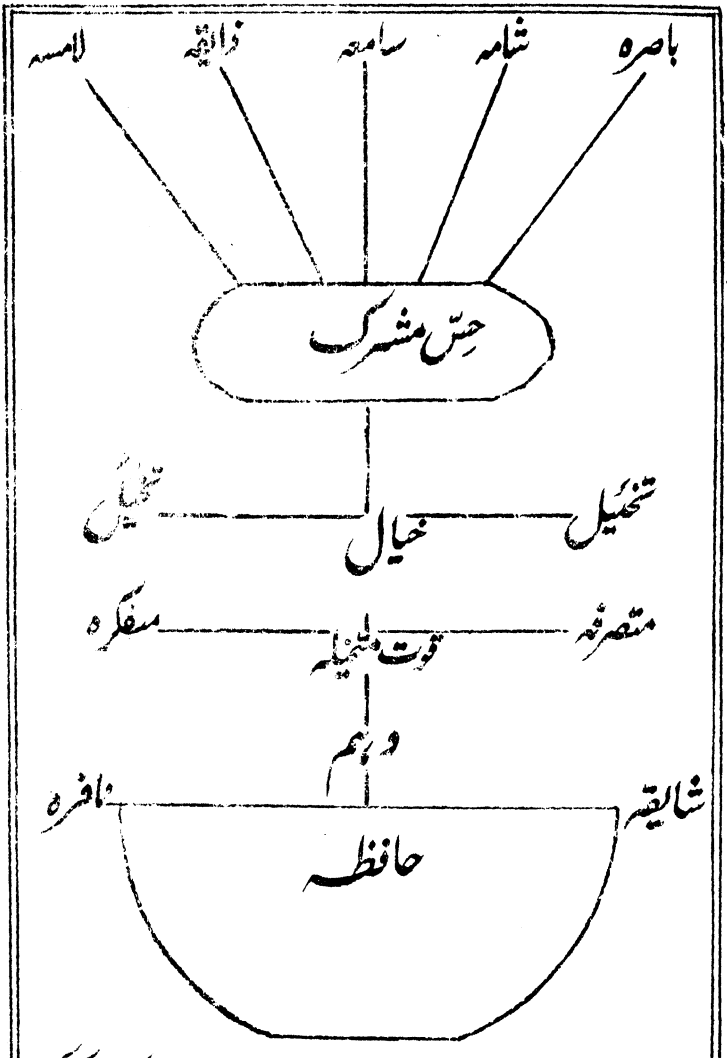

صورت محسوسہ - ظاہری پانچ حواسوں[۱] کے ذریعہ سے ہم جس صورت کو محسوس کرسکیں

[۱] حواس ظاہری - باصرہ[۱] - شامہ[۲] - سامعہ[۳] - ذائقہ[۴] - لامسہ[۵] -
حواس باطنی - حسِ مشترک[۱] - خیال[۲] - قوت متخیلہ[۳] - وہم[۴] - حافظہ[۵] -

حسِ مشترک ۔ اوس قوت کا نام ہی جو حواس خمسۂ ظاہری کی رسائت ۔ صور محسوسات کو حاصل کرتی ہی ۔ گویا حس مشترک پر صور محسوسہ کا استحصال موقوف ہی ۔ جو کچھ حواس ظاہری سے دریافت ہو ۔ اس مین پہونچتا ہی ۔ اسی سبب سے اسکو مشترک کہتے ہین ۔ اور اسکی جگہ دماغ کے بطن اول کا مقدم ہی ۔

خیال ۔ وہ قوت ہی جو حس مشترک کی حاصل کی ہوئی صورتون کو قبول کرتی ہی ۔ گویا یہ حس مشترک کا خزانہ ہی ۔ اور اسکا مقام دماغ کے بطن اول کا مقدم ہی ۔ گویا یہ دونون قوتین دماغ کے بطن مقدم مین ہین ۔

متخیلہ ۔ اسکو متصرفہ بھی کہتے ہین ۔ جو صور محسوسہ کہ خیال مین موجود ہوتی ہین اون مین یہ تصرف کرتی ہی ۔ اور یہ تصرف یا ترکیب کے ساتھ ہوتا ہی جیسے ۔ دوسرا آدمی تصور کرنا ۔ یا تفصیل کے ساتھ ہوتا ہی ۔ جیسے انسان کو بے سر کا تصور کرنا ۔ اور یہ فساد تخیل کی ایک قسم ہی ۔

اور اس قوت مین تصرفات اسطرح ہوتے ہین کہ وہم صورت متخیلہ اور معانی جزئیہ مین اس سے خدمت لیتا ہی ۔ اس لیے کہ جب یہ قوت عقل کی اطاعت کرتی ہی ۔ اور نفس ناطقہ کی خدمت کرتی ہی تب اوسکا نام متفکرہ ہوتا ہی ۔ اور اس قوت کا نفس ناطقہ کی خدمت کرنا سوائے انسان کے اور کسی جاندار مین نہین ہوتا ۔ اسلیے کہ متفکرہ نہین پائی جاتی مگر انسان مین ۔ اور اس قوت کی جگہ وہم اور خیال کے درمیان ہی ۔

وہم ۔ یہ قوت اون معانی جزئیہ کو ادراک کرتی ہی جو محسوسات سے تعلق رکھتے ہین جیسے ۔ دوست کی دوستی اور دشمن کی دشمنی ۔ اسی واسطے بکری بھیڑیے کو دیکھتے ہی بھاگ جاتی ہی اور جس سے مانوس ہوا اوسکی طرف آتی ہی ۔ اور اس قوت کی جگہ دماغ کے بطن اوسط کے آخر مین ہی ۔

حافظہ ۔ یہ قوت اون امور کو جنھین متفکرہ یا متوہمہ نے دریافت کیا ہو حفاظت سے

رکھتی ہی۔ اور اسکو متذکرہ بھی کہتے ہین۔ اسلیئے کہ بھولی ہوئی چیزون کو یاد دلاتی ہی اور یہ متوہمہ اور متخیلہ کا خزانہ ہی۔ اسکی جگہ دماغ کا بطن موخر ہی۔

بعض اطبا کا بیان ہی کہ خیال اور حس مشترک مرادف ہین۔ لیکن فلاسفہ ذہنی اس ترادف سے انکار کرتے ہین اون کے نزدیک خیال اور حس مشترک دو قوتین ہین اور اون کے حالات اور خصوصیات آپس مین متباین ہین۔ ان دو نون قوتون مین فرق بیّن طور پر موجود ہی۔ مثلاً جب ہم حواس ظاہری کی وساطت سے کسی صورت محسوسہ کو پاتے ہین تو اوسوقت ہم اپنے آپ مین ایک ایسی طاقت دیکھتے ہین جو اس صورت محسوسہ کے استحصال کی طرف رغبت دلاتی ہی۔ حتےٰ کہ بشرکت حواس ظاہر یہ اوس صورت کو پالیتی ہی۔

جب یہ طاقت اپنے کام سے فراغت پاتی ہی تو ایک اور قوت ظہور پذیر ہوتی ہی وہ حس مشترک کو مجبور کرتی ہی کہ اون صور محسوس کو اوسکے سپرد کردے۔ اگر حس مشترک اور خیال مرادف ہوتے تو ضرور تھا کہ یہ دو حالتین پیدا نہوتین بلکہ اون طاقتون کی تاثیر ایک ہی وضع کی ہوتی ہی۔ اور اگر یہ دونون قوتین ایک ہی ہین تو کیا وجہ ہی کہ ایک ہی دفعہ دونون قسم کے خیالات پیدا اور مجتمع نہین ہوتے۔ پہلے ایک صورت پیدا ہوتی ہی اوسکے بعد کچھ اور۔ اگر یہ کہا جاے کہ قوت تو ایک ہی مگر اوسکی حالتین اور حیثیتین دو ہین جیسے پھول تو ایک ہوتا ہی مگر مختلف رنگون کے سبب سے مختلف حالتون مین منقسم ہوجاتا ہے تو اوسوقت ہم کہین گے کہ یہ لازم نہین آتا کہ انقسام حالات شئے مستلزم انقسام ذات شے ہوجاے۔

قوت خیالی کی طبعی آنکھون کے سامنے ہر ایک قسم کا خیال اور واقعہ پڑا رہتا ہی جب اوسکو ضرورت ہوتی ہی۔ فی الفور نکال لیتی ہی۔ اور قوت حافظہ کا یہ دستور ہی کہ قوت وہمیہ کی وساطت سے مختلف معانی اور صورتون کو جمع کرلیتی ہی اور ضرورت کے وقت

ٹٹول ٹٹول کر نکال لیتی ہے۔ مثلاً جب ہمکو کسی بھولے ہوئے دوست کا نام لینا منظور ہوتا ہے تو کس مشکل اور دقت سے یاد کرتے ہین۔

قوت خیال بذاتہ مختار ہے اور قوت حافظہ مین اس قسم کی قابلیت ہی نہین پائی جاتی کہ اوسکو خود مختار قرار دیا جاسکے۔

قوت حافظہ کی مثال ایک محافظ کی ہے۔ کہ جب خیالات کو قوت خیال حس مشترک سے حاصل کرکے حافظہ کے سپرد کردے تو اسی وہ نہایت حفاظت سے رکھے اور ضرورت کے وقت حاضر کردے۔ قوت حافظہ کو حافظہ اسی لیے کہتے ہین کہ وہ خیالات سپرد کردہ قوت خیال کو حفاظت اور دیانت سے رکھتی ہے۔

قوت خیال کے مقام کی بابت گو اکثر لوگون نے اختلاف بھی کیا ہے مگر متفق علیہ یہ قول ہے کہ اس قوت کا مقر دماغ ہے اسلیئے کہ اکثر اس قوت کا مقام دماغ نہوتا تو ماؤفیت دماغ کیوجہ سے اس قوت کو کوئی صدمہ نہ پہونچتا حالانکہ انسان کا دماغ جب کسی وجہ سے ماؤف ہوجاتا ہے تو اوس کی قوت متخیلہ کی طبعی رفتار مین ایک قسم کی کمزوری اور ایک نوع کا نقص پیدا ہوجاتا ہے

قوت خیال کی طبعی صورت کے بارے مین بھی مختلف خیال ہین اسلیے اسکی صورت مخصوصہ مرئی نہین ہے۔ بہرحال قوت متخیلہ ایک نہایت ہی صاف اور لطیف پانی کی طرح ہے۔ جو صورتین اور واقعات اوسکے سامنے آتے جاتے ہین اوسکی ذاتی صفائی اور لطافت کے سبب سے اوس مین منعکس ہوتے جاتے ہین۔

یہان پر لطافت وصفائی سے اس قسم کی کمزور صفائی مراد نہین ہے۔ جو پانی یا شیشہ کیطرح صور منعکسہ کو قایم اور ثابت نہ رکھ سکے بلکہ اس سے ایک ایسی لطافت مراد ہے جو نہایت لطیف ہو اور اوس مین ایک ایسی کشش اور طاقت ہو کہ وہ امور حاضرہ اور صور منعکسہ کو ایک مدت تک قایم رکھ سکے۔

مسٹر مارٹر کا خیال ہو کہ قوتِ خیالیہ صرف محسوسات کی بابت ہی خیالات پیدا کرسکتی ہی معقولات سے اوسکو کچھ واسطہ نہین۔ اسپر توجیہ یہ کیجاتی ہو کہ ہمارے دل مین وہی خیالات پیدا ہوتے ہین۔ اور اُنھین صورتون کو قوتِ متخیلہ پیش کرتی ہو جو محسوسات سے پیدا ہوتی ہین عقلی خیالات پیدا کرنے کے لیے قوتِ عقلیہ موجود ہی۔ ہم اس خیال سے متفق نہین کہ ہماری قوتِ متخیلہ صورِ محسوسات سے بھی مختلف خیالات کو اپنے طبعی خزانہ مین منتقل کرتی ہی مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ عقلی خیالات پیدا کرنے سے قاصر ہے ہم اکثر بلا رویت صورِ محسوسہ و بلا وساطت حواسِ خمسہ طرح طرح کے عقلی خیالات پیدا کرتے ہین۔ ہماری قوتِ متخیلہ مین خدا نے ایسی طاقت دی ہو کہ اوسکے ذریعے سے ہزارہا عقلی خیالات پیدا کرسکتی ہی۔ دنیا جو علوم و فنون مین ترقی کررہی ہو یہ قوتِ متخیلہ ہی کی برکتون مین سے ہو جس شخص نے وایرلس ٹیلیگرافی (بے تار برقی) یا ایرشپ (ہوائی جہاز) کا نام بھی کبھی نہ سنا تھا اوسنے ان عجیب چیزون کو کیون کر ایجاد کر لیا ہو۔ مارکونی گراف یا ایرشپ کا خیال ایک عقلی خیال ہو جسکو صورِ محسوسہ سے کچھ نسبت نہین۔ اگر ہماری قوتِ متخیلہ مین عقلی خیالات پیدا کرنے کی طاقت نہین تو اس قسم کے عقلی خیالات کیونکر پیدا ہوتے ہین؟

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ایک قوت جسکی ذات ایک ہو دو قسم کے خیالات کیونکر پیدا کرسکتی ہی تو اسکا جواب یہ ہو کہ ایک قوت کا دو قسم کے خیالات پیدا کرنا وحدتِ ذاتی کے منافی نہین۔ قوت ذائقہ ایک ہی قوت ہی مگر ہر چیز کا مزہ معلوم کرسکتی ہی۔

قوتِ عقلیہ در اصل اسلیے موضوع ہوئی ہو کہ اون خیالات کو جنھین قوتِ خیال بلا رویتِ صورِ محسوسہ پیدا کرتی ہی۔ اونھین اپنی حالت کے مطابق بنائے۔ چنانچہ قوتِ متخیلہ جب ایسے خیالات پیدا کرتی ہی تو قوتِ عقلیہ اونکو اپنے مطابق بنانا شروع کرتی ہی قوتِ خیالیہ عقلی خیالات من قبیل عقل پیدا کرکے عقل کے سپرد کردیتی ہی تاکہ اون خیالات کی صحت اور تنقیح ہوجائے۔

بالعموم انسان کی قوت خیالیہ دو طرح پر خیالات پیدا کرتی ہی۔ ایک بذریعہ حواس خمسہ ظاہری دوسری بلا ذریعہ حواس خمسہ۔ جنکا نتائج مین مطلقاً اثر اور نشان نہین ہوتا۔

خیالات بذریعہ حواس خمسہ

جب کوئی شخص بذریعہ حواس خمسہ امورات خارجیہ پر نظر یا غور کرتا ہی تو اوسوقت قوت خیالیہ اوس خیال کی حیثیت کے مطابق عمل کرتی ہی۔ بہت سے خیالات ایسے ہوتے ہین جنمین قوت خیالیہ بطور خود ناقص یا کمزور جانکر چھوڑ دیتی ہی۔ اور بہت سے خیالات کو مفید اور زوردار سمجھکر قوت عقلیہ کے سپرد کر دیتی ہی۔

قوت خیالیہ مین نہایت جزئی طور پر تمیز اور فرق کی قابلیت بھی موجود ہی۔ بہت سے ایسے خیالات ہین کہ قوت خیالیہ اونکو نہایت خوشی سے قبول کر کے حفاظت کے لیے قوت حافظہ کے سپرد کر دیتی ہی۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہی کہ قوت خیالیہ کی جزئی تمیز سے عقل کی خصوصیت مین کوئی فرق نہین آتا۔ جب حواس خمسہ کے ذریعہ سے قوت خیالیہ۔ صور محسوسہ کو خیالی خزانہ مین جمع کر لیتی ہی تو اون مین ہی بتدریج ایک ایک خیال عقل کے آگے پیش کرتی جاتی ہی اور خیالات منظور کردہ عقل کو قوت حافظہ کے سپرد کرتی جاتی ہی اور جن خیالات کو عقل نے منظور نہین کیا ہی اونکو بذریعہ قوت نافرہ زایل کرتی جاتی ہی۔

حواس خمسہ قوت خیالیہ کے اول درجہ کے مؤید ہین۔ اُنھین کی وجہ سے خیالی خزانہ مین ہر ایک قسم کے خیال کی آمد رہتی ہی۔ گویا یہ حواس ہر وقت قوت خیالیہ کے طبعی خزانہ کو مملو رکھتے ہین۔ حس مشترک مثل ایک متوسط کے صور محسوسہ کو خیال کے سپرد کرتا جاتا ہی خداوند عالم نے قوت خیالیہ اور حافظہ کے درمیان ایک ایسا لازوال تعلق رکھا ہی کہ ایک کی حالت ضرور یہ کی خبر دوسرے کو فی الفور ہو جاتی ہی جب کبھی قوت خیالیہ کو کوئی بھولی بسری بات

کا یاد کرنا مقصود ہوتا ہی تو وہ اون خیالات اور صورتون مین جو اُس نے حسِ مشترک کے ذریعہ سے حاصل کی تھین۔ اور جو ہمیشہ اوسکی طبعی آنکھون کے سامنے پڑی رہتی ہین غور سے دیکھنا شروع کرتی ہی تو اوسکی لیسی عادت مین ایک قسم کا جوش پیدا ہوتا ہی۔ اس جوش کو دیکھکر قوت حافظہ۔ جو خیالات اور صورتون کی محافظ ہی۔ اوس خیال اور اوس صورت مطلوبہ کو قوت خیالیہ کے روبرو اوسی حالت مین پیش کرتی ہی جس حالت کو وہ خیالی جوش مطابق ہوتا ہی

خیالات بلاذریعہ حواس خمسہ

وہ خیالات جو بلا توسط حسِ مشترک پیدا ہوتے ہین اونکی دو قسمین ہین۔ ایک وہ کہ جنکو حسِ مشترک سے کوئی علاقہ نہین ہوتا۔ دوسری وہ کہ جنکی ابتدائی صورت حسِ مشترک کی شرکت سے پیدا ہوتی ہی مگر آخر مین معقولات پر جنکا سلسلہ تمام ہوتا ہی۔

انسانکی قوت خیالیہ مین ایک لطیف اور طاقتور کشش رکھی گئی ہی جو بعض وقت بلا مدد حس مشترک طبعی طور پر خیالات مفیدہ کو پیدا کرنے کی تحریک کرتی ہی۔ جسوقت انسان کی قوت متخیلہ اس لطیف قوت کو کام مین لانا شروع کرتی ہی تو اوسکی طبعی حالت مین ایک تغیر عظیم واقع ہوتا ہی۔ یہ تغیر اسوجہ سے ہوتا ہی کہ کثرتِ خیال سے قوت متخیلہ کو تکلیف ہوتی ہے۔

ایسے عقلی خیالات کو قوت متخیلہ دو طرح سے پیدا کرتی ہی۔ ایک تو ضروریات کے پیش آنے کی وجہ سے دوسرے ناگہانی طور پر جس مین ضروریات کا کوئی شائبہ نہین ہوتا۔

جب انسان کو کوئی ضرورت درپیش ہوتی ہی، اور اوس ضرورت کی تکمیل ایک ضروری امر خیال کیا جاتا ہی تو اوسوقت انسان کی قوت متخیلہ مین ایک جوش پیدا ہوتا ہے اور وہ نہایت مضطرب ہوجاتی ہی اسلیئے کہ بظاہر باعانتِ حسِ مشترک اس ضرورت کی رفع ہونیکی کوئی صورت نہین ہوتی۔ ایسی حالت مین غور اور خوض کرتے کرتے ایک ایسی وجہ اور خیال پیدا ہوجاتا ہی جس کا ظاہر مین کوئی نشان نہین ہوتا۔ مثل مشہور ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔

دنیا میں جتنے علوم وفنون ہیں وہ سب اسیطرح پر پیدا اور ایجاد ہوئے اور سب کو اسی قوت خیالیہ نے ایک اضطراب کی حالت میں پیدا کیا۔ اور اسی کو پیدا کر کے اپنے اضطراب کو برطرف کیا۔ جب ارسطو کو ضرورت ہوئی کہ سیاست امورات کیلئے کوئی قانون وضع کیا جاوے تو اسکی قوت خیال نے طبعی جوش کے ذریعہ سے منطقی اصولوں کو قایم کر لیا۔

بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو کوئی ضرورت درپیش نہیں ہوتی۔ بلکہ اوسکا خیال تک نہیں ہوتا مگر ناگہانی طور پر ایک عقلی خیال پیدا ہو جاتا ہے اور انسان حیران رہجاتا ہے ابوالخیر کہتا ہے کہ ایک روز میں باغ کی سیر کر رہا تھا۔ میرا خیال سبزی کی طرف مائل تھا۔ ناگاہ میری قوت متخیلہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ روشنی ایک لحظہ میں کتنی دور چلی جاتی ہے۔؟ ہر چند میں نے غور کیا مگر کچھ معلوم نہوا کہ یہ خیال کیوں اور کسطرح پیدا ہوا؟۔

ایک شخص جانسن نامی کو پھانسی میں پھانسی دینے کے لیئے لیجا رہے تھے۔ ناگاہ اوسنے لوگوں سے مخاطب ہوکر پوچھا کہ اسوقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ آتشی شیشہ سے بعض اشیاء کو آگ کیونکر لگ جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اسکا جواب دیگا تو میں نہایت ممنون ہونگا۔ لوگوں نے اوس سے کہا کہ اس سوال کا کیا موقع ہے؟ اُسنے کہا کہ اگرچہ میری روح آدھ گھنٹہ کے بعد جسم کو چھوڑ دیگی مگر اسوقت مجھے اس خیال نے ناگہانی طور پر اسقدر مجبور کر دیا ہے کہ موت کا خیال بھی جاتا رہا!!

فلسفۂ ذہنی کے ماہرین نے ناگہانی خیالات کے پیدا ہونے کے وجوہ دریافت کرنے کی بہت کوششیں کیں مگر کوئی سنجیدہ دلیل دستیاب نہیں ہوئی۔ بعضوں کا خیال ہے کہ قوت خیالیہ کی حالت مثل آفتاب کے ہے جسطرح آفتاب کی شعاعیں تمام اشیاء پر اثر کرتی ہیں اسیطرح قوت خیالیہ بھی سارے خیالات پر محیط ہے۔ اس احاطہ کے باعث کبھی کبھی ایسے خیالات پیدا ہوتے ہیں جو ناگہانی معلوم ہوتی ہیں حالانکہ دراصل وہ ناگہانی نہیں ہوتے۔

بعضون کا خیال ہے کہ قوت خیالیہ لحاظ حالات کے دو قسم کی ہوتی ہی۔ ایک صوری اور دوسری معنوی۔ بعض خیالات پردہ صوری مین ہوتے ہین اور بعض پردہ معنوی مین جب کسی سبب سے معنوی پردہ اٹھ جاتا ہی تو پوشیدہ خیالات ظاہر ہو جاتے ہین انسان کو تعجب ہوتا ہی کہ یہ خیال یکایک کہان سے آگیا۔

۲۔ وہ خیالات جنکی ابتدائی صورت حس مشترک کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہی مگر بعد کو قوت خیالیہ تسلسل کے ذریعہ سے اون سے معقولی صورت پیدا کرلیتی ہی۔

فرض کیا جاے کہ ہم نے قوت باصرہ کی وساطت سے ایک خوش رنگ اور خوش لہجہ چڑیا دیکھی تو ابتدا اسکو اس مشاہدہ سے صرف اسقدر حاصل ہوا کہ اس چڑیا کی شکل اور ہیئت کذائی کا خیال ہماری قوت خیالیہ کے خزانے مین منتقل ہوگیا۔ لیکن جب ہم نے اپنی قوت خیالیہ کی اوس قوت کو جو اپنی طبعی کشش کی وجہ سے بلا ذریعہ حواس خمسہ خیالات کو پیدا کرتی ہی اس شکل کی طرف رجوع کیا تو ہماری قوت خیالیہ نے بلا مدد حواس خمسہ اس شکل کی بابت تفصیلی خیالات پیدا کرنے شروع کیے اور اس شکل سے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ اسکو خداوند عالم نے کسطرح پر پیدا کیا۔ اور اوسکی ذات سے انسان کی ذات کو کس قسم کے فوایدپہونچنے کی امید ہوسکتی ہی اور اوسکی ذاتی خواص کیا ہین؟ یہان تک کہ انھین سلسلہ خیالات کا نام علم حیوانات رکھا گیا۔ حالانکہ جب ہم نے قوت باصرہ اور حس مشترک کی وساطت سے صرف شکل کا مشاہدہ کیا تھا اوس وقت ہمارے خیال مین علم حیوانات کا نام و نشان تک نہ تھا۔

علی ہذا جب ہم بذریعہ قوت شامہ کسی چیز کی خوشبو یا بدبو سونگھتے ہین تو ابتداءً ہمارے خیال کے طبعی خزانہ مین صرف بو ہی داخل ہوتی ہی اور اس بو کے ساتھ تفصیلی خیالات کچھ بھی نہین ہوتے۔ بو داخل ہونے کے بعد تفصیلی خیالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہی اور ہم معلوم کرلیتے ہین کہ اس بو سے دماغ اور دل پر یہ اثر ہوتا ہے، اور روح کو اس سے

یہ فائدہ اور ضرر رہوتا ہے، ابتدائی صورت مین تفصیلی خیالات کا نام نہین تھا اور نہ انسانکی توجہ خیالیہ اون سے ماہر تھی مگر خیال کے طبعی جوش نے ان تفصیلی خیالات کو ظاہر کرکے اونسے اس قسم کے دقایق پیدا کرلئے کہ ہماری معلومات مین بے حد اضافہ ہوا اور اس سے بیشمار فوائد حاصل ہوگئے۔ وَاللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ

سید علی اصغر بلگرامی ایم۔ آر۔ اے۔

شخصی سلطنت مین سازش کا اثر

منصور عباسی کی وفات مکہ معظمہ مین زمانۂ احرام مین واقع ہوئی۔ ربیع منصور کا وزیر تھا۔ اوسے یہ اندیشہ ہوا کہ عیسی بن موسیٰ کو معزول کرکے خلیفہ نے مہدی کے لیے اپنی زندگی مین بیعت لی تو لی ہی لیکن بہتر یہ ہوگا کہ یہان مکہ مین اعیان بنی ہاشم کو جمع کرکے پھر مہدی کے لیے تجدید بیعت کرلی جاے اس سے مہدی کے دل مین بھی جگہ پیدا ہوگی۔ اوس نے منصور کے مرنے کو چھپا ڈالا مردہ کو اٹھا کے بٹھایا سامنے ایک باریک سا پردہ ڈال دیا اور زعمائے بنی ہاشم کو جمع کرکے یہ کہا کہ خلیفہ نے اپنے بیٹے مہدی کے لیے تجدید بیعت کا حکم کیا ہی کہ اوس کے سامنے سب کر بیعت کرین غرض اس حیلہ سے تجدید بیعت ہوگئی۔ جب ربیع منصور کی تجہیز اور مہدی کی تجدید بیعت کے بعد مکہ سے واپس ہوا اور دار الخلافہ مین پہونچا تو راستہ مین پہلے معاویہ بن یسار وزیر مہدی کا مکان ملا فضل ابن ربیع نے باپ سے کہا کہ ابا جان ہمکو چاہیئے کہ مہدی سے ملنے کے پیشتر اور اپنے گھر جانے کے پہلے وزیر سے مل لین اور اسکو وزارت کی مبارک باد دے دین اسوقت کا ملنا خوص بر دلالت کرے گا اوسکا خوش رکھنا ضروری ہی کیون کہ مہدی پر اوسکا بہت

اثر ہے باپ نے بھی بیٹے کی رائے پسند کی اور دونون وزیر کی ڈیوڑھی پر پہونچے
اطلاع ہوئی تھوڑی دیر کے بعد ایک چوبدار آیا اور اوس نے کہا کہ چلیے آپ کو
حضوری کی اجازت ہی دونون جب وزیر کے روبرو پہونچے تو وزیر نے ذرا
تعظیم نہین کی ربیع بھی آخر وزارت کر چکا تھا یہ امر اسکو ناگوار تو ہوا مگر چہرہ پر آثار
ملال نہ آنے دیے اور شگفتہ روی و بشاشت سے باتین کرنے لگا اتنا سے گفتگو مین
منصور کے مرنے کا ذکر مہدی کے واسطے تجدید بیعت کا حال شروع کیا ابھی تھوڑا
ہی حصہ اس گفتگو کا طے ہوا تھا کہ وزیر نے تیوری چڑھا کر اور منھ بنا کر کہدیا کہ
ہان ہان مجھے سب کچھ معلوم ہے اس طرز ملاقات سے ربیع و فضل بن الربیع
دونون دل ہی دل مین آزردہ اور آکے پشیمان ہوئے غرض کہ باپ بیٹے
وزیر سے ملکر رہو کر رخصت ہوے اوس نے رخصت کرنے مین بھی بے پروائی
سے تعظیم نہ کی دروازہ سے باہر آنے کے بعد ربیع نے فضل سے کہا کہ اگر اس
وزیر کو تباہ اور اسکے جاہ و جلال و دولت حشمت کو خاک مین نہ ملا دیا تو میرا
نام ربیع نہین اللہ رے اسکے غرور اسکے بعد یہ دونون باپ بیٹے مہدی
کے در دولت پر حاضر ہوے اوس نے بڑی عنایت و مہربانی سے ملاقات
کی اور حاجب کی خدمت ربیع کو دے کر اپنے مخصوصین و مقربین بارگہ مین
جگہ دی اب ربیع کی یہ حالت ہی کہ دن رات وزیر کو زک دینے اور مٹانے
کی فکر مین رہتا ہے مگر کچھ بن نہین پڑتا ایک دن وزیر کے کسی دشمن سے
ربیع سے ملاقات ہو گئی اوسنے کچھ اپنا حال جس مین وزیر کی شکایت تھی اس
سے کہا اس کو متنفت پا کر خوب جلے پھپھولے پھوڑے سارا قصہ اس سے
بیان کیا اور اس نے اپنا واقعہ اوس کے گوش گزار کیا غرض کہ دو دل ایک
ہو گئے کہ وزیر کے کوہ تمکین کو توڑین اور اوسکو ضرر پہنچائین دو رن مین یہ رائے

قرار پائی کہ وزیر پر تو بوجہ اوس کے ہوشیار اور زیرک ہونے کے وار چلنا مشکل ہے مگر و فریب اوس پر کچھ نہ چل سکے گا البتہ اوسکے بیٹے کو کسی الزام مین پھانس کر مہدی کے حکم سے قتل کرا دو اگر وزیر نے بیٹے کی تبع کی تو بھی مہدی اور وزیر سے بگڑ جائے گی اور اگر طرف داری نہ کی اور قتل ہو جانے دیا تو مہدی کو یہ خیال پیدا ہوگا کہ مین نے اوس کے لڑکے کو قتل کیا ہے اوسے ضرور مجھسے ملال ہوگا یہ رائے ربیع کو پسند آئی اور وزیر کے بیٹے پر چپکے ہی چپکے تہمتین دہرنا اور الزام لگانا شروع کیے کبھی تو مہدی کی حرم کے ساتھ متہم کرتا کبھی الحاد کا الزام اوسپر دہرتا تھا اور مہدی کا یہ رنگ تھا کہ ملحدون کی جان کا دشمن تھا اس شکایت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وزیر کے لڑکے کی طرف سے مہدی کے کان بھر گئے اوس کے ملحد ہونے کا یقین ہوگیا اور ملحد سے جو حرکت ہو جائے کچھ بعید نہین ولی نعمت کے حرم کا اوسے کیون لحاظ و پاس ہونے لگا آخر جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو گیا ایک دن مہدی نے اوس لڑکے سے بعض آیات قرآنی پڑھنے کی فرمایش کی وہ نہ پڑھ سکا اور مہدی کو گمان قوی اس امر کا ہوا کہ فلسفہ جدید نے اسکے عقائد بھی خراب کر دیئے مہدی وزیر سے مخاطب ہوا اور کہا کہ تم تو کہتے تھے کہ یہ قرآن حفظ کر رہا ہے وزیر نے جواب دیا کہ مین نے ایسا عرض تو کیا تھا مگر اسکو بہت دن ہو گئے شاید بھول گیا ہوگا یہ سنکر مہدی نے کہا کہ اچھا اب اٹھو اور اپنے ہاتھ سے اوسکو قتل کر کے خدا و رسول کو خوش کرو وزیر حکم پاتے ہی اٹھا تو سہی مگر پاؤن لڑکھڑا گئے آنکھون مین اندھیرا گیا قریب تھا کہ گر پڑے اوسوقت عباس بن محمد بھی بیٹھے ہوئے تھے اونھون نے دست بستہ یہ عرض کیا کہ اگر خلیفہ باپ کو بیٹے کے قتل کرنے سے معاف رکھے اور یہ کام کسی اور سے لے تو بہتر ہوگا۔ اسپر مہدی نے ایک دوسرے حاضر دربار

شخص کو حکم دیا اور وزیر کے لڑکے کی گردن ماری گئی اسکے بعد وزیر جیتے جی مرگیا دشمنون کے دل مین ٹھنڈک پڑگئی دونون نے مل کر اپنا بیر اس طرح نکالا مگر وزیر اپنی خدمت پر حسب دستور قائم رہا اب وزیر کی - طرف سے زیادہ تر اطاعت و فرمانبرداری ہونے لگی ایک دن کچھ رازکے کاغذات لیکر وزیر حاضر ہوا اور مہدی نے حاضرین کو برخاست کا اشارہ کیا سب لوگ تو اُٹھ گئے مگر ربیع اپنی جگہ سے نہ سرکا اوسکو دیکھکر وزیر نے کاغذ پیش کرنے مین تامل کیا اور مہدی نے پھر اوسکو خاص طور پر اُٹھ جانے کا حکم کیا مگر وہ عیار ذرا سرک کر پھر وہین بیٹھ گیا اسپر مہدی نے ترش رو ہوکر کہا کہ کیا مین نے ابھی تمکو یہان سے چلے جانے کا حکم نہین دیا - اتنا کہنا تھا کہ پھر کیا تھا اب تو ربیع کو موقع مل گیا اور کہنے لگا کہ "خداوند کیونکر اُٹھ جاؤن آپ اکیلے ہین تلوار بھی پاس نہین ہے اور تخلیہ کی درخواست وہ شخص کر رہا ہے جسکے لڑکے کو ابھی چند روز ہوئے آپ نے قتل کرایا ہے" یہ سنکر مہدی کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا مگر سنبھل کر کہنے لگا کہ نہین وزیر بڑا نمک حلال اور مطیع ہے اور وزیر سے کہا کہ ربیع سے کونسا راز پوشیدہ ہے شوق سے کاغذات پڑھو مگر ربیع نے یہ ایسا جوڑ مارا کہ روز بروز مہدی کا وسواس بڑھتا گیا آخر کو ایک دن ربیع سے کہہ دیا کہ "بھئی مجھکو وزیر سے شرم آتی ہے مین نے اوس کے لڑکے کو قتل کیا اوس سے کہہ دو کہ اپنے گھر مین رہا کرے یہان آنے کی ضرورت نہین ہے" اسطرح معاویہ بن یسار نے اپنے کبر و نخوت و بدمزاجی و بے پروائی کی سزا پائی جوان بیٹے کی لال سی جان گنوائی ایک عظیم الشان سلطنت کی وزارت سے ہاتھ دھونا پڑا اسی نظر بندی کی حالت مین وہ مرگیا اور مہدی کو اس جلد بازی اور بغیر سوچے سمجھے حکم دینے کی یہ سزا ملی کہ ایک دانشمند

نمک حلال وزیر کو کھو دیا سنہ ۱۰ ہجری مین معاویہ بن یسار رنج والم مین گرفتار ہو کر مر گیا لیکن اوس منتقم حقیقی کی شان کو دیکھیئے ربیع نے ایک کنیز مہدی کو نذر کی تھی مہدی نے وہ کنیز ہادی کو دیدی ہادی اوسے بہت چاہتا تھا اور صاحب اولاد ہو چکی تھی اوس کی عزت بھی کرتا تھا ربیع کے دشمنون نے ہادی سے یہ شکایت کی کہ ربیع آپ کے بچون کو دیکھ دیکھ کر کہا کرتا ہے کہ ان لڑکون کی مان پہلے میرے تصرف مین آچکی ہے یہ سنکر ہادی اور اوسکے بچے اور اونکی مان سب کے سب ربیع کے جانی دشمن ہو گئے آخر ہادی نے اُسے شہد مین ملاکر زہر پلا دیا جس سال معاویہ بن یسار مرا ہے اوسی سال ربیع کا بھی خاتمہ ہو گیا اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سازش سے کوئی زمانہ خالی نہین رہا اور شخصی حکومت پر سازش کا کیا اثر ہوتا ہے۔

میر محمد طباطبائی (حیدرآباد دکن)

سبزہ زار کی شام

یہ سہانی شام، اور یہ مرغزارِ پُرفضا
سبزۂ نوخیز ہے کیا لہلہاتا جابجا

قطعۂ صحرا ہے کہنے کو، مگر ہے پُربہار
صانعِ قدرت کے ہاتھون کا ہی یہ سینچا ہوا

پیڑ چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے موجود ہین
ہر شجر فیضِ سماوی سے ہے کیا پھولا پھلا

دل بہل جاتا ہے گلگینون کا اسکی دید سے
کیسا پیارا ہے سمان اِسوقت اِس میدان کا

دستِ قدرت نے سنوارا ہے اسے کچھ لطف سے
جسکے منظر پر نظر لوٹا کرے صبح و مسا

دن کے ڈھلتے ہی کچھ ایسی آگئی اسپر بہار
راحتِ جان بنگیا ہے یہ مقامِ پُرفضا

چہچہے کرتے ہین مل ملکر بسیرا لین گے اب
جمع پیڑون پر ہوئے ہین طائرانِ خوشنوا

یہ تھکے ماندے ہین دن بھر کہان آئے ہوے
آشیان اِن کے درختون پر بنے ہین جابجا

ڈوبنے والا ہی سورج جس سے تھا پُر نور دن
دھوپ میدانوں سے تھوڑی دیر میں ہوگی فنا

پھوٹ کر شاخوں کے پتوں سے شعاعیں نور کی
پھول بن بنکر زمین پر گر رہی ہیں جا بجا

رات کا سا کچھ اندھیرا ہی، نہ دن کا سا ہی نور
دھندلی دھندلی سی نظر آتی ہی سورج کی ضیا

سردی و گرمی نہیں، کچھ معتدل سا وقت ہی
چل رہی ہی کس ادا و ناز سے ٹھنڈی ہوا

درد پتا سا نظر آتا ہی کچھ بالائے کوہ
لو وہ دم بھر میں وہیں آنکھوں سے غائب ہوگیا

آسمان نے سرخ چادر اوڑھ لی آتی ہی رات
جس طرف دیکھو شفق پھولی ہوئی ہی خوشنما

لو، اندھیرا ہر طرف چھانے لگا، رات آچلی
آسمان پر جا بجا تارے ہوئے جلوہ نما

گھر چلو محوی یہاں سے رات ہونیکو ہی اب
آچلی ظلمت تو لطفِ سیر بھی جاتا رہا

محمد حسین محوی لکھنوی

اے ہم قفس نہ پوچھ کہاں آشیاں ہی اب غزل
بی نام و بی نشان ہوں یہ نام و نشاں ہی اب

شمشیر تیز ہو جو مرا امتحان ہی اب
اتنی خبر رہے کہ کوئی سخت جان ہی اب

کس رشک گل کی عشق میں آوارہ ہوگئی
اے بوئے گل وہ گل کی محبت کہاں ہی اب

اے بت ہوس ہی کعبے کی کس روسیاہ کو
میری جبین ہی اور ترا آستاں ہی اب

سینہ میں ایک داغ الم ہی بجائے دل
تحفہ یہی ہی اور یہی ارمغان ہی اب

حائل رہا کوئی نہ کوئی وصل یار میں
اصرار اٹھ گیا تو حیا درمیان ہی اب

سُننے کو سُن چکے ہو فسانے ہزار ہا
دل تھام لیجئے کہ مری داستان ہی اب

مٹی میں مل چکا ہوں مگر ہی وہی تلاش
یہ مشتِ خاک گردِ پسِ کارواں ہی اب

اسوقت حسبِ وعدہ طلب ہی وصال کی
گویا ہمارے منھ میں تمھاری زبان ہی اب

گذرے نہ رقصِ مستے کذت پہ دہم درد
بسمل نہ یوں تڑپ کہ دمِ امتحان ہی اب

مسئلۂ ازدواج

انسان کے خوش رہنے کے واسطے اُس کا ایک ہم روح اور ساتھ ہی معاون ہونا ضروری ہو۔ اور ان دونوں کو صادق۔ باعصمت اور ہمدرد ہونا چاہیئے (ڈاکٹر سموئل)

کارکنانِ قضا و قدر نے عالم انسان کو دو اجزا سے مرکب فرما کر قوت فاعلہ اور قوتِ منفعلہ کو متحد کر دیا ہے۔ اسی فطرتی تحریک سے بنی آدم متاہلانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔

خود پسندی اور خود غرضی لازمۂ حیات ہے۔ انسانی ہستی نے اپنی نوع میں تغیر جنسیت دیکھکر ایک دوسرے پر غالب آنیکی کوشش کی اس جدوجہد اور کشمکش کا لازمی نتیجہ تھا کہ صنف نازک کو ناکامی ہو۔ اور مرد کے مقابلہ میں عورت ایک ماتحت قوت ہو کر کام کرے۔ اس نتیجہ پر پہونچنے کے بعد ضروری ہوا کہ ہر فریق کے فرائض انجام دینے کے لیے جداگانہ قواعد مقرر کیے جائیں۔ چنانچہ ازدواج کا زرّیں اصول جس بہترین اور پاکیزہ مصلحت پر قائم کیا گیا۔ اسکی واقعیت کے اعتراف میں ذرا بھی تامل کی گنجایش نہیں۔ اور اسکے اعلیٰ مقاصد سے دنیا کا کوئی فرد بشر انکار نہیں کر سکتا۔ نظام تمدن کو قائم رکھنے کے لیے مذاہب نے اس کے بہترین قواعد منضبط کیے۔ لامذہب اور دہریہ لوگوں نے اس باب میں قوانین مروجہ کو رہنما بنایا۔ یا قومی رواسم کی متابعت کی۔ ابتدائے آفرینش سے اسی پر عملدرآمد ہوتا رہا ہے۔ اور تا قیام ہست و بود اسکی پابندی کی جائے گی۔ اشرف المخلوقات ہستی اسی مجموعہ سے مراد ہے یہی انسان کامل کہا جاتا ہے۔ جو گلزار کائنات کا ایک خوشبودار پھول ہو۔

وحشت اور جہالت روشن ضمیری کی دشمن ہو۔ غیر تربیت

یافتہ اور جادۂ اعتدال سے منحرف ہونیوالے غالب عنصر نے اپنی اقتدار کے ناجائز استعمال کی غلطی کا ارتکاب کیا۔ جوش و خود غرضی نے پامالی حقوق کے ساتھ ساتھ جذبات روحانیت بھی معدوم کردیئے اور اس وحشیانہ حرکت نے طبیعت ثانیہ بنکر حسیات لطیفہ کی قوت بھی سلب کرلی جسکی وجہ سے بوئے خوش گلو نیم بار ہوگئی۔ ان خوشگوار اور فطرتی تعلقات کا قید علایق دگرانباری دنیا سے تعبیر کیا جانا شروع ہوگیا۔ حصول مراتب اور تکمیل ترقی مین یہ مانع عظیم سمجھا گیا۔ حتی کہ عالم تجرد کی رہبانیت کو اس خوشنما زندگی پر ترجیح دی جانے لگی جسکا دردناک اور حسرت خیز نتیجہ یہ نکلا کہ خود اُسی کی نصف قوت ضعیف ہوگئی۔ جذبات حیوانی نے مناقی پاکیزگی ہو کر انفرادی زندگی کی بنیاد ڈالدی قوت کے بالاشتراک کام نہ کرنے سے فرائض بڑھگئے۔ اور چونکہ وہ اصلی نہ تھے۔ اسلیئے انجام دہی کی قابلیت العدام سے تکالیف مین اور زیادتی ہوئی۔ ٹھوکرین کھانیوالے مردون نے اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے بجاے اولٹے اس معصوم صفت جماعت کو متہم کرنا شروع کیا۔ ناقص العقل کا خطاب دیا گیا ان کی ہم نشینی سے حذر کیا جانے لگا۔ بیوفائی کا الزام لگایا گیا۔ ان کا وجود دنیا مین بناے فساد قرار دیا گیا۔ غرضکہ کسی ترین مخلوق مین جن ارذل ترین صفات کا امکان ہوسکتا تھا۔ اونکی عائد کرنے مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا گیا۔ یہانتک کہ عورت کو درجہ انسانیت سے خارج کرکے اوسکا شمار اشیاے مملوکہ و مقبوضہ مین ہونے لگا۔ اور اُسکے فرائض دنیاوی و مقاصد زندگی محض مرد کی اطاعت و فرمانبرداری اور حظ نفس کی اعانت تک محدود کردیئے گئے۔ گویا منجملہ دیگر ضروریات زندگی کے مرد کے لیے عورت بھی ایک کارآمد شے ہے۔ کیا ظالم و غاصب انسان کی ناہمواری کی (جسنے اپنی ہی جنس لطیف کو نچیر بنایا) اس سے زیادہ بدنما مثال اور بھی کوئی ہوگی۔ مگر نہین۔ نہین۔ یہ سفاہت تمدن کی ابتدائی منزلون کے طے کرنے کا زمانہ تھا۔

دنیائے انسان جو کبھی نچلی نہین بیٹھتی - برابر آگے بڑھتی رہی تدریجی ترقی نے بالآخر اوسے شائستگی کی حد تک پہونچا دیا - حاسۂ اخلاقی نے ضمیر کو حرکت دی - تعلیم و تلقین سے تہذیب و تمدن پر کار بند ہوا - اوسکے ساتھ ہی یہ اہم فروگذاشت بھی محسوس ہوئی - اور فی الجملہ اسکی تلافی کی کوشش ہونے لگی - اب عالم نسوان کی سینہری بدلی - اور عورتین بھی مردون کے دوش بدوش - پہلو بہ پہلو - ایک نمایان ہستی معلوم ہونے لگین عالم کے اسٹیج پر دونون ایکٹر اپنا اپنا پارٹ باقاعدہ انجام دینے لگے - جسکی تصویر سرجان لیک کے مشہور قلم سے اسطرح کھینچی گئی -

"زن و شو ساتھ ہی دعا مانگتے ہین - ساتھ ہی عبادت کرتے ہین اور ساتھ ہی روزہ رکھتے ہین - خوشی و رنج - تکلیف و راحت مین ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہین - اور باہم مونس ہوا کرتے ہین - ایک دوسرے سے کوئی امر پوشیدہ نہین رکھتے - اور ایک دوسرے کے لیے بار خاطر ہوتے ہین - جہان یہ باتین ہوتی ہین - اوس جگہ کو دیکھکر خدا بھی خوش ہوتا ہے - اور اوسی جگہ وہ اپنی برکت نازل کرتا ہے - جہان میان بی بی محبت سے رہتے ہین اُس جگہ وہ بھی موجود ہوتا ہے اور جہان وہ موجود ہوتا ہے - وہان برائی قدم نہین رکھ سکتی"

حسن و عشق - وفا و محبت کی ان جیتی جاگتی تصویرون کے ہوتے ہوئے - کیا اور بھی کوئی جنتی مخلوق ہوسکتی ہے - طلسم خیال کیا اس سے زیادہ اور کوئی پرفضا منظر پیش کرسکتا ہے - یہی ان اصلی مسرتون کا سرچشمہ ہے - جن سے حقیقی اور سچی خوشی حاصل ہوتی ہے یہی وہ دلکش اور سرور افزا زندگی ہے جسپر گدایان بینوا ہفت اقلیم کی سلطنتون کو قربان کردینے مین دریغ نہین کرتے یہی عیش و عشرت کی اصلی تصویر سرمایۂ زندگی کہی جاسکتی ہے ؎

خوشا وقتے وخرم روزگارے کہ یارے برخورد از وصل یارے

دنیا کی متمدن قومون مین سے کوئی ایک بھی ایسی نہ ملیگی جس کے لٹریچر مین حسن و عشق کی داستانین مایۂ نازش نہون۔ اور اوسکے جادو نگار فسانہ نویس ان ہی جذبات کی موزونیت کی وجہ سے ایک شان امتیاز نہ رکھتے ہون علم ادب کا بہترین حصہ انہی خوشگوارانہ تعلقات کی واقعات سے مرتب کیا جاتا ہے۔ اور یہی موضوع اقصائے عالم مین فنون لطیفہ کی جان ہی۔

لیکن باینہمہ بہت سی مثالین ایسی بھی دکھائی دیتی ہین۔ جنکے بھیانک نظارے قوت باصرہ کو ان خوشنما منظرون کے بجائے ایک انتہا درجہ کی افسردہ اور مایوسانہ زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہین۔ مشاہدہ ان کلفت آمیز واقعات کو نہایت دردناک پیرایہ مین نذر کرتا ہی۔ اور ان حوادث کے دیکھنے والے کو گھنٹون تعجب وحیرت کے بحر ذخار مین متلاطم موجون سے مقابلہ کرنا پڑتا ہی۔

ایک جلبلی طبیعت کے نوجوان کو جسکی دلی امنگین اور جوش طبیعت اندازہ بیان سے باہر تھے۔ جب شادی ہوجانے پر افسردہ خاطر اُسکے دلی ولولون اور حوصلون کو مٹتے ہوے اُسکی آیندہ زندگی کی امیدون اور منصوبون کو خاک مین ملتے ہوے اور اُسکی لاتعداد آرزون اور تمناؤن کو دم توڑتے ہوے دیکھتے ہین اور پھر اوسکے ساتھ ہی اوسکی حیرت وخاموشی ایک غمناک سکون کا پہلو لیے ہوئے پیش نظر ہوتی ہی تو تاسف کے بغیر نہین رہا جاتا۔

ایک نونہال عمر جو اپنی اعلیٰ کوششون کی سرسبزی کو اپنے ہمصفیر کی نغمہ سرائی کے انتظارمین زبان مستقبل سے وابستہ کیے ہوئے ہوتا ہی۔ جب ایک ناقدردان محض کے ہاتھون اپنی سرگرمیون کی داد پانے کے بجائے ناشناسی کا خار چبھتا ہوا دیکھتا ہی تو اپنی خلش جگر سے بیتاب ہوکر دل تھام لیتا ہے۔ اور بجائے ترنم ریزی کے

ع خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم۔ کہتا ہوا بیٹھ جاتا ہی ایک مخزن آرزو جسکے خیالات کی بلند پرواز یان فضائے بسیط کے محدود ہونے کی شاکی رہتی تھین۔ جب اپنی محرومی قسمت سے مطلع ہوتا ہے تو اوسکی دردناک لہجہ سے اکثر یہ آواز سنی جاتی ہے ؎

مرا در دیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد ۔۔۔ وگردم در کشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

ایک سریع السیر طائر فضائے بسیط مین اوڑ رہا تھا۔ قرمزی رنگ کے بادلون پر سنہری رنگ کی ہلکی ہلکی کرنین۔ نہایت دلفریبی پیدا کر رہی تھین۔ اس خوش منظری سے لطف اٹھانیوالا پرند۔ بلند پروازی مین ترقی کرتا جاتا تھا۔ اوسکے ننھے سے دل مین شوق کی طوفانی لہرون نے ایک تلاطم برپا کر رکھا تھا۔ کہاں ابر کی دلکشی اوسکے جوش و اُمنگ کو اُبھار رہی تھی۔ وہ جسقدر اونچا ہوتا گیا۔ اُسکے عزم و استقلال نے اُسیطرح ساتھ دیا۔ جون جون اُسکو کامیابی ہوتی تھی۔ شاباش۔ اور آفرین کے زمزمے اوسے سنائی دیتے تھے جسقدر وہ اپنے مقصد سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ کانون مین مبارک باد کا سرود اور خوش آمدید کا ترنم گونجتا تھا۔ اس لطف و عروج نے اُسے سراپا مسرت بنا دیا شادمانی سے پُر ہو کر وہ فتحمندانہ شان سے اپنے چارون طرف دیکھ لیتا تھا۔ اُسکے ولولے اُسکو اُبھار رہے تھے۔ اُسکی طبیعت کی جولانی بڑھتی جاتی تھی۔ اور وہ اپنے زور ون مین سرشار ہا تھا۔ ہوا کے جھونکون نے مخالفت کی تھکانا چاہا مگر اس دھن کے پکّے نے ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور ہمت کی قوت بڑھی یہ حوصلہ دیکھکر نورانی کرنون نے اوسکو داد دی۔ اسکی تقویت بڑھی۔ اور بھی زور مین جانے لگا۔ ہوا اپنی چالون سے شرما کر خود ہی دھیمی ہوتی گئی یہ بڑھ چلا۔ اور اونچا ہوا۔ دامن رفعت نے لبیک کہا ۔ ۔ ۔ آسمانی مخلوق نے چیر دیے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"دل - آہ دل - ظالم دل - ناشاد ترس دل - کم بخت دل - دشمن دل - یہ پارہ گوشت - یہ دل - چاہا - کیا - ایک اور - ایک دل - ایک دوسرا دل - تنہائی اچھی نہیں - میں اور وہ - دو - دونوں نہیں - میں اور تو - ہم - ہم دونوں - دونوں اوڑتے - دونوں سیر کرتے - دونوں لطف اٹھاتے - بس دونوں - یہاں - وہاں - ادھر اُدھر - ہر جگہ - دونوں دیکھتے - دونوں ہنستے - دونوں کا مجموعہ - مسرت - خوشی - شادمانی - یہ - وہ - سب کچھ ..."

.....

اس خیال کا آنا تھا کہ - بانیہمہ دم خم - بانیہمہ زور بازو - بانیہمہ جوش و خروش" بانیہمہ حوصلہ و ولولہ جنبش بازو میں سستی پیدا ہو گئی - تیزی میں کمی ہوئی رکاوٹ آ گئی - تیر کی رفتار خرام ناز سے بدلی - ہلکی اوڑان - آہستہ پرواز - آخر تھم گیا - پروں کے سہارے ہوا پر تھرانے لگا - گویا کسی کا انتظار ہو - لطف انتظار - ذوق انتظار - انتظار کی خوش گواری نے دل کو ایک نامعلوم مسرت سے معمور کر دیا - طبیعت میں ایک ناقابل بیان سرشاری کیفیت پیدا ہو گئی - اب تو اور ہی پیرتی آ گئی - پھر - پتولے - اڑوں ...

افسوس یہ جگہ رکنے کی نہ تھی - ٹھہرنے والے مجرم سمجھے جاتے تھے - دائمی اور ابدی سزا ان کے واسطے مقرر تھی - سزا بھی نہایت سخت - احکام سزا فوراً اثر پذیر - سسٹم یہ تھا کہ قانون مذکور کی اشاعت نہایت خفیہ طریقہ سے باطنی طور پر کی گئی تھی - صورت جرم دلا دینا - پھر فیصلہ ناطق - حکم سزا ناقابل ترمیم - نہ اپیل - نہ مرافعہ ..."

بھولا بھالا - سبک پرواز - کندے تول رہا تھا - جیسے ہی بڑھنا چاہا -

رہ گیا۔۔ایک پھندا لگا ہوا تھا۔۔بہت باریک۔۔۔تار کا۔۔
گردن مین آیا۔۔۔بازو پر بندہ گیا۔۔اوسی مین ایک دوڑا بھی۔۔
مضبوط۔ریشمین۔ایک پتھر کو اپنی گرہ مین لیے ہوے۔۔پتھر خوبصورت
چکتا ہوا چکنا۔۔شفاف۔۔آبدار۔مگر پتھر۔۔۔طائر کی بساط سے بھاری
و زندار۔۔زمین کی کشش سے متاثر ہو کر اپنی ساتھ ہی طائر کو بھی لیچلا
لے گیا۔۔۔پستی۔۔پستی۔۔انتہائی پستی۔تاریکی۔۔گھپ اندھیرا۔۔
اونچی اُڑان والا۔سبک سیر۔۔ہوا کا پرندہ۔تڑپا۔۔۔پھڑکا۔۔۔
پھڑپھڑایا۔۔پھڑک پھڑک کر رہ گیا۔۔۔ے

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید ناامیدی اوسکی دیکھا چاہیئے"

یہ ایک شادی شدہ نازک خیال نوجوان کا خواب تھا۔جو اوسنے تخئیل کی دوربین سے عالم بیداری مین دیکھا۔اور جسکی تعبیر اوسے پہلے ہی مل چکی تھی۔اوسنے زور سے ایک دلدوز آہ کی۔اور بے ساختہ گھبرا کر کہہ اٹھا۔۔ ع۔بس ہجوم یاس دل گھبرا گیا۔

یہ تصویر کا ایک رخ تھا۔دوسرا پہلو اس سے بھی زیادہ تاریک ہے جسکا نظارہ خون کے آنسو رولانے کے لیے تیار ہو جاتا ہے وہ خمیر وفا جسکی سرشت مین ہے۔دلسوزی جسکی قدرتی میراث ہے۔جسکی نسبت برنس کے بقول قدرت اپنی کہن سالی کی قسم کھا کر کہتی ہے کہ اوسنے عورت کو سب سے بہتر صورت مین خلق کیا ہے "یہی بہترین ہستی جسکے دلی جذبات معدوم ہونا نہین جانتے جسکے احساسات ہلکی سے ہلکی جھلک کا امتیاز کر سکتے ہین۔اوسے غم کی تصویر بنا دیتے ہین جسکا قلب محبت آفرینیون کا مبدا رہے۔وہ اپنے ارمانون بھرے دل کی بیچینیون سے جو فطرتی طور پر اوس مین ودیعت کی گئی ہین تنگ آ آ کر

کلیجہ مسوس مسوس کر رہ جاتی ہے۔

نوع انسان کی اس جنس لطیف کا اندوہگین ہونا فلسفیانہ طور پر دل ہلا دینے کے لیے کسقدر کافی ہے۔ ڈاکٹر اسمائلز جنکی تصانیف سے مہذب دنیا نے بہت کچھ استفادہ حاصل کیا ہے۔ اپنی لاجواب کتاب ڈیوٹی مین لکھتے ہین۔

"ایک حسین عورت تھی۔ جسکا شوہر علحدگی چاہتا تھا۔ اسپر عورت نے کہا "تو جو کچھ مین لائی تھی وہ مجھکو واپس کردو"

خاوند نے جواب دیا "بہتر ہے تمھاری دولت تمکو ملجائے گی"

عورت بولی "مجھکو دولت کا خیال مطلق نہین۔ میرا حقیقی مال ومتاع مجھکو واپس دو۔ یعنی میرا حسن و نوجوانی مجھکو واپس دو۔ میری روح کی دوشیزگی مجھکو واپس دو۔ اور وہ بشاش دل واپس دو۔ جو کبھی بوڑھا نہین ہوتا"

آہ۔ یہ کسقدر جگر خراش تصور ہے کہ جن دلون کی یہ آواز ہوتی ہے مین تو صرف ایک ایسا دل چاہتا ہون۔ اور اسکا طالب ہون۔ جو دانشمندی سے میری نگہداشت کرے۔ اور ہر طرح میرا ہمدرد بنے" اون ہی دل والون کے گلابی رخسار آنسوؤن سے ڈھلتے ہین اور شگفتہ چہرے ناقابل اظہار رنج والم سے پژمردہ ہوتے ہین۔ اور خوش و خوش زندگی کے دن پورے کرکے رفتہ رفتہ اسی مایوسانہ حالت مین گھل گھل کر اونکا رشتۂ حیات منقطع ہوجاتا ہے ع۔ لے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ بعض زن وشو کی منافرت اسدرجہ تک دیکھی گئی ہے کہ نہ محض لطافت جذبات ہی کے لطف سے محروم رہتے ہین۔ بلکہ باہمی گفتگو بھی آپس مین نہین ہوتی حتی کہ ایک دوسرے کے سامنے ہونا بھی پسند نہین کرتے۔ اور بالآخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ [illegible] قابل فخر دل و دماغ کی رہنمائی سے شاہراہ ترقی کو

نہایت سرعت کے ساتھ طے کر رہے تھے۔ منزلِ مقصود سے کوسون پیچھے ہٹ جاتے ہین اور آیندہ زمانہ مین ایک پر رونق اور شاندار زندگی کے بجائے نہایت مبتذل اور تکلیف دہ زندگی بسر کرتے ہین۔ بعض اس سے زیادہ تاریکی مین مبتلا ہو کر بد چلنی اختیار کر لیتے ہین۔ اور اس طرح روحانیت و پاکیزگی کے آبِ شیرین سے محروم ہو کر وہ پودے جسکے بار آور ہونے کی بہت سی نظرین متوقع ہوتی ہین۔ قبل از وقت مرجھا کر سوکھ جاتی ہے۔ جسکا مجموعی نتیجہ قومی انحطاط کا باعث ہوتا ہے۔

انسان کی تمام خواہشات۔ تحصیل علوم۔ تکمیل فنون۔ احساس مذہب ترقی تہذیب۔ طریق تمدن وغیرہ سب کا دارمدار شگفتگی طبیعت اور زندہ دلی پر ہے۔ اور اوسکے جملہ افعال کی غرض و غایت محض دلجمعی اور طمانیت قلب پر مبنی ہے۔ ازدواجی پیچیدگیون سے جو مایوسانہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ نہ صرف معاملات دنیا ہی پر تصرف کرتی ہے۔ بلکہ اوسکا اثر اوس دوسرے عالم پر بھی جسکو غیر محسوس نہین۔ کہا جا سکتا پورا پورا پڑتا ہے۔ ایک بے ارادہ اور مہمل زندگی بسر کرنے والا شخص کیونکر کسی نتیجہ کا متوقع ہو سکتا ہے۔ جو خسرۃ الدنیا والآخرہ کا پورا مصداق ہے۔ مسز پارسونز ایک امریکن لیڈی نے ان تکالیف کا احساس کر کے آزمایشی شادیان کیے جانے کی رائے دی ہے۔ اور بدنصیبی کی شادی سے بچنے کے لیے جسکے پنجہ مین ایک بڑی تعداد شادی کرنے والون کی گرفتار ہو جاتی ہے۔ اوسنے اپنی کتاب مین اس امر پر زور دیا ہے کہ ایک میعاد مقررہ کے لیے مرد و عورت کی امتحانی شادی کیجائے۔ اگر سعادت بخت سے دونون متفق رہین۔ اور خوشی سے اونکی زندگی گذرے تو دوامی نکاح کر لین۔ ورنہ علیحدگی اختیار کر لیجائے۔ اور پھر عالم تجرد مین آجائین۔ اسکے

بعد دوسری شادی کے انتخاب کا ہر فریق کو حق حاصل ہوگا یہ قرار دینا کہ مسٹر پارسنز کی رائے کہان تک معقولیت کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ ایک امر جداگانہ ہے۔ اسوقت اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ دنیائے ازدواج مین اس ناخوشگواری نے کس حد تک کشمکش پیدا کر رکھی ہے۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ ہر واقعہ کے لیے کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے۔ چنانچہ ان خانہ جنگیون کے پیش آنے پر بہت سے اسباب تجویز کیئے جاتے ہین۔ اور بہت سی صورتین بنا رکھی ہین۔ ہندوستانی قومین بھی بلا لحاظ مذہب وملت کثرت سے اِن حادثات کا شکار ہوتی ہین۔ مصلحانِ قوم اور ملکی رفیا ہمران خرابیون کے اسباب ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان کا سدباب کر رہے ہین۔ اور شاید کچھ کامیاب بھی ہوچلے ہین۔ مختلف سوسائٹیان اور انجمنین ملک کے اکثر حصون مین اس خاص غرض کے لیے قائم ہوئی ہین۔ اور ہوتی جاتی ہین۔ اور آیندہ نسلون کو اس دنیاوی دوزخ سے بچانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کم سنی کی شادی۔ ذات پات کی قیود۔ کُف اور گوتھ وغیرہ کا خیال ونیز اور بھی بہت سے امور معرض بحث مین ہین۔ اور اسی لحاظ سے کم وبیش ان کی ترویج وتنسیخ بھی شروع ہوگئی ہے۔ اور آیندہ کے لیے سلسلہ کوشش جاری ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ رشتہ ازدواج ایک ایسا قلبی تعلق ہے جسکی بنیاد کو موانست ومحبت سے استحکام ہوتا ہے۔ اور یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ جسقدر نفوس متحد المقاصد ہونگے۔ اوسیقدر ارتباط کو مضبوطی ہوگی۔ پس دو شریک زندگی جنکی اغراض لازمی طور پر متحد ہوجاتی ہین۔ اون کا ایک دوسرے سے مغائرت برتنا۔ ایسا ہی بعید الفہم ہے۔ جیسا کہ دو متحد المقاصد کا ایک ہستی ہوجانا قرین قیاس ہے متحد المقاصد ہونے کے لیئے خیالات کی یکسانیت اور طبایع کا مساوی الحیثیت ہونا ضروری ہے

اسی انتخاب مین جب غلطی ہوتی ہی تو دو متناقض طبیعتین اوجھ جاتی ہین - اور جذب واتصال پیدا ہونے کے بجاے افتراق وانفصال کی صورت پیدا ہوجاتی ہی چنانچہ اسیوجہ سے اقوام عالم مین تخصیص مذہب واشتراک قومیت کا بہت لحاظ رکھا جاتا ہے - تاکہ طبایع کی بیگانگی اور اجنبیت خیالات اختلاف راے کا باعث کہکو کوئی صورت اتحاد مقصد کے منافی نہ پیدا کردے - فروعی اختلافات سے قطع نظر کرلی جائے مگر جب اصول مین تفریق ہوگی تو خود بخود مغائرت پیدا ہوجائے گی اراکین خاندان مین خصوصیت کیون ہوتی ہی - اس لیے کہ اونکی اغراض مشترک ہین - شرکاے تجارت شیر وشکر کیون ہوتے ہین - اسلیئے کہ مشترکہ پلیٹ فارم پر کھڑے ہین یہ ایک معمولی سا واقعہ ہی - جسکی تصدیق بالمرہ دوران سفر مین ہوتی رہتی ہی کہ ایک ٹرین مین جب دو مسافر طولانی سفر کررہے ہون اور کسی ایک ہی جگہ پہونچنا دونون کو منظور ہو تو بمقابلہ دوسرے سفر کرنیوالون کے ان دونون مین باہم ایک خاص خصوصیت پیدا ہوجاتی ہی - درانحالیکہ اس سے قبل وہ ناآشناے محض ہوتے ہین - اور انتہائی اسٹیشن پر پہونچکر دونون کا منتشر ہوجانا یقینی امر ہے - اس مثال سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہی کہ لوگون مین جس حدتک اغراض باہم پیوستہ ہونگی اوسی نسبت سے آپس مین مانوسی ہوجائیگی - ہم سبقی - ہم مکتبی - ہمسائگی - ہم وطنی - ہم قومی - ہم مذہبی - ہم پیشگی وغیرہ کا تفاوت اسی معیار سے صحیح طور پر معلوم ہوسکتا ہی -

لیکن سب سے زیادہ افسوس ناک یہ امر ہے کہ اس اصول کے ابتدا فراط وتفریط پر تقسیم کردیے جاتے ہین اور اس بے ضابطگی کی پاداش مین وہی نتیجہ مترتب ہوتا ہی - جس سے احتیاط مقصود تھی - اور اُسی سزا کا وجوب لازم آجاتا ہے جو دائمی طور پر زائد بذیر ہوتی ہی تعجب ہوتا ہی - جب متعاقدین معاہدہ کے موازنہ

مائلت مین نمایشی اور غیر مؤثر امور پر کو خوب غور کیا جاتا ہی حسب نسب۔ شرافت خاندانی پتر۔ گوتھ۔ کف۔ غیر کف۔ وجاہت اعزاز تمول۔ شکل۔ شباہت وغیرہ کی بار بار جانچ کی جاتی ہے۔ مگر اون طبایع کی اُفتاد کا کبھی اندازہ نہین کیا جاتا۔ جنکی موافقت و ناموافقت پر اس جدید طرز زندگی کا انحصار ہے۔

کیا ایک متانت پسند۔ تربیت یافتہ۔ خوش دماغ لڑکی۔ ایک وہمی مزاج نیم خواندہ شخص کی پست خیالی کی متحمل ہوسکتی ہی۔؟ اور کیا ایک متبذل اور چھچھوری طبیعت کی عورت کسی نازک خیال خوش مزاج مرد کی ہمسری و ہم کیشی کا استحقاق رکھتی ہی؟ یا کسی بدچلن سرمست شباب نوجوان کو ایک باحمیت نازنین عفیفہ کی دل شکنی کا حق حاصل ہی۔؟

کیا ایک غیور طبع۔ ذی حوصلہ اور خوددار بیگم کی انتہائی بدنصیبی نہین ہے۔ کہ کسی بے غیرت طامع۔ اور خفیف الحرکات شوہر کے حوالہ کردیجاے۔؟ یا کوئی خود پسند اور متکبر لڑکا اس قابل ہے کہ کسی محبت کیش نازبردار دوشیزہ کا خواستگار ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔

یہ کیسی افسردہ کرنے والی بات ہی کہ ان نفی آمیز سوالات کے جواب تجربہ اثبات مین دے سکتا ہی۔ اور سوسائٹی کے بہت سے ممبر لفظ شادی کو غم کا مترادف دہم معنی کہدینے مین تامل نہین کرتے۔ یہ ساری خرابی اوسی بے پروائی کا نتیجہ ہی جسکی تفصیل سطور بالا مین ہوچکی ہی۔ گو اس نامناسب عقد و منا کحت کی بعض بعض اسباب اور بھی ذہن مین آسکتے ہین لیکن سلسلہ کے اختتام پر پھر وہی غلطی نکلے گی۔ اور فی الحال بخیال طوالت اوسکی تفصیل سے قطع نظر کیا جاتا ہی۔ بہرکیف۔

این غلط مجموعہ را شیرازہ بستن خوب نیست

ارشد تھانوی

خبرین

ہندوستان کے تمام علم دوست اصحاب یہ سنکر نہایت افسوس کرینگے کہ خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ دہلوی نے انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے ذوق علمی کا اندازہ اس سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ ۱۸۵۴ء سے ۱۹۱۱ء تک اونکی تصانیف و تراجم کی تعداد تصحیح فن حسب ذیل تھی۔ تاریخ (۱۸) ریاضی (۸) طب و ہیئت (۹) ادب (۱۶) اخلاق (۲) سیاست مدن (۷) کل ۶۳ ان کتابوں کے علاوہ بکثیر تعداد اونکے مضامین کی ملک کے مختلف اخبارات و رسائل میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی وہ بھی ایک آدمی کے لیے کچھ کم نہ تھی۔ اُردو کے تمام مصنفین میں مختلف فنون پر اس کثرت سے آجتک کسی نے نہیں لکھا۔ اور یہ ایک بڑی خصوصیت ہے۔ یقیناً تمام بہی خواہان اردو ہمارے ساتھ مرحوم کی وفات پر اظہار رنج اور اونکے لیے دعائے مغفرت کرنے میں ہم آہنگ ہونگے۔ ہمیں مرحوم کے پس ماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔

خان بہادر مرزا سلطان احمد کے نام نامی سے تمام وہ حضرات بخوبی واقف ہیں جو اردو رسالوں کو گاہے ماہے بھی پڑھ لیا کرتے ہیں کیونکہ ہندوستان کے طول و عرض میں شاید بہت کم ایسے رسالے ہوں گے جو اونکی رشحات قلم سے فیضیاب اور اونکے علمی چشمۂ فیض سے سیراب نہوتے ہوں۔ الناظر کے حال پر بھی اونکی خاص توجہ ہے۔ چند روز ہوئے اونپر ایک عجیب حادثہ گذرا جسکی مختصر کیفیت اونھیں کی گرامی نامہ سے اقتباس کرکے درج ذیل کیجاتی ہے:۔

"میں ۵ نومبر ۱۹۱۱ء کو میل میں جالندھر سے لاہور کو سوار ہوا جب ٹرین کوئی ۲ بجے دن کے نانان والہ اسٹیشن پر پہونچی تو وہاں سے گذر کر مجھے معلوم ہوا کہ بندوق چلی ہے اور میرے سر کے پچھلے حصہ میں بندوق کی گولی لگی ہے میں نے فوراً مارے درد کے سر پر ہاتھ مارا تو کوئی ۳/۴ یا ۱ انچ کے قریب سر کا حصہ متورم تھا اور سخت درد ہوا۔ اسکے ساتھ ہی دیکھا کہ گاڑی میں شیشہ گلاس کے چند ٹکڑے بھی پڑے ہیں۔ اسکے بعد فوراً مجھے ۱۰۴ درجہ تک بخار ہوگیا اور بدحواسی۔ آخر میں لاہور آکر اترا اور ۷ کی شام تک بیمار رہا اور ۹ بجے تک ورم رہا۔"

ہمین امید ہو کہ ہمارے ساتھ تمام ناظرین الناظر کو مرزا صاحب کے ساتھ دلی ہمدردی اور اس حادثہ پر سخت افسوس ہوگا مسرت کی بات ہو کہ اب انکی طبیعت بفضلہ اچھی ہو۔

خان بہادر سید اکبر حسین اکبر کی ظرافت طبع نے اردو شاعری کی ایک خاص صنعت کو اپنی ذات کے ساتھ اسطرح وابستہ کرلیا ہو جسطرح گل کے ساتھ بلبل اور بلبل کے ساتھ گل۔ حال مین اون پر جو کوہ الم اونکی زندگی کی مونس کی وفات کی صورت مین ٹوٹ پڑا ہے اوس نے جناب ممدوح کو پریشان و مضطرب کردیا ہو۔ ہمین جو ارادت جناب موصوف سے ہو اسکی بنا پر اور نیز اردو کے ایک ادنی خادم ہونیکی حیثیت سے مرحومہ کی وفات کا بڑا قلق اور خان بہادر کے ساتھ ہمکو بھی دلی ہمدردی ہو اور ہم کامل یقین رکھتے ہین کہ ہمارے ساتھ اس ماتم مین تمام ارادتمندان اردو عموما اور لغت آشنایان کلام اکبر خصوصا ہمآہنگ ہونگے خداوند جل وعلی سید صاحب کو صبر و قرار عطا فرمائے ہمارین دعا از من و از جملہ جہان آمین باد۔

الناظر کا دوسرا سال کی تکمیل ہی اس نمبر کے ساتھ ختم ہوتی ہو۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم اس موقع پر اون اضافون تبدیلیون اور ترمیمون کا اعلان کرسکین گے جو کچھ عرصہ سے ہمارے پیش نظر ہین لیکن بعض اتفاقی اور خلاف امید اسباب کی پیش آنیکی وجہ سے ہم اون اعادہ سے معذور ہین مگر ہم اپنے معزز قدردانون کو یقین دلانا چاہتے ہین کہ اصلاحات کا جو وعدہ گذشتہ نمبر مین کیا گیا تھا اوسکے ایفا کا ہمین برابر خیال ہی اور رہیگا اور اگر بخت نے رسائی کی اور حالات و حادثات اتفاقی ہمارے خلاف ہمارے دامن نہ کھینچے تو ہم انشاء اللہ آیندہ سشماہی کے ختم پر اپنی جو اصلاحات کے عمل درآمد کا اعلان کرینگے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اردو رسالون کی بڑی دقتون مین سے ایک دقت ان مضمون نگارون کی ہو جن دشوارون سے ہمارا بھی واسطہ ہوا ہو اوس کا اندازہ کچھ وہی خوب کرسکتے ہین جو ہمارا قسمت ادا کرنے کے بعد تمام ذمہ داریون سے دست بردار ہوجاتے ہین مگر مضمون کی مشکلات کا خاتمہ نہین ہوتا۔ مضامین نگار حضرات مضمون بھیجکر ایڈیٹر کو ممنون بنادیتے ہین اور اوسکی اشاعت کو انتظار مین خاموش ہوکر بیٹھ جاتے ہین لیکن ایڈیٹر کا سر انکا رہین خالی نہین رہتا۔ رسالہ کا ہر خریدار ہمارا ایڈیٹر ہو ہر ایک اپنی اپنی فرائض ادا کررہے ہین اور خریدارون نے قیمت بھیجدی

مگر جب سال تمام پر دفتر کا جمع خرچ مالک کے سامنے جاتا ہے تو اوسکی الجھن کم ہونیکی بجاے بڑھجاتی ہے یہ کیون ہوتا ہے؟ اس لیے نہین کہ رسالون کے خریدار زیادہ ہوتے ہین یا مضمون لکھنے والے میسر نہین آتے یا منتظمین ایمانداری سے کام نہین کرتے بلکہ اسوجہ سے اور محض اس وجہ سے کہ پبلک کے مذاق کا صحیح اندازہ نہین کیا جاتا ہے اور نہ غالبًا ملک کی موجودہ حالت تغیر مین کیا جا سکتا ہے لیکن جو رسالے ان مشکلات کے باوجود بھی شایع ہوتے ہین اور بے ہنگام موت کا شکار نہین ہوجاتے وہ اگر اپنے فرائض مین اس قدر اور اضافہ کرلین کہ رسالہ ایک وقت معین پر شایع کیا کرین تو غالبًا اردو رسالون کی حالت مین ایک نہایت مفید اصلاح ہوگی۔ ہمنے متعدد موقعون پر اپنے معزز ہمعصرون کو اس ضروری اصلاح کی طرف توجہ دلائی اور الحمد للہ کہ بعض نے ہماری مخلصانہ عرضداشت پر توجہ کرکے اس تجویز کو حسن قبول عطا کیا۔ چنانچہ الرفیق (رنگون) اور الحباب (بھوپال) کے بارہ مین ہمین علم ہے کہ آیندہ سال سے اسکا خاص اہتمام کیا جائیگا۔

الناظر ڈیڑھ سال سے شایع ہو رہا ہے اور ناظرین الناظر اس بات کی شہادت دے سکتے ہین کہ ہم نے ضروری شرط کو ہمیشہ کس حد تک پورا کیا ہے۔ اسی تجربہ کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر ہمعصر بھی اگر پابندی وقت کو اپنے فرائض مین داخل کرلین تو اونکو ناکامیابی کی کوئی وجہ نہین ہے۔ اور اگر اس قسم کے ارادہ مین خدانخواستہ کوئی معمولی سا رخنہ ہو تو ہم نہایت ادب کے ساتھ ہر قسم کی اصلاح اور مشورہ دینے کے لیے طیار ہین۔ اور اگر کسی صاحب کو مطابع کے جور و ستم کی شکایت ہو اور وہ لکھنؤ مین پرچہ چھپوانے کی زحمت گوارا کرین تو ناظر پریس اپنی خدمات پیش کرنے مین عذر نہ کریگا۔ ہماری میعاد پابندی وقت کو تمام باتون پر ترجیح دیجاتی ہے۔

اعلان۔ الحکم دو سال سے بند تھا۔ انشاء اللہ جنوری ۱۹۱۲ء سے پھر جاری ہوگا اور فلسفیانہ آب و تاب کے ساتھ جاری ہوگا قیمت سالانہ عکر مع محصول ڈاک۔ ناظرین خواستین مرزا محمد ہادی صاحب بے اے لکھنؤ کو لکھ کر دفتر الحکم مین روانہ فرمائین فقط **المشتہر** ہادی گولہ گنج

نوٹ۔ ایکسو خواستین مع سالانہ قیمت پیشگی روانہ ہونی چاہئین جو دسمبر کی پرچہ سے شایع

اس سے بڑھکر اور کیا اکسیر ہوگی

قیومس ہیرایل یعنے روغن نایاب

تمام اعضا میں دماغ بادشاہ مانا گیا ہے۔ اگر زلہ۔ زکام۔ بالوں کا سفید ہونا۔ دماغی کمزوری۔ رنگ زرد اور ضعف بصارت معلوم ہو تو سمجھ لینا چاہیئے کہ دماغ میں کمزوری اور کوئی نہ کوئی خرابی ضرور ہے۔ ہمارا تیل۔ ایسی کیمیادی اجزا سے ترکیب دیا گیا ہے جو بالوں کے گرنے سر کے چکرانے۔ درد سر کے دور کرنے۔ کم خوابی خفقان اور دیگر امراض دماغی کیواسطے بیمثل مفید ہے۔ اسکی استعمال سے بالوں کی جڑیں مضبوط اور بالیدگی پذیر ہوتی ہے۔ عوض ڈاکٹر۔ طالب علم۔ وکیل بیرسٹر اور ضعف دماغ کے شاکی لوگوں اور خصوصاً عورتوں کو اس تیل کا استعمال خاص طور پر رکھنا چاہیئے۔ یہ تیل بالوں کو خوشبودار کرتا ہے۔ خود تیل نہایت ہی خوشبودار اور خوشرنگ ہے۔ اسکے استعمال سے سر درد جوئیں وغیرہ مطلق نہیں پڑتی ہیں قیمت فی شیشی ۱؎ محصول ایک شیشی ۱؎ اور ۲ شیشیوں کے ۲؎

قیومی سالٹ یعنے نمک قیومی

دافع تمام امراض معدہ۔ درد شکم۔ درد قولنج۔ قراقر۔ نفخ۔ بواسیر ریاحی۔ بدہضمی ہمیشہ درد مثانہ۔ درگردہ کھٹی ڈکار اور قبض کے دور کرنے میں از حد مفید ہے۔ اسکا استعمال تمام وبائی امراض سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ نمک بھوک بہت لگاتا ہے۔ معدہ کی جملہ خرابیوں کے دور کرکے ہاضمہ کو قوت دیتا ہے۔ ہر شخص کو لازم ہے کہ ہمارے اس ایجاد کردہ نمک کو اپنے گھر میں رکھے۔ اور اسکے استعمال سے ضرور فائدہ اٹھائیے قیمت فی شیشی ۴؎

قیومس ہیر ڈائی یعنی خضاب قیومی

آجکل تمہاری دنیا میں خضابوں کی بھرمار ہے۔ مگر تسلی آمیز الفاظوں سے اطمینان ہونا غیر ممکن ہے جب تک تجربہ نہ ہو بیسود ہے ہمارے دواخانہ میں جو خضاب تیار ہوتا ہے وہ ایک شیشی کا ہے۔ اسکی خوبیوں کو بیان کرنا بیکار ہے تاوقتیکہ خود شائقین اسکی تعریف نہ کریں۔ خضاب کا کام ہے کہ بالوں کو سیاہ کرے۔ جلد پر داغ دھبہ نہ ہو۔ بالوں کی رنگت کو قائم رکھے۔ ہمیں کرختگی پیدا ہو۔ بدبو نہ دے سوزش نہ کرے۔ ہمارے خضاب میں یہ تمام باتیں موجود ہیں۔ اور تمام برائیوں سے پاک ہے۔ اگر بال سیاہ نہ ہوں۔ یا جلد پر داغ آوے۔ تو قیمت واپس کردی جاوے گی۔ ایک مرتبہ ضرور منگا کر ہماری صداقت کا امتحان کریں۔ قیمت فی شیشی ۲؎ محصول ڈاک ۳ ایک شیشی سے ۳ شیشی تک ۶؎

قیومس ریگولیٹر۔ یعنی حب شفا رانسا

یہ گولیاں مستورات کے امراض رحم کے دور کرنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہیں۔ اگر رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو۔ یا ماہواری ایام ٹھیک طور سے نہ ہوتے ہوں۔ یا بند ہو گئے ہوں تلوؤں یا ہتھیلیوں میں آگ سی لگی رہتی ہو یا اور ایام سے تین چار روز قبل رحم میں یا زیر ناف درد ہوتا ہو کبھی کبھی رطوبت بھی جاری رہتی ہو۔ علاوہ ازیں حمل نہ قائم رہتا ہو۔ یا حمل ضایع ہو جاتا ہے۔ دن کا سب شکایتوں کو دور کرنے میں ہماری یہ گولیاں تیر بہدف کا کام کرتی ہیں۔ ایک ماہ دونوں وقت استعمال کرنا چاہیئے۔ گولیوں کی قیمت ۱؎ محصول ۱؎

المشتہر
شفیق الدین منیجر دواخانہ حکیم عبدالقیوم۔ تالتلا لین نمبر ۱۷۔ کلکتہ۔

گذشتہ نمبر

الناظر کے بہت کم باقی رہی ہین۔
چھ چھ مہینہ کی پرچونکی جلدین طیار ہوئی ہین اور ہر جلد قسم اول کی للعہ مین اور قسم دوم کی عا مین ملسکتی بعض مہینونکی پرچے بھی ہین قسم اول کی ۱۲ اور قسم دوم کی ۶ رفی پرچہ کے حساب سے ملسکتے ہین

منیجر الناظر لکھنؤ

شاو ملیس کمپنی مالکان کانہاے کوئلہ بنگال
ہمارا تجربہ کا کوئلہ نہایت اعلیٰ قسم کا ہی تمام ریلوے کمپنیان خرید کرتی ہین۔
اسٹیم کول (کارخانون اور ریلوے کے واسطے)
کوک سمت (ڈھلائی کے کام کے واسطے)
کوک نرم (گھر مین جلانے اور کھانا پکانے کے واسطے)
کوئلہ کا چورہ (اینٹ وچونہ کے بھٹے کے واسطے)
ہر قسم کا کوئلہ نہایت کفایت سے مسکتا ہو۔ نمونہ طلب کیجئے اور نرخ طلب فرمائیے۔
موٹر کار کے لیے پٹرول (تیل) اس کارخانہ سے بٹھکر اور بکفایت آپکو کہین نہ ملیگا۔
فرمایش پتہ ذیل سے آنی چاہیئے۔
ایجنٹ شاو ملیس کمپنی نمبر ۲ اسول لائنز آگرہ

عصمت

ایک زمانہ معترف ہی کہ عصمت خواتین کے مطالعہ کیواسطے ایک نعمت ہی۔ اخبار مشرق کی راے ہی کہ یہ رسالہ ہماری خواتین کیواسطے بیظیر ہی کنواری لڑکیون کو فرمانبردار بہوین بیگھر بیوبان۔ سلیقہ شعار گھر والیان بنائیگا۔ تہذیب خانہ داری کھانا پکانا سینا پرونا۔ اخلاق۔ ادب۔ مذہب سکھائیگا۔ غرض جا پر آنے مہینہ اور تین روپیہ سالی مین یہ ۶۴ صفحہ کا رسالہ جسکا ورق سنہری ہی سب سے سستی ایک نعمت ہی ہندوستان کی اعلیٰ قابلیت رکھنیوالی بیگمات اسکی نامنگار مہینہ کا پرچہ بہر قیمت سالانہ بانصویہ۔ دفتر عصمت دہلی سے طلب کیجئے

بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلیولا کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجئے قیمت عہ ر
ہیضہ کیلئے باٹلیولا کا کارل بہترین دوا ہی قیمت عہ ر
باٹلیولا کا خضاب جسمین مرچ اضافی ہوتے ہین۔ بھورے بالونکو اپنی قدرتی رنگ مین لے آتا ہی قیمت ۔ ے ر
باٹلیولا کی مقوی گولیان اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتا ہی قیمت عہ ر
باٹلیولا کا سفوف۔ دندان بیسی اور دواینی داڈن کر تیار ہوا ہی یا چال دکاربولک ایسڈ کے مانند اجزا مین شامل ہین قیمت فی بکیٹ ۴
باٹلیولا کا کیرٹونکا مرہم۔ ایکزیما چاکر دیتا ہی ۱
یہ ادویہ ہر جگہ ملتی ہین اور مشتہر سے بھی ملتی ہین۔
ڈاکٹر ایچ ایل باٹلیولا۔ دواری لیبوریٹری دہلی

قیمت بے سالانہ — نمونہ ۶ر

رسالہ زمانہ کانپور

عمدہ لکھائی۔ نفیس چھپائی۔ اعلیٰ کاغذ۔ دلکش تصاویر۔ مفید اور دلچسپ مضامین۔ غرض ہر حیثیت اور ہر لحاظ سے اُردو زبان کا

بہترین رسالہ

OSMANIA UNIVERSITY
LIBRARY
HYDERABAD-7

(ہے)

زمانہ کا حجم قریب سو صفحے ماہوار کے ہوتا ہے۔
زمانہ کے ہر نمبر میں ہر قسم کی متعدد بہترین تصویریں ہوتی ہیں۔
زمانہ میں سب قسم اور ہر مذاق کے بہترین مضامین ہوتے ہیں۔
زمانہ ہر ماہ کے ٹھیک ۳۰ تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔

اس قیمت پر ملک کا کوئی ماہوار رسالہ اسقدر مضامین اور اتنی نفیس اور عمدہ تصویریں نہیں دیتا

جنوری سے جون ۱۹۱۰ء تک چھ شمارے جلد تمام ہوئی ہے اسمیں لکھائی کاغذ کے ۵۰۰ صفحات سے زاید مضامین نظم و نثر اور سات اعلیٰ درجہ کی نفیس اور ۶۸ ہاف ٹون عکسی و لیتھو تصاویر ہیں۔ کوئی مکمل جلد فروخت کرنے کے لیے نہیں بچی ہے۔ جولائی سے نئی جلد شروع ہوتی ہے آیندہ خریداری اسی نمبر سے شروع ہونا چاہیئے ورنہ دیر میں خریداری سے جلد مکمل نہ مل سکے گی۔

المشتہر

منیجر رسالہ زمانہ کانپور

اکتوبر ۱۹۱۰ کا پرچہ ۳۰۔ اکتوبر کو خاص آب و تاب سے شایع ہو گیا۔

تنباکوی خوردنی

کا

قدیم معتبر اور مشہور کارخانہ

جہان

اقسامِ ذیل کا خوشبودار، عمدہ، نفیس تنباکو تیار ہوتا ہے

زردہ تنباکو

قسم اول مشکی فی سیر ..... عـ۵ر قسم سوم مشکی فی سیر عـ۵ر

قسم دوم، ؍؍ ..... عـ۵ر قسم چہارم، ؍؍ ..... للعہ ر

قسم پنجم، زعفرانی فی سیر عـ۵ر

قوام تنباکو

قسم اول مشکی فی تولہ عـ۵ر

قسم دوم، ؍؍ ۸ر

قسم سوم، ؍؍ ۶ر

قسم چہارم، زعفرانی ؍؍ ۴ر

قسم پنجم، ؍؍ ۲ر

گولی تنباکو

قسم اول مشکی طلائی فی تولہ عـ۴ر

قسم دوم، ؍؍ نقرئی ؍؍ ۱۰ر

قسم سوم، ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۸ر

قسم چہارم، ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۶ر

قسم پنجم، ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴ر

المشتہر

محمد حسین ولد اردحسین تاجر تنباکوئے خوردنی چوک لکھنؤ

عطر!! عطر!!! عطر!!!

کارخانہ مسمّی شیخ سخاوت حسین لکھنؤ

لکھنؤ ہندوستانی فیشن کا مرکز ہے اور اس تباہی و بربادی کے زمانہ میں بھی اخلاق و طرز معاشرت میں ساری ہندوستان کی رہبری کر رہا ہے اور تمام باتیں درکنار خاص عطر کے بارہ میں جو اعتدالی خرابی و نفاست دماغی کا سب سے قوی اور بازہ محافظ ہے ہمیں بھی عرصہ تک کوئی شہر لکھنؤ کی ہمسری کا دعوٰی نہیں کر سکا لکھنؤ کے عطر کو اعتبار آج تمام شہر و پرانا نمایان مخر طاب کر رہا ہے اور یہ کوئی دعوٰی نہیں بلکہ ہمارا کارخانہ جسے کہ حصہ جاری ہے اطلب فرمائیے پسند نہ ہو واپس کر دیجئے نام بھی واپس آپ سے لیا جائیگا۔ مگر پوری قیمت بعیب والی شے فوراً روانہ ہوگی روپیہ نقد آنے پر بذریعہ ویلیو پی ایبل بھیجا جا سکتی ہے

عطر

نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ	نام عطر	قیمت فی تولہ
[illegible]	[illegible]	عطر کاجنا	[illegible]	عطر مجموعہ	عکا
[illegible]	[illegible]	عطر ٹی	[illegible]	عطر سوہاگ	عکا عکا ۱۲
عطر بیلی	[illegible]	عطر گلاب	[illegible]	عطر اگر کشتہ	للعہ
[illegible]	[illegible]	عطر ہونہ	[illegible]	عطر اگر	[illegible]
[illegible]	[illegible]	عطر نسترا	[illegible]	عطر اصفہانی	
عطر [illegible]	[illegible]	عطر موتی	[illegible]	عطر [illegible]	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	عطر کیوڑا	
عطر [illegible]	[illegible]	عطر چنبیلی	[illegible]	[illegible]	
عطر [illegible]	[illegible]	عطر کیوڑا	[illegible]	[illegible]	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

عمدہ اور خوشبودار تیل

غالباً آپکو بھی اسی شکایت ہوگی کہ عمدہ اور خوشبودار تیل کمسے کم قیمت کا عام طور پر آپ نہیں پا سکتے، انکی شکایت رفع کرنے کیواسطے اس کا جلسے کو شش کی ہے آپ ضرور منگوا کر استعمال کیجئے

فہرست

روغن چنبیلی [illegible]	[illegible]	کو لیاں تمباکو ورقدار فی روپیہ ۱۰ تولہ
روغن بیلہ [illegible]	عرق گلاب فی بوتل عکا [illegible]	گو لیاں تمباکو بلا ورق فی روپیہ ۱۳ تولہ
روغن کیوڑا [illegible]	عرق کیوڑہ فی بوتل [illegible]	قوام تمباکو فی روپیہ ۱۳ تولہ

[illegible]

مشیخ سخاوت حسین مالک کارخانہ عطر لکھنؤ چوک

گولیان!! گولیان!! گولیان!!

لیجئے! آپکو بقائے صحت و زندگی کیلئے اکسیر کی تلاش نہیں

ہمارے ایجاد کردہ آتنک نگرہ گولیو کا نام شاید آپنے سنا ہوگا یہ گولیاں عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی گرامی ڈاکٹرون۔ ویدون اور حکیمون نے اسکا تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہم کو خطوط لکھے ہین۔ ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین۔ سیکڑون فرمائشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانہ مین پہونچتی رہتی ہین جسمی کمزوری کو جڑ سے کھو دینا۔ مایوسون کو سراپا امید بنانا۔ مادۂ تولید کے تمام نقصات کو دور کرنا۔ ذہن مین جودت اور تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا جسم کو تندرست و توانا بنانا۔ مردہ دلون مین تازی روح پھونکنا اس کا ادنی کرشمہ ہی۔ مردہون یا عورتین اونکی ہر قسم کے ضعف دور کرکے عالم جوانی دکھانی مین۔ یہہ گولیان اکسیر کا کام کرتی ہین۔ اگر انھین تندرست بھی کھائے تو بیشمار فائدے اپنے جسم مین پائے۔ جن لوگون نے انھین استعمال کیا ہی اون سے دریافت کرکے اپنا اطمینان کر لیجئے۔ یا خود ایک بار تجربہ کر لیجئے۔ **قیمت** فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین **عصر** علاوہ محصول ڈاک ہی اگر مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو **ہماری کتاب کام شاستر مفت منگوا لیجئے** جو اردو۔ انگریزی۔ ناگری۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ بنگالی تامل وغیرہ زبانون مین ۵۰ صفحے پر چھپی ہوئی موجود ہین۔ اور ہم محصول ڈاک اپنے پاس سے لگا کر آپ کو بھیجدین گے۔ آب تک چھ لاکھ سے زیادہ کاپیان ہم مفت تقسیم کر چکے ہین۔ اس کتاب کو دیکھنے سے آپ کو بہت سی مزید مفید معلومات حاصل ہو جائین گی۔ **ملنے کا پتہ۔**

ویدشاستری منی شنکر گووندجی۔ آتنک نگرہ فارمیسی

شہر جام نگر ملک کاٹھیاوار

روغن کیمیا

دماغی محنت کرنے والون کیلئے خاص طور پر طیار کیا گیا

ضعف دماغ وبصارت کیلئے اکسیر اور دردسر کو زائل کرنیوالا ہے۔ اسکی مزاولت بالون کو بڑھاتی اور انکی سیاہی قایم رکھتی ہی۔ یہ نہایت سادہ اور قدرتی اجزاسے طیار ہوا ہی اور کسی قسم کی خوشبو وغیرہ اس مین نہین دی گئی ہی تاکہ استعمال کرنے والون پر یہ بخوبی روشن ہوجاے کہ ہم اشتہاری دہوکہ بازی سے کام نہین لیتے۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ ایک بار منگاکر تجربہ کیجئے امید کہ آپ پسند فرمائینگے۔ قیمت مین یہ عمدہ خوشبودار روغنیات سے زیادہ نہین اور منافع مین وہ اسکا مقابلہ نہین کرسکتے فی آثار طعہ ایک شیشی (۱۔ ثار) عہ محصول ڈاک وخرچہ ویلیو ذمہ خریدار۔

دفتر رسالۂ الناظر۔ فلاور ملز۔ لکھنؤ

"تاریخ تمدن"

بکل کی ہسٹری آف سویلیزیشن کے ایک حصہ کا ترجمہ حسب فرمایش انجمن ترقی اُردو مرحوم منشی محمد احمد علی۔ بی اے۔ ایل ایل بی کی اعلیٰ قابلیت کا نمونہ اعلیٰ قسم کے کاغذ پر اور مجلد نسخہ کی قیمت عہ
اوسط درجہ کا کاغذ اور مجلد نسخہ کی قیمت عہ ۸ محصول ذمہ خریدار۔
" غیر مجلد " عہ ۴

شاد محمد خاں کمیشن ایجنٹ امین آباد لکھنؤ یا دفتر رسالۃ الناظر لکھنؤ سے طلب فرمائیے

چوب چینی اور عشبہ کے اکتالیس مجربہ فوائد

جن کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مریضوں پر آزما کر کی ہے

فائدہ (۱) جسکی تصدیق ایک سو اکیس مریضوں نے آپ استعمال کر کے کی ہے اور سرٹیفکیٹ دیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ جب کبھی آتشک و سوزاک ہو چکا ہو اور کچھ عرصہ بعد جلد پر سیاہی آجائے چہرے اور جسم پر بد نما داغ پڑ جائیں یا جوڑوں اور ہڈیوں میں درد ہو تو اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام دکھ درد رہو ہو جائیں گے۔

فائدہ (۲) جسکی تصدیق پینتالیس مختلف ملکوں کے لوگوں نے کی ہے وہ یہ ہیں خرابی معدہ و خرابی جگر جب کہ ہضم نہ ہو جانے سے دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے۔ چہرے پر رونق اور مردہ پن پیدا ہو جاتا تھا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے معدہ پر بوجھ کچھ درست کبھی نے کبھی نبض ہو جاتا تھا تو وہ سب اس مرکب کے استعمال سے دور ہو گئے۔

فائدہ (۳) جسکی تصدیق دو سو بیس آدمیوں نے کی ہے۔ ہیں خون گندہ ہونے سے چہرے پر جا بجا پیاں جسم پر دانے پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ میں پیدا ہو کر ان سے اسد ابی آ کر جہاں وہ پڑتی تھا زخم ہو جاتے تھے۔

فائدہ (۴) جسکی تصدیق تینتالیس آدمی کرتے ہیں۔ آنکھوں کی چربی سیاہی اور موٹا ہو گیا تھا پسینہ آنے سے سخت فارش ہوتی تھی۔ ہر وقت ہاتھ پاؤں جلتے رہتے تھے۔ اور ان سے نیند بھی نہ آتی تھی۔

فائدہ (۵) جسکی تصدیق کیا۔ اور لکھ کر دیئے ہیں تاثیر مختلف جسم میں ہیں جن میں دبلے دبدن میں دن بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں اسکے استعمال سے بڑی گلٹیاں چھوٹی ہو گئیں اور آخر بالکل جاتی رہیں۔

فائدہ (۶) جسکی تصدیق بارہ آدمیوں نے کی ہے۔ ہیں مبتلا سوزاک سے پیشاب جاری رہتی تھیں اس مرکب کے چند روز استعمال سے سوزاک بالکل جاتا رہا اور تندرست ہو گئے۔

فائدہ (۷) جسکی تصدیق ستاسیں بیان کرتے ہیں ان جوتے سے اٹھ کر درد تمام بدن اور پنڈلیوں میں پہنچا کرتا تھا۔ جس سے تمام دن مرد سوکھتی جاتی تھی اسکی ایک شیشی کے استعمال سے درد یکسر باوا اور مرد جاتا رہا۔

فائدہ (۸) جسکی تصدیق چار سو بیس نے اسے استعمال کرنے کے بعد کرتی ہیں کہ ہمارے فلوں میں درد از رحم سے بدبودار پانی جاری رہتا تھا اور ایام حیض میں بڑا سر میں درد بہت ہوا کرتا تھا۔ اسکے استعمال سے ایام ماہواری باقاعدہ ہو گئے رحم کا پانی نہ رہا (اور چہرہ سرخ ہو گیا)۔

الغرض یہ چوب چینی اور عشبہ کا مرکب سب سے عمدہ اور بہتر اور سب سے اعلیٰ مصفی خون ہے

جہاں بہت سے عشبہ ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں (کیونکہ وہ بالحاظ اس ملک کی شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں جس کے دماغ پر اثر خلاف تمیز ہو جاتا ہے) اس مرکب نے سریع العمل فائدے دکھلائے ہیں اس وجہ کا اعتماد سے رئیسہ اندرونی پر بہت ابھارتا ہے جس سے تمام جسم کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

ثبوت کیلئے اسکے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کرو پھر ایکماہ بعد وزن کرو۔ وزن ڈیوڑھا ہو جائیگا

نصف صدی سے یہ مرکب ملک کے ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے۔ آپ بھی تجربہ کر کے فائدہ حاصل کریں۔

قیمت

شیشی کلاں (ایکماہ کے لیے کافی ہے) تین روپے (۳ ر) شیشی خورد ڈیڑھ روپیہ ..... ۱۸ عدد

علاوہ ازیں اس شفاخانہ میں ہر مرض کی مجربہ دوائیں موجود ہیں۔ (۱) شربت مقوی اعصاب (قمعہ نامردی اللہ ہو) (۲) ملائے نادر قیمت (۱ ر عدد) (۳) دوائی سوزاک بمعہ (۱ ر عدد) نمبر ۲ (۲ ر) (۴) حب دافعہ جریان (۵) حب دافعہ بواسیر (۱ ر) (۶) حب دافعہ جریان و احتلام (۱ ر عدد)۔ (۷) سرمہ مہر اکراماتی قیمت فی تولہ (۱ ر) (۸) جوہر عشبہ مصفی خون شیشی کلاں (۲ ر) (۹) معجون مستحکم دندان (۱ ر عدد)

نوٹ اگر آپ کسی مرض سے تنگ ہیں تو ہم سے فارم تشخیص امراض آوہ آنہ کا ٹکٹ بھیج منگائیں جس سے آپ کا مرض معلوم ہو جائیگا اور علاج کے قابل ہو یا نہیں۔ اگر ہے تو کب تک صحت ہو گی۔

پتہ۔ حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء۔ لاہور۔ موچی دروازہ

کارخانۂ چکن محمد عبدالرحمن وحافظ خلیل الرحمن مقام لکھنؤ گلی پارچہ

بفضلہ تعالیٰ یہ کارخانہ عرصہ تیس سال سے نیک نامی کے ساتھ جاری ہی ہماری گورنمنٹ نے اسکے عمدہ ہونے کے صلہ مین تمغہ و سارٹیفکٹ عطا فرمایا اگر آپ کے دل مین کچھ بھی قومی ہمدردی ہو تو سب سے پہلے ملکی اشیاء کی خریداری فرمایئے اور صنعت و حرفت کی ترقی دینے مین امداد کیجئے صرف ملکی اشیاء کی خریداری مین ہندوستان فراغ البال ہو سکتا ہی۔

فہرست اشیاء چکن و کامدانی و فردرضائی و لحاف و پلنگ پوش وغیرہ

نام جنس مع وضع و کام	طول	عرض	شرح قیمت
تھان چکن و کامدانی برائے انگیہ و شیروانی	۱۰ گز	۱۸ انگرہ	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
تھان چکن اور اوسکے گل بوٹون مین پر بہار کامدانی	۱۰ گز	۱۸ انگرہ	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
دوپٹہ چکن بیل بوٹیدار مختلف قسم و قیمت	۳ گز	۱۰ انگرہ	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
ساری چکن و پر بہار چکن کامدانی	۶ گز	۱۸ انگرہ	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
کرتے چکن بیل بوٹیدار سلے ہوے تیار	ایک گز	سوا گز	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
رومال چکن دستی رکابی مربع	۲ و ۳ گز	۲ و ۲ گز	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
کلاہ چکن گول جدید وضع ریسون کے قابل	معمولی	معمولی	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
کلاہ چکن دوپلڑی و چوگوشیہ	معمولی	معمولی	۲ روپے سے ۴۰ روپے تک
کلاہ گول سوزنی سادہ و دکابتون ساخت میرٹھ	معمولی	معمولی	۸ روپے سے ۴۰ روپے تک
کلاہ کشتی نما و گول ریشمی و دکابتون ساخت امروہہ	معمولی	معمولی	۱۲ روپے سے ۴۰ روپے تک
کلاہ زردوزی گول و کشتی نما ساخت لکھنؤ	معمولی	معمولی	۱۵ روپے سے ۴۰ روپے تک
فردرضائی سلی ہوئی تیار پختہ ساخت لکھنؤ	۲ گز	۱۰ گز	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
فردرضائی بغیر سلی ہوئی پختہ ساخت لکھنؤ	۲ گز	۱ گز	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک
لحاف و پلنگ پوش پختہ ساخت لکھنؤ	۳ گز	۲ گز	۴ روپے سے ۴۰ روپے تک

پان مین کھانیوالی تمباکو کی مشکی گولیان خشک زردہ

عرصہ تیس سال سے روزانہ شائقین کی خدمت مین روانہ ہوتی ہین ادنیٰ تعریف مین زیادہ لکھنا موجب طوالت ہی ایک دفعہ جانچنے کیلئے فرمایئے نہایت خوشبودار و خوش ذائقہ و مفرح طبع و جاذب رطوبات فضلہ و اقسام دود دندان و شرابین گولیان در قدر سر ہوتی معلوم ہوا ہین فی ڈبیہ ڈھائی تولہ قیمت عمدہ گولیان بالا ورق سادہ فی ڈبیہ چار تولہ قیمت عمدہ کشتی یعنی تمام جسکی گولیان مشتی ہین فی ڈبیہ پانچ تولہ قیمت عمدہ زردہ مشکی اعلیٰ درجہ کا خوشبودار قیمت فی سیر عمدہ روغن کنجد بسایا ہوا نہایت خوشبودار قیمت فی سیر عمدہ

المشتہر محمد عبدالرحمن و حافظ خلیل الرحمن تاجران چکن و مشکی گولیان و عمدہ لکھنؤ گلی پارچہ

ڈاکٹر لالور کا فاسفوڈائن

نشان تجارت

رجسٹری شدہ

دماغی کمزوری۔ فالج۔ کنخوابی۔ ڈراونے خواب دیکھنا۔ قوی کا قبل از وقت انحطاط۔ نظام جسمانی کی وہ تمام بظاہر اور عوارض جو قوت نامیہ کے کم ہو جانے سے لاحق ہوں۔ ان امراض کے بے ضرر اور قابل اعتماد علاج ہیں

اس دوا نے چالیس برس سے زیادہ اپنی عام شہرت قائم رکھی ہے۔

فاسفورس کے اس مرکب سے عصبی کمزوری قسم اور نام کی صرف یہی ایک دوا ہے جسکو کالجوں کی تمالیش واقع ۱۸۸۴ء میں سند ملی تھی

اور اسی ذیل کی دوسری بیماریوں میں فوری اور مستقل نفع ہوتا ہے اور تمام فاسد خیالات اور علامات تکلیف حیرت انگیز طور سے دور ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان بھر کے دواسازوں کے پاس یہ دوا فروخت کیجاتی ہے

اسکی قوت بخش تاثیرات جلد ہی استعمال کرنے سے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ عصبی اور دماغی قوتوں میں زیادتی کے ساتھ ہی مریض کے دلمیں عافیت کے بالکل خلاف تقویت اور تسکین پیدا ہو جاتی ہے۔ ہاضمہ قوی آجاتی ہے بھوک بڑھ جاتی اور قبض رفع ہو جاتا ہے۔ بیدار ہم

خبردار

آتی اور فرحت بخش ہوتی ہے۔ چہرہ چمک جاتا ہے اب

"فاسفوڈائن" کا نام قانونی یہ مارک کے مطابق محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اس سے اسکی نقل سے بچنا چاہیئے جو بعض بیضوی آتی ہے جس سے یا دوسری کیفیت سے فروخت کرنیوالے عدالتی چارہ جوئی ہو جائیگی اس لئے ظاہر ہے کہ عصبی کمزوری

صرف ڈاکٹر لالور کی

"فاسفوڈائن" لیبوریٹری "ہیمپ اسٹیڈ۔ لنڈن۔ انگلستان میں بنایا جاتا ہے

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی فصلی بخار اور طحال کی دوا

یہ دوا اچھنیس برسوں سے ہندوستان مین استعمال کیجاتی ہی۔ اگر آپ بخار مین مبتلا ہون اور سب قسم کے علاج کر کے تھک گئے ہون تو اس مجرب دوا کو ایک مرتبہ منگا کر ضرور استعمال کیجیے۔ اس دوا مین چند فائدہ لاجواب ہین۔ یہ ملیریہ کے کیڑون کو مار دیتی ہی اس لیے اسکی چند پانچ خوراک پیتے ہی بخار آنا بند ہو جاتا ہی اور یہ خون کو گاڑھا کرتی اور اسکی خرابیون کو مٹاتی ہی اور قوی کو مضبوط کرتی ہی۔

قیمت - بڑی شیشی چودہ آنہ ۱۴ر محصول ڈاک ۲ر دو شیشی تک آٹھ آنہ ۸ر

قیمت - چھوٹی شیشی آٹھ آنہ ۸ر محصول ڈاک ۵ر دو شیشی تک چھ آنہ ۶ر

جناب مہن راج گوپال بھاوے ہیڈ ماسٹر مرہٹی اسکول بیلاگانون کالیا برابر اسی لکھتی ہین کہ آپکی بخار کی دوا مین اپنے دوستون اور طالب علمون کو دو برس سے دیتا رہا ہون بڑی خوشی کی بات ہی کہ کہین بھی ناکامیاب نہین ہوئی اسکی یہی تعجب خیز صفت ہی مفصلات کی غریب آدمیون کے لیے آپکی گویا آبحیات بنایا ہی جناب پنڈت شیام لال ہیڈ ماسٹر اسکول ہنڈور ضلع بلاندہ سو لکھتے ہین۔ چار شیشی جو آپکی بھیجی ہوئی دوا آئی اس سے بہت فائدہ ہوا جناب بلدیو پرشاد مدرس ضلع فرخ آباد سے لکھتے ہین دو شیشی تاپلی کی آپکے یہان سے منگوائی تھین اس سے دونون مریض اچھے ہو گئے جو قریب مرگ تھے جان بچگئی۔ آپ کو مریض دعا دیتے ہین۔ جناب شیودت پرشاد ہیڈ ماسٹر اسکول ہردی نگر سے لکھتے ہین بخار جاڑے کی دو اجو مین نے منگوائی اپنے مریض کو جو تین تین مہینے سے مبتلا تھے دی۔ تین خوراک دوا کھانے سے فائدہ نظر آیا اور سات خوراک مین مریض مرض سے نجات پا گئے۔ اسمین شک نہین کہ یہ دوا بخار کے دفع کرنیمین قابل تعریف ہی۔ آپ ایسی نیکی کرنے والے کا ازبسکہ شکر گزار رہون جناب کالی رام نند برہمن بھروں ضلع مندسور سے لکھتے ہین آپنے جو فصلی بخار کی دوا بھیجی بہت فائدہ مند ہی۔ ہم کہان تک تعریف کرین جناب رام پرشاد انسپکٹر آفس مرزاپور سے لکھتے ہین۔ مین آپکا ازبسکہ شکریہ ادا کرتا ہون کہ میرا دو سال کا جو بخار تھا وہ صرف دو یوم مین جاتا رہا۔

المشتہر ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ مارا چند اسٹریٹ کلکتہ